





# فسانہ آزاد

تاریخ تصنیف

## جلد اول

از نثر و دینی سرگودھا

ای نام نود و جان نین نامہ

اس اردو ناول سے ناظرین کو مہذب ظرافت کے پیرایہ میں عمدہ

عمدہ اخلاقی نتیجے حاصل ہوتے ہیں

حسب لایا نامے نشی نو لکچور صاحب سی آئی ای مرحوم بانی مہانی مطبع ہذا

ت رتن ناتھ صاحب در کشمیری لکھنؤ نے تصنیف فرمایا یہ فسانہ

ابتداء سے دسمبر ۱۹۰۷ء لغایت دسمبر ۱۹۰۹ء شائع ہوتا رہا

اسکے بعد سے اب تک بسبب ہر دولہ ریزی بحیثیت کتابی چار جلد وینسٹاں مرتبہ طبع و شائع ہو چکا

اب حسب الحکم نشی لکچور صاحب بھارگو مالک مطبع

باہتمام سیٹھ کیسری داس سپرنٹنڈنٹ بارہ مشتم

1005

مطبع نامی نشی نو لکچور لکھنؤ میں چھپا

ماہ دسمبر ۱۹۲۳ء

تاریخ شش و نودی انصاف

اعلان حق تالیف اس کتاب کا بحق مطبع نشی نو لکچور محفوظ رہے

اور شش و نودی ۱۹۰۷ء میں شائع ہو چکا ہے۔





46.5

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	
۶۶	مولوی صاحب کی خرابی -	۱	چہرا زنگتہ سازانست این بہرست خیال جانمدا زانست	
۶۹	ہندی اور یورپین کا طرز معاشرت		۱۰	یادہ عابد فریب کی ستم کوشی اور جنون کی گرجوشی -
	بورٹھے کھوسٹ کی نوخیز اور پھل بیوی کی باتیں اور	۱۲	سبز ان چمن کا جو بن اور گرمی ہنگامہ مشق عقل دشمن -	
۷۴	عاشقی و عشوقی کی گھاتیں -	۱۵	میر عشق کی طغیانی اور قلعہ جنون کی روانی -	
۷۷	ارباب نشاط کی تعلیم -	۱۸	رنگے سیار -	
	ایک جمیل جمیل کامنی کی سواری بادبہاری اور میان آزاد	۲۱	سیان آزاد کی کارستانی اور شاہ جی کی پریشانی	
۷۹	کی بقیاری و اشکباری	۲۵	محبت رندان سے آشام و مہوشان نازک اندام -	
۸۱	مان پیٹوں کی زبان درازی اور میان آزاد کی نظارہ بازی	۳۳	عفو کا محرم المحرم -	
۸۳	ہات برے چھینکنے والے کی ناک کاٹوں	۳۶	ندرستی ہزار نعمت ہے -	
۸۵	مول تول نو داجی سو -	۳۷	میر زادون کو فکر معاش اور نوکری کی تلاش -	
	تمھاری تیغ کا منھ چڑھ کے لے لیا بوسہ + کبھی نہ آپ سے	۳۹	رُت آئی بسنت عجب بہار -	
۸۶	ہم دیکے بالکین مین رہے +	۴۶	خجریہ شاعری -	
۹۱	ضرورت ہے ایک جو رو کی -	۴۹	میان جواد -	
۹۴	ضلع جگت -	۵۱	بمنظر العجاہی مع ہود اغائب	
۹۶	دشمنی مگر خدا ترس ریشائیل -	۵۲	شہر شوہر کے نام نوخیز بیوی کا خط -	
۹۹	نشہ بُری چیز ہے -	۵۵	کا جہنم -	
۱۰۰	میان مسافر - میان مسافر بیچ کننا میں نشہ میں تو نہیں ہوں	۵۸	باب خانہ -	
۱۰۳	اپنے حلوے مانڈے سے کام ہے -			
۱۰۵	آٹھوں کا میلہ -			



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۹۸	بورٹھے کی داستان عبرت عنوان -	۴۱۱	لکھنؤ -
۴۹۹	مکتب خانے کی شکایت اور ایک ناخلف کی حکایت	۴۱۴	ایک رئیس کا دربار -
۵۰۱	عدالت منصفی میں بیوی دلا پانے کا مقدمہ -	۴۱۸	ہوٹل -
۵۰۶	ایک نیکل اور ایک فضول خچ کی حالت کا مقابلہ -	۴۲۱	ریل کا سفر -
۵۱۳	میان آزاد کا بھئی میں داخل ہونا اور خوجی کا ایک گران ڈیل عورت کے عشق میں عقل کھونا -	۴۳۱	معشوق رنگین اداس درجنیا کا حسن جمال اور نواب فرخ نداد و میان آزاد کا شوق وصال -
۵۱۴	خوجی کی دُرگت -	۴۳۴	بھٹیکری پری -
۵۲۱	رقعہ -	۴۳۸	میان آزاد کی حسرت و میرانی اور عشق ورجینا میں نا کامی ویشامانی -
۵۲۵	میان آزاد کا ایک بت تند خور پل آنا اور اس نگار قوس ابرو کے پر پانے میں جانا -	۴۴۵	عبید سعید -
۵۳۳	خوجی کی حماقت	۴۵۶	نواب کے دربار میں رفقا کی چہ میگوئیان -
۵۳۶	مولانا محمد آزاد -	۴۶۱	داروغہ جی کی پانچون گھی میں اور سر کر اہی میں -
۵۳۷	پیراک -	۴۶۴	سرایین خوجی پر بے بھائی کی پڑین اور بواز عرفان پنجے جھاڑ کے ردین -
۵۳۷	بارسی کا مکان -	۴۶۵	جہاز پر سوار ہونے کے شرائط سخت منجانب خواجہ صاحب سبز بخت
۵۴۰	خوجی بُرے پھننے -	۴۶۹	ایک کجوس رئیس کی ملاقات اور اس کے بخل کے حالات
۵۴۳	خوجی کی موزونی طبع -	۴۷۰	خوب جواب دیا -
۵۴۴	بزم طرب -	۴۷۹	خیرات کے کیا معنی -
۵۴۹	خوجی کی حماقت -	۴۸۰	شراب خانہ خراب
۵۵۱	تھانہ دار کی شرارت	۴۸۱	خط
۵۵۵	ناکھی سے سوال جواب	۴۸۳	بنے ہوئے سدھ کی دُرگت -
۵۵۹	حسن آرا کا نامہ رنگین بنام آزاد خزین		اکوٹا پس نازنین کا دھن بننے ہی بیوہ ہونا اور خلق خدا
۵۶۲	زن مرید	۴۸۸	ہات بول سے آٹھ آٹھ آنسو رونا
۵۶۵	اخبار جنگ		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۰۶	ایک رئیس کی صحبت -	۱۰۶	رخنہ کرتی ہے دیوار آہن میں -
۱۱۰	ضعیف الاعتقادی -	۱۱۰	ظرافت -
۱۱۵	مہاجرت -	۱۱۵	لغافہ کیا شیطان کی آنت ہے -
۱۱۸	کیا کمال ہے -	۱۱۸	ہی یہ وہ درد کہ جس درد کا چارہ ہی نہیں ہوا ان لڑی آنکھ
۱۲۰	چلو میں اُتو -	۱۲۰	جہان اپنا گزارہ ہی نہیں ہے -
۱۲۲	صنعت اور تجارت کے کرشمے	۱۲۲	بے دیکھے بھالے شادی -
۱۲۴	میان آزاد مترجم -	۱۲۴	شریر مرد کا -
۱۲۶	اکوڑ فون	۱۲۶	یہ نرالا امتحان ہے -
۱۵۶	پریون کا ڈنگل (بہی کے پارسیوں کا تماشا)	۱۵۶	بڑی بیگم
۱۵۹	پارسیوں کا عجیب و غریب تماشا -	۱۵۹	بجرے کی روانی اور جان جانی -
۱۶۳	پارسیوں کا نادر تماشا -	۱۶۳	چین ہی چین لکھتا ہے -
۱۶۴	پارسیوں کا دریا تماشا -	۱۶۴	لکچر نسبت تعلیم النساء مصنفہ صاحب طبع رسا خاتون مہ نقا
۱۶۳	چہ میگو بیان -	۱۶۳	حسن آرا زید احمد حشمتہ -
۱۶۵	بلبل بیمار -	۱۶۵	سپہر آرا کا اصرار -
۱۸۰	شکر بی کی نقل	۱۸۰	میان غوجی -
۱۸۴	مختارہ دار	۱۸۴	اچی ایکٹ ل کس کس کو دون میں ہزاروں بت میں بیان
۲۲۲	بی اللہ رکھی کا خط	۲۲۲	ہندوستان میں ہے -
۲۵۰	مشاعرہ کی دھوم اور شعر کا ہجوم -	۲۵۰	مزے مزے کی باتیں اور عشق صادق کی گھاتیں -
۲۵۱	اشتمار -	۲۵۱	رفعت ای زندان جنوں زنجیر دکھ کا ہے ہر فرد و خار
۲۵۱	ڈاک	۲۵۱	دشت پھرتلو امر اکھلا ہے ہے -
۲۶۳	این سبزہ و این چشمہ و این لالہ و این گل ہا آن شرح ندارد	۲۶۳	روم کے سفر کی تیاری -
	کہ بگفتا در آید -		زینت النساء اور اختر النساء -
	نہیں روزن جو قہر بارین پرو انہیں ہم کو ہنگامہ شوق		پیرا نے فشن کے بزرگوار -



<p>فہرست خیال جان گداز نست این طو مار حنون عشقبا ز نست این</p>	<p>دیباچہ راز نکتہ ساز نست این تعوید دل سخن طراز نست این</p>
<p>بزرگوار زیبا اندام نازک خرام کفام کچل بیٹ کا دھانی رنگا ہوا گرتہ اسپر رو پیہ گزولی مین شرتی کایتن کر تونی کا جُست انگلیا گلبدن کا چوڑا بیدار گھٹنا پنے۔ بیسواؤن کی طرح پٹیاں جمائے عطر عروس نگائے کے دارا مشہور کی نخی سی ٹوپی اپین سے اکائے ہاتھوں میں نھدی پور پور چھلے اکھون میں سر سے کی تحریر چھوئے سنبے کا زرد غملی چڑھوان جو تازیبا پایکے ہوئے ایک عجیب بوج سے کمر چکاتے چھونک چھونک کر قدم دھرتے چلے آتے تھے اکھون نے انکو اور اکھون نے انکو خوب غور سے گھورا اور ہمارے حبیب لبیب نے دونوں پر ایک ایک نظر غلط انداز ڈالی۔ چوتونوں سے تاڑ گئے کو دونوں دھن کے پکے ہن اتنے میں حضرت نازکبدن نے مسکراتے ہوئے آواز دی اب دل لگی دیکھئے کہ کس لطف کی نوک جھونک ہوتی ہو نازکبدن۔ میان جانے والے۔ او میان جانے والے۔ اے زکی ادھر تو دیکھو یا اتھی ہوا کے گھوٹے پر سوار ہیں میرا کلیجہ بلیمون اُچھاتا ہے بھری برسات کے دن ای ری اکین چسپل نہ ترین تو قفقہ اُٹھے یا روکوں کو دل لگی ہاتھ آئے۔ ان چپا سے کی کھوپڑی برجانے حضرت ذری سنبھلے ہوئے۔</p>	<p>سحر کاذب کے وقت مرغیے ہنگام نے گر بہ مسکین گلیا ہٹ جو پائی تو طبر کر لکڑیوں کون کی بانگ لگائی اور ہمارے حبیب لبیب دقیقہ رس صبح نفس جو سر شام سے لمبی تانے بیٹھی بند سو رہے تھے یہ آواز خوش آئند سنتے ہی کلبلا کر اُٹھ بیٹھے۔ اُدھر اکھلی ادھر باچھیں کھل گئیں دیکھتے کیا ہن کہ ابرو ہیا رنیم مشکبا نے تمام شہر کو غونہ گزرا رام بنا دیا ہو۔ یہ شاعر آدمی حسن پرست وارفتہ مزاج رنگین طبع آزاد منش۔ تاب کمان کہ مکان سے نفس میں قید رہیں بوسے گل کی طرح نکل پھڑپھڑے ہوئے۔ روشنی طبع کے صدمے ایک ایک قدم پر ایک ایک مصرع رخیہ سوزوں ہتھ جاتا تھا۔ ہاں داکون سے خود ہی گزرن ہلاتے جاتے تھے اور احسن مرحبا وغیرہ کلمات زبان پر لاتے تھے اور خود ہی جھک جھک کر سلام کرتے تھے۔ ان فرض ہمارے دھن کے پکے حبیب جذوبون کی قطع بنائے چلے جاتے تھے کہ مختلف الادبیات حضرات نظر سے گزرتے ایک صاحب موضع دنیا سے نزائے تیلون خاکی جاگٹ کالی۔ کوٹ سیلا دیس کوٹ ڈھیلا۔ گھنی ڈاڑھی خرگوش کی جھاڑی ہاٹ بوٹ پہنے کھٹ پٹ کرتے ڈبل جال چلے جاتے ہیں۔ دوسرے</p>

مضمون	صفحہ	مضمون
ایک جوئے نے شاہ جی سے نسخہ لیا اور ناک چھکینی نے ہاک	۵۶۹	ریل کے حادثے -
میں دم کر دیا -	۵۷۳	اخو محمد صاحب کی ملاقات
کہانی زبانی بی مخلاتی	۵۷۶	واہ سے طبیب -
دوپری پیکر معانوں کا آنا اور حسن آرا اور سپہر آرا کو خواب	۵۷۸	دوسرے نیم حکیم -
ناز سے جگانا -	۵۸۰	بمبئی سے بھی کوچ ہوا -
میرزا ہمایون فر اور اصنام رشک قمر	۵۸۵	حسن آرا کی بقیاری -
بی حسن آرا بیگم کی نفاذی اور جادو طرازی -	۵۸۶	خط -
تقریر پذیر دسترخویز	۵۹۰	شطرنج -
چہل -	۵۹۵	شہزادہ ہمایون فر -
غیم کا ترانہ اور میان آزاد کا افشا ئے راز اور ذکر خیر	۵۹۹	عاشق النساء بیگم کا محل دیکر حسن آرا اور سپہر آرا سے گلے مل آنا
عاشق جان باز -		میان آزاد کا جہاز پر سوار ہونا اور حسن آرا کا محبت نامہ
ایک اور معان کا آنا اور فرط مسرت سے چاروں ہنوں	۶۰۳	پڑھ کر رونا -
کا کھل کھلانا -		حسن آرا کا رنج و غم اور سپہر آرا کو نامحرم سے گلے
ہمارا لہذا کا پرائن صاحب بہادر کو طعنے دینا اور ان کی	۶۰۵	ملنے کا الم -
تینوں ہنوں کا کچا چھٹا سن لینا -	۶۰۶	مری کا پیغام -
نوابی دربار اور خوشامد کی گرمی بازار - بی اندر رکھی کا جگن	۶۰۹	میرزا ہمایون فر کے رد و باز عشق کی روانی اور شرم کی طغیانی
ہونا اور عیش و عشرت سے ہاتھ دھونا -	۶۱۶	حسن آرا کا نامہ شکایت ختامہ -
ناٹک ڈراما -		جیون فصاحت و درخشاں آب یعنی بابو ابھناس چند صاحب
ایک نظر اور مری -	۶۱۸	کا لکچر لاجواب -
خاتمہ -	۶۲۵	خواب -

مذاہب و مذہب سے بچاؤ الہی باتوں سے باز رہو۔

چھٹی جان - سچی تو آپ کے پروفیسر لاک کے پاس جلا جلاؤں آپ کے پیر مغن کی بیعت لاؤں۔ آئی سے مختلہ بجاؤں اپنے کو بکری طرح گڈامی بناؤں آپ کسی گلی کو پے میں نکلیں تو واشد اس وضع پر کئے ٹنگری ہی لین اپنی وضع تو دیکھیے۔ ہمیں پر شیر ہیں۔ خود را فضیحت دیگران را فضیحت۔

آزاد - اب یہ فرمائیے کہ ہوت آپ کہاں کے ارٹے سے نکلتے ہیں چھٹی جان - کل شب کو تین بجے تک ایک رنگیلے دوست کے یہاں مجھ پر رقص و سرود میں شریک تھا وادہ پیاری پیاری صورتیں دیکھنے میں آئیں کہ وہ بھی واہ کس کافر کا اٹھنے کو جی چاہتا ہو جلسہ برخواست ہوا تو بس کچھ کو مدعوں ہاتھوں سے تمام کریم بھی دل سر وادھ کھڑے ہوئے لیکن دل زلف دھوشان ہی میں پھنسا تھا رات کا لون میں جہاں چھم کی آواز یا کی پریوں کی پیاری پیاری صورت آنکھوں میں پھر کی ایک ایک جو وہاں تھی دینا سے زالی فتنہ زانہ آنت ڈھانے والی جسے دیکھو تو کاحالم خیمے آنتاب خیمے مانتاب گروہ چاند سا کھڑا نہ بھولے گا نہ بھولے گا۔ ہاے مہرے دم مکٹ بھولیکا زاہد حد سادہ بھی دیکھے تو اس بت بے پیر کی پرستش کرے۔ اب ہوت جھٹ بٹ پھر جاتے ہیں ذرا آنکھیں سینک آئیں بھیدیں اڑ رہی ہو رسیلی منون والیوں نے چند مارا۔

آزاد - کل فرصت ہو تو ہم سے ملے گا۔

چھٹی جان - کل تو ملنا معلوم کل تک تو نیند کا خار رہے گا۔

آزاد - اچھا جانے دیجئے برسوں ہی۔

چھٹی جان - برسوں ہی برسوں تو نفوس میں بھی یاد فرمیں تو بندہ نہ جانے کاپرسوں نوا بے صاحب کے ہاں بیرون کی ہالی ہی میں بیٹھ کر بیٹھ کر کئے میں وہ دو بیٹھے تو کس لین ادھر ادھر دیکھیے تو میری ٹری

کیسی بڑھ بڑھ کر لات دیتی ہے کہ اچھے اچھے بیڑ ایک ہی نہیں تو کی دم بھاگیں۔

آزاد - میر صاحب ہر سون نہ سہی دو شنبہ کے دن ملے۔

چھٹی جان - دو شنبہ کو ٹکے سے بانے کی کنکلیاں روٹنی لگی ابھی بنارس سے باناننگا یا ہے وادہ ماہی جال کی کنکلیاں ایسی ہیں کہ ہر دم قابو میں موڑو۔ غوطہ دو کھینچو۔ جو چاہو سو کرو جیسے میل گھوڑا بھی کھینچ میں تو دلاتی اپنے فن کا جالینوس ہی؟

آزاد - اتنی خیر۔ چلے شنبہ یوں کیا۔ چار شنبہ کو فرصت ہو۔

چھٹی جان - واہ واہ چار شنبہ کو تو ٹٹے ٹٹے سے بھٹیاریوں کی رڈائی ہوگی دیکھیے تو کیسی کیسی پریراد بھٹیاریاں کس بانگلی طاسے ہاتھ جو کاکر انگلیاں ٹکا کر لڑتی ہیں اور کیسی بے نقط سناٹی ہیں تو بھٹیاریاں آزاد - پنجشنبہ کو تو ضرور ملنا ہو گا تم کو واسطہ خدا کا۔

چھٹی جان - حضرت آپ تو بڑے مڑ پڑے ہیں۔ لمون تو سب کچھ جب فرصت بھی ہو یہاں مرنے تک کی تو فرصت نہیں۔ اب کی فریڈری جمعات ہو خدا جانے کس کس کے وعدے وفا ہو گئے۔ برسوں سے منتیں مانی ہیں اب کو دنیا و دنیا کی خبر تو ہی نہیں اب کو تو بس ایک پروفیسر صاحب اور دوسرے لکچر سے سروکار ہی باقی اللہ فیض صلح آزاد - بس قبلہ ملنا ملا معلوم۔ فرصت فتقلاقات معدوم آج مرغ رڈایے گا کل پتنگ چھپکایے گا۔ برسوں میں تو کی ہالی میں جانیے گا کہیں مجھ پر رقص و سرود آراستہ ہوگی کہیں بزم طرب پیراستہ ہوگی آپ رونق افروز نہ ہوں تو رنگ کیونکر جمے۔ ارباب نشاط کا فریغ آپ کے دم سے جلسے کا لطف آپ کے فیض قدم سے سیلا ٹھیلنا تو کوئی آپ سے کاہے کو چھوٹا ہو گا پھر بھلا ملنے کی کون صورت ہے

ہمیں لکچر سے اور تھوکر کئے سے کہاں فرصت چلو بس ہو چکا ملنا نہ یاں فرصت نہ وان فرصت

جانے والا۔ (دھڑک کر) ارشاد آپ اپنا مطلب فرمائیے میرے  
پیسے کی فکر نہ کیجئے۔

نازک بیدن۔ گریے کا تو مجھ سے غرور پوچھ لیجئے گا۔

جانے والا۔ بہت خوب۔ ضرور پوچھ لوں گا۔ بلکہ آپ کو ساتھ لے کر  
گروں تو سہی بیچے آپ ہوں اور بندہ۔ انشاء اللہ۔

نازک بیدن۔ آپ نے کیسی نیم ٹر قطع بنائی ہو۔ کہیں گدا میری  
بھتی آپ ہی پر تو لوگ نہیں کہتے ہیں۔

جانے والا۔ آپ کو یہ زناؤں کی وضع کیسی بھائی ہو چھٹی جان  
آپ ہی تو نہیں مشہور ہیں۔

چھٹی جان۔ (دہی نازک بیدن خدا کی قسم آپ کے کالے کیڑوں سے  
میں سمجھا کہ بڈیلا کسم کے کھیت سے محل پڑامیان آزاد جو سنا کرنے  
تھے وہ آپ ہی تو نہیں ہیں۔

جانے والا۔ قسم حضرت عباس کی میں آپ کو دیکھ کر یہ سمجھا کہ کوئی زنا  
منگتا جاتا ہے یا پنج کش ساقن مردانہ بھیس میں آتی ہے۔

چھٹی جان۔ (واٹھ اُٹھی جج ہی زالی ہی یہ ڈبل کوٹ اور کڑو توڑ پٹ  
ماشا اللہ تم ماشا اللہ۔

آزاد۔ اللہ سے ترے دست خانی۔ اُف ریتی تیری درباری  
یہ لگاوٹ یہ سجاوٹ یہ لوج۔ یہ نازک مری۔ یہ دیدہ کی مغللی۔ یہ  
شیخ نظری۔ خدا اس چشم سرگین کو عین اکمال کے اثر سے بچائے  
امیر تم کو مرد و بانائے۔

چھٹی جان۔ اسوقت آپ ایسے بدعاس کمان گٹھ بھاگے  
جاتے ستم بیج کئے گا آپ کو ہماری جان کی قسم۔ ہمارا ہی ہو پیسے  
جو لگی پٹی باسہ کیسے۔

آزاد۔ آج بھلاک صاحب زبان پاک سنسکرت کی اشرافیہ  
لکچر دینے والے ہیں یہ بزرگوار بڑے قدس و عالم کا نہ لیتا ہے زبانہ

مشہور دیار و اصحاب میں انکی زیادت نقصات سے ہو۔

چھٹی جان۔ لاعلم و لافوقہ۔ بھی قسم خدا کی کتنے بھونڈے ہو

کتنا خراب مذاق ہو۔ پر دوسرا صاحب کے مشہور ہونے کی ایک ہی کہی  
ہم اتنے شے ہوئے۔ آج تک نام بھی سنا ہو تو قسم بیچے کیا دینی خان

سے زیادہ مشہور ہیں نام زبان پر آتے ہی طعنت محبت آنکھوں میں  
پھر گیا اور تو نہیں جانتا۔ بھی جو کہیں ہمارے گھونگر یاے بال۔

ایک دفعہ بھی اُسکی زبان سے سن تو عمر پھر نہ پھو لو۔ (واٹھ کیا ٹیپ دار  
آواز ہو بس یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بین بجا رہا ہو۔ مگر تم ایسے

کوڑھ مغزون کو گلے بازی اور نازک وازی سے کیا واسطہ تم تو پر دوسر  
صاحب کے پیر میں ہو کر گاہو اور چلے لکچر سننے ایسے مذاق پر ترین حرف۔

آزاد۔ بندہ پرورد مجھے جو کچھ ملو امین سنا نا ہو سنا لیجئے۔ اُتو نا لیجئے  
مگر براے خدا ایسے صلیب النفس فخر بنی نوع انسان بلیغ نکتہ دان بزرگوار

کے حق میں تو کلمات خرافات زبان سے نہ نکالیے۔ آج وہ تمام یورپ  
میں محقق اکمل فاضل اجل سمجھے جاتے ہیں اور ہزاروں آدمی اس

عالم تجوی تحقیق ایتق سے فیض پاتے ہیں۔ ۵

گو ہر پاک تو از مدت ماستغنی ست

دست مشاطہ چہ با حسن خدا وادکنند

چھٹی جان۔ کیوں حضرت یہ شعر کس دھن میں ہو و اللہ گلے کے  
لاؤق ہے۔

آزاد۔ آپ پر خدا کی سنوار۔ اور آپ کی دھن پر شیطان کی پھکار  
او تو بہ شعر کی تعریف کرنا درکنار کہنے لگے کہ یہ کس دھن میں ہے۔

دھن کسی ڈھاری بچے سے پوچھیے میں دھن دُن نہیں جانتا ورنہ  
بحر البتہ پوچھیے تو تشفی کروں۔ آپ تو میں دیکھتا ہوں دھن میں ڈوبے

ہوئے ہیں بندہ نواز اس نلیج رنگ نے آپ کی یہ گت بنائی کہ پوچھ  
اور ڈھکی کر تو انی منھدی لگائی۔ عورتوں کی وضع بھائی



<p>مرغان خوش آہنگ اندر باغ سخن لیکن بالیدن این بلبل شور در گرس دارد</p>	<p>ہمارے غنچہ دہان گل اندر گنجام گل رنگ - گلبان عجب ٹھٹھے سے چمک چمک کے چھپ چھپ کر چھپ دکھاتے تھے - نوز کا عالم دن عید رات شب برات اندر کا اکھاڑا گرد پریشان مات اگر ہر بھرے درخت کے سایہ میں کوئی سرور چھپ رہا تو جو کو نہال کر دیا کلیوں نے کسی غنچہ دہن کو دیکھا اور کھل گئیں - رنگس شہلا کی نظر باز سوسن کی زبان درازی - بلبل کی خوش آوازی - الغرض باغ نرسبت آگین اور حسینان زہرہ جمین اور اس کے فریدون فر ہم جاہ کی بھر پور گلزار ارم خوران بہشت اور ملائکہ نوری کا دھوکہ ہوتا تھا - اب بھی غنیمت ہو کہ مینے دوسرے مینے کسی رنگین طبع کے طفیل میں کسی آتشین رو سے آنکھیں سبز لیتے ہیں</p>
<p>آپ کی جادو سیانی تو اس دم اپنا کام کر گئی مگر حضرت سچ کہیے گا ان معبتوں سے ملا کیا - سرخرو ہوے یار و سیاہ - فارغ ابال ہو یا تباہ - یہاں تو نتیجے پر نظر ہے - چھٹی جان - قبلہ یہ تو بڑا کڑا سوال ہو یکے نقصان مایہ دگر شامت ہمسایہ سچ تو یوں ہو کہ عمر بھر اس ناچ رنگ ہی کے چھند میں پھنسے ہے دن رات طبلہ - سارنگی - بایان - ڈھول - ستارہ بین - یاد آتی بالے طاق - تحصیل علم چھپر پر - تہذیب کی دم میں نندا - جامہ انسانیت سے خارج - آدمیت چھوہنیں گئی خاصہ پریز خارا کے چھٹے ہوئے شہدے بن بیٹھے لیکن اب تو اسکی از سرگز چہ یک نیرہ وجہ یک دست کا نقشہ ہے - آپ جو اس بھروسے ہوں کہ میں تہذیب سکھائیں تو بغیر صلاح ہو کہیں پورے طوے بھی قرآن پڑھا کرتے ہیں -</p>	<p>صیاد نے تسلی بلبل کے واسطے کنج نفس میں حوض بھرا ہو کلاب کا</p>
<p>آزاد - اچھی جان - ابھی تو آپ ہم پر آوائے کس ہے تھے - سیکڑوں ہی چھتیاں کہ ڈالیں یا اب اپنے اوپر آپ ہی لاول پڑھنے لگے صد شکر کہ حضور اپنی بددھنی بد اطاری کے تو مقرر ہوئے ہوئے ہو چکے تو کون کہ آپ اس مٹی سے برکت بھیجے اور چھل چھلا ترش ترشاکرو و صندلار خجائے - یہ لوج چمک کچھ نسوان ہی کو خوب زیب دیتی ہے - اور یہ دست خانی - یازک کری یہ سی کی دھرتی بان کی خرم و وطن ہی کے لئے نور و دن ہیں ذرا تو اس ڈاڑھی مچھ کا خیال رکھو - نام خطاب دے بنو - چھٹی جان - بس چلے بیٹے یہ ہجرت کسی ایسے دیسے کو دیکھے یہاں بڑے بڑوں کی آنکھیں دیکھی ہیں - آپ کے بھانے میں کوئی اندھا آئے تو آئے میرے چکنا نہ چلے گا -</p>	<p>آزاد - واللہ کتنے تو چین میں تھے صبح کو جام - شام کو دلا رام طبلے کی تھاپ بایں کی گمک بازی کی چھچھم - برق و نون کے شعلہ آواز کی چمک پاؤں کی تھپک عطری ملک خستار تانکی جھلک مگر عمر سب مفت میں کھو یا کیے نادان رہے - میان آزاد نے یہ مصرعہ پیچیدہ اس بے ساختہ پن سے عین موقع پر ادا کیا کہ ہمارے حبیب کھلکھلا کر ہنس پڑے اور ایسا فریاد مقدمہ لگایا کہ چھی جان کے منہ پر ہوا بیان چھوٹنے لگیں - اب چتے کہ ایک ثالث بانچر بھی چپکے چپکے ساری داستان سن ہے تھے حبیب حبیب - (چھی جان) یا حضرت مجرا عرض ہو اس خوش سیانی اور برگوئی کے قربان - ماشاء اللہ کس آن سے اور کس شان سے آپ نے پرانی معبتوں کا مرقع کھینچا ہا ہم شعب و زبان دان تو بہت دیکھ ڈالے ہیں مگر آپ سب کا زلے ہیں واللہ اپنے وقت کے سلمان سادہ ہو</p>

الوداع یا زندہ و محبت باقی حسین گے تو دل رہن گے۔  
چھٹی جان - اے تو خداوند آپ روئے کیوں جاتے ہیں سبب  
بیخفا - یہ جو روح جفا سے

تعلیم جفا کر دو وفا سچ نہایت  
زین و دس غلط بحث برا ستا تو دارم

آزاد - حضرت واسطے خدا کے - اب مجھے آزاد ہی کیجیے۔ باتیں  
آپ کرتے ہیں دھشت مجھے ہوتی ہی۔ آپ کے ان شہغال پر تیر جن  
لے - ن - آپ کا اور ہمارا میل جیسے گنگا اور دریا کا ساتھ بندے  
کو کتب بینی کا شوق آپ کو تال دھن کا ذوق میں شہر کی تقطیع  
کرتا ہوں۔ آپ اور دھن پر سو دھتے ہیں جائے جائے ٹھنڈ ٹھنڈ  
ہوا کھائیے۔ دیکھئے بھرون کا لطف جاتا ہی گیا وقت پھر ہاتھ نہیں آتا  
چھٹی جان بھی تسمیہ جناب میر علیہ السلام کی کتاب نالج دیکھئے کو  
آنکھیں ترستی ہیں وہ چمک دیک اب کہاں۔ وہ دھم نہ وہ سامان  
مولو نہ وہ اران۔ دل ہی ٹھہ گیا اگر کوئی صحبتیں دیکھی ہیں۔ جہان  
طبیلے کی تھاپ بائیں کی ٹنگ سنی و میں جادھکے اور میان جو لطف  
ہمنے دیکھے ہیں ہفت اقام کے بادشاہ کسی خاقان کھلاہ گزشتی  
کو خواب میں بھی نصیب ہوئے ہونگے۔ قیصر بلخ روکش بلخ نغمہ  
فردوس برین تھا۔ جہر دیکھو سبز ان گلانی پوش۔ جہر جادو رندان  
ساغر نوش۔ کہیں بریوں کا ہجوم کہیں باہریوں کی دھوم۔ کوئی  
ریشک شادان گل۔ کوئی کالبدر فی انوم۔ وہ تیکھی چوں وہ دروایی  
وہ شوخی وہ رنگین ادائی عشاق خستہ جان زار و نالان ہوجوین م  
ٹوڑتے جاتے ہیں۔ چاہے عاشقوں کی جان جائے مگر وہ نظر  
اٹھا کر دیکھیں تو عشق بن کجا آتے غور و فکری ادا۔

غور حسن اجازت مگر ندا دے گل  
کہ پُرسشے بکھی عند لیب شیدا را

برٹے بڑے بڑے ہا صد سالہ تسبیح و تہلیل پھیل گئے۔ اچھے اچھے  
مستشرق اُنکے مصحف نسخ کا کلمہ پڑھنے لگے۔ ایک باکی ادا سے  
ہرسون کی ریاضت خاک بین ملائی۔

پنجہ زو عشقش لباس پارسانی پارہ شد  
طاعت صد سالہ ہم تاراج یک نظر رہ شد

ہی اب یہاں رہ کیا گیا گلی کو چون سن کتے لوٹتے ہیں سوچے  
دو گنڈے کتا ملنے لگا اب وہ بھی نظر نہیں آتے۔ افسانہ ایک  
وہ زمانہ تھا کہ ساقون کے مزاج نہیں ملتے تھے۔ بالکے ترچھے  
رئیس زائے ایک ایک دم کی دودو اشر فیل کھنا کھن اور پھر اپن  
پھینک دیتے تھے یا اب ایک زمانہ ہے کہ شہر چور ہیں اس سر سے اس  
سر سے تک شمع لیکر ڈھونڈ رہے تو عمر و عمر بن ہو عربہ جو محبوبت  
زانو کا پتا نہیں میدان خالی۔ نہ جدر نہ مندر نہ پارہ والی۔ کل محمد علی  
کی دکان سے دو سیر اخیر ابنو کفرنگی محل سے نئی سڑک کی طرف نکلا  
تو نگڑ پر ایک ہاتھی بندھا دیکھا سوڈ سے گھاس اچھال ہاتھ چھوچھا  
کیوں میان یہ کسکا ہاتھی ہی ایک خوش قطع خوش وضع جو ان  
بول اٹھا کہ حضرت بی بی حیدر جان کا ہاتھی ہی قسم خدا کی جھوٹ بولنا  
اور سوہ کا کھانا بارہ ہے و افسانہ اس سوہ ہوا کہ آنکھیں پریم ہوئیں  
سر جھک گیا دل بھر آیا افسانہ عروج۔

خدا آباد رکھے لکھو کو پھر غنیمت ہے  
نظر کوئی نہ کوئی اچھی صورت اہی جاتی ہی

شکر ہو خداوند کہ لکھو میں اب بھی ارباب ہم موجود ہیں۔ اور میں  
انہیں تو دنیا کو تو کراہم ہے و افسانہ کسی سے ملنے کو بھی چاہتا ہو  
وہ لوگ ہی نہیں وہ صحبتیں ہی نہیں وہ چہل پہل نہیں وہ  
قیصر بلخ کی بہار اور موستان پری پیکر کا گھار اس وقت کھول  
میں پھر گیا جس طرف محل جلاؤ سر خاشاک گل لایا بکھلا ہی اور اس گل لایا

<p>بادریوں کی طرح وعظ کھڑا یا پلٹ کر دی ہے</p>	<p>ایک حرف کی پانچ پانچ اشرفیاں میں عین نابیناے اور زاد</p>
<p>اثر لکھانے کا پیاسے تھے بیان میں ہے</p>	<p>کی آنکھوں میں نور بخشے قاف از قاف تا قاف کو میں ہن الملک</p>
<p>کسی کی آنکھ میں جادو تری زبان میں ہے</p>	<p>بجائے۔ ہائے شیر کا بچہ توڑ ڈالیں۔ ہاتھی کو دبیشن تو جنگھاڑ کر</p>
<p>اب جو ہمیں راہ پر لاتے ہو تو اتنا مان جاؤ کہ ذرا قدم بڑھائے ہو</p>	<p>منزلوں بھاگے۔ سیراج رستم سیستانی تھا تو شیدی لغزور مقنن</p>
<p>ہم اسے ساتھ ہاتھ میں ہاتھ دیے ہوئے پائے نائے تک چلے چلو</p>	<p>منازلی پہلوانی۔ سفندیار روین تن کو چٹکیوں میں رطادین</p>
<p>دیکھو تو پرستان سے کیونکر بھاگ آتے ہو انھیں بتوں کا سبب نہ</p>	<p>استاد محمد علی خان بھکیت چھر برابن۔ لیکن گنگہ ہاتھ میں آنے</p>
<p>کر تو کچھ جربانہ دون اور صاف تو یوں ہی کہ بلا امتحان۔ ع</p>	<p>کی دیر بھی پرے کے پرے دم میں صاف کر دیے کرک کر طپانے</p>
<p>قاکل نہیں ہی بندہ کسی شیخ و شاب کا</p>	<p>کا تلا ہاتھ لگا یا تو حرفت کا منہ پھر گیا لکھا ٹپے میں گنگہ لیکر کھڑے</p>
<p>اُس اندر کے اکھاڑے سے کورنے کل آؤ تو ٹانگ کی راہ</p>	<p>ہوئے تو معلوم ہوا بجلی چمک گئی۔ ایک فہرہ لکھا رو دیا کہ روک چھوٹی</p>
<p>نکل جاؤں اور بھاری ہی سمیت لاؤں۔</p>	<p>دیکھ سنہل خبردار ہو بیچارہ آئی وہ آئی (تڑ) وہ پڑ گئی بارگ</p>
<p>آزاد۔ (گھڑی حبیب نکال کر) آئیں۔ آٹھ پر اکیس منٹ آئے</p>	<p>کی آواز فلک ہنتم بد ہو پختے لگی۔ ہلا کی صفائی غضب کی صفائی</p>
<p>اس خوش گپی نے آج ستم ڈھایا لکچر سننے میں نہ آیا مفت کی بک بک</p>	<p>ستم کی صفائی۔ قیامت کی صفائی تھی جو منہ چوہا منہ کی کھائی</p>
<p>بھک بھک۔ لاول و لاوۃ۔ دامد کچھ لائق شنید تھا لعنت</p>	<p>سامنے گیا اور شامت آئی ہے</p>
<p>بکار شیطان۔</p>	<p>میں اُسکا گھٹا تھا جو دیرانہ بڑھا تھا</p>
<p>چھٹی جان۔ اللہ جاتا ہے ہوت کچھ پر سانپ لوٹ ہے</p>	<p>منہ کی وہی کھا تھا جو منہ اُسکے چڑھا تھا</p>
<p>میں نہ جانے تڑ کے تڑ کے کس مخوس کا منہ دیکھا ہے کہ بھیر دین کے</p>	<p>کا مدانہ ایجاد کی کہ اب کیسہ اور کچن تک اسے فرالین آئے لگین</p>
<p>مرے ہاتھ سے گئے۔</p>	<p>حبیب (آزاد سے) داد قبلہ کیوں نہ ہو شہم بدو کس لطافت سے</p>
<p>حبیب لبیب۔ یہ ضعیف الاعتقادی ابھلا کسی کے منہ دیکھنے</p>	<p>آپ نے لکھنؤ کے علمائے اجل فضلا سے اکمل مناعان کامل</p>
<p>سے کیا ہوتا ہے۔ آپ بھی نیسے چونچ ہی رہے۔ اتنی دیر تک بھایا</p>	<p>فن اور پہلوانان روین تن کے کمال کا حال بیان کیا حق یوں ہو کہ</p>
<p>سرمغز کی گرواہ سے کتے کی دم۔ بارہ برس بعد بھی ٹیڑھی ہی</p>	<p>لکھنؤ کا علم فضل لکھنؤ کے محاورات رنگین فقرات دلنشین خوش بیانی</p>
<p>ہی نکلی جو کہیں چھہینے ہماری جو تیران سیدی کر تو اونٹ سے</p>	<p>طرز غزل خوانی المشہور فی المشارق والمغرب ہو لیکن چھی جان کو</p>
<p>آدی بنجاؤ۔</p>	<p>علوم سے سروکار نہ فنون سے مطلب یہ تو تال سم سر کے پھر پھر</p>
<p>چھٹی جان۔ راہ بس چلیے چلیے۔ یہ زبانی داخلہ بہت سنا ہو</p>	<p>پڑے ہیں۔ افسوس۔</p>
<p>ایسے ہی بڑے صوفی صافی ہو تو ذرا ساتھ چلے چلو نہ بھلیں کیوں</p>	<p>چھٹی جان۔ حضرات اس وقت بھیر دین سننے جاتا تھا اور جاگے</p>
<p>جھانکتے ہو۔ جب جا میں کہ نلوہ کوئے نکل آؤ۔</p>	<p>بھاگ پیا ناچ و نظر آیا سننے کا شوق جرایا تھا لیکن آپ نے</p>

حبیب لبیب۔ کیون قبلہ کو بخدم حضور کو ہاے غدار  
شہر لکھنؤ میں دوم ڈھائیوں ہی کی صحبت پسند آئی یا کسی اور کی  
بھی موضع بجائی۔ لکھنؤ میں تو ہرن کا باکمال موجود ہو وہ کونسا ہنری  
جو بیان مفقود ہو۔ ۵

کوئی ایسا شہر دنیا میں نہیں  
پھیلے ہیں اسکے در نظم سقدر  
غیرت دیر کمن ہے لکھنؤ  
چشم عالم میں عدن ہے لکھنؤ  
چھٹی جان۔ ہم تو ہمیشہ ایسی ہی ٹکڑی میں رہے۔ روز ب  
یہی جہے ہی چھجے۔ یہی تھقے گھر بھونک تماشہ دیکھا لنگوٹی میں  
پھاگ کھیلا۔ غیب گھر ٹے اڑائے۔ فرنگی محل کی طر سے بھی نکلے  
تو کمرون ہی کوتا کتے ہوئے۔ کوئی ملہ خالی نہ گیا میان شوری کے  
پٹے۔ کدر سپا کی ٹھریاں گھسیٹ خان کی ٹیپ دار آواز باد علی کی  
گنگری صادق علی خان کی لیداری۔ بیارخان کا خیال چھوڑ کر جائیں  
کمانا بتویہ دین و ایمان ہو سارنگی مگر سے کی آواز سنیں تو جھپٹے  
گھس پڑیں موزن اذان دیا کرے سنتا کون ہو۔ بہت گذر گئی  
تھوڑی باقی ہے۔

آزاد۔ اس فرنگی محل کا نام آفتاب جہاں تاب کی طرح ساری  
قدائی میں روشن ہو اور علمائے فرنگی محل کی مصنفات سلمات المشہور  
کالشمس فی نصف النہار میں۔ کربلا سے معلیٰ مدینہ منورہ شہد مقدس  
بیت اشد تک کے قدروان اور نکتہ دان ان بزرگان خورشید  
صنیر ہضیا تحریر کے کلام ندرت الیام پر احسن کتے ہیں  
میںوں کی راہ طے کر کے شائقین علم و ہنر کسب کمال و تحصیل علوم  
کے لئے یہاں آتے اور چار دانگ ہند کے علمانیض پاتے ہیں  
یہ وہ فرنگی محل ہو مگر۔ ۶۔

آدر گو ہر شاہ داند یا بد اند جو ہری

جناب غفران آب مفتی سدا صاحب نورا امد مرقدہ

مفتی میر عباس صاحب بظلمہ اعلیٰ حضرت ملا حسن بدلو ہے  
مولوی محمد فضل اللہ صاحب اور فردوس آرام گاہ مجتہد احمد سعید  
محمد صاحب بہرورد اللہ معجزہ کو اختیار لکھنؤ بلکہ فرہندوستان  
کتابا میں صواب ہو۔ اب شعر اکو دیکھیے۔ شاعر معجز بیان آتش زبان  
خواجہ حیدر علی آتش۔ مرجع سخنوران نزدیک و در شیخ ناسخ غفور  
اپنے فن میں بکتا سے روزگار ہو گئے ہیں۔ مرتبہ گوئی تو اہل لکھنؤ  
کا حصہ ہے خدے سخن میر انیس صاحب کو خدا بخشے و اللہ فصاحت احمد  
روزمرہ پر تو ابتداء آفرینش سے کوئی اس درجہ حامی نہوا ہوگا  
قس علی ہذا۔ امام کعبہ بلاغت و بی عطار و بحر میر زادیر صاحب  
طالب نراہ اپنے طرز دلکش کے موجد تھے جنکے ایک ایک بند سے  
شان قصائد نمودار ہے نسیم اور صبا نے آتش کو بھر کا دیا۔ ۶

این سخن باید باب زر نوشت

گو یا تو گویا بلبل حین مخی پروری تھا۔ زندگانہ کلام قابل مادی  
خواجہ وزیر کو شہنشاہ قلم و خوش بیانی کننا عین سدا ہے میرزا  
رجب علی بیگ سرور برد کی تربت کو خدا عنبر بن کرے و اللہ وہ  
نثر دلپذیر و بے نظیر لکھی کہ قلم توڑ دیے۔ ایک ایک سطر گنجینہ بیانی  
ایک ایک فقرہ کان نکتہ رانی ہے حکیم نواب مرزا صاحب جطر  
نوی تھے۔ منشی ظہیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ واقف نکات درعی ہو  
تھے۔ الغرض اب بھی ایک ایک غفل مکتب مع علی خواں ہو بلکہ رشک  
لقمان ہو۔ یہاں کے صناعتان چابکدست کے بھی جھنڈے گرٹے  
ہیں کھار تو ایسے گویا کے پردے پر فونگے۔ مٹی کی مورتیں ایسی ہیں  
کہ مصور دن کی کر کری ہو گئی بس ہی معلوم ہوتا ہے کہ مور کا گویا لاج  
چاہتی ہے جس عجائب گھر میں جائے گا لکھنؤ کے کھارنگی کا رنگری  
ضرر دہ پایے گا۔ خوشنویسوں نے کاتب قدرت کاوشہ شاہیا  
نقاط مثل نجوم درخشان و دلائل انما ہے زیادہ نرزدان۔ ایک

<p>بر زمین کی نشان کھ پائے تو دود سالمہ سجدہ صاحب نظران خواہد بود</p>	<p>گھوڑے میں کوئی ہنس جاؤنگاہ سے آنکھیں لڑاتا ہی کوئی اس شیخ و شنگ کے طرہ خربنگ و لیلہ المعراج گیسو کی ریز کر پڑا</p>
<p>سوہنی کی دھن میں اس غزل نے وہ لطف دکھایا اور یارنگ جھایا کہ ہمارے حبیب لبیب تک اہو ہو ہو کہ اٹھتے تھے اس کے بعد ایک شاہد زاہد فریب نے ایک حقانی غزل گائی جس کا قطع یہ ہے ۵</p>	<p>کوئی سر دھنتا ہی کوئی آہ سر دھنچتا ہے کسی کے دلیں تیر عشق کی غلش کیسی کو بیٹھے بٹھائے مفت کی دوا دوش دو چار بیباک درعیان تہذیب نے طوائفوں کو بلا کر بڑے شوق سے قریب ٹھایا نوک - جھڑک - ہنسی - مذاق - چیل دل لگی - دھول دھپا ہوا لگا حافظ جی بھی داروغہ ارباب نشاط بنے ہوئے فرے سے جو کھیڑے ہیں ارد گرد گلرخان سیمین کا غنچہ ہے - نوجوان بھی تعلیم نظری سے استفادہ حاصل کرتے ہیں اب جمہونیوں اور بڈھوں اور نوجوانوں کا مکالمہ سنئے - پیر فروت - آجکل کے لڑکوں کو بھی ہوا لگی ہی - نوعمر - اچی قبلہ اتو ہو اہی ایسی چلی ہی کہ جوان نوجوان بڈھوں تک کو بڑھ بھس لگا ہی سو برس کا سن تابوت پر لدنے کے دن مگر جوانی ہی کا دم بھرتے ہیں ۵</p>
<p>چو خود کردند سر خوشتن فاش عرا تے راجرا بد نام کردند</p>	<p>پیری کہ دم عشق زند بس غنیمت ست از شاخ کمنہ میوہ نورس غنیمت ست</p>
<p>اس قطع پر جلسہ میں کمرام مچ گیا اول تو غزل حقانی دوسرے اس رنگین ادا کا طرز غزل خوانی - تیسرے اسکی اٹھتی جوانی چوتھے اسکی نازک آواری اور شیریں بیانی - حاضرین جلسہ اس درجہ سرخوش بادہ وحدانیت تھے کہ جلسہ رقص و سرود پر عرس کا دھوکا ہوتا تھا عین کی آواز نہ ہر طرف گونج رہی تھی اور اسی حالت وجد میں ہر فرد بشر کی زبان پر یہ شعر تھا - ۵</p>	<p>پیر فروت - میان صاحبزادے ہتھوڑا نے بھر کے نیالیے ہیں ہمیں کوئی چنگ پر کیا چڑھائے گی اور نگ پر کیا لائے گی مگر تم ابھی جمعہ جمعہ آٹھ دن کی پیدائش - ایسا انوکھے پھیر میں آجاؤ پھر دین دنیا دونوں کو روٹیو - نوجوان - واہ قبلہ - آپکے فیضان محبت سے ہم بھی بختہ مغز ہو گئے ہیں ایسے کچے نہیں کہ ہمیں کسی کا داؤ پیچ چلے - پیر فروت - توڑ پھوڑ کچے پکے کے بھروسے نہ رہیں گان بتوں کا بڑے بڑے زبا نے سجدہ کیا ہے تم کس کھیت کی مولی ہو -</p>
<p>چو خود کردند سر خوشتن فاش عرا تے راجرا بد نام کردند</p>	<p>پیری کہ دم عشق زند بس غنیمت ست از شاخ کمنہ میوہ نورس غنیمت ست</p>
<p>اب سب کو شنگ کی جگہ یقین ہو گیا کہ اس کے بعد کسی خوش گلو کا رنگ نہ جھے گا ہر طرف سے حقانی غزلوں کی فرمائش ہو شوق کی افزائش ہو دھڑک کا خیال نہ پٹے کی فکر - پھر دین کی دھن نہ پکے گانے کا ذکر - فارسی ہی کی غزلین دلکش اور فاخرہ گائی جاتی ہیں معرفت میں ڈوبی ہوئیں - ۵</p>	<p>پیر فروت - توڑ پھوڑ کچے پکے کے بھروسے نہ رہیں گان بتوں کا بڑے بڑے زبا نے سجدہ کیا ہے تم کس کھیت کی مولی ہو -</p>
<p>قلق از سوزش پریدانہ داری دلہم قربان این ٹوکان و ابرو</p>	<p>پیر فروت - توڑ پھوڑ کچے پکے کے بھروسے نہ رہیں گان بتوں کا بڑے بڑے زبا نے سجدہ کیا ہے تم کس کھیت کی مولی ہو -</p>
<p>اب دل لگی دیکھیے کہ پیر فروت اور نوجوانان نوعمر اور کسٹن کے سب کے سب بیدھڑک اُس مشتری خضائل زہو شائل کو</p>	<p>پیر فروت - توڑ پھوڑ کچے پکے کے بھروسے نہ رہیں گان بتوں کا بڑے بڑے زبا نے سجدہ کیا ہے تم کس کھیت کی مولی ہو -</p>



سرور و نور۔ اب بزم مطرب کا حال نہ دیکھو کچھ خوشی ہو  
 دیکھو عیش ایک ایک کم سن نور اور کمر عشق کا مقدمہ الجیش  
 ادھر سفید پوشوں کی قطار۔ ادھر سبز ان سبز بخت کے عین کی  
 بہار ادھر نظارہ بازی ادھر شہنشاہی و طناری ادھر زندان عالم سوز  
 ادھر نور عالم افروز۔ ادھر شوق وصال۔ ادھر غم و حسن و جمال  
 ادھر آنکھیں اشکبار۔ ادھر بناوٹ سجاوٹ۔ نکھار۔ ادھر  
 چشم خونچکان۔ ادھر لب لب شکر خاں بر سرخی پلن ادھر عشق جنون خیر  
 ادھر زلف عنبرین۔ ادھر صدائے بریز بریز۔ ادھر خندہ شکر آئینہ ادھر  
 خونا بہ دل دریاغ۔ ادھر ساق بلورین جگر خون کن گوہر شب چراغ  
 ادھر جنون کی گرجوشی۔ ادھر چشم فسون پرواز کو تعلیم ناز و فروشی۔  
 ادھر سمعدیوں کی لودل سے لگی تھی۔ ادھر چہل پہل دل لگی تھی  
 ادھر عشاق خستہ جان کا نیاز۔ ادھر حسن پر آشوب کا استغناء نہ  
 تین چار بتان شکر لب و سیم غنیمت ملکر مبارکباد گاتی ہیں گم کردگار  
 باد یہ عشق کو راہ پر لاتی ہیں ۵

شکر لب مطربان نغمہ پرداز	برنگ تہنیت خوش کردہ آواز
غنی چنگ عشرت ساز کردہ	نواے خرمی آغاز کردہ
رباب از تار غم جان رانانہ	بر آوردہ کمانچہ نغمہ زدہ

یہی معلوم ہوتا تھا کہ راگ اور رکنی ہاتھ باندھے کھڑی ہیں جسے  
 دیکھ کر دن ہلاتا ہے سازندہ حاضرین جلسہ کو وجد میں لاتا ہوا باز  
 کی جھماچھم دل کو پامال کرتی ہے کوئی انا البرق کہتی ہوئی چمک جاتی  
 ہے کوئی اونچے سُر دن میں تان لگاتی ہے کوئی سینہ صافی پر دست  
 خانی رکھ کر گہری گہری دنیا بتاتی ہے۔ کوئی چشم مخمور کے شہاں سے  
 نیناں دے لیے کی چھپ دکھاتی ہو۔ دھماجو کر دی پچی ہوئی ہر جی جان  
 نے ایک ناظرہ نظر فریب سے فرمائش کی کہ میدان خوش بیانی کے  
 یکہ تازہ سان انیسب حافظ شیراز کی اس غزل کو گاؤں

آزاد۔ حبیب لبیب سے) یا حضرت آئیے دل کڑا کر کے چلیے  
 چلین دام زلف زین مرغ دل نہ پھنسے گا۔ مرغ زیرک کہیں صیاف کے  
 پھندے میں آیا کرتے ہیں کیا مجال خدانے چاہا تو وہاں بھی دامن  
 بے لوث ہے۔ یہاں تو ایسی صحبتوں سے طبیعت ہی نفور ہے۔  
 حبیب لبیب۔ بسم اللہ چلیے دیکھیں تو کوئی بت بے پیر تیغ لگے  
 زور سے کیونکر نہیں مجبور کرے کہ بیعت لائیں۔ مہذب و علم دوست  
 سے رند عالم سوز بجا لیں۔ برسوں کے خیالات ایک ادائے دل رہا  
 کیونکر مٹا دے گی۔ ہم اور کسی کے تھرکنے پر فدا ہو جائیں تو  
 یہ خیال ہر نگ حال ہیو یا کسی دلدار سے دل اکائیں استغفر اللہ  
 پہلے کوئی ایسا محبوب تو ہمیں دکھائیے جسے ہم پیار کریں ہمارا  
 معشوق مرد دم دانا۔ پانچم لطیف و رعنا۔ چوٹی اور موباف پر  
 کوئی اور سر دھنتے ہیں۔ اگر تمنا ہے تو یہ ہو کہ میں ہوں اور کچھ تنہائی  
 کتاب سامنے اور بغل میں خرقہ پارسائی یہاں شوق شراب شیراز  
 نہ عشق بتان طناز۔

الغرض حبیب لبیب اور میان آزاد دونوں چھٹی جان کے  
 ساتھ ساتھ پائے ناے پر کسی حافظ جی کے بیت اللطف میں  
 کھٹ سے جا پونچے۔ کوئی چالیںس پچانش قدم کے فاصلے سے  
 لہ لہا کر گانے کی آواز آنے لگی چھٹی جان جھوم جھوم کر عجیب زونہار  
 سے قدم اٹھاتے تھے بائے حافظ جی کے مکان عایشان  
 میں داخل ہوئے۔

حافظ جی کا مکان مینو سواد اور شکر لبان حور نواز  
 این بزم مست کہ لب بر لب جامت اینجا  
 آبادہ خورشید قدح ماہ تمامت اینجا  
 حافظ جی کا مکان پر خوش سواد و کوش بہشت شداد تھا۔ اور نور  
 چشم تابینا سے مار در زاد در دیوار بر نور بر ستاد تھا تو معنی بام سے

<p>شاہد شہید بہر عشق است پیر کو ہر غم کند عماری</p>	<p>سلطان خرابہ گرد عشق است ہر کب خون کند سواری</p>
<p>ابو میان آزاد چکر میں آئے مگر چھی جان بھر یہ کار اور فراموش عشق ناز تھے چو تون سے ناز گئے کہ کسی ترک زرین کر کے یہ نگاہ نے گھائل کر دیا پھر کیا تھا بوسے نیا رنگ لائی گہری کئے کچھ سننے چلے گا۔ ۷</p>	<p>بلا لاؤ در لایکی نبض تو دیکھے۔ آزاد۔ ۶۔ ہکو سودا بھی ہوا تو میرا زیا نہ ہوا ہ سودا ہو یا جنوں سحر ہو یا فسوں اب تو جان پر بنگی ہے۔ کچھ پر چوٹ کھائی ہو طیب بیجا رہ نبض کیا دیکھے گا۔ ۶۔</p>
<p>ابتدا سے عشق میں روتا ہے کیا آگے آگے دیکھے ہوتا ہے کیا</p>	<p>ہماری نبض ہمارے مزاجان جاہلین اور آپ طیب کو بلا کر دل کا ارمان نکال لین لیکن۔ ۷</p>
<p>آزاد۔ اب تو یہی دھن ہو کہ سینے کو چین بنائیں۔ لالہ رو کے داغ حسرت میں گل کھائیں۔ ہاے وہ خال غبر میں وہ گیسو مشکین۔ وہ لعل نگارین وہ چشم شریکین۔ وہ سنگار۔ وہ نگار ہو میں تو جیتے جی مرٹیا رو کوئی تدبیر ایسی بتاؤ کہ وصال نصیب ہو باغ ہو جام ہو میں ہوں اور وہ حبیب ہو۔ چھی جان۔ ابھی نام خدا غفلان شباب ہو پختہ مغز جنوں میدان عشق کی پہلی ہی منزل ہو عشق کلاو کوئی سر میدان روک تو نے بٹے جیوٹ کے آدمیوں کا جی جھوٹ جاتا ہو کچھ نہ کو تا ہی ع۔ عشق کے صدمے اٹھانے کو جگر بھی چاہیے۔</p>	<p>بیا عشق کا جو نہ تھو سے ہوا علاج کہ اے طیب تو ہی کہ پھر تیرا کیا علاج چھی جان۔ اس فن کا قانون شناس تو بوعلی سینا بھی نہ تھا طیب تو کیا کھا کر مریض عشق کو چکا کو گا۔ ہاں مجنون کی تربت پر پھولوں کی چادر چڑھاؤ تو شاید غنیمت مقصود شگفتہ ہو جائے۔ ورنہ سیحی کی سیحی بھی کار گر نہ ہوگی۔ ۷</p>
<p>آزاد۔ دل میر دزدستم صاحبان خدا را درد آ کہ راز پنهان خواہد شد آشکارا</p>	<p>آگاہ نہ تب درون را معشوقہ نازنین طلب کن</p>
<p>حبیب لبیب۔ خدا ہر جگہ اللہ کو بڑی صحبت سے بجا پر عقین سوچھی کیا کہ اس جلسے میں آئے۔ ۷</p>	<p>ابو بے کشود کا راطینان دل معلوم۔ سہل ٹھیکہ کارا یہ ہی کہ عاشق معشوق دونوں کا دل ہو۔ ورنہ حسن و عشق کا جھگڑا پاک ہو چکا آزاد۔ تیرا یسا کاری لگا کہ بلبل اٹھا۔ اب ہم ہیں اور گرداب بلا دل پھا و موج خیر خون۔ سبکھین عجز عشق کے پھیرے کہ ہر ہا بیجا ہیں اور دل کے داغ کیا سبز بلخ دکھاتے ہیں۔ ۷</p>
<p>باید منشین و باش بیگناہ او تیرا سر راستی کمان رکھ دیا</p>	<p>در دام افتی اگر غری داناد بگر کہ کو نہ جست از خانہ او</p>
<p>مگر عشق سبب دھوکہ سلاہی دھوکہ سلاہی۔ بندہ تو فاعل نہیں یہاں تو دل میں ٹھن گئی کہ انھیں سودا ہو گیا کسی طیب حافق کو</p>	<p>مگر بڑا پار ہوتا نظر نہیں آتا۔ چاہ نرنگان میں دل ڈنوائے ل ہیں اب شہر بھر میں دھوم مچ گئی۔ کیا ایک نے بگڑے جہان جاؤ یہی جرجامیان آزاد کے لگوٹے یاروں نے لاکھ فکر کی کہ انکو راہ راست پر لائیں مگر عشق صادق سے ایک کی پیش دگئی قہر و تک کند نہ بیر نہ پونجی میان آزاد کی حالت</p>

<p>دیران نو سال پہل کی تعلیم پاتے تھے اسے مین دو پہر کی توپ دہنی - دھندنا - جلسہ ریخاست - تلخ رنگ بند - چہل موقوف - طیلیوں نے بوریا بندھنا اٹھایا - حضار جلسہ نے بقیہ سنہلا - حوشان زہرہ جبین و نازنین بعد نازد کرشمہ و دیوانی جلوہ گر ہوئیں چلیے ساٹھا ہو گیا۔ ۵</p>	<p>نوجوان - ان بتوں کو ہم فقیرین سے بھلا کیا کام ہو یہ تو طالب زر کے مین اور بان خدا کا نام ہی</p>								
<p>یا شب کو دیکھتے تھے کہ ہر گوشہ بساط</p>	<p>مہ حسین - ان بڑے میان سے کوئی اتنا تو پچھو کہ بال بال گل کے برت سا سفید ہو گیا مگر ایک سیاہ کاری بھڑی - یہ بمچاتے کس منہ سے ہیں - انکی سنتا کون ہی - ذرا شیخ جی بہت بڑھ بڑھ کر باتیں نہ بنایا کیجیے - شاہ چھڑے والی گلی روز میں میں چکر ہوتے مین او تم تھکتے بھی نہیں -</p>								
<p>دایمان باغبان و کف گل فروش ہے</p>	<p>حافظ جی - شیخ جی جہان بیٹھتے مین جھگڑا ضرور خریدتے مین غم نداری بزم کھیے آپ مین کون آئے وہاں سے بیٹے ناصح بنے - پیر فرقت - ۵ نہ قاضیم نہ مشائخ نہ محتسب نہ فقیرہ مرہم سو کہ منع شراب خوارہ کھم -</p>								
<p>لطف خرام ساقی و ذوق مد لے چنگ</p>	<p>اچھا بی صاحب - اپنا کلام سنائیے مگر شرط یہ ہے کہ جب ہم تعریف کریں تو سلام کیجیے -</p>								
<p>یہ خلد گاہ ہے تو وہ فردوس کوش ہے</p>	<p>مہ حسین - آپ مین تو اسی لائق کہ دور ہی سے جھک کر سلام کرے اور سلام کے تو آپ بیشک سخت مین گرجھولیں تو ٹوکیے کا ضرور - نوعمر - قبلہ و کعبہ - گستاخی معاف - آپ پر اسوقت اچھا فقرہ جیت ہوا اٹھوں نے آپ کو اپنا استاد جی بنایا - مگر اللہ آپ سمجھے خاک نہیں -</p>								
<p>یاد دیر کو جا کے جو دیکھا تو بزم مین</p>	<p>مہ حسین - یہ بال اٹھوں نے سفید کئے مین یا شاید زرد نے انکو جوانی ہی مین قبلہ پری و مدعیب کر دیا ہوئے مکی اڑانا وہ جانتے مین جواب نہیں سوچتا - منہ کے آگے ناک سوچھے کیا خاک -</p>								
<p>نے وہ سرور و سوز نہ جوش و خروش ہے</p>	<p>ادھر تو یہ گفتگو ہوتی تھی اور دوسری ٹکری مین فاش اور پکڑ کا چہرہ چلتا تھا - تیسرے غول بیابانی مین دھول دھپا ہوتا تھا کم سن اطفال اور جوانان مطلق العنان و رنگین خیال</p>								
<p>داغ فراق محبت شب کی علی ہوئی اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خوش ہو</p>									
<p>مہ پارہ عابد فریب کی ستم کوشی اور خوف کی گرجوشی</p>									
<table border="1"> <tr> <td>خیر قدم لے جنون نیک فال</td><td>لے تو ام شیر نیستان خیال</td></tr> <tr> <td>لے تو برق خرمین بیم امید</td><td>قفل و سواس ہو سہارا کلید</td></tr> <tr> <td>لے ہمار عاشقی را رنگ و بو</td><td>از تو ہر فردا دو مجنون کام جو</td></tr> <tr> <td>شہر دانش تنگ بر جولاں تو</td><td>پہن دشت بخودی میلان تو</td></tr> </table>	خیر قدم لے جنون نیک فال	لے تو ام شیر نیستان خیال	لے تو برق خرمین بیم امید	قفل و سواس ہو سہارا کلید	لے ہمار عاشقی را رنگ و بو	از تو ہر فردا دو مجنون کام جو	شہر دانش تنگ بر جولاں تو	پہن دشت بخودی میلان تو	
خیر قدم لے جنون نیک فال	لے تو ام شیر نیستان خیال								
لے تو برق خرمین بیم امید	قفل و سواس ہو سہارا کلید								
لے ہمار عاشقی را رنگ و بو	از تو ہر فردا دو مجنون کام جو								
شہر دانش تنگ بر جولاں تو	پہن دشت بخودی میلان تو								
<p>جلسے کا قفل چراغ رقص و سرود کا گل ہونا تھا کہ ایک نیا گل بکھلا میان آڑا نے جامہ شوخیت نہ کر رکھا اور شوق خانہ خراب کے ہاتھ ہک گئے اب ہوم آہ وزاری ہی - بیابانی و بیکاری ہی دیدہ مطروح سینہ مجروح - آہ سر و دل پر درد و عقل و نگ سینہ پر رنگ پاسے خرد تنگ عشق موشان شورش و تنگ جنون کی انگ ایک دفعہ ہی یہ اشتہار حسرت بار زبان پر لائے ۵</p>									



کے ہر صانع کیا مہنی اسی جو کہ ابھی نہیں شمعانِ خدائی  
بہاؤ کی کدال میں کچھ کالا ہے نہایت ہی بدبو آئے ہوئے  
کے تھمر میٹر کا پارہ ایک سو پندرہ درجے پر پونچا زبانِ حال و  
گالی سے ہی صدا لگتی تھی ۵

تو شبینہ می نمائی ببر کو بدی اشب  
کہ ہنوز چشم مست اثرِ رخسار دارد

جھلا کر شمشیر خوش غلاف ہاتھ میں لیے باہر نکل گئے چہرہ دار  
قصہ کے سُرخ جیسے بیر ہوئی۔ باو از بلند سر بریدن لاف  
کتے جاتے تھے آنکھوں سے خون ٹپک رہا تھا ایک شاعر موزوں  
طبع نے بجا پ لیا کہ کیا اسرار ہے حاضرِ جوانی کے مدد سے۔  
فی البدیہہ اور برجستہ یہ شعر زبان پر لایا۔ ۵

سر بریدن لازم ست این مرغ بے ہنگام را  
آن پری بیکریہ داند وقت صبح و شام را

واحد آگے کے شعراے رنگین خیال و شیریں مقالِ غیب کی  
باتیں بھی جانتے تھے۔

آزاد۔ داخل و لاجب کتنی جھوٹی بات کئی شعر تو غضب کا ہو کر  
ع۔ عالمِ غیب کیست غیر از حق ہا شعرا عود من بحر مناع بلع  
جانین غیب دانی سے اُنھیں کیا سوکار۔ ایٹیا کی ضیقِ اعتقاد  
بر خدا کی سنوار۔ بندہ دیکھا آج تک غیب دانی کے قائل  
ہی نہیں ہوں۔

اوج۔ بارے فکر کہ آپ نے برسوں کے بعد اُچھٹ کی بات تو  
کی پڑے جن ہو تھارا شیشے میں اُٹارنا کاسے دار و اپنی حرکت  
پر غصت نہیں سمجھتے کہ وہ اب عشق میں غوٹے کھا رہے ہو۔  
ایٹیا کے خیالات بد ظہیر ہیں اپنی جبری نہیں۔

سلمان آزاد غور و دیر کے لیے آئی ہیں گئے تھے گشتِ کائنات

اور میان میں آیا اور ہوش اُٹ گئے جنوں سر پہ چڑھ بیٹھا اس سرو  
جو بہارِ رعنائی اور گلین گلزارِ دلربائی کا بوٹا سا قد آنکھوں میں پھر گیا  
مطرب کی ناخن بازی اور اُس خوش گلو کی نازک آوازی یاد  
آگئی اب غم پھر ان یار ہی یا آہ آشبار سینہ بریان اور دیدہ گریا  
جبران و پریشان۔ سرا سیر نہ سرگردان حسبِ حال اشعارِ حسرت بار  
نوکِ زبان ہیں۔ ۵

درون سینہ من زخم بے نشان زدہ۔

بجیر تم کہ عجب یتربے کمان زدہ  
در نفس بسیار ناشادیم ما از فراموشان میا دیم ما

چمن کا رنگ تجھ پر اپنی آنکھوں میں تبدیل ہی  
چسدرغ لالہ چشم غول ہے گلزارِ جنگل ہی  
ہمارا کئی ہے ہنگامِ جنون ہی کپڑے پھٹتے ہیں  
سلسلِ یونین دیوانہ در زندانِ مقفل ہی

ہاتھ مشتاق گریبان ہی جنون کا ہوش ہی

پیرہن تن پر مرے گرمی کا بالاپوش ہی  
یاروں نے دیکھا کہ پھر سیلابِ جنون کا جوش ہی۔ پھر صحتِ عقل و  
ہوش ہی ناچارِ بلع نے ایک اور ذکرِ حشر ا۔

بلع۔ حضرت اپنا تو یہ مقلدِ کس ع میثوق کجی تو پریرا کیجی  
ہم ظاہر ہی حسنِ جمال کے شیفتہ۔ خط و خال کے فریفتہ۔ رے  
خوش کے ساتھ غصے خوش بھی ہوا تو ہم ہزار جان سے اُس گل کے  
لبس ہو جائیں ورنہ۔ ۵

نشاہد ہوس بافتن باگلے کہ ہر بادادش بود لبے

ایسا عشق باعثِ خواری ہی۔ نقل ہے کہ ایک شیخ خلوتی مغات  
اشرف المخلوقات کی طبیعت لہرائی کہ سیر دریا کرین خزانِ خواہا  
چلے جاتے تھے راہ میں ایک نو عروس پری پیکر پرستہ سر

اس درجہ روی ہو گئی کہ دن کو آہ و زاری و شب کو آنسو جاری  
اکھا تا بینا چھوڑا۔ عیش و آرام سے محض ہوٹا۔ پنج و نوح سے ناہوڑا  
شیشہ دل پر سنگ فریق کی ایسی ٹھیس لگی کہ چکنا چور ہو گیا  
حبیب لبیب بے چہمی جان کو اپنے طور پر سمجھایا کہ واسطے خدا کے  
ان کے سامنے ایسی باتیں نہ کرو کہ سمجھن پر تازہ کرنے کا کام  
کرے عشق کی مذمت اور جنون کی ہجو کرنی چاہیے نہ کہ تعریف  
چھمی جان کو اتنا اشارہ کافی تھا۔

آواز۔ وہ لبون کی سرخی۔ دانتوں پر پان کی تحریر۔ وہ خسار  
تا بان وہ مستانہ چال نہ بھونو نگا۔ نہ بھونو نگا اس گلابی ڈوپٹے  
نے گل رخسار کے جون کو اور بھی دو بالا کر دیا۔

چھمی جان۔ ہم تو لکھنؤ کے زگرہ زدن کی خیر مناتے ہیں بلکہ  
ٹکے کے شہاب میں دوپٹہ ایسا رنگ دین کہ انسان گھنٹوں  
اسی کو گھورا کرے۔ کیسی ہی بد قطع کر یہ منظر کون نہ وہ دھانی  
ڈولائی اور بھی اور دھن معلوم ہونے لگی لیکن۔

بس قامت خوش کہ زیر چادر باشد

چون باز کنے مادر مادر باشد

حبیب لبیب۔ یہ چہرہ ہمارے رنگیے جوان کا دل آیا ہو کچھ  
ایسی آفت کا پرکار نہ ہیں ایسی تو گلی کو چوبین ماری ماری بھرتی  
ہیں ٹکے کو کوئی نہیں پوچھتا مگر اکا عشق بھی عجب طرح کا ہی بیچ تو  
جیسی رعب ویسے فرشتے ہیں تو ہنسی آتی ہو کہ میلان کا دل بھی کیا  
تو کس پر فریفتہ ہوے تو اس پر شکل چڑیلوں کی تازہ پروں کا۔

چھمی جان۔ قسم حسین کی ایسی ایسی زہرہ جبین رشک لیلی  
غیرت شیرین نظر سے گزری ہیں کہ صل و جل مگر دل  
ایک کو نہ دیا۔

آشکارا احباب کی یہ صلاح ہوئی کہ کسی باغ نہ بھٹکنا  
برفنا

میان آزاد کی دہشت دل دور اندر محض جنون کا نور  
ہو جائے۔

سبران چین جوین اور گرمی ہنگامہ عشق عقل دشمن

ہنوز لہن اول عشق ست جانان گر کیر کر

کہ این طوفان رسوائی ست عالمگیر خواہ شد

میان آزاد کی دہشت دل دور اندر شیشہ جنون کے چکنا چور کرنے  
کے لیے لب جو ایک نہ بہت افزا اور پرفضا باغ آراستہ ہوا  
احباب صافی مزاج و بذلہ منج مریجان مرنج نے بھی انکی دھوئی  
کے لئے وہاں ہی بستر حمایا اصلاح ہوئی کہ ہر روز نیلے دھن  
کی بے ثباتی اور عشق خانہ خراب کے مضار دلتی ہی کی گفتگو  
ہو تاکہ آزاد کا دل ان باتوں سے پھر جائے اور پھر کسی شمع کو  
رخ آتشین سے لونہ لگائے۔ شاید اس پند مو غفلت سے  
اس دھڑکے کو چھوڑ کر راہ راست پر آوے اور گرہی سے نجات  
کلی پائے۔ سوچے کہ کبھی کبھی اور زندہ کرے بھی ہوا کرین و نہ اگر  
حسن و عشق ہی کی مذمت کی تو مباد اکھٹک جائے احباب  
خدا ترس و دقیقہ رس و خریذ و غیرہ صبح نفس نے طرح طرح کی  
دلچسپ روایتیں کہنا شروع کیں۔

اور ج۔ ہندوستان خست نشان کے ایک شہر نہ بہت آگین و  
مینو آئین میں ایک خسر و کجگاہ گوتی پناہ نے اپنی بیگم سے کہ  
چند سے کتاب و چند سے کتاب تھی سوئے وقت کہا کہ یہی  
صبح صادق کے پہلے ہی جگا دینا اتفاق سے اس شب کو  
مرغ نے آدھی ہی رات سے لگے دل کو کون کی بانگ گائی

وہ سیم چشم جلد نگاہ خواب ناز سے بیدار ہو گئی اور حسب  
معدہ بادشاہ جب کہ جگا دیا بادشاہ نے دیکھا کہ

ہنریات و مصیبات سے بالکل اجتناب کیا خوب شراب ٹھالی  
خود بھی پلا و دلوں کو بھی پلائی دن رات بون ہی کے کوچے میں  
پڑے رہے ناز کے قریب نہ پٹھے۔ جو فعل کیا غلات شرح جو  
کام ہو امنانی تہذیب۔ ۵

وہ ایسا کون سا معشوق ہے جسکو نہیں چاہا  
یہ فردین جتنی بین اپنی ہماری بھی نشانی ہے

اب ہم سوچتے ہیں کہ بار خدا یا ہمارا سر انجام کیا ہوگا۔ ہیں تو ہم  
اسی قابل کہ نارجمین جلا سے جائیں۔ مگر ایک تدبیر سوچو گئی  
برائے کفن میں ہماری نعش ہوگی۔ منکر نیکر آئیں گے کفن کہنہ  
دیکھ کر سمجھیں گے کہ مردہ دیرینہ ہے ٹھنڈی ٹھنڈی ہو اٹھائیں گے  
ہم اسی حیلہ سے نجات پائیں گے۔ ۵

دورخ مجھے قبول ہے لے منکر و نیکر  
لیکن نہیں دماغ سوال و جواب کا

حبیب لبیب۔ ایسے بھونڈے عشق خانہ خواب کا یہی  
انجام ہے۔

بحر عشق کی طغیانی اور طرہ مزجون کی روانی

چھڑ مت باد باری کہ میں جون نکست گل  
بھاڑ کر کپڑے ابھی گھر سے بھل جاؤں گا

اس گلزار رشک فرخار اور لالہ زار سراپا بار اور نیم مشک بیز  
دعبر بارے میان آزاد کی آتش عشق کو اور بھی جھڑکا دیا جنون  
کی مذمت نے نکستی دل کے ساتھ باوقیافت کا کام کیا آہ آہ  
نے خرمین خود پر بجلی گرائی مشر توڑا آفت ٹھالی سبزان حین کا  
جون دیکھ کر سحر نگاہوں کا خیال آیا خانے خون رلا یا کبھی  
کشمی کو دیکھ کر اس پریشان کاکل کی زلف چلیا یا د آئی

فہرہ آگیا اور طبیب کے علاوہ اور چند آدمیوں کو بھی ساتھ لایا  
خواجہ نے پوچھا کہ یہ جماعت کتنی ہے۔ ہم نے حکم دیا تھا کہ طبیب کو  
بلاؤ تم اتنے آدمیوں کو کیوں ساتھ لے آئے غلام نے بعد ادب  
مرض کی کہ خداوند حضور تو بھول بھول جاتے ہیں ابھی توکل ہی  
تاکید اکید کی تھی کہ اگر ایک کام کا ارشاد کروں تو کئی کام محبت  
تمام سزا انجام لے لانا مرفوق الادب پیچھے آج دم کے  
دم میں میں نے اتنے کام کیے قدر دانی شرط چھوڑی کہ جس تک  
حضور بلالایا کہ تشخیص مرض کر کے معالجہ کریں اور ادھر ہی سے  
لپکا ہوا گیا مطرب خوش احان کو ساتھ لایا کہ اگر خداوند عروس  
صحت سے ہم آغوش ہوں تو قوال کی خوش آوازی اور نغمہ بازی  
سے بزم طرب آراستہ ہو غسال کو بھی لیتا آیا کہ زندگی کا کیا بھر دلا  
اگر سبک اجل حضور کو غلہ علیتین کی سیر دکھائے تو غسال  
چھٹ پٹ غسل دیدے ادھر سے ایک شاعر جادو بیان  
اور طلیق اللسان کو ہمراہ لیا کہ مرثیہ موزون کرے اب باقی  
کون رہا۔ گورکن۔ وہ بھی بات کی بات میں ان موجود ہو گا مٹلے  
اب انصاف میرے آقائے نامدار کے ہاتھ پر۔ غلام نے  
انعام ہی کا کام کیا ہے۔ آئندہ اختیار بدست مختار۔

شرف۔ حضرت ایک لطیفہ بندے کو بھی یاد آگیا ایک تذکر  
میں نظر سے گذرا کہ ایک رند و آشام نے وقت نزع اپنے  
احباب کو وصیت کی کہ یارو ہمیر اتنا احسان کرو کہ کہیں سے بلاؤم  
کے وقت کا پیمانہ دھرا نا سڑا گلا کفن لارکو۔ جب ہم دم توڑیں  
تو تمھی کفن کہنہ میں لبیب کر مین گور مین دفنا دینا لوگ قہر ہو  
کہ یہ عجیب انکی بات ہے پوچھا اس سے فائدہ حضرت نے آہ سرد  
کہ یہ سید مزاج و طال زریب کہا کبھی ہم تمام عمر پرے سرے کے  
بھلاش اور کچھ دھیاش رہے یا اکی سے طبیعت غریب

لب بام گھڑی تھی شیخ نے کہا ای سرایہ ناز سر کو ڈھک سے  
اُس جادو جال نے جواب دیا گا نگہیں بند کرے شیخ نے کہا کہ غلٹ تھی  
ہوں کہیں عشاق زار آنگھیں بند کرتے ہیں۔ اُس غیرت ماننے  
عین مستی میں کہا کہ میں مستان ہوں۔ مجھے سڑھکنے سے کیا کام  
اور دعا یہ شعر بہن بار ہی پڑھا۔ ۵

این موی نیست بر من بلکہ قارن | اور پای من خلیہ دواز سر برآمد  
شیخ مبارک نہاد سنتے ہی جان بحق تسلیم ہوئے۔ انا اللہ وانا الیہ  
راجعون عاشقی فالجی کا گھر نہیں ہے۔ عشق بازی سر بازی ہی گرو کوئی  
معتشوق تو ہوم وانا کا معتشوق مسلک نیک ہی۔

شیمیم داند لب جو ہمارے گلزار پر بہار ایسا لطف دکھاتا ہے کہ غنچہ  
دل نسیم طرب کے ہتراز سے کھلا جاتا ہے۔ ایام شاہی میں ایک مرتبہ  
بر کی کیفیت ہوئی تھی ایمان دولت میں سے ایک رکن رکن  
سلطنت کی دفتر فرخندہ اختر کی شادی اس دھوم دھام سے  
ہوئی کہ یہ فلک نے ہاوصفت پیرانہ سالی اس دھوم کی شادی  
دیکھی نہ سنی عین گومتی کے کنا سے جشن جمشیدی بڑے کروفر  
سے منعقد ہوا وہ دھوم وہ ہجوم کہ صل و جل۔ نور چراغان سے  
یہی معلوم ہوتا تھا کہ رات رشک لیلۃ القدر ہی غیرت لیلۃ ابدہ  
ہی۔ جدھر جاؤ نہ دھو فور برس رہا ہی۔ لب دریا اُس پار میوں  
کی قطار۔ این روے دریا نو عروسان جہن کا نکھار جہوں پر  
شاہ ان جادو جلال و مشتری خصال مصروف رقص  
وسرود میں۔ مطرب کا ہاتھ ساز پر۔ رنگین مزاجوں کا کان  
آواز پکھیں زمرہ جافرا۔ کہیں نمک طرب استما۔ جھوٹوں کی  
جینی جینی جھک سبزے کی لہک۔ مرفان غش ابحان کی  
خاشخی۔ گل و گلبں کی شکر بجی۔ پیلے کی سی رفت تازہ  
اور سرور بے انداز۔ صبا غریب چرخا ہوا ہی بیٹھا آہیں آہ

جہاں آنگھیں بدل ہے ہی اور رنگین چہرے چھوٹے  
ہیں۔ لاکھوں تماشائی۔ غرض کہ بڑے دھوم دھڑکے اندر  
تھتے سے شادی ہوئی کئی دن برا بدھا جو کڑی دہی سگر  
آنکھ کھلی تو سب خواب اور نقش بر آب تھا رہے نام نہاد  
آزاد۔ وہ زگر سر غزہ زہی وہ زلف پر لکھن۔ وہ شیخ پرنس  
وہ گل سادک۔ ۵

قد قامت آفت کا ٹکڑا امتام
قیامت کرے جسکو جھک کر سلام

۱۔ ۶۔ جسے دلدار سمجھا تھا وہ دبیر کھلا + بند لہجہ صحت و صبر  
زخم جگر ہو گیا۔ ۵

منع کرتا ہی مجھے یار کے مگر جانے کو	انامی آگ لگے اس تیرے بھٹا کو
-------------------------------------	------------------------------

النور۔ ہوت ایک لطیفہ یاد آئے۔ سناؤں تو نیست ہنستے پشیمین  
بل پڑ پڑ جائیں۔ لوٹن کو تری طرح لوٹنے لگو۔  
نقل ہو کہ ایک صاحب نے اپنے غلام کو کہ صاحب طبع لطیف و  
بذلہ سنچ تھا حکم دیا جا کر بازار میں تاک کھائے اگر انگوٹھا آئے  
تو فوراً خرید لائے غلام نے ایک دبیر صوفی فروش تنگوار تم کو ش  
کی دکان سے کئی خوشے خریدے اور مٹ گشت کرتے ہوئے  
خرامان خرامان آقا کے پاس بے گیلہ وہ نہایت ہی بدعاغ ہوئے  
فرمایا کہ ذرا سا کام اور تاخیر اتنی دیر میں تو میں لندن جاتا ہوں  
کاہل دیکھا نہ سنا خبر آج سے اگر ایک کام کو بھیجوں تو ہاتھوں پر  
چار کام انجام دے لانا۔ غلام نے دست بستہ عرض کیا کہ  
تیرے مرشد۔ اس مرتبہ صاحب فراموش ہوا تھا کہ اللہ آئندہ ارادہ  
واجب الانقیاد کی لفظ بلفظ تعمیل ہوگی۔ دوسرے دن غلام  
کسی زبان و راز اور گستاخ کینک عیشہ پر اندر پر ایسے گراں  
کو جب چلے آئی غلام کو حکم دیا کہ کسی صاحب کے پاس کوٹلاؤ

ہوئی ہاری مانتا ہی نہ جیتی۔ ابھی ہی سی کسے جاتا ہی (آنا سے) یا حضرت اک ذرا سی بات کو آپ نے کتنا اٹل دیا قسم لیجے جو میں نے آپ کو جو بنایا ہو صرف اتنا لپچھا کہ حضور کہاں تشریف لے جاتے ہیں۔ اسی بس اتنی سی بات پر آپ بگڑ اُٹھے گئے بے قسط سنائے۔

آزاد خیر اگر بندے ہی کا تصور ہے تو معاف فرمائیے مگر خدا کے لیے اتنا تصور بتائیے کہ اس ٹکڑی میں کون کون ذرا شریف جمع تھے اتنا پیر احسان کیجئے۔

بزرگوار۔ ذات شریف اسحاق اللہ۔ خوب چچانا۔ اسے قبلہ یہ سب شریف زادے تھے۔ اہل قلم۔ عالی خاندان علی دودمان لائق فائق۔ بذلہ سنج۔ خوش فکر۔ تربیت یافتہ۔ دن بھر اپنے اپنے کام میں رہتے ہیں۔ شام سے آدھی رات تک یہاں جتے ہیں جوہر۔ شطرنج۔ گجھ۔ چم۔ مذاق۔ لپاڈکی۔ یہی عیش زندگی ہی۔ ۵

ہمارے ملاقات دوستداران ست

چھ خط بروخضر از عمر جاود ان تنہا

آزاد۔ کیون حضرت بھلا کوئی اور شغل بھی رہتا ہے۔ یا بھلا ہی اڑا کرتا ہی۔

بزرگوار۔ اور کیا چاندی سپین سیری اڑائیں۔ ایفون گولین ٹاڑی شکائیں۔ دس پانچ ہمسین بیٹھے خوش گپی ہونے لگی۔ یاران چوری نہ پیران دغا بازی۔

آزاد۔ اہی خدا کی مارا یہی شغال بیودہ پر ہم حال ہی میں خوب غور سے تجویز کر چکے ہیں کہ کرمی۔ کمار۔ تمار پنج قوم دن بھر لہو سپینا ایک کر کے شام کو خوش خوش گھراؤتے ہیں اور اپنے اپنے مذاق کے موافق طرح طرح کے اشغال ہیں

میں بوڑھا نہ فرزند۔ حیرت مچی کہ کیا اللعجب چھے شہ خوش نشان لذر ہوا جہان ہر کوئی دیوار ہے باوے کسے کی طرح اور کسے مہر بوکھلائے پھرتے تھے بارے ایک دفعہ ہی آواز آئی کہ پوہا شمش وا قدوب ہی داؤن اٹھا) اب انکی جان میں جان آئی کہ مجھس کی آواز تو خدا نے سنائی جس رخ سے کان میں یہ آواز آئی تھی اُدھر ہی چلے۔ پھر آواز آئی کہ وہ فریشتہ کی (دوسری آواز) واللہ ہاتھ چوم لے کیا موقع پر کے چینی کے ہیں (بیسری) خدا کی مارا یہ پانسے پر جب بیکھو بدی کو جاتا ہی بیٹے سہ کی بازی لگی۔ اب شمش کی ہاے۔ اتنے میں ایک دانو کھلا اور پانچ سات سفید پوش بھڑ بھڑا کر نکل پڑے دکھاور وہ غل کہ کان پڑے آواز نہیں سنائی دیتی کوئی کسی کی سنتا ہی نہیں۔ اپنی اپنی سب گاتے ہیں۔ کوئی پوہ گیا کوئی پچھ۔ ایک بزرگوار نے میان آزاد کو دیکھا تو تعجب ہوا کہ یا جہنی اسوقت یہاں کیا کر رہا ہے۔

بزرگوار۔ کون! آپ کون صاحب ہیں۔

آزاد۔ ہم کوئی ہیں آپ اپنی کیجئے۔

بزرگوار۔ اہی حضرت آپ تکیم کیون ہوئے جاتے ہیں میں سیدی بات کرتا ہوں آپ ٹیڑھے ہوتے ہیں ابھی ار قنداز بر قنداز دیکھ تو کو تو ای کا چوترا ہی دکھائے۔

آزاد۔ بر قنداز کی ایک ہی کمی۔ بر قنداز دن سے تم ایسے لٹار بازون کو خوف ہے یا ہمو۔ یہاں تھا نہ دار کا خون نہ

لہو دار کا کڈر۔ ۵

تو پاک باش برادر مدار از کس باک

رشد جامعہ ناپاک گازران برنگ

بزرگوار۔ (دل ہی دل میں) اچھے بیٹھ لہدی سے مٹھو



کبھی شہر مست کی یاد میں نگرں شہلا سے آنکھ لڑائی سر ہو گیا تھا تو  
اپنے سر و بدن اقبال کا بڑا سادہ آنکھوں میں چمک رہا تھا اور نظروں  
سے لگ گیا نکل رہا تھا کی دیر سے گل زخماں کا خیال بندھا۔  
بلبل شیدا کا نامہ زار نیر کی طرح جگر کے پار ہوا۔ اچھٹن نظر اب  
بیماری نامہ شیون و آہ و زاری دن و نئی رات چو گئی ترقی پاتی  
تھی۔ ۵

بے گلخزار جا کے گلستان میں کیا کیا  
ہاں یہ کیا کہ داغ کن کو نیا کیا

عین حالت انتشار و ہجوم انکار میں یہ سوچتی کہ اب رستیاں  
نکل بھاگوں دریا بان کی راہوں۔ ۵

ہمارا لالہ گل سے لگی ہے آگ گلشن میں اگر بیان چاہے مجھے میرے دل میں

جنون کے جوش میں یکجا نہیں دم بھر قرار آیا  
کبھی گلشن سے محراب میں کبھی محراب سے گلشن میں

فرخ صلاح برآمد شوار تھا۔ دل مثل برق میرا تھا۔ آخراک باغ  
کی دیوار بجان کر یہ جاوہ جا۔ راہ میں سوچتے جاتے ہیں کاگر وہ  
گل اندام لے تو جھوٹے نہ سداؤں باغ بلخ ہو جاؤں جو ملتا ہے  
اُس سے کوئے یار دل آزار کا پتا جو جھٹے میں وہ ہوا بتاتا ہے  
قہقہہ اڑاتا ہے اور بھانپ جاتا ہے کہ جنون کی انگلی درخشاں کی رنگ  
ہی۔ بادہ محبت کے نشہ میں چور مست مہوڑ کبھی مغلان کبھی  
گریبان آنکھیں اشکبار۔ لب پر عاشقانہ شعار۔ ۵

کوچہ یار میں چلیے تو غزل خوان چلیے  
بلبل مست کی صورت سے گلستان چلیے

جہر سیلاب جنون بہاے گیا اُدھر چلے۔ جب رات بھیجی تو ایک  
نقام پر کیا دیکھتے ہیں کہ چاس ساٹھ کھار اٹھتے پر جمع ہیں  
ایک کھار بڑا بچا ہوا ہے چار پانچ جوڑی ہوئی جھوٹی جھوٹی جھوٹی

میں مصروف ہیں دس چدرہ گردن ہلاک نہیں اور گیت گاتے  
ہیں سائیں کو وہ جہیز لاسے ہیں۔

ہک۔ ہک۔ ہک۔ ہک۔ آویں جان اندک کیا گستاخ دی رہی ہلاک  
چندر کھار ڈیوون کے اندر بدست پڑے ہیں کچھ اندر کچھ اندر  
میں جو کھڑے ہیں۔ کوئی لال لال دردی دکھاتا ہو کوئی گجری  
کی جھلی بہا رہا تھا ہو۔ ہند سے میں وارد ہو رہی ہو کٹورا چل رہا ہو  
طاق پر چراغ جل رہا ہے۔ آپس میں مہول دھما ہوا ہو۔ راہوں  
اڑے کے چوہری بلا تشبیہ بغفور حسین بنے بیٹھے ہیں۔ ہنگامہ  
حشر ہر پاؤ۔ آگے بڑھے تو دیکھا کہ گداز سناسنے گھریا میں  
سہاگا ڈالا سونا گلا یا اور کسی سین کے لئے طلائی جھپکاتیاں  
کیا۔ وہاں سے چلے تو ایک دکان پر دیکھتے کیا ہیں کہ چچی والا  
دو زانو بیٹھا کمائی کہہ رہا ہو۔ اور حق والی ایک بھی چٹائی پر  
لیٹی ہوئی ہوں ہوں کرتی جاتی ہے اور ارد گرد دو ایک دم  
میں چار عورتیں بڑے لطف کے ساتھ کمائی سن رہی ہیں۔  
جس میں ایک بات بیچ تو ۹۹۔ نواد میں قدم آگے بڑھے ہو  
کہ ایک وسیع میدان میں کوریوں کا ہجوم دیکھ کر ٹھنک رہے  
نکل کی جھلکیاں بھی ہیں کوری اور کورین جو طر فوج ہیں ایک  
کوری نوچہ کشتی گہر زلا انگا پہنے لال لال پھریا اور سے صورت  
کی قطع بنائے گیت گاتا ہو دل ہمارا تیری خبری تو تو پاری کھر  
ہے۔ اڑوسی پڑوسی تا میان بجاتے ہیں قہقہے لگاتے ہیں  
مہر چنگ رہا ہے۔ ہر سمت میش و خشت کے سلمان ہیں  
اپنی دھن میں ناک کی سید پر چلے جاتے تھے آنکھ جھپکنے کی ہیر  
نہ ہوئی تھی کہ ایک نے محلے میں چوپے پر طرہ سناٹا ہکا  
عالم۔ جانور آدم کتے تک دبکے پڑے ہیں۔ کوئی منکھ  
نہیں۔ دروازے ایو یون کی آنکھ کی طرح جھلک رہا

سیمتن۔ جواب ندارد۔ نیکی جنوں سے بھر پور نظر ڈالی۔ مگر  
کی بھری ہوئی۔

آزاد۔ سخی سے سوچ بچار مرتب دیوے۔ جواب۔ بیوی بانی بلاؤ  
یا اچھا سا بواب دو۔ یہ تعجب تو اپنے حق میں دشت کر بلا ہو گیا  
ایک بوند پانی کو ترس ترس گئے۔ اب تو آبِ خمر کی چاہ ہے۔  
ایک دفعہ دزدیدہ نگاہ سے بھر دیکھو تو پانی بھی نہ مانگوں۔  
سیمتن۔ (اب تک نہ ہلے۔ سکوت مگر ایک ناز معشوقانہ  
سے ظرافت سے بھر کر پانی بے چلی)۔

آزاد۔ بھئی اچھا گاؤں ہی۔ جو بات ہی انوکھی جو ریت ہی زلی  
ایک آنسو پانی نہ ملا دہ ری قسمت۔ لوگ تو اس بھادو کی  
جلتی بلی دھوپ میں پوساے بٹھاتے ہیں۔ کیوڑا پڑا ہوا آبِ  
پلاتے ہیں یہاں کٹورہ کی جھکار (سبیل ہی نذر حسین) کی کچا  
میان آزاد کو حیرت تھی کہ کیسے نازنین یہ مشک نشان  
بال اور مستانہ چال بیان دیرانے میں اسکا کیا کام سایے  
کی طرح ساتھ ہو لیے وہ کنگھیوں سے دیکھتی جاتی تھی مگر نہیں  
گفتی تھی۔ باسے سرک سے دایمن ہاتھ پر ایک خوشنما بھانک  
کے قریب وہ کلفام سیم اندام ٹھہر گئی ظرافت سے بھین کو دوسرے  
ہاتھ میں لیا اور پڑکے سایہ میں جھجکرتا نہ لگی۔

آزاد۔ ہم بھی ہمراہ رکاب ہیں۔ ہم ناز گئے کہ نزاکت کے بار  
یہ ہلکا جھلکا برتن ہی ہمارا ہو گیا۔ اشائے کی دیر ہی۔ ذرا لب ہلاؤ  
تو ہاتھ بناؤں۔ قسم تو جو ایک قطرہ بھی یوں۔ گو پیاس کی شد  
سے کیلچہ کو آتا ہو۔ دم کلا جاتا ہے اور چاہوں تو چھین لون  
لیکن تمہارا دل دکھانا منظور نہیں۔ سہیں چاہے جان پر بن گئے  
افسوس یہ چہرہ نورانی اور یہ نامہ ربانی!۔  
اُس ناظورہ طاؤس زیب و عابد زیب نے پھر اُس کی توجہ

بڑی کوشش سے اٹھا یا اور بھانک کے اندر ہو رہی یہاں کی  
نے ایک درو اگر آواز سے حسبِ حال ایک شعر پڑھا اور چپکے چپکے  
خود بھی بھانک میں بے پائوں اُس گلخزار کے نیچے نیچے گئے  
وہ رعنا شامل ایک کھلے ہوئے چھوٹے سے بنگلے میں جا بیٹھی  
میان آزاد ایک روش میں دبک ہے گو شیطان و رنلات تھا  
کہ چلکر زلف چلیپا کی بلائیں میں گرڈ تھا کہ کہیں یہ کالی ناگنی  
ڈس نہ جائے اور تہذیب بھی مانع تھی جی بھر بھرتا تھا مگر قدم  
آگے نہیں بڑھتا تھا۔ ۵

لنگ آیا ہوں نہایت خاطر مشتاق سے  
ہر گھڑی کہتی تھی چل ہر وقت سمجھاتی تھی ہاں

اب اس فرخ بخش و دلکش مقام مذرت التیام کا ذکر سنئے جو طرفہ  
کھائی کھڑی ہوئی آٹھ آٹھ گز گہری سریتہ ارد گرد بولی ہوئی  
ایسی گھنی کہ چوہ یا کھٹ کا گدڑ نہ ہو سکے اور وہ تیز کہ تلوار گرد۔ بڑا  
عالیشان محراب دار بھانک لگا ہوا ہی وہ جو ہر دریشتم کی لکڑی  
کہ باید و شاید کیا ریان روز بھی جاتی تھیں۔ روشن پر سرخی  
کٹی تھی اشجار پر بہار گویا آسمان سے بائیں کرتے ہیں کہیں  
انار کی قطار۔ کہیں لکھوٹ کی بہار۔ ادھر انہ لذیذ ویشوں  
ادھر اودود حلوے بیدود۔ چکو ترون اور دھتا بیوں سے  
ٹہنیان چھٹی پڑتی تھیں۔ نارنگی۔ ادھیٹے شاخوں پر لپے  
تھے۔ پھولوں کی بوباس۔ کہیں گل مٹھدی کہیں گل عباس  
نواڑی پھولی ہوئی جو طرفہ عالم نور ہے۔ ہر سمت لطف و نور  
ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا۔ ادھی ادھی گھٹا۔ کیلون کی چٹک  
جوہری کی بھینی جھک۔ کلفے کی دھک کینل کی دھک وسط باغ  
میں ایک تین فٹ کا اونچا پکا مرلج چوہرہ بنا ہوا ایک کونے  
میں چھوٹا سا خوشنما بنگلہ ہے۔ اعلیٰ بیل دو ایک سات سٹری

مہرِ حُسن رہتے ہیں۔ کوئی ڈھلی کوئی ہڑک جلاتا ہو۔ کوئی ذوق  
کا تھکا لدا غم سے بٹا ہو کھانی لکرا ہے عزیزوں کو خوش  
کر رہا ہے لیکن واہ سے اہلِ علم۔ واہ سے شریف زادوں  
دیکھو گنجھ ہو رہا ہے ایک دو تین لا بوجھ کو چھین رو سے جا رہا  
برائے عاشقانِ بر شاخ آہو۔ سات آٹھ نو۔ نو برابرِ بوسیت  
دکھا دو۔ وہ تلج۔ کیوں سچ کتنا کس قماش کی بوجھ کاتے ہیں  
اقتاب آیا ہی سوچ کندھ میں۔ اب کی اللہ نے چاہا تو دودستہ  
ہو نادری چڑھے تو پھول لگی دیکھیے۔ بہتوں مہینوں برسوں  
بتوں ہی کی اکٹ پھر رہی۔ جب دیکھو ورق لڑانی جیتے تو بٹاش  
ور نہ پیشانی۔ واہ رہی نادانی بیسیوں دور ہو گئے مگر طبیعت  
ہنوئی۔ جو سر کی طرف جھک پڑے تو ٹٹکا کر دیا۔ بازی پر بازی  
سمہ اور بیچ اور شش کے داؤن لگا رہے ہیں۔ آپس میں  
گتھم گتھا گھپ۔ مار دھا لڑ دانی۔ تکرار۔ رنگ بدرنگ کے پھرتن  
عمر گنوائی پاسے پھینکتے پھینکتے ہاتھوں میں گتھے پڑ گئے لاٹھ  
ولا قوت۔ لکھنا پڑھنا چھوڑا۔ احباب سے ملنا ترک کیا۔  
خط کتابت سے ہاتھ دھویا۔ جو پید کیا وہ سب کھویا یا ملا کہت  
کا شوق۔ نہ اخبار بینی کا ذوق۔ صبح جو سر۔ شام جو سر۔ ادھر  
جو سر۔ ادھر جو سر۔ اتنی غیر۔ اور لطف یہ کہ بنگلے کو جو جو  
کہ ہم شریف ہیں تربیت یافتگی کا دم بھرتے ہیں پوچھ من گیری  
اور افعال ایسے قبیح و ذمیرہ۔ اُسے تو کوری کما رہی اچھے  
کہ اپنے پیشہ اور اپنی تھوڑی سی عقل کے موافق دبستی کی صورت  
نکالتے ہیں۔ مانا کہ اُنکے اشغال بھی تعریف کے لائق نہیں  
ریشا بیل مردوں کا پھر یا اور دھڑکھر کتنا نفرت انگیز فعل ہی  
مگر وہ منطقی فلسفی تو ہیں نہیں۔ تربیت یافتہ علم آشنا آپ تو  
دون کی لیتے ہیں اور با اینہم لن ترانی وہی دھاک کے

تین بات اوقاتِ فرصت ہو دکھائے کتنے چاہئے جلتے تہذیب  
جائے کتب غیر مطالعہ کیجئے۔ بکچر یا تصانیفِ لطیف کی فکر  
موقوف فرمائیے تو ہم سمجھیں کہ تربیت یافتہ ہیں۔ یہ نہیں کہ  
چواریوں کی طرح تہذیب کی خواری کریں۔ بیکڑ اور کھیل ملا اور  
کھیل سمراد ساٹھارہ اور پانچ دو کے سوا اور کچھ نہ سکھے اور  
ہر شب کو بد بد گنجھے یا جو سہن سرغزن کی۔

### رنگے سیار

میان آزاد۔ زلف پریشان کی یاد میں رات بھر خواب پریشا  
دیکھا کہے۔ ترے خواب خرگوش سے بیدار ہوئے تو پھر  
سینچر پانوں پر سوار ہو گیا دوپہر تک بے آب و دانہ ہر دم خیال  
وصل جانا نہ۔ دوپہر چلے ایک قصبہ میں پونے پیل کے  
پڑکے سایہ میں بستر جمایا۔ سبزہ بگیا نہ کو اپنا مسکن بنا یا۔  
پیل کے دھانی دھانی بتوں کی رنگت پر جو نظر پڑی تو بڑن  
رنگین ادا کا حسن برشتہ یاد آیا۔ کلیجے پر سانپ لوٹنے لگے  
تھکے ماندے چلے آتے تھے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں سے  
ذرا دل کو ڈھارس ہوئی پانوں پھیلا کر بھی تالی تو دنیا دانیہا کی  
خبر نہیں۔ جب خوب نیند بھر سوچکے تو ایک مرد آدمی نے گلگایا  
الا اللہ کمر آٹھ بیٹھے دشت کسی قدر دھو گئی تھی گریاس کے  
ماتے حلق میں کانٹے پڑ گئے تھے۔ سامنے اندارے پر  
ایک گلبدن ستمن عورت عجب نزاکت سے ہانی بھر رہی تھی  
حضرت بھی پوچھے۔

آزاد۔ کیوں نیک بخت ہیں اک ذرا سا پانی نہیں پلا تین  
بھر نادو بھر ہو تو لاؤ ہم بھر میں۔ تم بھی پیو ہم بھی پیئیں۔  
احسان ہوگا۔



کسی ملک میں رہنا تو میں مطلب حاصل ہو جائیگا۔  
 یسین نے الہی کی اور اسی وہ مجلس تھی میان آزاد کی جگہ  
 سب سن رہے تھے اب انہیں خوب ہی معلوم ہو گیا کہ شاہ جی  
 رنگے سیار میں۔ آفتابے کا پانی تو انہوں نے پی لیا تھا اور  
 شاہ صاحب نے معاف بھی کہ آنکھ بند کرتے ہی یہاں آئے اور  
 پانی پیکر بھر کر ترکیب سے چل دیے۔ یہ سنکر آزاد خوب کھلکھلا کر  
 ہنس پڑے۔ شاہ جی کی باتوں سے ان کے دل پر نقش ہو گیا  
 کہ بڑے ہی ذات شریف ہیں۔ اتنا بڑا جھوٹا دیکھا نہ تھا۔ ایسے  
 بڑے دل مند ہو گئے کہ انکی دماغ سے ایک رانی باغیچہ میں  
 جن پڑی اس کذب پر خدا کی سنوار جھوٹ بھی تو کتنا اور علم شراق  
 میں بھی حضور کو بڑا دخل ہی چشم بد و درق تو یوں کہ جھوٹوں کے  
 سرور میں گر پڑے بڑھاپے۔ تہ بند باندھ کر شاہ جی بن گئے  
 لگے عجیب کوئی بیٹا مانگتا ہے۔ کوئی تو یزد کا خواستگار ہے کوئی  
 کہتا ہوں کہ میرا مقدمہ جو ادو تو حق خدمت بجا لاؤں۔ کوئی کہتا ہے کہ  
 فلاں عمدہ دلوادے مجھے تو مٹھائی کھلاؤں۔ اتفاق وقت سے  
 مطلب برآ تو شاہ صاحب کی جانبداری ہے۔ ورنہ مجال کس کی  
 کہ شکایت کا غلط زبان تک لائے قدر ہی کہیں زبان نہ مٹ جائے  
 افسردہ کی دماغ۔ بہت سے دشمن عقل ان بنے ہوئے فقیروں  
 کے عام تر ویر میں بھنس جاتے ہیں۔ بعض بعض تو معاذ اللہ  
 انہیں دوسرا خدا سمجھتے ہیں خدا ایسے خیالات فرخون سے پائے  
 میان آزاد اس درویش عمر کی گفتگو سے سمجھ گئے تھے کہ بڑے  
 کھے خاک بھی نہیں ہیں ورنہ (بہ سبب) اور (نامحروم) نہ  
 کہتے۔ بھلا ان پر کونسا نام تراش بھی کہیں مسلک خدا شناسی  
 کے مسلک ہو سکتے ہیں۔ اور غیب کی بات تو جناب باری  
 عز و جل کے لئے کوئی بات نہیں۔ یہ شاہ جی چارے کیلکھا کہ

تھیں گے۔ یہ سب باتیں میں ضعیف الاقدار آدمی ایسے جان  
 نگاروں کے بھرون میں تھیں تو انہیں۔ ہم بھلا کب چھینے ماسے  
 ہیں۔ ای تو یہ بیان مٹلی ہی سے فقیروں کے قابل ہوئے اور  
 ان شاہ جی نے تو کذب کے پل باندھ دیے۔ وہ بھاری طور پر  
 ناقص العقل دنیا کے حالات سے واقف نہیں جس کا جی جا بجا دیا  
 ہم ایسوں کو شاہ جی جکھا دین تو ناگ کی راہ کل جاؤں۔

## میان آزاد کی کارستانی اور شاہ جی کی پریشانی

ہم سے کھلچاؤ وقت سے پرستی ایک دن

ورنہ ہم چھپڑیں گے دکھ کر عذر مستی ایک دن  
 میان آزاد ایسے بنے ہوئے سدھار رنگے سیار فقیروں کی قبر تک  
 سے واقف تھے مٹاؤ گئے کہ شاہ صاحب ایک ہی مرشد  
 بڑے ہی رنگ باز ہیں سحرۃ ساوس دربر۔ اور عمامہ زرد بر سر  
 گو کہوں کو بھانس بھانس کر ہنڈیا چڑھاتے ہیں اور پتھو فون کو  
 اور بھی اُتو جاتے ہیں۔ ان پڑھ گنوار چنگ پر چڑھ جاتے ہیں  
 سوچے کہ شاہ جی کی قرار واقعی حرمت کر دینی چاہیے اسے مرشد صاحب  
 نے ایک صاف شفاف چوڑے رنگ کی بھجائی اور اس پر دواز  
 ہو کر مناجات پڑھنے لگے۔ مگر بڑھے لکھے تو تھے ہی انہیں صرف  
 حافظے بردار ہمار تھا۔ شین قاف تک درست نہیں شاعری کا  
 خوب دل کھو کر غون کیا اور ناپ شناب کہنے لگے۔

خدا یا بھان بادشاہی تراست	مناظر با د الی تراست
ہمان آفریدی بالادست	توئی آفرین نند و لاو کشت
توئی کاسمان ازین ساکتی	زمین رازمان وزین ساکتی
نیائی زماو بس بحر کردنی	دگر خفتنی بار آپے خوردنی
دکانست باختر خندگی	خداوند ما انہ تو بندگی

کر سننے لگے۔

شاہ جی۔ میٹی۔ آج نکو ہمارے سب سے بہت راہ دیکھنی پڑی  
ایک گاؤں میں یہاں سے دس کوس پر راہ رہتا ہے گڑھی بڑی  
کا ہو گیا اللہ نے اسے روکا دیا نہ روکی۔ ایک دن مجھے بلوایا  
میں کہیں کو جاتا آتا تو ہوں نہیں۔ وہ رانی کو لیکر آپ آیا تو میں  
پر گر پڑا۔ میں نے رانی کے سر پر ایک گلاب کا پھول بن لگا  
دے مارا پانچویں ہی جینے اللہ نے روکا دیا راہ میرے  
پاس دوڑا آتا تھا کہ میں راہ میں ملا۔ دیکھتے ہی مجھے بخیر  
بٹھایا۔ کہتا ہے روپیہ لوجا گیر لو۔ گاؤں لو۔ ہاتھی گھوڑے  
لو۔ مگر میں کب مانتا ہوں۔ اس وقت پیچھا چھوٹا تم  
پانی لائی ہوگی تو میں بھونک دوں گا۔ جس میں تم نامحروم  
نہ رہو۔

سیتمن۔ میں آپکی لونڈی ہوں یہ کیا کم ہے کہ آپکی زیارت نصیب  
ہوئی پانی وہ رکھا ہی آپ بھونک ڈالیں تو میں رخصت ہوں  
یہ کمر سیتمن اٹھی دیکھا تو طرف موجود مگر پانی ندارد این  
یہ پانی کیا ہوا۔ زمین کھا گئی آسمان کھا گیا۔ ابھی پانی کھا  
دیکھتے ہی دیکھتے اُڑ گیا۔ یہی شاہ صاحب آپ کے پاس  
میں جھوٹی بنی۔ میری بڑی کرکری ہوئی زمین چٹ جائے  
تو میں دھنس جاؤں۔ اے غصہ خدا کا ایک بوند تک نہیں  
اُڑ جاتا ہے لبالب بھرا ہوا تھا۔

شاہ جی۔ تا ہی دون۔ اچھا۔ اب تعین ہو۔ مجھے اشرق  
سے معلوم ہو گیا کہ تم آتی ہو۔ جب تم سو رہیں۔ تو میں نے  
آکھ بند کی اور یہاں پہنچ گیا پانی بیا پھر آکھ بند کی اور  
کے پاس پور ہوا پھر نک ڈالنے کی ساحت ہی وقت تھی میں ملتی  
تو پھر ایک جینے پر بات جاتی۔ اب تم پانی لائی لونڈی آدھی رات کو

کو ٹھہرایا یہ تو سب کچھ ہو مگر کہیں کا پتہ نہیں اس سیتن کی  
چال ڈھال اور طرز نشست سے اجنبیت برسی تھی۔ حیرت  
تھی کہ اس بالغ لطافت بار کے کہیں سلیقہ ستار کسان  
چھپ رہے۔

باغ ہے پر عجب ہے یہ روداد  
نہ کہیں آدمی نہ آدم زاد

گل بہن سب اپنی اپنی جوبن پر  
ہو عجب لطف پر شگوفہ دگل  
بوسے گل ہو صبا کے توسن پر  
کہیں شبنم کھلی کہیں سنبل  
انھوں نے دیکھا کہ وہ بت طراز سرمایہ ناز ظرف سیمین میں  
نیک کر ایک نوازش کی نازک پلنگ دی پر سو رہی۔ اتنا خوب ہی  
موقع ملا اٹھے اور میوہ تر میں قدر چمی چاہا خوب چمک کر کھائے  
اور اس طرف سیمین کو منہ سے لگا با تو ایک ایک قطرہ پی گئے  
اتنے میں پانوں کی آہٹ سنائی دی۔ میان آرا دھبت انگر کی  
ٹٹی میں چھپ رہے مگر تاک لگائے بیٹھے ہیں کہ دیکھیں ہی کون۔  
دیکھا تو چٹانک کی جانب سے کوئی آہستہ آہستہ آ رہا تو قریب آیا  
تو انھوں نے بغور نظر ڈالی۔ ایک کشیدہ قامت مجیم و نیم ڈنڈیل  
چٹ لنگوٹ باندھے اکرو تا اند تا اس بنگلہ کی طرف جاتا ہو کچھ  
کہ کوئی پہلوان کشتی گیر اپنے اکھاڑے سے واپس آتا ہو قریب  
آیا تو یہ گمان دور ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ کوئی شاہ جی ہیں وہ  
چٹ لنگوٹ جس سے پہلوان کا دھوکا ہوا تھا۔ تہ بند نکلا۔  
شاہ صاحب سیدھے بنگلے میں داخل ہوئے سیتن کو پلنگ پر  
بہ سوتا پایا ایک دفعہ ہی پلنگ پر ہاتھ مار کر مچلا اٹھے (اٹھ کر  
معبود) وہ زن رعنا شائل گھر اکراٹھ بیٹھی۔ کٹھنے ہی قدم بے  
شاہ جی نے فرو شفت سے اسکی جبین نوزائی اور سیمین  
پیشانی پر بوسہ دیا اور ایک تپائی پر بیٹھ کر یوں تقریر

خیر یہی ملاقات کے سبب سے تھے میں نے چھوڑ دیا لیکن اب آپ نے یہ بنا شکند اسکا کانس زق جادو جلا زہرہ مثال کو چانسا اور اس سے کچھ ایٹھا چاہتے تھے وہ اس زمانے میں میری منکوہ اور مطبوعہ ہوئی تھی یہ سب یہ تھکنڈ چھوڑ کر دوسرا سے منکوہ دور نہ تم ہو اور ہم۔ ابھی ابھی جنگ بناؤنگا اور نایج پناؤنگا۔ مغربی میں ہو کہ اپنا کل حل پوتا کندہ راست براست بے کم و کاست کہ جلاوطن خود ہی جگتو میرا کچھ نہ جائیگا شاہ جی نے شراب کی ترنگ میں مارے ڈر کے اپنی پتی صاف صاف کہ سنائی جسکو ہم اپنی زبان میں ادا کرتے ہیں ذرا کان دھر کر سنیے۔

شاہ جی۔ چودہ برس کے سن سے مجھے چوری کی بات پڑی وہ مشاقی ہم ہو پالی کہ آنکھ چمکی اور گھڑی اڑائی۔ سفاخی ہوا اور ٹوپی کھسکائی۔ پہلے کچھ دن تو ٹیبا چور رہے۔ مگر یہ تو کرتی بدیا ہی چند ہی روز میں چوروں کے ولی ہنگر ہو گئے سیندگانا کوئی ہم سے سیکھے۔ کندہ پرچہ دھنا کوئی ہم سے سیکھے جیت کی کوٹلون میں یوں چپٹ رہوں جیسے چھپکلی۔ اُچک پھانڈ میں بندر میرے مقابلہ میں گرد میں۔ دبے پاؤں کو سون گل جاؤں ممکن کیا کسی کو آہٹ معلوم ہو۔ شہر بھر کے بدعاش۔ ادبائش لیتے پتے شہدے۔ گر گئے۔ ہماری ٹکڑی میں شامل ہوے بڑے بڑے صاحب ساہوکار جو کرا سلام کرنے لگے جس نے سیکڑی کی۔ شکوہ چاؤ کھا دیا جو خیر دھا ہوا اسکو سیدھا بنایا خوب چوریان کرنے لگے۔ آج اسکا مال مارا کل کی جیت کاٹی۔ برسوں کسی نواب کے گھر میں سیندوی۔ رفتہ رفتہ ڈاکے مارنے لگے۔ سر ملکوں پر روٹ مار شروع کر دی تھا نگ میں دنیا بھر کے بیٹھے عم میں۔ ایک حوت یا ملک سر

چاند آزار ہے میں دوسری طرف چرس کے دم لگا رہے ہیں گنا جابنگ ٹھہرے سب کاشنل ہو تانین اڑ رہی ہیں شراب کی بوتلیں جنی ہوئی ہیں۔ گنڈیوں کے انہل گئے ہیں کھیاں مہن مہن کرتی ہیں۔ سب کو ہی فکر ہو کہ کسی کامل تالین کوئی زردار کو رائیج نکلے داغی ضرور ہو ایک دن شامت اعمال سے ایک نواب صاحب ذی قدرت کے یہاں جو کرنے کا شوق چڑ آیا۔ اُن کے خدمتگار کو لایا۔ ملا چھو کر کچھ بنایا۔ ایک بنے کے وقت گھر سے نکلے۔ یہی محلے میں ایک مینے قبل مکان کرا یہ پر لیا۔ اُسی مکان میں بیٹھے نواب کا یوان عالی شان کوئی پچاس ہی قدم کے فاصلے پر ہو گا تین آدمی دس قدم پر اور پانچ بیس قدم پر کھڑے ہوے۔ ہم اور خدمتگار اور ایک چور ساتھ چلے کہ گھر میں دھنس پڑیں۔ قریب گئے تو دیکھا پرچہ کیدار نے بکارا۔ کون۔ سن سے جان نکل گئی۔ عمر بھر میں یہی خطا ہوئی کہ چوکیدار کو پہلے سے نہ لایا۔ اب کیا کریں۔ مشتے کہ بعد از جنگ یا داید بر کلاہ خود باید زو۔ قہر در پیش بر جان درویش۔ پھر چوکیدار نے لکارا کون آتا ہے ہم نے کہا ہم ہیں بھی (چوکیدار) ہم کی ایک ہی کمی ہم کا کچھ نام بھی ہے آخر کار ہم نے چوکیدار کو اُسی دم کچھ چٹا کر سیندوی گھر میں سے تو دیکھتے کیا ہیں کہ نواب صاحب پلنگ پر سوتے ہیں اور انکی بیگم دوسرے پلنگ پر بظاہر ناز میں ہیں۔ مگر شمع روشن ہے اپنے ساتھی سے اشارہ کیا کہ شمع کو گل کر دے اتفاق وقت سے وہ ایسا گھبرا یا کہ بڑے زور سے چھونک ماری۔ میں نے کہا خدا ہی غیر کرے ایسا نہو کہ نواب جاگ اٹھیں۔ تو پینے کے دینے پڑیں۔ آگے بڑھ کے میں نے جی کرتیں میں کھسکا دیا۔ چلے چلے گئی پگڑی غائب

دو آتش غروب آگ کے جیسے تھے۔ فرشتے کے رنگ میں نیل  
 بندھ گیا کہ کوئی آسمان سے اترتا ہے۔  
 آواز کیسی داز کھائی و مانت چکار سے۔ سکوت تاکے  
 ماسک انت شیخ اوسید۔  
 بلند المراد و نال الخداد لک الحمد و الشکر یا ربنا۔ اصرہیں  
 باقی ہوس شاہ جی کے رہے سے حاس اور بھی غالب ہو گئے  
 زبان سمجھ میں نہ آئی سمجھے کہ بیشک فرشتہ آسمان ہے۔ ہماری  
 روح قبض کرنے کو نازل ہوا ہے و انتون فرماتے کیا ہیں کہ  
 میں علم سے ناہرم ہو گا۔ سمجھتا نہیں ہو گا کہ آپ اسوقت  
 کیا حکم دیتے ہیں ہم نے بہت گناہ کیے اب مات (موت)  
 فراؤ کچھ دن اور جینے دو تو توبہ کروں یہ ٹھک بدیا چھوڑوں  
 میں سمجھ گیا تھا کہ آپ فرشتے ہو روح قبض کرنے آئے ہو۔  
 آزاد۔ یہ پیرانہ سالی اور یہ بدامالی۔ یہ سن و سال اور  
 چال ڈھال یاد رکھ کہ قعر جہنم میں پڑے گا اور نار و نیر میں  
 جلایا جائے گا سن فرشتہ آسمانی نہ ملک روحانی میں حکیم بنیاد  
 کی روح پاک عالم ہوں حکیم ہوں خدا ترس ہوں عجم ہوں ملکوتی  
 صفات ہوں صاحب طلسمات و نیروات ہوں۔ شجاعت میں  
 رستم سیستانی حکمت میں ارسطوے ثانی۔ مصوری میں رشک  
 بہزاد وانی۔ سکندر نامہ میں نظامی نے یہ شعر میری ہی شان  
 میں کہا ہے۔ ۵

میلنا س فرزانہ را بیشش خواند
بنزدیک جام جهان بین نشاند

میری تعریف و توصیف میں بڑے بڑے شعرا نے بلند پایہ و  
 سخندان کو غافلہ طب اللسان میں میرا مزلا سی مگر بقایا  
 قہر جہنم کا اور جان تو ناپاک رہتا ہی اور شراب میں نشا تھا ہے

میرا بھی دیکھ سوز گداؤں سے لہر لہر کو حضرت نظامی گنجوی علیہ السلام  
 کا انفرقان کے کلام میں نظام کا خون اپنی گردن پر سے رہے تھے  
 کہ میان آزاد سے نہ رہا کیا ایک دھڑی بول اٹھے کہ یادداشت تیرا ہی  
 آسمان ہی اب تو شاہ جی جگر میں آئے۔ یہ آزاد کس نے کسا۔ یہ خوں  
 کون پیدا ہوئے۔ چوتھی کس نے کھی۔ ادھر ادھر دیدے بھاڑ  
 بھاڑ کر دیکھا مگر آدم نہ آدم زاد انسان نہ انسان کا سایہ۔ یا الہی  
 کون ہوا۔ یا خدا یکس نے ٹوکا سمجھے کہ یہ آسمانی ڈھیلا ہے۔ خدا  
 کھر پڑی کو بچائے ڈروک ضعیف الاعتقاد تو تھے ہی ڈروے کہ کوئی  
 بلا سے ناگمانی یا آفت آسمانی ہو۔ رنگے ٹکڑے ہو گئے بدن قہر آ  
 لگا تھا باؤن بھول گئے۔ کشف کمال سب بھول گئے عواس  
 بلا اجازت سپا تو بر مور ہے۔ ہوش تلا بازی کھانے لگے دفع بلا  
 کی آیتیں پڑھنا شروع کیں۔ آخر میں باواز بلند جلا اٹھے کہ  
 لیا غلہ (غائب) ادھر بول اٹھے (لنگی مع شاہ جی غائب) اب  
 شاہ جی کی گھبراہٹ کا حال نہ پوچھئے کچھ چہرے پر مرنی بھاگی  
 کاٹو تو دھوئیں بدن میں دم خود۔ میان آزاد نے بھانپ لیا  
 شاہ صاحب بر عجب چھا گیا۔ جھٹ نکل کر بتوں کو خوب پاؤں  
 سے کھڑکھڑایا شاہ جی کانپ اٹھے کہ یہ بتوں کا لشکر کا لشکر  
 آن کھڑا ہوا اب گئے ہی گزھے آزاد نے مجھ داؤدی خاں  
 اہل عجم کے لہجہ میں ایک غزل پڑھی۔ گو شاہ جی نصف کے  
 نام بیکسی نہیں جانتے تھے مگر رات خوب ہی بھگی تھی اور چاندنی  
 نکھری تھی۔ ہوا سے سرد چھوٹوں کی بوباس کو منتشر کر رہی تھی۔  
 آزاد نے ایسی سُرخا آواز سے اس حقانی غزل کو گایا کہ کندہ  
 تا تراش تک کو وجد آیا۔ شاہ جی مست ہو گئے۔ سمجھے کہ کوئی  
 درویش باکمال آئے۔ ابوجان میں جان آئی۔ میان آزاد  
 کے قدم پے انھوں نے بیٹھ ٹھکی۔ شاہ جی اُس وقت

گیمہ بھگی بتائی کہ آئے حواس غائب ہو گئے۔ مٹا رہا کشتہ نے  
سمندر دشت پر ایک اور کوڑا جگیا کمزور کا سالہ حال مہمو  
کہ سنایا۔ واثدا چھاسل نسخہ ہاتھ آیا۔ شاہ صاحب کی قلعی  
کھل گئی۔ سچ ہی ہر فرعونے رامو سے گاؤں بھر چکا تھا  
خوب دام تر دیر پھیلا یا تھا۔ اب پھینے پچا۔ میان آزاد نے  
جب دیکھا کہ مارے بوکھلا ہٹ کے انکی جان پر بن آئی ہو تو  
نشقی دی اور یوں بھجایا۔ سنو شاہی سمک سے سما اور تری  
ثریا تک اپنا راج ہو لیکن ہماری بیعت لاؤ ہمیں اپنا پیر بناؤ  
تو چھوڑ دین اس وقت تو مرے سے پانوں پھیلا کر سور ہو کر تڑپ  
بگڑ دم گاؤں بھر میں غلغلہ ڈال دو کہ ہمارے پیر مقدس نے  
قدم رنجہ فرمایا ہے۔ مگر ہمارا سن دوسو گیارہ برس کا بتانا اور  
سب سے کہہ آنا کہ ابھی نام خدا سبزہ آغاز ہو اور جوان طنازی  
معلوم ہوتے ہیں۔ شاہ جی کی ہاتھیں کھل گئیں کہ جلوس کی طرح  
جان تو بچے نور کے ترے تمام گاؤں میں اس سرے سے اس  
سرے تک بکار آئے۔ کہ ہمارے پیر مقدس آتے ہیں جسے دیکھنا کہ  
دیکھو۔ شاہ جی کی تو وہاں دھاک بندھی ہی تھی جب لوگوں  
نے سنا کہ انکے بھی ولی تھکر آئے ہیں تو شوق جزا کیا کہ زیارت  
کو جلیں دودن اور دورات میان آزاد نے کسی کو رخ تابان  
نہ دکھایا۔ میسرے دن فقیرانہ لباس پہن کر ہرے ہرے پیروں  
کے ٹھڈے ٹھڈے سایے میں آن بیٹھے میان آزاد کا تمام  
دنارک اندام حسین و جمیل تو تھے ہی شجونی تہ نہاد ویر پر  
نے آتش حسن کو ادھی بھر کا یاد رکھتے کیا ہیں کہ بوچھتے ہی زن  
وغریب و امیر برناو پیر زیارت کو آ رہے ہیں ٹھٹ کے ٹھٹ  
جمع ہندو اور مسلمان کی عورتاں جو ان کو دیکھ کر ان کی آنکھوں  
سے خون ٹپکنے لگا۔ جوان کم سن جادو جال نہ ہو مثال۔

شوخ و طناز۔ خوش انداز سراپا ناز زیور سے فرین لباس  
گردان بہا سے مشین چھا چھم کرتی چلی آتی ہیں دس دس کو سس  
فینسون پر سوار بعد شوق زیارت کو آئی ہیں لیکن طر حدار  
مہریان ساتھ بانکی ادا سے فینس کے کونے پر ہاتھ۔ کوئی بٹھے  
ٹھٹے سے ڈولی پر کوئی پیادہ پاغہ کھلا ہوا ہے۔ میان آزاد نے  
دل ہی دل میں انکے درشا کو خوب صلواتیں سنائیں کہ فقیر اور  
باکمال کا نام سنتے ہی کیا جھٹ سے بھیج دیا۔ خدا کی مار۔ ان کو  
اتنی عقل بھی نہیں ہے کہ درادل میں سوچیں کہ ہم بھگتے کمان میں  
اکھی تو بہ۔ اتھی تو بہ۔ میان آزاد نے نہایت جوش و خروش اور  
فصاحت و بلاغت کے ساتھ اشعار ادا کیا پٹھنا شروع کرکے  
اور خوب ہی بنے بھگی واثدا کیا پھر یاد دھسان خلقت ہو جس نے  
پرے رنگ سے وہی خدا رسیدہ بن بیٹھا۔ دنیا بھر کے فکری  
فقیر کے لباس میں مال مارتے ہیں۔ اور اکثر تربیت یافتہ ثقا  
مسن تک انکے باکمال ہونے پر گنگا اور قرآن اٹھاتے ہیں  
کوئی ذی عقل سمجھائے تو انہی آیتیں لکھے پڑھیں

خیانت سے مکائد سے وفا سے  
خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے

صحبت ندان محو آشام و موشان نازک اندام

گھٹا کالی کالی صحنک لال	کھنیا کے ابرو پہ جیسے گلال
گھٹا اور بجلی میں آج چوٹ	ہو آبی ڈوبے میں لچکے کی گوت
گلستان عالم میں جھانی گھٹا	وہ آئی وہ آئی وہ آئی گھٹا
سیر ابر مغرب سے ایسا لٹکا	میں سمجھا کہ کعبہ کا پردہ اٹھا

آزاد خانہ برابر باوستانہ وار چھوٹے چلے جاتے تھے کہ ایک  
کرے سے آواز آئی (اتنی ارج موری مان) ابو ہرہ تھکا



بگم صاحب کے سر پر ہاتھ دیکر کہہ دیا کہ اس کا سر آؤ۔ میں  
 ہم کو مالک زبانی کچا پھانسی چکے تھے مگر کاجی بھی لکھتا تھا  
 فوراً کھڑوئی اٹھا اور دوسرے ساتھی کو دیکھ کر باہر بھاگے۔ وہ  
 بچو ایسا گھبرایا کہ اسے بڑھکلا بہت کے کانپنے لگا اور ایک نہی  
 ارار کر دہم۔ دھماکے کی آواز سنتے ہی فواب جرنک بڑے  
 شیر خیز سر ہانے سے اٹھ بیٹنگ سے اٹھ تیرے بل بند لکر  
 پھینکتی تھے ہاتھ دکھانے لگے میں نے ایک چالکی کا ہاتھ دیا  
 اور جھٹ کمرے سے نکل دیوار پر چڑھ چکا اڑے کو داور  
 چور چور بکاڑا ہوا ناکے باہر وہ دونوں سر بوجھنے نہ سکے تھے  
 دھڑلے لگے۔ گرواہ رے فواب و امجد جری آدمی ہی۔ دونوں  
 کو گھیر لیا وہ توجیلی نہ گئے۔ بندہ ملوہ بچا۔ اب ہم نے یہ پیشہ چھوڑا  
 اور سفاکی پر کمر باندھی۔ ایک مہینہ میں کئی خوں کئے۔ پہلے  
 ایک سوداگر کو گھر میں گھس کر چار بائی پر ڈھیر کر دیا۔ اور جمع تھا  
 ببا سے باپ کی ہو گئی۔ پھر ریل بہا ایک مالدار جو ہری کا گلا  
 گھونٹ ڈالا اور جو اہرات صاف اڑا ایسے تیسری دفعہ دو بجا  
 سر اے میں اترے تھے ہمیں خبر ملی کہ اُنکے پاس سونے کی  
 اینٹیں ہیں انکو سر اہی میں انٹا غنفل کرنا چاہا بھٹیاریں نے  
 ہمیں دیکھ لیا۔ غل چا یا پکڑے گئے چالان ہوا مجسٹریٹ سے  
 قید خانہ دکھایا۔ وہاں آٹھ دن رہے تھے کہ نوین دن آزادی  
 یاد آئی۔ رات کو مو قہ پاکر کال کو تھری کا دروازہ توڑا ایک  
 گنجی جردار کا سر اینٹ سے پھوڑا۔ پھر سے کے کانٹیل کو  
 اسی بندو کی سے شہد کیا۔ صاف نکل جھاگے۔ اب ہم سوچے  
 کہ کوئی نیا پیشہ اختیار کریں۔ اس گاؤں میں آٹا و غلب  
 ہتھکنڈے سے درویش با کمال بن بیٹھے۔ فقیروں کا ہمیں  
 مل کر ایک پیو کے چنے بستہ جارہا تھے لگے ایک دن کتا

گاؤں کے کتا کو کھانا دیا۔ یہاں قریب کتا کو کھانا  
 کدہ لکھ لکھ علی اللہ کرے کہ تھے بیٹے پورنا بیکر تھے  
 ہیں چہرے سے نور پرستہ کسی سے جیتے ہیں نہ دیتے ہیں  
 ٹھاکر نے سنتے ہی اپنے بھائی کو بھیجا ہم ساتھ گئے۔ چہرہ  
 بشاش کہ آج بالابا سے ہاتھ رہا تو عمر جرجین سے گزر گیا  
 ہمارا بوخنا تھا کہ سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ ہم کسی سے  
 بوسے نہ چاہے (قدم درویشان رو بلا) یہ آواز بلند کر کے  
 کے پاس میٹھ گئے اور کچھ بڑا کر اٹھ کھڑے ہوئے دیکھا  
 کہ لڑکے کا بڑا حلی ہے بچا محال ہے تھا کہ قدموں پر گر پڑا  
 ہم نے پیٹھ تھوکی اور لمبے لمبے ڈگ بڑھائے چل دیے۔  
 اُس دن حسن اتفاق سے ایک یورپین ڈاکٹر وہرہ کرتے  
 ہوئے اُس گاؤں میں آئے۔ اور اُنکے معالجہ سے مرض  
 چھگا ہو گیا اب نطف دیکھیے کہ ڈاکٹر کا تو کوئی نام بھی نہیں  
 لیتا سب ہماری تعریف کرتے ہیں۔ کوئی جیسے بنا تا ہو کوئی  
 خدار سیدہ کتا ہے ٹھا کرتے ہمیں ایک باغی اور ہزار روپے  
 دیا۔ وہ ہم نے قبیل دیکھا سوان اللہ بھرتو ہوا بدھ گئی اب  
 جو طرف ہم جی ہم میں کوئی بیمار ہو تو ہم پوچھے جائیں۔ کوئی امر  
 تو ہم بلائے جائیں۔ میان بیوی کی شکر رنجی میں ہم قاضی بنے  
 ہیں۔ باپ بیٹے کا جھگڑا ہم فیصل کرتے ہیں۔ صبح سے  
 شام تک ڈاکٹروں پر ڈاکٹروں اور نعمتوں پر طیتیں ہمارے  
 سامنے ہیں رہتی ہیں عورت اور غریب و امیر بڑا دہیر  
 سب زیارت کو آتے ہیں۔ ہمارے آزاد منشی بہت کم  
 پاکیزہ مشرب علی گو بہر خندا و فخر مغرور ممدوح بیانی  
 آزاداب بیکر ہیں اس فخران کی رویت بن بیٹھے۔ بچا  
 کیا کتا ہے یہ ہیں۔ ابھار دپ ہلا۔ فدا ہی کو

ایک آج کل کن نہیں کامت سبحان اللہ چہ بلگرامے	یہ نوجوین گفتگو عاشقان درکار شب جو شش عشق ست لی ترک ادب
لیکن حضرات باوہ گسار اور عشاق زار کا وہان کال ہو۔ گنگو فضلاً شعر اکمل کی ٹکسال ہو اور وہ میں لکھو کے بعد چہ بلگرام ہی کا نمبر ہی۔	ہمارا اشعار و نثار موقوفیان ہانی طبیعت علی گہر و راست کردا کا سا ہی عقیدت و طریقت وجود وحدت پر پہنچی ہم وحدت وجود کے قائل ہیں۔ رونے سے غرض نہ نماز سے سروکار۔ جو نقطہ وحدت سے بجائے اسکی نجات ہو۔ ہم اُس واحد حقیقی کے افراد ہیں جسکی وحدت سے اس عالم افراد میں یہ کثرت ہو۔ سنو۔ یقین مانو وحدت عین کثرت اور کثرت عین وحدت ہو۔ عالم مشاہدہ میں ایک مثال اسکی دیتا ہوں جس سے اگر تم سمجھتے ہو کہ یہ مقولہ نظری ہے برہمی ہو جائے۔ دیکھو ایک تخم خرپڑہ ہم نے بویا اُسے اپنی طبیعت سے اپنے کو ایک پودے اور چند پتوں میں ظاہر کیا۔ پھر بڑھتے بڑھتے چند عرصے میں اُسے اپنے تئیں پھر اپنی اُسی ذات خرپڑہ میں ظاہر کیا اور اُسی تخم میں اب دیکھو ایک تخم واحد نے جسمین وحدت ہی وحدت ہی کس قدر کثرت میں اپنے کو جتایا پھر وہی بیج کا بیج۔ چنانچہ ہمارے امام ہدایت اور مرشداے رشادت نکتہ رس علی الاطلاق حکیم الاشراق مولوی صوری و معنوی قدس سرہ انجی و الجلی اپنی شہنوی میں اس مطلب کی طرف اشارہ۔ یہاں اشعار فرماتے ہیں۔ ۵
دوسرے۔ بندہ رئیسِ بجاہ ہی جو تمام عالم میں انتخاب ہو چہ بجاہ انتخاب ہفت کشور نفساے نشہ مستی ہوایش غبارش آب و رنگ چہرہ گل بہر جاسزہ از خاکش دمیدہ خاکش سایہ پر ہاے بلبَل بہر شرش بتان گرم بازار تیسرے۔ خاکسار کا مسکن و مولد خطہ مینو سوا کشمیر حنبت نظر ہو۔ جو باغ نعیم سے بھی زیادہ دلچسپ و دلپذیر ہو۔ مرغ از نریت ہم سبز طرافت افزا۔ و امد عجب گلزمین ہی با قدر و کش ہشت بیا ۵۔ ۵	ہم با نسر پان ترانہ سنجہ میں۔ ۵
چوتھے۔ سنا رضوان بھی جسکا خوشہ میں ہے وہ بیشک لکھنؤ کی سرزمین ہے	بشنوار نے چون حکایت میکند کز نیستان تا مرا بریدہ اند
سبحان اللہ کیا جگہ مردوم خیر ہے۔ زبان اور لطف بیان نکتہ دل اور غزل خوانی اہل لکھنؤ کا حصہ ہے جو شاعر و خطا سے غفل ہو جاوے گا دل میں	شب از مطرب دلخوش باد ویرا چنان در جان می سوزش از گدرا ہمیں کچھ ساکت و مجذوب سے مطلب نہیں ہم اپنی لوانسی سے

غوروی چو ہا سترہ نو دیند کی بہار نغمی نغمی بونین۔ اور غور  
نسیم حوی شک بیز۔ تو کئے کا وقت اس صدفے خوش رنگ  
کے سنتے ہی میلان آزاد نے اسی جگہ ایک کیاری میں ستر علیا  
پھر آواز آئی (پیا پیاسے اتنی ارج موری مان) اہو ہو ہوا وہ  
استاد تم تو اپنے وقت کے میان شوری نکلے۔ کیا تان سین  
کے قبر کے پیڑ میں ایک پتی بھی باقی نہ رکھی جڑ سے ہنگامی  
سب جٹ کر گئے۔ ہاں ذرا اذیتے سروں میں۔ چھڑے  
چھڑے (سیان پیاسے اتنی ارج موری مان) اتنے میں  
اُس کمرے سے نغمے کی آواز آئی۔ اور دس پانچ آدمیوں  
نے گردن نکال کر میان آزاد کو دیکھا کہ ایک تھامے میں دو زانو  
بیٹھے موجیں لے رہے ہیں۔

ایک۔ حضرت یفانہ بے تکلفی ہے ہم اللہ تشریف لائے  
سیان آزاد نے آؤ دیکھا نہ تاؤ دون سے کمرے میں داخل۔  
السلام علیکم۔

دوسرا۔ وعلیکم السلام۔

تیسرا۔ وہ آئے گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہو  
کبھی ہم انکو بھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

چوتھا۔ بندہ نواز۔ ادھر تشریف رکھیے آپ تو کانٹوں میں  
ٹھہرتے ہیں خیر۔ صدر ہر جا کہ نشید صدر ست۔

پانچواں۔ گستاخی معاف۔ آپ کس طرقت میں ہیں

آزاد سے۔ از مذہب میرمن نہ مومن نہ کافر  
من رسم این دیار نہ افم مسافر

چھٹا۔ کیلے کبھی جام بھی دیکھا ہے۔

آزاد۔ او حضرت یہ نہ بوجھیے۔ صبح الرزق ہوا دو جام  
ہو۔ شراب شیراز ہو تو عمر دلاز ہو۔

گویند بہشت و حور کو خرباشد  
بیرگون قبح بادہ کہ معلوم نیست

شراب ایک ہو کوثر کی ہو کہ نندن کی  
اکٹ اپنے واسطے زاہر صلال کرتے ہیں

مگر بندہ محروم ہو۔ اب اُس جلسہ احباب اولوالالباب بادہ خوا  
وے گسار بلا کوش ساغر نوش سرخوش و مد ہوش بفاکیش دلش  
کی چہل پہل کا حال برت مل گوش ہوش سنئے۔ فراخ جو وسیع  
میدان میں ایک ایوان پہرہا ہے۔ جو طرفہ سبزہ روئیدہ کی  
لہک اور گلماسے مشک بیز کی مہک۔ بقول عنایت اللہ  
خرد آگاہ نمک ریزی سبزن بہار و امشگری مرغان چمن نازستان  
روے آب رود بار و ہفتہ تدر وان خوش رفتار و پاسے کوئی  
غزالان مینا سم ضیا گری طاؤسان حرص و غرض کہ عجب  
لطف بہار ہو۔ سرور بار چمن کا چوہا رہی بستی کے باہر کوئی بھر  
کے پٹے پر بلغ و جسکے ہر جہا سمت جنگل اور راغ ہو۔ ایوان  
عائیشان کے چون پنج ایک سچے سجائے کمرے میں بزم طرب  
آراستہ اور محفل سرور پیراستہ ہو۔ چاندنی وہ صاف بھی ہے کہ  
چاندنی بھی شرمائے۔ اور ادھر کی گلایان نشی ہوتی ہیں  
مراجی گردن کشی کر رہی ہو۔ لعل آتشیں خلائجوا ہر روح کے  
جام منظر ہیں کہ لب سے لے۔ ہمارے یا مہر مدار میان آواز  
نے کہا کہ حضرت ہم غریب الوطن آدمی ہیں۔ ہمیں شکر کا سے  
جلسہ کی مختصر کیفیت سے آگاہ کیجئے مالک مکان بول کر مٹھے  
کہ ہم سب اپنی اپنی تعریف آپ کہہ چکے ہیں گئے۔ آزاد و تو  
چلنے دیجئے یہ کہ حضرت نے گردن شیشہ پانچ بوجھان کردہ  
شراب نالبا اور مٹھا آواز کی دھند چلنے لگا۔ اب چمن کی کا  
وہ سرور جا کہ لب سے دست ہو گئے۔



آسپر کٹاؤتھے۔ سب بچہ۔ بیوش۔ بوقلو۔ بیدل۔ مجھے ہر  
سرویا کی خبر نہیں ایک رند عالم سوڑا آزادہ نمہ سخی کے دلدار  
نے جوتائے کی فرمائش کی۔ کہنے بھر کی دیر بھی سارنگی غضب  
دھمکے لگی اور مجھ پر پابندیاں لگیں۔ کی آواز خوش آنے لگی  
اور مطرب کی ناخن بازی اور خوش الحانوں کی نازک داری  
بفکروں کی واہ واہ۔ الحذر۔ خدا کی پناہ۔ کسی سید جود شیریں  
حکات نے خدیو مصر سخن واقف روز ہر فن عراقی آن جہاں کی  
غزل گائی اور ہاتھوں ہاتھ داد پائی۔ ۵

کہ راندہ دور یدم رہ درسم پارسائی	کہ بدون دوجہ کردی گندون خانہ آئی
کہ بدون کعبہ رقم زحرم نہا برآمد	کہ بیابا عراقی تو ز فامہ گلان لائی

اسکا مطلب تو دو ہی چار سمجھ کر ٹوہیان جو طرہ اچھلے لیکن سحر  
کاذب کے وقت جب سپیدا بولنے لگا۔ اور سیم سحری شک و غم  
سے بسی ہوئی بہشت لپٹیں لانے لگی تو کہنے کی فرمائش ہوئی  
زلفیں پریشان رست خوش الحان سب حاضرین جلسہ شان  
فرمان کر حضرت آزاد آزدہ و گریان۔ لا حول و گویان یک اعتدالی  
اور بے عنوانی۔ بحر بھائی کی روانی و طغیانی و یکوڑ کا دل من  
فسق و فجور سے بھر گیا۔ چہرہ مائے فحش کے لال صہجو کا بدن میں  
رشتہ۔ مزاج کبھی تو کبھی ماشہ معلوم ہوتا ہی ایک دھوکہ چار کھانے  
یا گھسن بی بتائینگے۔ چکت دریا ہی چاہتے ہیں۔ آٹے ہاتھوں  
لیا ہی چاہتے ہیں۔ اتفاق سے اس تحفے کی صحبت میں ایک اجماع  
صاحب کا بھی گزر ہوا تھا۔ اور وہ بیابا سے بچھی تھے بیان  
آزاد کے بشرے سے تازہ گئے کہ اس صحبت سے حضرت بہت کسب  
خاطر ہیں وہ بھی اُن سے متفق ہوا ہے تھے انداد و نون میں  
سرگشتی ہوئی۔

حیث از لکہ روزی کہ تمیم باغی / ز لیل غافل حرف زانے  
صحت ایجا خوشتر ست اگر بائ / اور آب روی تری در آتش آبی  
یہ شراب خانہ خراب نے لاکھوں گھر بٹائے۔ یہ ہزاروں تاجدار  
کو گداسے بیوا بنائے۔ منہ لگائی اور منہ کی کھائی۔ فلک رفت  
تاجرون کو اسنے خاک میں ملایا۔ مہاجزون کا دوا لہ اسنے کھلوا یا  
یا خدا مردے یا خدا مردے۔ ۵

از چوب تا ک گویا خود و را ساخت این مطرب  
کہ خوش مستانہ بیرون نمہ ہا از سازے آید

اُن یاران صادق و دوستان موافق یاران بادہ نوش و بذلہ  
سجائ عشق کوش میں دن بھر تو وہ چہل پہل تھتے اور چھپے  
رہے سر شام سے تلخ رنگ کی دھما چو کڑی بھی۔ خانہ نامہ میں  
جس کے درد دیوار سے صحرایت برستی تھی شامیانہ عیش کا شان  
بعد شمت شامانہ نصب ہوا۔ یاران سر پہ بیٹھے رنگ اپنا  
مناتے ہیں۔ مگر خان پری چہرہ شادیا نے بجاتے ہیں۔ بیٹھے پر  
تھاپ ہو۔ گت بج رہی ہے۔ حاضرین جلسہ زیر و بم سے واقف  
چہ عداوت کے بھگنے واسے خوش خوش و خوش گلو۔ کوئی  
تان سین بنا بیٹھا ہے کوئی بچہ یا دلا گردن سب کی ہل ہی  
ہی ایا۔ اہوا ہو ہو۔ واہ واہ۔ اے سبحان اللہ ای صحت  
قربان جاؤں کیا گلاڑی۔ یہ گلابا نگ توصیف و طنز تعریف  
ہر سمت بلند ہے۔ ایک بت پندار شوخ و شتم گارنے یہ لعل  
محب طفت و انداز برنائی اور شان خود آرائی سے  
اداکر۔ ۵

خدا جانے آتش دکرے کی قتل کس کس کو  
طلسم ہوتا ہے شامہ آٹے کو یا دکرے میں

<p>ذی سے عبارت ہو چاند کی ذی دلی تمنا ہو کہ لوگ ہر دم سے مغھ سے لگائے رہیں جب ہی کھا ہو کہ رع۔</p>	<p>لگائے بیٹھے ہیں۔ فقہ وحدیث سے غرض نہیں۔ ۵ جام جم رکھتے طاق کسریا پر   میرا جلو خراب سے بھرتے</p>
<p>درد جدائی ہاشکایت می کنند آٹھویں صوفی بیا کہ آئینہ صاف ست جام را تا بگری صفای موعصل نام را</p>	<p>بھلا انما انعموا الی سر جس من عمل السیطان قرآن میں آیا ہو مگر یہ ہم لوگوں کے واسطے نہیں ہو اچھا یہ صحیح ہی سی۔ دانتھا اکبر من نفعما۔ لیکن ہمارے پیرخان اور ہادی دوران دیکھو مگر جاتے ہیں۔ ۵</p>
<p>ازدودن پردہ زردان مست پر من کین حال نیست صوفی عالی مقام را</p>	<p>دوش از سجد سو بجانہ آمد پیرا   حبیبیت یاران طریقت بعد ازین پیرا امر بیان رو بسو کعبہ چون آیم پیرا   رد بسوی خانہ خمار دارو پیرا</p>
<p>یہ یاران سر بل کی مٹھک ہو۔ بیان زہاد اور صوفیان صافی کا کیا کام۔ جام اور بادہ گلفام کا ذکر چھڑے۔ یہ حقانی باتیں مر کر کر اکیے دیتی ہیں۔ والد موم برے بیوقوف تھے۔ چیر خٹو کر کے ہمین مدرسے بھیجا۔ اسٹانگ باب بھی ہنوز نہ ختم کی تھی کہ ہم بھاگ کر ہوے۔ سلیمت کو کلوار کی بھی پرگرد رکھ خوب راسی اڑائی۔ انفرض صبح سے چار بجے تک ترز بانانی اور شعر خوانی بادہ انگور خوف تصور کی جیگہ گویان رہیں۔ لطیفے ہوا کیے۔ چار بجے کے بعد حضرت آزاد نے زبان کھولی تو یہ سب بند ہو گئے۔</p>	<p>باقی رہا عذاب عقاب نعم مجیم یہ فقط شرعی دھڑکا ہو۔ ۶۔ بہشت اک باغ ہو دوزخ بھی ایک شرعی دھڑکا ہو چھٹے کیا بادہ گلگون سے مسرور کیا دل کو آباد رکھے داتا ساقی تری محفل کو</p>
<p>آزاد سے دن رات گفتگو ہو شراب و کباب کی کیا مٹھو لگوں نے یار کی صحبت خراب کی</p>	<p>صوفی عالی مقام کو اینجاب کا سلام حضرت آپ کی گفتگو سے عاشقانہ اور کلام صوفیانہ سے طبیعت کو مسرور حاصل ہوا بیان بھی دوزخ اور بہشت کو شرعی دھڑکا ہی دھکتے ہیں۔ ۵</p>
<p>اس صحبت اور جلسے پر خدا کی مار۔ اور شراب خانے پر شیطان کی پشکار۔ لاول ولاقوہ۔ یار و اخلاق سیکو۔ آدمی بنو آدمی کا سبق لومنا فریذا جابا و ابرا و مضا و صحبت اشرار زمین تیز کر دو یہ نہیں ترش کے سے بیٹھے تو بھور ہو گیا۔ شام تک سوا بیانہ دیخانہ کے کوئی چرچا ہی نہیں۔ ان بزرگوں کی صحبت کے صدقے کہ اپنے باپ کو بیوقوف بناتے ہیں۔ گواہ نکھتہ بیچ میں۔ یہی تو ان کی بیوقوفی ہے اسی تو بہ۔ اسی تو بہ کیا اشتغال فرخوت ہیں۔ خدا پناہ میں رکھے اور صحبت</p>	<p>ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن دل کے خوش کرنے کو غالب خیال اچھا ہو</p>
<p>ان روزہ رکھنا اچھا ہو کشف رطوبات ہوتا ہو۔ موعصل خام و آتش لباس ہمارے مشرب زندانہ میں بھی جائز ہو۔ سلاوین ۵۔ اگر بیا ید ملک الموت کہ جانم برد بے دوسرے مہینا کشی روح میدن ہند ہم واہ مولانا چوک گئے۔ مولوی معنی کے شعر کے معنی اچھے حل کئے۔ ۶</p>	<p>ان روزہ رکھنا اچھا ہو کشف رطوبات ہوتا ہو۔ موعصل خام و آتش لباس ہمارے مشرب زندانہ میں بھی جائز ہو۔ سلاوین ۵۔ اگر بیا ید ملک الموت کہ جانم برد بے دوسرے مہینا کشی روح میدن ہند ہم واہ مولانا چوک گئے۔ مولوی معنی کے شعر کے معنی اچھے حل کئے۔ ۶</p>
<p>بشنوا از زنجون حکایت میکند ذی سے مطلب بھی سمجھے خاک نہیں۔ اسی حضرت یہ چاند کی</p>	<p>بشنوا از زنجون حکایت میکند ذی سے مطلب بھی سمجھے خاک نہیں۔ اسی حضرت یہ چاند کی</p>

## برات کی رسوم

ایک رئیس گردون مارواہیر بادشاہ کی ایک خزانہ خرچہ خرچ تھی۔ رئیس موصوفت شکوہ ناز و غم بالا۔ جب ترک کچھ سیانی ہوئی تو اسکی شادی کی فکر پیدا ہوئی۔ بڑے بڑے نام پر آوردہ رؤسے ذوی اقتدار کے یہاں سے پیغام آنے لگے۔ دور دور تک اسکے حسن جمال کی خبرت ہوئی آخر کار ایک رئیس التبار و جم اقتدار کے ساتھ نسبت قرابانی بھر کیا تھا ظرفین سے تیار بیان ہونے لگیں۔ اسبق کی سہرے فرانش ہو گئی چاہتا ہوں سب جمع جھانٹا دین آکھ بند کر کے خرچے لگیں ایک نے اسی ہزار روپیہ قرض سے دوسرے نے قلعے کے کوٹے کیے دونوں لنگوٹی میں بھاگ کھیلنے لگے۔ جوڑے بنے۔ خدمتگاروں ماموں صیوانوں کو گردن چاکرون نے پیش ہا جوڑے پھر کالے۔ خوب نام خلعت پارت کے دن بیٹے کو در سے برات بھی گئی دونوں طرف خوب ٹھاٹھ تھے۔

الماس کھوان تھے جھاڑ فافوس	یاں جلوہ فروش تخت طاؤس
مہتاب چاندانی کا دان فرش	یاں چرخ سے چرخ میں سرخ
گلگون تھا کسی کا باد رفتار	گل رنگ کسی کا تھا ہوادار
باغی تھے تو مستیوں کی صحت بھی	گھوڑے تھے تو چاکلی کی لت بھی
وہ ماہ کہ تھا سوار شہدیز	تھا بابر کا ب شوق ہمیں

سب سے پہلے نشان کا باغی شب بگ ست صورت دیکھنا ساقی کا اسکے بعد بڑی دور تک جلوس کی بہار اور ساندیوں کی قفا و قفا عربی ترکی۔ تازی۔ دیلا کیپ۔ انواع و اقسام کے رہوار باد رفتار خوشخام دیز گام ساز دار بجے جھانٹے کے بجائے چاندی کا پینے دھن کی ایسی صورت بنائے جھم جھم کرتے جھکتے جاتے ہیں۔ آرائش کے تحت بے معنا مان چاکر دست بنائے ہوئے لطف جلوس دو بالا کرتے تھے معلوم ہوتا تھا گلزار ارم کے جہول جہولے میں سو بیا با تو قفل کو وصل کر دیا یا چاندی بارون کا تخت قابل دید تھا کوئی نئے میں جھوم

تجلی تو جہاد میں شلے نچت۔ پنجون نے با آواز بلند کہا۔ شکار و تہنوب چلو سیکرہ کو ذوق | چھوڑو کہیں فیض بہت بڑھ چکے ایک اور بادشاہ نے دیکھا کہ وہ سب مری رہے ہیں پھر ہی چھوڑ دی جاتے ہیں فرمایا۔

فصل بہار کی بیوض و شراب | بس ہو چکی نماز مصلّا اٹھائے چلیے حضرت اشد میان پر احسان کر چکے۔ نماز پڑھی یا نہ پڑھی کر کے مستعد تو تھے۔ الاعمال بالنیات پھر غن کا ہو گا ہو اور بھی ناز پاس ایک نین پاس بارھنا ہو جائے۔ نماز خفتن پڑھو لیں گے چلو پھٹی ہوئی میان آراد کی آنکھوں سے خون ٹپکنے لگا کہ یہ سوادا و جہنی الدنیا حضرت قادر و اجمال سے بھی نہیں چوکتے نماز میں بھی دل لگی عبادت میں سحرہ پن۔ خاصے بچے ہیں۔

ایفسق و فوجار ہر روزہ ما	دی پرند حرام کا سہ و کوزہ ما
ی خند روزگار و می کرید خلق	بر طاعت و بر نماز و بر روزہ ما

فواہم۔ یہ دیکھیے و اشد ہو کہ یہ مرتد رحمت رب سے محروم ہیں پنے نور و نکتے کھڑے ہوتے ہیں۔ یہ دیکھیے و اشد ہو کہ تو بن ہی ملی۔

لاؤ۔ بندہ پرورد گستاخی معاف۔ یہ کیہ کلام تو چھوڑیے آپ ایک بلہ بولتے ہیں تو میں سے سنیں (یہ دیکھیے و اشد ہو) کوئی فقرہ یہ دیکھیے و اشد ہو اسے خالی نہیں۔ یہ بڑی عادت ہو۔

واہم۔ یہ دیکھیے نہیں۔ تو بد تو بہ۔ مگر یہ دیکھیے و اشد ہو اپنی قرہ کلا۔ مگر و اشد اس جوڑ توڑ کے قربان ۳۶۵۔ کی بہت ہوئی ملل میں ۳۶۵۔ ہی دن ہوتے ہیں۔

میان آلام و محبت زمان و اتمام سے ایسے ناراض ہو کر بلا خفت ایک گناہی حضرت جی حضرت بنیہ تو سنی سنیے تو سنی۔ واسطے کے چھوڑ کر دیکھیے تو نسبت کلا جائے دیکھنے کسی ہیں یہ جہاد

خواجہ - یا حضرت مجرا عرض ہے -

آزاد - سبحان اللہ - اے وقت تو خوش کہ وقت مافوش کر گیا  
یہ ریش سفید یکبشت و بازوہ انگشت - اور بیستہ تقریر یہ جم  
و دستار اور یہ شعار کہنے لگے مجرا عرض ہو تسلیم آداب کر نشینگی  
السلام علیکم بالاسے طاق - نالچ رنگ کا ضلع حفظ ہو - وہاں  
جگت بازی استغفر اللہ -

خواجہ - قبلہ یہ دیکھئے واللہ ہو کہ میں بھی گھبرا اٹھا - یہ بیانی دیکھی  
نہیں جاتی جو ہو مست - جو ہر رند خرابات - جو ہر پیکر یہ دیکھئے  
ہو کہ آپ کے چہرے کی رنگت سے بھانپ لیا کہ اتنی مغل میں ایک  
یہ ہمدرد ہیں - یہ دیکھئے واللہ ہو کہ یار لوگوں نے ترکا کر دیا مگر  
آنکھ تک نہ چھپکی - دیدے پھاڑ کر دیکھتے ہیں -

آزاد - جی ہاں اور ابھی کوئی نیک کام کرنے ہوتے تو چراغ جلے  
سے پڑ رہتے - ایک جو منکتا - مگر اس تھرکنے اور چکنے  
قرآن کہ چار پر بیٹھے ہی بیٹھے کاٹ دیے - اٹھا دوہرے نیک کی  
قسم ہی - ستم ستم ہی - دسیدم عقہ علم پر علم بھری جاتی ہو - خیرا دوسرا  
مشکوہ و مہوان دھارا رڑ رہا ہو - گلو رین پر گلو ریاں چلی آتی ہیں  
کی شیشیاں اندھائی جاتی ہیں - سچ کہوں حضرت پہلے تو  
آپ مجرا ایسا بجالا لے کہ میں سمجھا کہ آپ بھی اس چھٹی ہوئی مغل  
کے جھٹے ہوئے ہیں مگر آپ تو بندے کے ہمدرد نکلے -

خواجہ - یہ دیکھئے واللہ ہو کہ یہ جتنے حضرات نظر آتے ہیں سب  
شرفا کے صاحبزادے ہیں - نصف تو امر کے لوگ ہیں دل ٹٹی  
سے خوش - باقی ماندہ مفلس و کا کفن کو پاس نہیں مگر ہاتھ پر  
جال بیٹے ہیں - مگر تین فاقہ ہو - رمضان شریف در پیکرے میں  
ہر مینے مردوں کی طرح ارٹے ہیں - ٹوپی ہو تو جو ناغاب غلط  
ہو تو ٹوپی ندارد - لیکن کرتے نکلتے ہیں - پڑھا لکھا تالاش حاش

سب کی دُور میں تھا - نگاہ میں بھاگ کبھی رنگ کبھی گن جیون  
ہو یا اور بھاگ ابرار اودن کو دیکھئے واللہ ہو کیا قلع بانی کیسی  
وضع بھائی جگے پاس وئی کھانے کو نہیں وہ تحصیل علم سے بلور میں  
تو مضائقہ ملدہ مگر اسے کوئی اتنا تو پوچھے کہ کیوں بھی تم پر کون ایسی  
سختی پڑی تھی کہ کالج چھوڑ بیٹھے عربی پڑھی نہ انگریزی - سوچی گری  
کر دے یار نگر نری جگت بولنے میں سب طاق ہیں - ابھی  
کوئی ضلع بویہ دیکھئے واللہ ہو کہ سب سب سب طوطی کی طرح چہرے  
ہوتے ہیں یا نہیں - ہاں ذرا چھڑے تو آپ کو واللہ بس ایک  
نقرہ جست کر کے چپکے ہو رہے وہ برسوں تک بکے جا رہے تھے  
آزاد - حضرت مجھے تو انکی صورت سے نفرت ہو گئی بس چلے تو  
کھڑے کھڑے شہر بدر کرادوں ابھی جس دم ام جو رو رہے شہر  
کا حکم نافذ کروں یہ ننگ خاندان پیدا ہوئے ہیں - ۵ -

زنان باردار اے مرد شہار	اگر وقت ولادت مار زائید
ازان بہتر بہ نزدیک خرومند	کہ فرزدان نامہوار زائید

جلسہ بغاست تابہ چاشت - وقت درد ہنگام کاشت - پاس  
مزیت گاہداشت - یہ بنے کی صدا ایک کرنے سے آئی بلبلوں  
بغیر سنبھالا - ڈھاریوں نے پوریا بندھا اٹھایا - صاحبزادوں کے ناز و ناز  
سے قدم بڑھایا مینھی نوبت بجنے لگی مرغ نے بانگ نکالی شاعے کا  
گھنٹا اٹھانے لگے - گا - موذن نے مسجد میں اٹھا کر کنا شروع کیا

منشی سحر ہاتھ میں لے کر قلم زر	لکھنے لگا منصوبی و معرونی شکر
لے فرود شیب کو کیا خارج دفتر	منصوب ہو اعمال روزانی حکم پر
مستابہ جاری تھا قلم ادنی	پر و انہر اغون کو ملا بر طرفی کا

شمع گل پر دی غائب - رند جھٹ سے جاننا زچھا منان پڑھنے لگے  
ایک شعر نے اپنے قریب کے اصرار کو ڈھکیں یا تو نہ کہیں میں  
دوسرے نے ایک کی کوڑی پر چپ جالی تو جلی دھکیں میں

لکھنؤ کا محرم الحرام	منوں جان دست یکا یکا دو
میلو نہیں مگر تیر غم چلتے ہیں کیون قمر غلام نہیں رہتی ہو زیاد	نہا کو نسا غل جسے دیکھی نہ خزاں دو کو نسا غل کچلے جو جہان گئے
میان آزاد سیلانی آدمی سیر پائے براؤ ہار کھائے ہوئے	دیر ہو رکی قربت کو خدا عزیز کرے و اللہ غلامے سخن تھا سر سرے
مگر گشتی کی دھن جو سمائی تو ریل کے انجی طرح چل کھڑے تھے اور سب سے کہ پہل کے محرم لکھنؤ کا دکھ لین۔ دیکھتے کیا ہیں کچھ گھر شیون دین	جب فصل دین کھلا جو ابر کھلے گویا کہ زمین کلید گنجینہ سے
گھر گھر کان میں گریہ وزاری۔ شکباری جم غفیر جمع کثیر۔ ایک جلتے تن بول اُٹھے اور کیوں نہ مجالس غرا کی دھوم دھام ہے۔ لکھنؤ کا	ایک ہی رباعی پڑھی اور سامعین چار رو بہ حیرت میں غرق ہو گئے کہ اللہ اندر فصاحت یہ بلاغت۔ ۵
محرم الحرام ہو۔ لکھنؤ کی سوز خواتی لکھنؤ کی خوش سیانی۔ لکھنؤ کی غزاداری لکھنؤ کی سوگداری از شام تا دم مشہور ہر مرد و ہر دم ہے	مداح امیر ابن امیر آتا ہے مشتاق سخن خلق چلی آتی ہے
تقریرہ خانوں میں دھوم امام باڑوں میں ہجوم ہوا و ران سب میں حسین آباد مبارک کا لبد رنی انجم ہوا کہ ساتھ ان کے ایک دست بھی	اور انیس مغفور کو خدا بخشے باللہ العظیم کلام کیا جو اہرات کے کرے قد و بنا کے ریزے نور کے مرثیہ میں۔ ۶
ہو یہ تھے انکی بقاری کا حال کچھ نہ بوجھیں وہ لکھنؤ سے واقع نہ تھے لڑے جاتے ہیں کہ شہید کو بلا کا واسطہ آل مصطفیٰ کا صدقہ۔ ہمیں لکھنؤ کا محرم	جو ہر شناس ہو تو انھیں بوتون میں تول
دکھا دو۔ مگر کوئی جگہ چھوٹنے نہ پائے۔ ایک شخص نے ایک آہ سرد کہیں کہ کہا کہ میان اب وہ لکھنؤ کہاں۔ وہ لوگ کہاں۔ وہ دل کہاں	مضمون انیس کا نہ جیرا اُترا نقاش نے سطرچ کی خفت کھینچی
لکھنؤ کا محرم رنگیلے پیا جان عالم کے وقت میں دیکھتا تو ارنی گئے وجہ طور بھی غش کر جاتا بالکون کی شمشیر دو پیکر جب پیکو میان سے	لیکن ہاتھی لے گا بھی تو کہاں تک اب بھی اس شہر کی سی غزاداری جنت اقلیم میں نہیں ہوتی۔ اب کیسے کہاں کی سدھیاں ہیں
ہوا بگل باہر کسی نے ذرا تیکھی چتون کی اور انھوں نے کھٹ سے سردی کا ٹلا ہوا ہاتھ چھوڑا بھٹا دکھلایا۔ ایک ایک گھنٹوں میں میں میں	اشرف۔ کہلا کا ظہیر۔ میر باقر کے امام باٹے۔ چو پٹیاں۔ جہان جلو داخل حشات ہو۔ واللہ بہشت کی بھی کیا سیدھی راہ ہے
مانہ جنگیوں کی خبر آتی تھی دکاندار جو تیان چھوڑ کر شک جاتے تھے وہ دھم دھکا وہ پھر بڑھ کا ہوتا تھا کہ واہی واہ انتظام کرنا خالہ جی کا	در بار جناب مصطفیٰ کو دیکھا ان آنکھوں سے شان گریا کو دکھا
گھر نہ تھا۔ اب کوئی چلن بھی نہیں کرتا۔ ادنیٰ ادنیٰ آدمی ہزاروں گھاتا تھا۔ اب کوئی بھی اندر نہیں نکلتا۔ اب انیس میں نہ دیر دن میں نہ شہر نہ گھر نہ گھر	خود دس میں پونے چوبیس میں چوبیس جنت دیکھی جو کہلا کو دکھا



گروہ بری دھتیل ایک نین سنتے تھے اسلئے پکارا ایک بھیا  
 ایل گئی۔ ایک ہنشاخہ والا بس گیا۔ اس کا نین دو بلا  
 ہو گئیں گھبراہٹ اور بدعاسی سے ہندو میں آدمی نرمی سے  
 نین آرائش لئے لگی بڑ ہو گیا۔ برقداروں کی ایک نین جلی  
 آدمی تخت لٹ گئے چھو بیان اتر گئیں تین لوگوں کا زیور  
 اچکوں نے تھپایا ایک کا کان کٹ گیا۔ جلوناک توچی مبارک  
 بائے خدا خدا کر کے دھن کے مکان پر رات پہنچی۔

درنگ جبرات ادھر سے آئی	کی سب نے ادھر سے پیشوا
باران گلاب و بارش گل	ہو کر بڑھے آگے باجم
قلیان پے مشک و دھواں جلا	بڑھے حکمے بان کے منے
جب عقد کی انکی ساعت آئی	دو رشتوں میں اک گرہ لگائی
زلفین ہوئیں ہیرے کی بلا چین	ٹوٹا وہ نگاہیں سحر آگین

میان آزاد گھنٹوں یہ کیفیت چپکے چپکے دیکھا کیے اور یہ سوچنے لگے  
 کہ سقد زکیر بیوہ بلا سب مفت بیکار ضائع ہوا اور ہزاروں  
 روپیہ غارت کیے گئے زعفران اور فافا عام اور فافا انام میں  
 صرف ہوتا تو سبحان اللہ۔ افسوس صد افسوس کہ ہندی اس  
 آرائش پر لٹو ہیں۔ ہم نے کہیں سنا ہی نہیں کہ اس فضول  
 دھوم صدام سے کسی ملک کو فائدہ پہنچا ہو۔

ادبار کا کھٹا حشم و جاہ میں	جاگو جاگو کہ خوشی راہ میں
جاگو جاگو یہ خواب غفلت کیسا	دیکھ دیکھ اہل کیلنگہ میں

یہ شے کی برائتیں یہ صوم یہ صوم مذہم دنیا گیر حسرت خیریت  
 اہل ہند ان ہی کے ہاتھ بک گئے ہیں۔ وہ ہی کو پڑا عجب سمجھتے ہیں  
 کہ تمام عمر کی آمدنی ایک برات کی مانند کر دیں۔ دھڑکی کی صدا  
 اس کے بعد حال تباہ عیاں آتا ہے۔ شادی کو غم سے بدل کر  
 دانی ہو لیکن جیت صدمہ کراں امور یہ نظری نہیں ہے

راہ کوئی زکوچم رہا ہی کوئی گریٹ تھا ہے نین ہی۔ کوئی کتا  
 جوتا ہی عینہ چاندو خانہ کی تصویر کھینچی خبر نہ کاہلی کا تخت  
 میں منڈل دیکھنے سے دلوں سے ہوتا تھا سوار کا تخت تم  
 ڈھاتا تھا سوار فاکہ دیان پہنے کچ نکاسے ٹکڑے کی باگ  
 اٹھائے دھواں بولا ہی جاتے ہیں۔ قدم قدم پر آتش بازی جھوٹ  
 رہی ہی انار آسمان کی خبر لاتے ہیں پچھلے کی شریف میں اچھے  
 اچھے آتش زبانون کی زبان لال ہی چرخی کا جھج دیکھ کر عقل جرج  
 عقی۔ کامل فن آتش بازوں نے بڑی دلسوزی سے آتش بازی بنائی  
 عقی انار سے تختہ زمردین نظر آتا تھا۔ باجے والوں کی جماعت ہل  
 کی دھوم۔ تماشا بون کا ہجوم۔ گوردی لال لال وردیوں سے  
 اہل لالہ لالہ تھلگوئی کالی کالی کرتوں سے حاسد و کائنات کا لالہ  
 ایک سمت جو بداد غصائے نفرتی لئے بگڑیاں جائے گھوم رہے تھے  
 دوسرے سمت خاص بردار رنگین جھنڈیاں اٹھائے پھرتے تھے  
 رئیس شریف عاملہ لاقد وغیرہ موجود تھے جملہ سامان لطف و مذاق  
 موجود تھے۔ نوشہ حسین و حسین خلعت پیش بہار زیب تن کیے تھے  
 و دبدبہ گلگون خوش عنان پر سوار تھا گھوڑا ایسا شایستہ کو دودھ دینا  
 بچہ تک سوار بچائے۔ پانوں کی منہری نے دھن بنا دیا تھا۔

اسپت کہ خنازیبائی تن اوست	کوہیت کہ لالہ زار و دامن اوست
زنی غلیم کہ آسمان دگرست	درنگ خنا شفق بیہر اوست

نوشہ کے گھوڑے کے بعد کئی ہاتھی تھے مکنا اور اک دتا اور دم کتا  
 اور پاٹھا۔ اپر دسل دسل بارہ بارہ چودہ چودہ برس کے رشکے سوار  
 بیٹھے ہاتھی پر ہیں مگر نظر کر دین برہی۔ دودھ و بخیر رٹے چلے آتے  
 ہیں انرض خوب جھک کر اور سوتوں کو جگا کر بات دھن کے مکان سے  
 تھوڑی ہی دیر بعد ہی کہ آتش بازی سے ایک ہاتھی بھر کا دودھ  
 اسکا سہا دیا۔ فیلبان لاکھ تیرہ سو کرنا ہی۔ آگس بھگت گاہی



گردن تو گھڑی کا کھٹکا ہو گئی تھی۔

اب بھدک کر بی بیہوشی کے کمرے پر پہنچے مگر نکی غافل کی جادو طرازی مگر خوش بیانی مگر طرز سوز غائی کی دھوم ہے ارباب صافی مذاق کا وہ ہجوم کہ تل رکھنے کی جگہ نہیں۔

خنجر جو بوسہ گاہ پیسہ یہ چل گیا

اسکو چھوٹی کی دھن میں اس لطف سے بڑھا کہ سامعین سر دھننے لگے دوست۔ کیوں یا کیا لکھنؤ میں زیور پہننے کی قسم ہے۔ آزاد۔ لاجول دلا وہم بالکل ہی گوار ہو۔ ماتم میں زیور کا کیا گوئے گوئے کا نون میں کالے کالے کرن پھول۔ ہاتھوں سیاہ سیلی بس کافی ہو۔

سیاہ سیلی بدست آن لگا سے

بشلاخ صندوق پیچیدہ مائے

لیکن یہ سادگی بھی عجیب لطف دکھاتی ہے چلیے ذرا مجاہد کا رنگ دھنگ بھی تو دیکھیں۔ نواب باقر حسین خان بہادر اردار و غنہ میر واجد علی صاحب مرحوم اور جناب سید العلماء سہروردی سید ابراہیم صاحب اور جناب غا علی خان صاحب سابق ناظم کی مجلسوں میں گئے۔ ماتم داران جناب سید الشہداء علیہ التحیۃ و الشانہ اور زائرین مصائب اس عبا کی اشکباری اور گریہ و زاری یقین کامل ہو گیا کہ ماتم داری لکھنؤ پر ختم ہے۔ عاشور کی رات تو خچر کا دن تھا۔ آزاد نے لکھنؤ کے محرم کا خوب لطف اٹھایا۔

اوداع او اشکبار و اوداع

آخری یہ شب ہو یا ر و اوداع

عشرہ ماہ عزاکا ختم ہے

سر کوٹیا اور پکار و اوداع

جبر جاتے ہیں آواز گریہ و زاری جسے دیکھتے ہیں مرگ اشکباری رات تو زیارت میں بسر ہوئی۔

پیدا شوخ مہر کی مفرض جیبتی

پہنان درازی پر طاؤس تکی

اور قطع زینت یلی زہرہ عجبی

خونچہ منت قبلہ سحر چاک جیبتی

رہیں زادے فخریہ مصاحبت کر رہے ہیں۔ ایک بڑے اداکار جو ہری صاحب شکتے ہوئے آئے۔ دس لاکھ کی کار چوبی ٹوپی زیب سرفاسی الطلس کا فوٹا بھڑک دھڑک زیب بر سنہری پس ٹکی ہوئی کیرنگ جوڑا غلے مرغ زرین بنے ہوئے۔ خدنگار کے کانڈے پر زنگاری دو شانہ۔ یہ وضع یہ قطع۔ مگر بیٹھتے ہی ٹوٹے گئے بیٹھے تو ضرب کی طرف پشت کر کے صاحب خانہ نے ایک عجیب ادا۔ سے دربار سے جھڑک دیا۔ اوداہ بڑے خوش مزاج ہو ضرب مبارک کی طرف پشت سیدھے بیٹھے آدمیت کے ساتھ جوہری۔ ماجلا (معاذ اللہ) بیوی مجھے بیٹھ نہیں آتا۔ میان آزاد نے چمکے سے دوست کے کان میں کہا لاجول اسے میان یہ بایں ہمہ غم غم گھر کے گئے اور ذرا مین سجدین ہو پیشانی پر شکن تک نہ آئی۔

دوست بھائی جان۔ گوہر جان لکھنؤ شان لکھنؤ آن بان لکھنؤ روح روان لکھنؤ ہو رگ رگ میں شوخی۔

قد و قامت آفت کا شکر دامام اقامت کرے جسکو جھک کر سلام ایسا خوش قیمت کوئی ہو تو نے کہ اس بت عربہ جو کی گھر کی ہے حاضرین ادب گردن جھکائے بیٹھے ہیں جسے دیکھو در دیدہ نگاہ سے محو نظار بازی ہو لیکن رعین سن سے بات کر کے کلیہ لڑتا ہو۔ غرض حسن اجازت گزرا دای گئی کہ پرستے بکئی عند لیب شیدا

ہمان سے درد کیم طرح ادھنے تو فنی محل میں حیدر جان کے یہاں بیٹھے۔ بکئی خیمہ سے جو ہتھیا رنگائے بکائی بڑھکے رہواریہ میدان آئے عباس

اس سوز کو ایسی نازک آواری سے سازنگ کی مانجھ میں ادا کیا کہ سامعین لوٹن کو تر ہوئے جاتے تھے۔ رگ اور گئی تو سبکی

توڑیوں کا نام ہوا وہ ہو ہو کی صدا ہر دو دیوار سے بلند تھی۔ وہ کھلیا کھلیا ہوا۔ میان آلو کی ایسی کھلی جاتی تھیں اور

سے الایچی چکنی ڈلی پیشکش کی وہاں جسے میں آباد مبارک میں چلا  
سبحان اللہ سبحان اللہ یہ امام باڑہ ہی یا روضہ رضوان لکھی یہ  
مکان ہی یا باغ جنان۔ ہر درویش اور سے محمد علی شاہ فردوس لاٹھا  
کا نام روشن ہی۔ امام باڑہ سب سب یا وطن کا ایسا جو بن ہی۔ برجوں پر  
غیاث موقوفہ۔ تو مار نور علی نور حیرت محلی کہ یہ کوہ نور ہی یا شعلہ  
طور ہے۔ صرخہ قندیل پر یا قوت احمد پر رکھا ہے۔ چراغان کی قطار  
پر مہتاب پروانہ ہو جائے پھر ہر مصفا و نظر آئی تو آنکھوں نے  
عجب طراوت پائی۔ ۵

منورہ عجوبہ چشم تیز بینان	مصفا چون دل خلوت گزینان
رسیدہ عنق اوتاگا و ماہی	نمودہ ہجو مینک در سیاہی
پے کسب لطافت آب حیوان	در کشتہ جود و رازتہ نشینان

بتوں کی گلی چھوڑ کر کون جادے	یہیں سے ہی کتبہ کو مسجد ہمارا
------------------------------	-------------------------------

اب انکے دوست کو شوق چرایا کہ ارباب نشاط کے امام باڑوں  
کی زیارت کریں پہلے تو میان آزاد چھپکے۔ اسی حضرت خدا خدا  
کیجیے بندہ ایسی جگہ نہ جانے کا اپنی دفعہ کے خلاف ہی۔  
دوست بھٹی و اللہ کتنے رد کھے پھیلے آدمی ہوا ہے میان  
کی نازک آؤری مشتری کی جادو طرازی۔ گوہر کی چمک دمک باؤی  
کے رخ انور کی جھلک سے کانون کو سرد آنکھوں کو نور حاصل  
ہوا تو لکھنؤ کا محرم کیا خاک دیکھا اور پیر و مرشد خدا و ر خدا کا  
رسول آگاہ ہے کہ انھیں دس دن توڑے سے جہان چاہیے  
جائے رنگین کروں پردہ گال ہنس بولی آئیے بچے اور بوڑھے  
سب پہنچتے ہیں۔ مضمون واحد ہو۔

آزاد۔ یہ کیسے تو خیر۔ چلیے بندہ بھی مولیٰ کر شہید رضی اللہ عنہ  
پہلے گوہر کے میان پہنچے احمد اعدایہ خوش بریں ہو۔ اچھے اچھے

مومن پاک مثل کتبہ سیاہ پوش۔ کوئی نام حسین میں رہنے سہلا جاتا  
ہے کوئی علم پوشان بہشت کی طرح ہر درویش پر کار کا ہی حسینان جبرین  
اور زمینان قوس ابرو کی مستانہ چال ماتی پوشاک کھرے ہوئے  
بال۔ واہ واہ ناز۔ وہ نگاہ غلط اندازہ چھپ چھپ کر کتر جانا  
کبھی بجا نا کبھی سُکرا نا بیگروں کی سو سو چمک پھیریاں تماشائیوں کی  
زور آزمائیاں عاشق تنوں کی گھائین۔ رفر و کتایہ کی باتیں بیان  
گزارین منیدی لگائے پھر یا پھر کائے گوند سے پشیمان جلے  
حیرت سے باہم چہ میگوئیاں کر رہی ہیں۔ ۵

اری دیدی تنک مہکا بتا دے	یکند لیلین جو شکست میں یران
حسین آباد تو پھر پھر ہی جیکند	برق ہو یاں دیا لکرن کے گمران

یہیچے آغا باقر کے امام باڑے میں کھٹ سے داخل۔ ادب و ہوشیار  
کی قدر محترم نظر آتی ہے۔ وہ میان باقر کیون نہو۔ نام کر گئے چکا  
کا عالم ہی لیکن گلی تنگ تماشائیوں کی عقل ذنگ۔ ۶۔ جاے  
تنگ ست مردمان بسیار ڈگر خلقت گھس پیچ کر دیکھ ہی آتی ہو  
ناک ٹوٹے یا سر پھوٹے آغا باقر کا امام باڑہ ضرور دیکھیں گے وہاں  
جو طرارہ بھرا تو کچے بل پہنچے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ ایک بیوقوف  
دقیانوس کے ہر پھرتیے لگے وقتوں کے لوگوں کو در رہے ہیں  
واللہ لکھنؤ کے کمار بڑے نادرہ کار میں ایسا بٹھا بنایا کہ معلوم ہوتا  
ہے پوپے منہ سے اب بولا اور اب بولا وہی سن کے سے بال۔ ہی  
فیہم جو بن۔ وہی چتون وہی پیشانی کی تسکین وہی ہاتھوں کی ٹھنڈان۔  
وہی کرخم ہی سینہ ٹھکا ہوا۔ ماہ سے کاریگر۔ تو بھی اپنے فن میں  
یکتا ہی۔ اور تیراٹھوا تو اللہ ہی اللہ۔ وہاں سے جو چلے تو دار و درخیر  
واجہ علی صاحب مرعم کے امام باڑہ میں آئے۔ میان سوچ کھی پر  
وہ جون تھا کہ کتاب اگر ایک نظر چھپا کر وہ نور دیکھا تا تو ایسے غیر  
بشرطات میں غوطے کھانا بے تکلف کر دیں جادوئے ہلکا رہا

دوسرے دن وہ دھوپ میں ملتی جس میں سرگرمی پھیلنے لگی تھی۔  
 دوسرے دن بار پڑا۔ میں بھی تاشا۔ ہوتی حضرت آزاد  
 ان میں سے ایک اور گلی اندام ہو کیوں کو دل سے دعاوی  
 اور ہندوستان کے ادبار پر لا حمل پڑھتے ہوئے گھر آئے۔

امیر زادوں کو فکر معاش اور نوکری کی تلاش

ساقیا می ہلا کے ٹھلایا ہے	سوندھی مٹی کی بھر کے کلیا د
ساقیا تجھ سے اتجا یہ ہے	سیج چلو مجھے تو مدعا یہ ہے
گول کر اک ذری پلا فیون	تاکہ بھرنے میں گٹھے منیون
نظا اٹھایا بہت مسہری کا	اب تاشا دکھا کچری کا

میان آزاد صبح منہ اندھیرے تاروں کی جھاؤں میں  
 بتل سڑا حست سے اٹھے معامل میں ٹھان لی چلو بھی اوجھڑا  
 زخوب میر سپاٹے کئے اب ذری عدالت اور کچری کی بھی دو گلی  
 میر کر آئیں۔ پوچھے تو دیکھتے کیا ہیں کہ ایک سو ورق بارغ ہو اور  
 ہائی چھاؤں میں میل سامع ہے۔ کوئی حلوائی سے میٹھی میٹھی  
 ایتن کرنا ہو۔ کہیں خراپے والا بیٹھا ہو دگلابی حلوا سوہن کا  
 تھے ایک سمت تانے کھاتے ہیں وہ ترقا کہ واہ واہ میں آ  
 نا یہ آوہ آ۔ آدمیوں کا تاشا لگا ہوا ہے بیسیوں نشی مقصدی  
 بنا یوں پر بیٹھے عرضیاں لکھ رہے ہیں۔ رستغیت ہیں کہ  
 یک ایک کے پاس دس دس جھڑ کیے بیٹھے قانون چھا  
 ہے ہیں (ارے نس جی یو کا انٹ سنٹ بگمٹیاں سی کہا ہے  
 ہو۔ ہم تو آہن مجوں تباوت ہیں آدم اسنے اٹھائی جانوں  
 لکھے جو رات ہوئے مورنسی لگی تنک اس سوچ بچار کر  
 لکھو تاکہ بھر یک ٹائی کیا مکدمہ ڈھمسائے جائے تو بار  
 وندھرت ہو دوی کیا اورے لید) یہ زبان سننے ہی میں  
 داد میں نہیں لگے گی نوکری میں مرغ کیا تاشا لکھتے ہیں

دوسرے دن وہ دھوپ میں ملتی جس میں سرگرمی پھیلنے لگی تھی۔  
 دوسرے دن بار پڑا۔ میں بھی تاشا۔ ہوتی حضرت آزاد  
 ان میں سے ایک اور گلی اندام ہو کیوں کو دل سے دعاوی  
 اور ہندوستان کے ادبار پر لا حمل پڑھتے ہوئے گھر آئے۔  
 امیر زادوں کو فکر معاش اور نوکری کی تلاش  
 ساقیا می ہلا کے ٹھلایا ہے سوندھی مٹی کی بھر کے کلیا د  
 ساقیا تجھ سے اتجا یہ ہے سیج چلو مجھے تو مدعا یہ ہے  
 گول کر اک ذری پلا فیون تاکہ بھرنے میں گٹھے منیون  
 نظا اٹھایا بہت مسہری کا اب تاشا دکھا کچری کا  
 میان آزاد صبح منہ اندھیرے تاروں کی جھاؤں میں  
 بتل سڑا حست سے اٹھے معامل میں ٹھان لی چلو بھی اوجھڑا  
 زخوب میر سپاٹے کئے اب ذری عدالت اور کچری کی بھی دو گلی  
 میر کر آئیں۔ پوچھے تو دیکھتے کیا ہیں کہ ایک سو ورق بارغ ہو اور  
 ہائی چھاؤں میں میل سامع ہے۔ کوئی حلوائی سے میٹھی میٹھی  
 ایتن کرنا ہو۔ کہیں خراپے والا بیٹھا ہو دگلابی حلوا سوہن کا  
 تھے ایک سمت تانے کھاتے ہیں وہ ترقا کہ واہ واہ میں آ  
 نا یہ آوہ آ۔ آدمیوں کا تاشا لگا ہوا ہے بیسیوں نشی مقصدی  
 بنا یوں پر بیٹھے عرضیاں لکھ رہے ہیں۔ رستغیت ہیں کہ  
 یک ایک کے پاس دس دس جھڑ کیے بیٹھے قانون چھا  
 ہے ہیں (ارے نس جی یو کا انٹ سنٹ بگمٹیاں سی کہا ہے  
 ہو۔ ہم تو آہن مجوں تباوت ہیں آدم اسنے اٹھائی جانوں  
 لکھے جو رات ہوئے مورنسی لگی تنک اس سوچ بچار کر  
 لکھو تاکہ بھر یک ٹائی کیا مکدمہ ڈھمسائے جائے تو بار  
 وندھرت ہو دوی کیا اورے لید) یہ زبان سننے ہی میں  
 داد میں نہیں لگے گی نوکری میں مرغ کیا تاشا لکھتے ہیں

دوست۔ جی اسی شہر میں رہتا ہوں۔  
 امیدوار۔ کچری میں کھڑے رہنے کا حکم نہیں ہو۔ ہائے کرے  
 میں سے آپ جائے ورنہ میرا سی کو آواز دیتا ہوں۔  
 دوست۔ بگڑیے نہیں بس صرف یہ تو بتا دیجئے کہ آپ کا  
 عمدہ کیا ہے۔

امیدوار۔ ہم امیدواری کرتے ہیں تین مہینے سے بعد  
 کام سیکھتے ہیں۔ اب فرمائے اڑا تا ہوں۔ آٹھوں کا خذ کیت ڈا  
 ترے لکھوں۔ نقشہ چلیوں میں بناؤں کسی کام میں نہیں  
 بندہ روپیہ کی سامی ہیں صبح و شام لاہی جا ہتی ہو گئے تھے تو  
 دھندلے گھاس چیلنا مشکل معلوم ہوتا تھا اب قہرا بگیا۔

یعنی ماسورہ کے دن پوچھنے کے وقت تقریباً تھکے۔ لاکھ کا  
جو کا تقریباً۔ موم کا تقریباً۔ کھیلون کا تقریباً۔ روٹی کا تقریباً۔  
بیون کا تقریباً۔ اندون کا تقریباً۔ لاگزہ تقریباً۔ لاکھون تقریباً  
تاکٹورس کی کمر بلا میں دفنائے جاتے ہیں۔ ارباب نشاط برہنہ  
سر پہنہ یا۔ سیاہ مامی پوشا کھانگہ جو بن کی آگ کو دھری پھر کھانا لکھ  
رو مال نہ اشکون سے بھگونے پلائے۔ لکھ آب گھر سے بھی دھونے پلائے  
کیا جلد ہوا ماہ محرم آخر۔ جی بھر کے حسین کو نہ رونے پلائے

### تندرستی بہارِ نعمت ہے

لکھنؤ کے محرم کی چہل پہل۔ علم اٹھانے والوں کا زور اور۔ مل  
امام بارون کی تیاران صناعتوں کی کلکاران نازک انداموں کی  
بہار جوانی صادق علیخان کی سوز خوانی ارباب نشاط کی بناوٹ  
دکانوں کی سجادت بنویون کی سرخوئی دلیہ ہوا فروش کی دھجوں کی  
تقریب خزانوں کی دھوم۔ تاکٹورس کی کرلائے علی کا جھوم سین آباد  
مبارک کا نور۔ نخت اشرف کا لطف موفور۔ ماتم فاران سید اشہد کی  
گریہ و زاری مومنوں کی اخباری دیکھ کر حضرت آزاد بادل شاد  
طاؤس مست کی طرح جھومتے چوک میں آگئے دیکھتے کیا ہیں کہ پندہ  
میں کم سن لڑکے جزدان ٹھکانے سلیمین دبانے پے جاتے پودے  
آتے ہیں۔ پندہ پندہ رہیں میں برس کا سن اٹھتی جوانی کے دن  
گر کر تہتر جگہ سے خم جیسے تیج ریختہ دم۔ گالوں پر کچل کے بدھے  
کی طرح بھڑیان۔ آگھنٹی ہے میں مہنی ہوئیں منہ پر ہوا نیان جلتا  
محال ہے۔ با آغوشی جھکا ہوا سینہ بہ شانے۔ یہ دند اور شین کا  
اس نئی جوانی میں قبلہ پیری و صد عیب بن بیٹھے پیرانہ سالان  
نوشاید تھک کر لپاتی مینا بھی دبال جان ہو جائے گا۔ بھوکہ رہے

پوچھاتم لوگ خیل کے خیل آتے ہو کہھرے صورت پیل

میان صاحبزادہ بہن سوخت و اندھیرت ہو کہ حضور ان شباب

### ادھر کز درمی۔

طاہر العلم۔ یہ بیچارے طاقت تو لائی، اوکس بل کس کس  
لائین زور کا تو ہو نہیں کہ عطار کی دوکان بچائیں۔ دعا نہیں  
کسی شاہ جی سے رجوع لائیں۔ انکی توجان عذاب میں ہو جس  
برس کس سن میں تو بوی جھم جھم کرتی ہوئی گھر میں آئیں جیسے کسی دکان  
پر ڈھانکھنا چھوڑ رکھا نظارہ بازی کا سبق لوگ زبان کیا جیب  
دیکھے چارہ سستی ہوئی کے مصحف نفع پر نظر سے نئی دھن ہی کچھ دھری  
ادھیڑ بن ہی۔ تیرہوین ہی برس ایک چوکری کے باب یا چوکری  
کے اباجان سے فکر عاشق نے دامن بچھا کھلائی دانی یا ماچھو  
کی فکر ہوئی یہ دہلے پتلے نہ ہوں تو کون ہو سکو بھی جانے دیکھے  
ورزش سے طبیعت نفوذ زدگد سے منزلوں ددستی سے  
اجتناب بخدا مقوی نہیں طرز معاشرت بھونڈا۔

میان آزاد اس تقریب پر تنہا سے باغ باغ ہو گئے دلیہ  
سوچنے لگے کہ ہلے انکی جوانی کیسی برباد جاتی ہے۔ اس زمین  
کہیں حضرت گنج و لکشا سکندر باغ کی طرف نہ لگے دیکھتے کیا ہیں  
ایک فرخ بخش منزل بہت انما دلکش و خوشنما جگہ میں دس دس بندہ  
برس کی انگریزوں کی لڑکیاں اور لڑکے صاف ستھری پوشاک  
زیب تن کئے ہوئے کھیل رہے ہیں سب سیم بدلہ فنیہ میں۔ ایک  
بیڑ کی ٹہنی پر چھوٹا ہودو سرا دیوار کو رہا رہا ہے فریے پھر نہاتا  
ہے ٹخ ٹخ ٹخ دس برس دودھیل سے رہ رہ کر تے تے  
میں چار پانچ گیند کھیلے ہوئے ہیں۔ ایک مقام پر دیکھا کہ سی کا  
سرا ایک لڑکے نے ادھر ادھر دوسرے نے ادھر سے لیا اور کھیل  
زمین سے بلند کیا۔ اور ایک پیاری لڑکی بدن تول کز دھری  
اس یا ماچک گئی دوسری طرف سے لکھ دیکھتے ہوئے گئی  
اسی سے اونچا ہو گیا کئی دھریاں لکھ دیکھتے ہوئے گئی

عشق میں چھوڑ دیتا ہے کہ غلامی کے سلطان و فرعون کے برابر  
ہو کر کھڑے ہوئے۔ دقت و غم سے سیدھے دھڑکتے ہوئے  
ایکایک سے چار ہنگ ہند میں توجہ دینے کی ہمت یافتہ  
ہوئے۔

### گرفتاری کی سبب عجب بہار

ساقیا ہر فیروزہ جام را	خاک بر سر کن غم ایاں را
ادہ دردہ چند ازین باد غور	خاک بر سر نفس نافر جام را
ساغر می بر کف نہ تاز سر	بر کشم این دق ارزق خام را
لرچہ ہنای ست نزد عاقلان	ناخی خواہیم تنگ و نام را

ایسا کیا اب کسی شراب - کیا مطرب کہاں کا رباب - یہاں  
ادہ فصاحت کے نشہ سے آنکھیں چور میں چشم بدور - اچھا  
و ساقی ہو یا نہ ہو - کیا غم ہے مطرب سے واسطہ - دل بہلانے  
کے لئے میان آزاد کا ترانہ کیا کم ہے - اب سنئے کہ ادھر  
منشی سحر ہاتھ میں لے کر قلم زر  
لے کر دسیہ شب کو کیا خارج دفتر  
منسوب ہو اعلیٰ و ذلیٰ جگر

### مہتاب پہ جاری تھا قلم امرونی کا بدوانہ چراغ خون کو ملا بر طرفی کا

سویرے ہی سویرے ایک سوئے آن کریمان آزاد کو اٹھایا  
بکڑے دل دوست - یا حضرت کچھ بسنت کی خبر ہے -  
آزاد - کیا آنکھوں میں سرسوں چھوٹی ہو یا سادوں میں چھوٹی تھیں  
تھے نادان بیان دل سرو پرے زود - جہر جاؤ گدو ہو ہی جہر  
اچھی صفت عکس و عکس کہ آپ بسنت بسنت کا رتے میں ہوش کا  
بکڑے دل سے عمل سرو ہو یا زود ہو لیکن آپ بسنت کی خبر نہیں  
دور دوست چلے جاتے تھے کہ چند آدمی بے جا ہم گفتگو  
کر رہے تھے چلو ہنسنا کھوارن کی مٹان پانچ سے چار لگا پٹن

ہم ہم ہم کر رہے تھے نعل بہار یے میں دن کا ترانہ  
سچ کا سانا وقت اور سپاہی لکھو غنیمت بارشیر و طاغیہ باؤں مار کر  
آن تلخ و ش کہ ساقی ام انجمن شمشیر خاند  
اشہی لندا اعلیٰ من قبتہ العذارا

دہ سب رند ہنسنا کھوارن کی بھی ہر جا ڈٹے ایکے کہا - یہ  
روح مدت نظراتی ہو کچھ بانی  
ہنسنا تو اس فتن کے زندان بلا نوش گندم ناو جو فروش کی قرمت  
واقع تھی - ایک سوندھی کوری کھیا میں دو آتشہ شرابا ذیل دی  
انہوں نے خوب چسکی لگائی - ادب کی بجائی آرائی پیتے ہی لے آئی  
میٹھے تو اٹھنا دوجہ - اٹھے تو چلنا اجیرن چلے تو یہ لوگوں کے وہ  
گنگا گئے وہ رٹ کھے یہ آئے - دم - پانوں بکے تو راسی کی ٹھلیا  
پر گرے ہلکی بساٹ کیا چلنا چور ہوئی تو رمتے کیا میں - ۵

کہ سوزنم برسنگ کہ بیای غم ختم  
اگر ہنسنا مرچ از من عالم جوانی ہاست  
اگر فن کپڑے تر اور ہو گئے - اور ہنسنا نے تاک کر جیت گاہ پر  
ایک یٹپ اس زنائے سے جمائی اور وہ فراموشی دھول لگائی  
کہ ٹرکی آواز سے بھی بھر گونجے لگی مگر عجیب کی بلا دور رسا کر  
فرماتے ہیں کہ - ۵

دھون جہا ہنسنا کی تو ایک دن قلم  
وہاں سے اور قدم چلے تو ایک پردہ سرگرا - ۶ - پادریست لوگر  
دست ہوست دگرے + آنکھوں میں لال لال دھڑے میانی  
اور انکے دست بھی یہ کیفیت دیکھ کر چلے تو دیکھا کہ ہر خون زرد ہو  
انجور زرد - دروہو زرد - رنگین کرے زرد - لباس زرد - کپڑا  
زرد - شاہ مینا کی درگاہ میں دھوم ہو رہی تھی کاجوم ہی ارباب شہ  
کے چکر شے رنگیلے جوانوں کی ریل ریل - صوفیوں اور رندوں کا  
میں - اندر کا کھڑے کی برون کا نگل - دھڑکی میں گلی - ۵



آواز دیکھ کر میان صاحبزادے کے والد کائن کو کوئی  
 امیدوار۔ نوکر۔ کوہ تو بہ کچھ وہ دس کلون کے رہیگا  
 آزاد کیا تو گھر سے نکال دیا معلق کو یا۔ یا کچھ کھٹ پٹ ہی  
 امیدوار۔ ہم ہونا رکھے میں اس میں نوکری کی فکر ہوئی۔  
 آزاد۔ حضرت جسے کھانے کو روٹیاں انوں وہ ستوا باندھ کر نوکری  
 کے پیچھے پڑے تو مضائقہ نہاد۔ تم خدا کے فضل سے خوش  
 خرم فرم حال فارغ ابال۔ زمیندار رو پیہ وائے ہو۔ ملک  
 کیا سوچی کہ دس پانچ کی نوکری کے لئے ایڑیاں گر رہے ہو  
 اسی سے تو ہندوستان خراب ہو۔ ہاے اسی سے ہندوستان  
 خراب ہو۔ واہ سے اوار جسے دیکھو نوکری پر ہزار جان سے عاشق  
 میان صاحبزادے کا مانوا اپنے گھر جلا اپنا کام دیکھو اس پیر میں  
 نہ پڑو۔ عمامہ باندھا اور کچہری میں جوتیاں چھاتے پھرتے میں  
 محری پر لوٹ۔ امانت پر اُدھار کھائے بیٹھے ہیں را اور  
 گھر میں سونے کی اینٹیں بھری ہیں۔ لا اول ولاقہ۔

دوسرے اُمید داری کی نسبت معلوم ہوا کہ ایک صاحب نے جو بھتی  
کا یہ کام اُمید داری کرتا ہے۔ باپ کی کوٹھی چلتی ہے۔ لاکھوں کا دار اُٹا  
بیٹا بارہ روپیہ کی نوکری کے لیے سو سو چکر لگاتا ہے۔ چوتھے درجہ  
سے مدرسہ چھوڑا۔ ادراپر نمیش ہوسے کام خاک نہیں جانتے  
ہیں ڈاکٹر مین لکھتے اُرڈر سر۔ باہر جاتے ہیں تو منصرم حساب  
سے جو چکر مولوی صاحب اگر اجازت باشند۔ آٹھ فورہ یریم  
ہوئی جب سب دفتر والے اپنے اپنے گھر جانے لگے۔ تو حضرت  
جو چھتے کیا میں۔ کیون جی یہ سب چلے جاتے ہیں تو اچھی چکا  
کی گھنٹی تو جی ہی نہیں سکول کی گھنٹی یاد آگئی۔

میان آزاد دل و دل میں سوچنے کے کہ کس کی دیکھیں  
 عیسائی ہوئیں۔ نوجوان۔ میری کہ یہ بھی گھر نام نہاد

پھر وہ پھر وہ سارا کمال پر میں کا جس پر پڑھنے لکھنے کے دل  
 مدرسہ جھوڑا کالج سے فوٹو گرا۔ اس میدان میں کے افسانے میں  
 شاہنشاہیوں کی ٹکری میں دہلی میں افسانوں کے کمال  
 علم و ہر کوئے کے کھیت میں پھیلا۔ اس سے علم نے تم  
 محنت کرنا نہ ہاں جو مدرسہ و تدریس میں جی لگانا دشوار و جابر  
 جم کر پڑھنا حال۔ لا حول ولا۔ یہ سب ہندوستان کے اداوار  
 پر دل ہی۔ یورپ میں دیکھے کہ ایک ایک پیرزل تک توجہ  
 و بد راج انجیل ہے۔ افسوس اپنی تو یہ کیفیت کہ جہاں کسی  
 طرف حال کو قبل تکمیل مدرسہ جھوڑے دیکھا سینہ باش باش  
 ہو گیا۔ دل کو اپنے لگا۔ اکثر لوگوں سے پوچھا کہ بھی ماحول  
 مدرسہ کیوں جھوڑ بیٹھے۔ تو جواب ہی پایا کہ اقلیدس کی  
 شکل سے نفرت ہے۔ جبر و مقابلہ سیکھنا طبیعت پر جبرنا  
 تھا۔ تاریخ یاد کے رہے یہاں تو خدا جھوٹ نبلا کے  
 گھر کے بچوں کا نام یاد نہیں آتا۔ اندازہ دینے کی دم میں  
 مندا باندا۔ ہم بھی سوچے کہ کہاں کی جھجھٹ بھی الگ  
 بھی کرو چلتا دھندلا کر۔ اور لطیفہ سینے مدرسہ جھوڑا اور نوکری  
 کی فکر ہوئی۔ حمامہ اوٹ پٹا لگ باندا اور کچہری میں غراب  
 اس لٹیٹی دستار کے قربان اور اس دشت کے صدمے  
 زمیندار کے لڑکے کی یہ خواہش ہوتی جو کہ کھیتی کو یک ظلم  
 کرے اور کچہری میں گھس پیٹ کر داخل ہوے۔ تاجر کے  
 صاحبزادے کو بھی سے لگی ہے کہ کالج سے چھپت ہوئی  
 کچہری کی ٹکری پر جاؤں۔ مقصدی عمر منشی اس ظلم کے  
 صاحبزادوں کی تو لکھی ہی میں نوکری ہی ملا تھا اعلیٰ  
 حکام اور افسران ذوی الاحرام کہتے تھے کہ اگر یہ لکھی نہ  
 پڑے کہ وہ لکھی کو چلا لگا۔ اور پھر اس میں کوئی



مکمل طور پر چھوڑ دیں۔  
 زینت بن کر کچھ گڑبگڑ نہ بنیں۔

مشتاق و جان نلیک با طغرائے غزلین مبارک  
نگس شیدا کو کہے چشم فغان مبارک

آپ شہنشاہ کمان کا سنگ میل  
آپ شہنشاہ کا سر آئینہ جانی ہو

جیلزنگ آج جانے کو محسوس  
تال دیتا ہر کف برگ کی غل میں

ہمارے بارگاہ عالم خلیفہ کبار میں یہ مسیحی جو اس نور علیہ

کوکا افسانہ زما دینیں سنا ہے  
ایسی کفر سے جو ہر بارش با لاکھ

حسن خاشاک کی مانند ہوں گلشن  
زادہ شیک کا ممکن ہے تیرا دامن

دسترن - فردوسی آئے کو بھیجیں ہو جائے۔ - دھوان پچھے لوسرا  
ٹھنڈی ٹھنڈی ہو کی ٹھنڈی - بادبھاری کے جھونکے سنا سن

پھولوں سے لبریز گلچینوں کی  
سرسوں پھولی ہی۔ عرض یاغ آ

یہ سب باتیں سن کر وہ بے حد غصہ ہو گیا۔

بہارے کی ہمارے کل جعفری کی ہمارے کلین کا چلنا چھوٹا  
ہمارے شاخ گل کی کچھ ادائی۔ سنبل کی خوشگی۔ گلہ کی اعلیٰ  
دنہ کا سنبل سے رنگ۔ شہ کے نذرانہ ہمارے نذرانہ ہمارے

بہارِ سفاکِ زمینِ سفاکِ دلچیز  
جو ان نشا و گلگشت میں محو رہا۔

بادِ مسرت چور لکھنؤ میں ہر گلی کو

سوسن کی زنان درازی۔ شاخ گل کا متانہ دار جھوننا۔ اشجار

طبلے پر قباپ سارنگی کی جھپٹ  
شاہ مینا صاحب کی درگاہ سے

بھارت اور نغمہ سرائی کا انتظام ہو۔ مگر  
سب سے پہلے یہ انتخابی پارٹ گاہ خاص و

نونا لان چمکے ہاتھوں میں پھول کے جام جیسے زندانِ عاشق  
نقارِ نغمہ خیز، نئے موسیقارِ ترانہ ریزہ طوطی کی خوش بانی غزل

عام ہے۔ اللہ اکبر گردن فرار کید  
کہ جیہ طرف دیکھئے آزد ہام عام

نوجوانوں کی وہ دھوم دھام ہو  
جو غٹ کے غٹ جوق کے جوق ہے

کی غزنیاتی۔ کوئل کی کوکو۔ قمری کا نعرہ حق سرور سبحان قدس سبحان  
بہار آئی ہر عالم ہو گل و نسیم و دوسوں پر

جالتے ہیں غول کے غول اڑتے  
وہ ریل کی سیل وہ شوقِ شکر کے الاملا

آئے ہیں۔ وہ بھیڑ بھڑکادہ دم  
ن۔ الحذر۔ ایک دوسرے کو رہائی

عبدالجوش مسرت میں ہے پر کی اٹاتے ہیں۔ غنچہ گل حسن سنگر

دو سراپا سرے کو ڈھکیلتا ہے۔  
چلی آتی ہیں۔ مہ جینان ماہرو

تو ماشینوں کی بدولت گلبرے

ریورلب سکراے بین بہم کے طرے ہرے ہرے پوچھ رہا ہے

غودار میں جیسے کسی سبز تنگلوں کے بلندیوں کی آبا دین

فرار شریف کے گرد جایا گلر خانہ

شکر تو - مندا ہنگ شوخ و شنگ

دوسرے چھوٹے چھوٹے سرور کی اس پہ پہریات سر پر  
 لاکھوں بے عیب و داغ۔ رنگس و گل جنتان کے چشم و چراغ  
 وہ ہر ادا و بے غم و سرا و حسن  
 غمت با غبار کج و محو گلشن

پوشاک از سرتاپا دهانی دو  
خوش خو - مرغیله مو - آئینه زانو

نو۔ نازک اندام نازنین۔ حریف

بوش هر نغمه سخن پند مغان  
کما تجمیع هر جوهر باو زبان

زہرہ جمین یثوخ و سیاک چہ  
غزل خوان کو ہر طاقت لب

ست و چالاک خوش الحان  
زمین گاتی، بدول بہار گلخوار بہار

نئے مضمون اور اگر قیاسی ہو تو کیا  
کھڑا نہ کر سکتے ہو غیب کا دین

تاریخ طبری

ان سے کمزوری ہوا تو ساری نئی دوائے کے

بہارِ بسنت خوش زدن ہو۔ زہدِ مشک کا نشہ بہن ہو جسے  
نزدِ پوشاک زیب تن ہو۔ زعفرانی دوجین اور کیری باجی  
پر عجب جو بن جو۔ ۵

ہے لطف حسینوں کی دورنگی کا امانت  
دو چار گلابی ہیں تو دو چار بسنتی

وہاں سے طرارہ بھر کے چوک پہنچے۔ واہ جی واہ۔ جو ہر نوکی  
وکان پر ایسے خوش رنگ یقین ہیں کہ پھراج پری دیکھتی تو تاسے  
غیرت کے سہرا کھاتی۔ اور اندکا اکھاڑ اہول جاتی۔ دلبر  
میوہ فروش زرد آو۔ نارنگی زردک امرو دچکو ترہ متابی کی بہار  
دکھاتی ہو چھپی ڈوپٹے بجاتوئی ہو۔ مالن گنیدہ ہزارہ زرد گلاب  
کی بو باس سے دماغ کو طبلہ عطار بناتی ہو اور صدائے سے کر  
بھجاتی ہے کہ گیندے کی بہار ہی گلے کا مار ہو۔ حلوئی کھور دے  
کی زرد برنی۔ پتے کی زرد برنی۔ نان خٹائی۔ بسین کے لٹو خوشی  
کے لٹو۔ مونگ کے زرد لٹو۔ خواجے والے پاڑ۔ دال موٹو سیو  
مونگ کی دال بیچتے پھرتے ہیں۔ ایک ایک کے دس دس لیتے ہیں  
الغرض دونوں دل بھلاتے چلے جاتے تھے۔ تو دیکھتے کیا ہیں ایک  
گلی کے نکر پر لالہ بسنت رائے کا ایک خوشامکان ہو۔ اور اس مکان  
میں ایک دلربا دالان ہو اور اس دالان میں عجیب سماں ہو۔  
بانجی ٹوپیاں جمائے بسنتی گلیا باندھے۔ زعفرانی ماسک لگائے  
رنگیلے جوان بیٹھے ہیں اور سانسے ہوشان پری پیکر رشک فر  
زیرین کمر تازک بدن ستمن غنیمت دہن بسنتی چپا۔ زعفرانہ نو بہار  
کی دھن میں بسنت گلاتی ہیں اور کافی انعام کھنا کھن اشرافیاں  
باقی ہیں زرد زرد قلبے زرد جھت پوش زرد جھاڑ زرد  
کنول۔ زرد جھار سے مکان سما سجا یا ہو بسنت انجی نے  
مد دیوار تک کو زرد پوش بنایا ہو مگر ظن گلام کار زرد لباس

آسیرِ عشق کی بو باس جسے دیکھو اسے ملا لگے۔ ہم خوش  
رنگ و عن آس نہ پاس کوئی فانگ آتا نہ ہی۔ سہلہ سہلہ  
کی روح کو شرماتی ہے اور چک و مک کرناں لگاتی ہے۔ ۵

رُت آلی بسنت عجب بہار  
چٹک کو کسم بھوے لاگی سرسوں  
ہر کے دوائے مالی کا چھو ہرا  
میٹھو بھوے انبا بورائے  
گرد آڈائے استاد کے دوائے  
چلو سب کھین کر کر سنگار

کوئی برق و ش انا برق کہتی ہوئی چمک جاتی ہے اور  
میان امانت کی یہ غزل گاتی ہے۔ ۵

ہو جلوہ تن سے دردِ دیو بسنتی  
کیا نفس بہار سے تنگ نہ ہو  
گیندہ ہو کھلا باغیں میدانیں ہر  
نہ زرد دھوپ کے نہ آجیل چھپا  
رُت پھر گئی عالم میں چلی بلو بہائی  
گر پر آئے تو میان آزاد نے ایک اخبار کے لیے مفرور  
دلکش لکھا۔

بسنت کی بہار  
دمید برگ و نال طرب سیا رام  
ہر نو عروس چمن رقہ بہار آمد

امداد کیا روح افزا ہمارے حیلوں دیکھئے زعفران لارا  
صوفی صافی تک مریدِ معجزہ بادہ فروش ہو۔ ہر سمت ۵

بات اچھی چنایا ایسا اسکا مارا

کا خوش ہو بہار بسنت کا وہ خوش ہو کہ ساقی تک دم خوش  
ہے اور کیوں خود۔ ۵

پھر ہم اُنہیں تم سے جو سفروں و دوازیں سے سوتے جا گئے  
ٹھہر گئے جھاگتے راہ کاٹیں سفر کا اندھا کنواں اِغصین  
ایٹھن سے بائیں ابے دل یک لکیشن پھری اور خائنٹ ایک  
فواغے دالے کو بلایا۔

خرائنٹ کھٹیاں کتنے سیر۔ برنی کا کیا بھاؤ۔ نہ تو پیسے کے کئے  
بولو جھٹ بٹ اور نہ ریل چلی جائے گی۔

فواغے والا۔ آج سو دا تو نہیں ہو گیا ہی۔ آپ مٹھائی خریدتے تھے  
یا جھگڑا چکاتے ہیں۔ الغرض تین چار آنے کی مٹھائی لی میان  
لو کھلائی۔ اور سقے سے بانی بوا یا۔ ریل پھر سن سے چل گئی ہوئی  
خرائنٹ۔ بھائی اب سو رہو ہم اسباب تاکتے ہیں۔

اُسکے بعد میان آزاد سے ایسی بیٹھی بیٹھی باتیں کیں کہ وہ  
بھی باغ باغ ہو گئے اور دوست صادق سمجھ کر سیٹ ہے  
لیٹے تو ایسے سوئے کہ تن بدن کا ہوش نہ رہا۔ ۵

بھاگے جہاں وہاں نہ بزن اور کٹ لٹ پٹ کے گھر کوئے تو گھر کا

کئی دن کے تھکے ماندے تو تھے ہی سوئے تو گھوٹے بیکے۔ سردی کی  
خبر نہیں فردوں سے شرط کی تھی خرائنٹ نے وہ غافل کی کہ آزاد  
انشاپت ہو گئے وہ ایک کاٹیاں دنیا بھر کا نیا ریا انکو غافل یا  
تو بوریاد بھٹایا اور چلتے ہوئے اُنھوں نے کرٹ تک  
نہ بدلی جاگے تو کب۔ جب ۵

حریفانِ بدہا خرد و زورمند | تھی خنجا نہ ہا کردند و زورمند

بدعاسی کے عالم میں اترے تو ایشیں کو سر پہ اٹھایا۔ اور وہ  
غل غبار اچھا یا کہ نہیں کو زور نہ آگیا۔ ورو دیوار تھرا گئے ایسا  
دھواں کانپ گئے دیانی ہے سرکار کی۔ لوٹ لیا اب بھی ٹکٹ  
کے پاس جاتے ہیں کبھی کانسٹبل پہلاتے ہیں کبھی ایشیں  
کے کمرے میں غل چلاتے ہیں۔ اسرار و تلاش کیا اگر خرائنٹ

کہاں وہ یہاں سے ۲۸۔ کوس پر تھے روپیٹ کر بیٹھ ہے  
ہا بونے ٹکٹ لیا۔ اور انکو سیدھا راستہ بتایا چلے تو سینہ بریاں با  
دیدہ گریاں یا الٹی کدھر جاؤں۔ ہا خدا چور سینہ زور کو کہاں پاؤں  
پاؤں تو کچا ہی کھاؤں۔ یہ پرولیر کل واسطہ نیا شہر اپنا نہ پرایا۔ خوش  
نہ میگاہ۔ ایک قدم تک چلنا دو بھر تھا۔ مگر قہر و ریش برجان

در دیش۔ ناچار ٹھوکرین کھاتے چلے جاتے تھے۔ ایک چور راہ  
پر کیا دیکھتے ہیں کہ سامنے سے ایک جوان طننا زور کا بٹنکی گھوڑا  
پھیسکا جلا آتا ہی۔ اور دغا پسند ایسا سر پٹ جاتا ہی کہ ہوا

اُسکے غبار تک نہیں پہنچتی۔ ایک کونے میں دبک ہے کہ  
ایسا انوکھیں جھپیٹ میں آجائیں۔ اور وہ پشیمک کھائیں کہ  
ہاتھ پاؤں ٹوٹے یا سر جھوٹے۔ اتنے میں سوار کے کچے پر  
آن کھڑا ہوا۔ جھٹ گھوٹے کی باگ روکی۔ اور انکی طرف

نظر بھر کر دیکھنا شروع کیا۔ یہ چکر لے کر اتنی خیر۔ یہ شخص تو  
بے طور گھور رہا ہی۔ خدا بناہ میں رکھے اب ہنر دیا ہی جاتا ہے  
موسے پر سو دڑے۔ اُس سوار کی قطع وضع پر جو اُنھوں نے  
نظر ڈالی تو دیکھا کہ آدمی شریف خوش پوش حسین وحیہ اور جری  
ہے اور گھوڑے پر تو ایسا جتنا ہو کہ سبحان اللہ۔

جوان۔ کیوں حضرت آپ کسی کو پہچانتے بھی ہیں۔ میں بھول  
کے قربان۔ خدا کی خان۔ آپ اور ہم کو بھول جائیں۔ یہ  
معاملہ کیا ہے۔

آزاد۔ میان تمھیں دھوکا ہوا ہوگا۔ میں صورتِ شہنامی  
نہیں میں تو ایک غریب الوطن غمزدہ۔ دل شکستہ خستہ و  
خراب مسافر دیسی ہوں۔

جوان۔ کیا غمزدہ! تمھارے دشمن۔ دل شکستہ! خدا  
نہ کرے خراب و خستہ! جو تمھاری طرف دیکھ نہ سکے۔

کا اندھے پھر سے مگر کو بوج دے (روت آئی بسنت عجب مبارک)  
کی تان اڑا رہی میں اشاروں میں سامے نکلتے سر بستہ تیار ہی ہیں  
ہر ایک تان جانسان تان سین کی روم چہر قربان۔ نور کے گلے  
نور کی آواز۔ بلا کا باز قہر کا انداز۔ مطرب کی ناخن بازی پر دل ٹوٹ  
ہی۔ ارباب نشاط کے رقص اور ٹھوکر سے کلچے پر چوٹ بھی رقص  
کا وہ سہانہ پنہا کہ عاشقوں کا دل بھی گنگنا نے لگا۔ ۵

آفت جلن ہی تھا اس کو گل اندام رقص ساتھ ہر ٹھوکر کے کرتا ہی ہمارا کام  
جی اٹھے مرنے ہزار دن سکے گنگنا کی واسطے زندگن لایا موت کا پیغام

سازلیان ہان میں ہان ملانے کو تیار۔ واہ بیوی اس خوش بھالی  
کے نشا طیلہ نواز کمر بستہ خد شکر دار۔ گرد آگوش تماش بینوں کی قطار  
دوسری جانب تو تال حقانی غزلین کا تے صفیہ دل کو مجھ میں  
لا تے ہیں کسی اہل دل کو حال آیا کوئی آنکھوں میں آنسو بحر لایا  
ہو حق کا نفرہ بلند ہی۔ سرود وغنا کا لطف دو چند ہی۔ ایک سمت  
ساقون کا گرم ہاتھ۔ دو کا بین دھوان دھار۔ چلم پر چلم بھری  
جاتی ہی۔ دم پر دم پڑتے ہیں۔ ناتوان نوجوان نشہ کے نور میں  
عجیب بوج سے اکڑتے ہیں۔ بسنت نے بھی اچھا رنگ لگایا  
چند تو باز دن تک زعفرانی بنایا ہو لباس در کنا جسم تک زعفرانی  
ہیں۔ بیمار دعا مانگنے آئے تو وہ بھی یرقانی ہیں۔ بگھیوں کی  
آمد رفت سے وہ دھول وہ خاک وہ گرد وہ غبار ہی کہ دم لینا  
دستوار ہے۔ سانس باہر نکلتے جان چراتی ہی کیوں نہ ہو آخر ہولی  
خاک اڑاتی آتی ہے۔ اسی طرح بسنت آیا ہولی بھی آئے  
قلم جادو رقم جی کھو لکر خاک اڑا لے۔ ہمارے رنگیے جانوں  
کے سنگار ان میان آواز اور رنگے دوست بسنت کی ہمار  
بیرون کے نکھار۔ مجھینوں کے سنگار میوؤں کے ہنار  
بادہ نوشون کی نکھار۔ کماروں اور کماروں کی جاتی ہزار۔

نیم شک پر زعفرانی نیم ہفت ہوشان کا انداز زعفرانی ہوش  
کی تھار۔ جلسہ مرت آند۔ زردند لباس عطر کی بو باسی  
دکانوں کی بناوٹ کروں کی سجادت۔ قتلوں کی نازک انڈا  
مطربوں کی جادو طرازیان۔ خوش گیون کی افغانیاں عاشق تون  
کی نظارہ بازیان دیکھ کر چل مکرٹ ہوئے تو ایک  
نئی قطع نئی وضع کے بزرگوار سے مد بھڑ ہوئی نئے عیار  
بڑے تجربہ کار۔ بڑے جہان دیدہ۔ بڑے سن رسیدہ بڑے  
خرائٹ گرگ باران دیدہ۔

خرائٹ۔ آئے آئے یوں آئے۔ اسی حضرت ملک سے  
بندہ درگاہ کو نفرت ہی۔ ۵

اگر بر سر بدست من نشینی | انا زت بکشم کہ ناز نینی

خوب لے دامد شریف کی صورت پر عاشق ہوں چین واپس  
خفتن دختین۔ سمرقند اور خجند۔ تاتارا اور سزدار۔ لاسا اور  
کوکانا ہند اور سندھ سپانیہ اور مایہ روم و شام۔ طوس و حلیم  
کوہ قاف اور موسی بات۔ انفرس ساری خدائی کی۔ بندہ  
درگاہ نے خاک چھانی ہے اور تو یا رہا جانی ہے۔ سفر کا حال  
سنگار دیوے چھین دل خراش سینہ پاش پاش روئیل کی لائی  
بھری برسات میں طغیانی۔

شاہوکی وہ جاہو تاجدارو کی ہی | مسکن پس مرگ ذی وقارو کی ہی  
وان دین و سا کا حوصلہ سیت ہے | رفعت یہ مصر کے منارو کی ہی

یہ تقریر سنکر آزاد کے ہوش پتیر اچھے سمجھے کہ کوئی یا گل بوجھ  
کا ساتھ ہوا۔ وحشت دل کا علاج ہاتھوں ہاتھ ہوا۔ یا کوئی  
مقدس بندہ گامین۔ معرہ تجر بہ کار میں۔ مگر جنوں کے ایسے  
آنا رہیں اتنے میں خرائٹ نے پھر بڑ خرم کی۔

خفا خفا۔ سفیدار۔ عرض خاکسار۔ ہم سو میں تم جاگو

سچے کہ یار سے کہیں یا چکے سے چلیں کسی کا خون کلاں  
میر نہ کوئی بویا بدھنا سمیٹ جنگل کی راہ لیں کہیں نہ مینوں اور  
سفری میں سر زمین گردل نے سمجھایا کہ جائیں دیکے کی چوٹ  
کا جلکے۔ محلہ والوں کو جتا کے ورنہ کہیں اڑوسی پڑوسی کہیں  
کہ اچھے لوٹیا جو رتھے آئے تو اس طرح جیسے ہو پھل گئے تو اس طرح جیسے  
سگ زرد بردر شفال۔ آخر کار دل میں ٹھان لی کہ جائیں گے  
اور بیچ کھیت جائیں گے گویا سے مانی اضمیر نہ پھپھائی گے۔

آزاد۔ حضرت سلامت لے بس اب رخصت۔ ایک جگہ بیٹھے بیٹھے  
پھونپھونڈی لگ گئی پائون شتلاق دشت نور دی ہیں بادہ سفر  
ختم کدہ دل میں جوش زن ہے گلگون خیال جولا نگاہ بادیر پائی میں  
شک پویہ ہے۔ عشر مکہ میں دو چار دن خوب کچھ ٹٹے آراے  
پلاؤ اور زلف پر بڑھ بڑھ کر سٹھے لگائے۔ مگر اب یہ صحبت کا  
کھاتی ہے طبیعت چاٹ ہوتی جاتی ہے۔ یہاں شوق شراب خواہش  
ساقی۔ یار زندہ و صحبت باقی۔ ۵

اب تو جاتے ہیں بنگرہ سے سیرا پھر ملیں گے اگر خدا لایا  
یار۔ نیا رنگ لائی گلہری۔ کیا دماغ پر گرمی چڑھ گئی۔ یخون  
نے زور کیا اب کی فصل بہار خیر سے گزرے تو تربت مجنون پر  
پھولوں کی چادر چڑھانا نہیں دشت کا کیا ٹھکانا۔ ہوش کی بائیں کھجک  
ہمت و دشت کی نہ لیجئے۔ جانا اور آنا اور ملنا اور ملنا کیا پھر  
ہوے البتہ ملتے ہیں۔ ہم تم تو آنے سانے بیٹھے ہیں  
آزاد۔ ہم تو اس طرح جائیں جیسے روح تن سے یا جوانی کا  
بل بیرون کے بلن سے۔ بابوے گل جہن سے یار زندہ و  
کی رسم میں سے۔ ۵

در دیش روان ہے تو بہتر  
مقل اور بیون کا سنا کیا  
آسیب دریا سے تو بہتر  
مٹھی میں ہوا کھانا کیا

مگر شکر بیان خبریں چیرہ ہر کو سفر و جنگل کسیرا مبارک خدا مافلا  
کب سیکدوش بہت قیدی زندان وطن  
بلے گل چاندنی ہر باغ کی دیواروں کو

جب میان آزاد نے دیکھا کہ ان کے یار بھی دھن کے کپے  
ہیں تو بات ٹال دی اور قہقہہ لگا کر کہا (اے واہ حضرت  
نہ بجانے میں) ع

ابو سودا نے ترے در پہ بھجایا زانو

بیٹھے تو ایسے جیسے نقش قدم اٹھانا پر موقوف (الغرض تو تو  
عقبہ کو کے اکوٹالا۔ جب وہ خراٹے لینے لگے تو خدام بادب  
مانگا کا فذ دوات و خامسہ جھٹ پٹ موزوں کیا یہ نامہ  
بکڑے دل کے خدمتگار کو میان آزاد نے یہ نامہ منظم دیا  
اور جل کھڑے ہوئے۔ ۵

اُکتا نیامی بیان سے بھائی  
ایسی صد ہا پڑی ہیں افتاد  
گردش میں ہر اندون جواہر  
کیا تم سے کہوں میں یا کیا ہوں  
چھپرہ دھرا ہے عیش و آرام  
بس یہی لطف زندگانی  
چشمہ نہ سے تو سہیں ہو آئے  
اجسام میں دل چلے تو بہتر  
گردش سے زمین اوج پایا  
کھلتے ہیں کہیں وطن میں  
ہر چند کہ صورت سقر ہے  
ہر رنگ گل کھلتے ہیں  
جو عہل کہ خوشنا نطق آئیں

پھر چلنے کی دل میں جھک سائی  
روکے سے کہیں کے میں آزاد  
پائون پر سوار ہے سپہر  
چلتا پڑا بنا ہوا ہوں  
سیاحوں کو ایک چا پ کیا کام  
دانہ ہو نیا نیا ہو پانی  
خیر نہ چلے تو مورچہ کھائے  
گردش خون میں رہے تو بہتر  
افزون ہوا ہر دم سے پایا  
کیا قدر گھر صدق کے اند  
پر گلشن بخیلان سفر ہے  
میون سے شجر سے لے کر  
جہر جہر کے وہ جلیوین لیں



ان میں وہ میں نہ ملتا تو خدا ہمارے بھائی کی حالت میں چلو  
اللہ نے بڑی غیری - کپڑے تک اتارے گیا - اور آپ کو  
ہوش ہی نہیں، بخیر -  
یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ ایک شخص نے میان آزاد سے کہا  
بوجھار کیون قبلہ اولہ تمام کو خالی پیتے ہیں یا سوڈا و اڑ ملا کر  
اکشاہنرون میں تو ہم نے نمینڈ ملا یا ہی - مگر اولہ تمام کا حال نہیں  
معلوم) شراب کا حال سننا تھا کہ آزاد کے بدن پر دو ٹکٹے لکڑے  
ہو گئے اور بڑی دیر تک حضرت لکچر دیا کیے کہ خبردار شراب پینا  
ورنہ دھوبن کان پکڑے گی کلوارن دھوبن جریگی - آبرو خاک  
میں مل جائیگی شراب خوری ستم ڈھالے گی - انرض وہ جوان اپنے  
محسن میان آزاد کو اپنے گھر لے گیا - ۵

نہ تو شیشہ ہی ملا اور نہ ساغریا یا  
ساقیا لے تری محفل سے چلے بیویا یا

میان آزاد اور کہیں دو دن جم کر ٹک دایش - حاذق کیا  
جمال ایسے سیلانی اور کسی خاص مقام پر رہتے تھے مابین استغفر اللہ  
انکے پاؤں میں تو پر کار کی گردش تھی - چلتے پیر کی بیعت لائے  
تھے - سیر ہو سانا ہو - سفر ہو رہا تھا تو وہیں آئے ورنہ  
پاؤں سوچ کر کیا ہو جائے - بھی دعا کیا اٹھی بات ہے  
ایک دن اپنے لنگوٹے یار کے ساتھ رنگ ربیان منار ہے  
تھے اور خوشی کے شادمانے بجا رہے تھے کہ دفعہ ان کے  
پاؤں پر سینچر سوار ہو اچھڑا تھا عقل کو روٹھے اب تو شیشہ  
دور سے اٹکی دکھائی چل چلا ڈلگ رہا ہی - لمحے کھجوتے گئے  
جوتے پر جوتا سوار ہو گیا سفر کا جتنا سر پہنچا بیجا باد پیرانی کی  
دھن مٹی اندری وحشت - ۵

دھن آواز جن بنو نہ ہو کر کھائی - اثرہ فاروقی پھر تلام ام اکبر

یہ کہہ کر وہ جوان طنز سمند باد رفتار سے اُتر پڑا اور زبان اُگاد  
چھٹ گیا - میان آزاد ہر صحت میں کہ اٹھی کیا اسرار ہوا  
مسکرا کر کہا کہ یار تم ہمارے ہم کتب ہو - یاد ہی کالج میں ہم تم  
ایک ہی درجے میں پڑھتے تھے - وہ کشتی پر ہوا کھانے جاتا  
اور دریا کے منہ آؤانا - وہ مداری خواہنے والا وہ اقلیدس کے  
وقت اُڑ بھاگنا - منطق سے جی چراند سب بھول گئے تب تو  
میان آزاد خوب ہلکیر پھرتے اور رو دیے - یونٹھی! -

جوان - محققین یاد ہو گا کہ جب انٹرنس کا امتحان دینے کو تھا تو  
میرے پاس دس روپیہ کا ٹھکانا تھا نفیس بھیجتا - سرگوان  
پریشان اور ہر طرف تلاش زمین بھٹکتا پھرتا تھا کہ راہ میں اسٹال  
کے پاس تالاب پر تم سے ملے ہوئی اور تم نے میرے حل زار پر  
رحم کر کے دس روپیہ کی فکر کر دی - درجہ اول میں بندہ پاس ہوا  
اور پھر بھاری پرورش سے بی - لے تک پڑھا اور ڈگری پائی  
اب میں یہاں دو سو روپیہ ماہواری پاتا ہوں اور بھاری  
بدولت دندنا تا ہوں لیکن بھاری صورت سے مایوسی اور  
برستی ہے اسکا کیا سبب ہے -

آزاد نے اپنا سارا ڈھیر اکھٹا کر لیا اور کہا کہ بھی تو ہی اس کا  
وقت پر آئے آیا -

جوان - استعجاب ہو کہ ایسا تجربہ کار آدمی اور اتنا جھونڈا پکڑ  
کھائے اور ہر دن میں آجائے - ارے میان مسافر کا اعتبار کیا  
ریل پر بڑی ہوشیاری لائے ہے - مسافر خالہ جی کا گھر نہیں  
کاتے سے درست آٹھن کا ٹھوکتیت ہونا چاہیے -  
اب کان پکڑو کہ بھر کسی مسافر کی دوستی کا اعتبار نہ کریگے لاجل  
قوة - دعا موقت بھاری حالت دیکھ کر ایسا رخ ہوا ہو کر  
باہر - تم تو ساری زندگی کے یار رہے تھے - ایسا بھانپا کھائے ہو



جسکا اندازہ نہ ہو رہا کہ کیا کرے گا۔ پائے اور وہ باپخون  
 اس کی شاعری پر غش آتش و تیر کے رقص و سرور پر غش غش کرتے  
 تھے۔ ناسخ کی بلاغت۔ انیس کی فصاحت۔ ذوق کی شمیم  
 غائب کے کلام ادق و خیالات نفیس۔ تو من کی زبان سلیس میر  
 استادانہ کلام کی بڑی بڑی کوثریں کرتے تھے۔ اب فریضہ فیصلہ کرنا  
 رہے بھٹیاریں جھگڑا اچکانے سے رہی۔ بھٹیاریں لکھناں چھلنا  
 ہمارے شاعری علم دریا ہو۔ آخر کار فریقین کی راے یہ قرار  
 لی کہ شہر چلیے جو پڑھا لکھا آدمی پہلے سے وہی حکم جو کہدے  
 آنا و صدقہ منظور۔ سب ہاتھ پر ہاتھ مارا چلے ہی کوٹھے کہ  
 بھٹیاریں نے اُنکو لٹکا را اور چپک کر میان جواد کا دامن لیا  
 بیان یہ تھے کسی اور کو بتانا۔ ہم بھی اس شہر میں اتنے بڑے  
 ہوئے ہیں ہوں تو ابھی ایک رڈ کی گلی کے برابر لی سیکڑوں ہی کوٹوں  
 ہاپانی بی ڈالا پہلے کوڑی کوڑی بائیں ہاتھ سے رکھ چلایے  
 پھر اسباب اٹھائے اور شریف کھسکائے۔

علامہ سیکھت یہ شریف بھلے مانس ہیں۔ دوپے کو باطل  
 کہیں شرفا ایمان بچا کرتے ہیں۔ جلودامن جھوڑو ابھی  
 دم کے دم میں آئے۔

بھٹیاریں۔ اس دم میں بندی نہ آئے گی۔ ایسی باتوں  
 میں نہ آنے کی ایسے بڑے ساہوکار کھرے اسامی ہوں  
 ایک گنڈا چپکے سے نکال دوں۔ اسے واہ میان۔ بڑا کھرا  
 من دکھاتے ہیں۔ یہاں اس ۱۹۔ برس کی عمر میں ہزاروں  
 ہی چراڈا لے ہونگے۔

وقاد۔ یہ مڑی ہو یا بھٹیاریں۔ عورت ہو یا ڈاؤن۔ اُری  
 ساری صاحب خدا اس سے چھپا چھوڑا دور نہ ریش مبارک  
 پر ہاتھ ڈالا ہی چاہتی ہو بھی ایسی بھٹیاریں دیکھی نہ ہستی۔

بھٹیاریں۔ میان کچھ بید سے تو نہیں ہوتے ہو یا بیانی  
 ناگہ کرکھر سے چلے تھے۔ یہ لام کاف ڈری زبان سے  
 نہ نکالو۔ ہوں چھوٹی تو کیا ہوا پر بس کی گاٹھ ہوں میرے  
 کا سے کامتر نہیں۔

میان جواد آدمی تھے صلح کل جب انھوں نے دیکھا کہ  
 میں دھڑکے گئے تو کہا بھی تم باپخون جاؤ ہم بیان بی مترانی  
 کی تشفی کے لئے بیٹھے ہیں اور اسی ہانے پر ابھی جیتے  
 جائیں گے تم لوگ پیٹ آؤ۔ خیر وہ سب تو ادھر چلے اور جواد  
 سر اس میں زیر جرات است بی بھٹیاریں رہے دو چار منٹ بعد  
 پکارتے ہیں کہ بی مترانی۔ بی مترانی۔ میں لیٹا ہوں کہیں اسیا  
 ہو۔ پیٹ میں چوبے دوڑیں کہ رو چکر ہوے پھر ترن منٹ  
 کے بعد گلا بھاڑ پھاڑ کر چلانے لگے۔ بھٹیاریں بھٹیاریں۔ ہم  
 بھاگنے والے اسامی نہیں تم بفکری سے دال بکھا رو جب  
 بار بار انھوں نے چھپرنا شروع کیا تو وہ آگ بھجھو کا ہو گئی۔

بھٹیاریں۔ میان میں ایسے دو پیسے سے درگذری۔  
 ملی بخشے جو ہاں لندو رہی جیے گا۔ تم نے تو غل مچا کر مریم کلیم  
 بکا دیا ناکون دم آگیا۔ آپ جائیں بلکہ بھٹیاریں سمیت دفان ہوں  
 تو میں خوش میرا اندر خوش۔ یہ بات وہ بات کالام سے ہاتھ  
 او واہ دیکھی تیری کالپی اور بادوں سے اُجاڑ میان ہوں  
 ابھی جمعہ جمعہ سات و آٹھ دن کی پیدائش۔ مجھے تو گڑی گنتی  
 بھی نہیں آتی کل ناک پر تو کھی بیٹھنے دیتی نہیں۔

ادھر تو میان جواد سادہ ولی سے بی بھٹیاریں سے  
 چل کر رہے تھے ادھر بھینے وہ باپخون سرا سے چلے تو  
 راہ میں سناٹا۔ آدمی نہ آؤ فردا چلتے چلتے ایک مرد قہر  
 بارش مخضب سے دو چار ہوے۔

برہمے طبعیت دل کبھائیں  
گل سے تو مرادیاں پیش  
نا فہم کرے سفر کو مٹھوں  
لیتے ہیں خبر اندھ اندھ کی  
بھر سیر کی ٹھن گئی ہو جی میں  
سیٹی بجی بل کی مری جان  
اب تو اپنی جگہ سے ہٹے

کہا میں خود غیر کو کھلا میں  
میوؤں سے غرض ہو علم اور  
جانے کیا شیخ نفع صابون  
اب بھرتے ہیں سیدھیان سفر کی  
ہم کو تو مزہ ہے دل لگی میں  
لو جاتے ہیں اب خدا نگہبان  
جیتے ہیں تو بھر ملین گے تم سے

میر صاحب - یہ تصور ہی کا حصہ تھا حاصل زمین - بارگاہ  
کیا خدا او طبیعت باقی ہو - داشت کیا دہن کی رہائی ہو پھر  
فرمایے گا حضرت خدا کی قسم قلم توڑ دیے کیا روز مرہ ہو رہے  
اس بول چال کے صدمے - داشت کیا خوب قسم ہو - تو بیان  
اچھل رہی ہیں - کوئی جھوٹا ہی کوئی وعدہ کرتا ہو -

آزاد - میان سنو - ایجا نب اس شاعری کے قائل نہیں ہیں  
ہمیں نہ خیر یہ کلام پسند ہے - یہاں اس شاعری کے معنی ہی سمجھ میں  
نہیں آتے آپ لوگ تو زبان پر مرتے ہیں اور ہم خیالات پر  
جان فیتے ہیں - ہائے شاعری تو انگریزی پیغمبر ہو - نہ خیر  
نہ خیر دے نہ خیر کمان پائے - گل و بلبل کا عشق دان پائے  
کے قد کو تار بنایا اور در پردہ کل طویل اسخ کی بھتی سنا

فہامی - اٹھا آپ نہ خیرے میں اینیے اور دیرینہ  
سنے تھے اب نہ خیرے پیدا ہوئے غضب خدا کا ایسا کلام دش  
پسند نہیں یہ اُن شعراء کا کلام فصاحت الیام ہو جو غیر شعر گو  
تھے - جنکا سب کلمہ پڑھتے ہیں بلکہ خدا سے سخن تھے -  
آزاد - بندہ صاف گو صاف باطن آدمی ہو لگی لٹی نہیں رکھتا  
یہ شاعری نہیں ضبط ہو بے نکالین ہو مبالغہ ملی تو کتنا کچھ ٹھکانا  
ہے جھوٹ کے چھپڑا دیے لے اب کان کھو لگو نہ خیر یہ کلام  
اسپردہ فریالشی مقدمہ پڑا کہ سر اچھر گورخ اٹھی - پیٹ میں  
بل پڑ پڑ گئے - بڑی دیر تک ہنسی ضبط نہ ہو سکی -

فہامی - داد قبلہ - ابکی خیریت کے صدمے ابھی گور پڑا  
آزاد - حضرت شیخ کیا جانیں صابون کا بھاؤ - اندھے کے آگے  
رہا اپنی آنکھیں کھنا چھینس کے آگے میں بجائے چھینس کھڑی پگڑائے  
میان آزاد نے اپنی جو شاعری کی تعریف کے وہ بل باندھے  
کہ جملہ کلام پٹ جائے - تعریف کیا ایک سمندر کا سمندر تھا

یہ لکھ کر خدا نگار کو دیدیا اور کہا جب میان جاگین اُنکو دیدینا  
اور حمامہ باندھ کر پڑے ہیں کرکس - جو کس ہو گئے یہ جاہ جا -

### نہ خیر یہ شاعری

میان آزاد ایک مرتبہ سیر کرتے ہوئے ایک شہر میں داخل  
اور ہوٹل میں فروکش ہوئے جھپٹے وقت ہوا کھانے چلے تو دیکھا  
سرا کی ایک کوٹھری کے برآمدے میں چار پانچ سفید پوش فرشت  
مکلف بریٹھے عظیم اُتھد خانی تھے مشکبو دھوان دھارا اڑا رہے  
ہیں اور گلوڑی جبار رہے ہیں - مگر سب موزوں طبع شعرا  
نازک خیال و شیرین مقال - حامی - علائی - فہامی - وقاد  
جواد - ایک شاعر نے کہا کہ بھی ہم مینوں کے غلص کا وزن  
ایک ہی - علائی - فہامی - اور حامی - مگر تم دو ہی ہو - وقاد و جواد  
ایک شاعر اور آجائے تو جھگڑم کی خوب ٹھہرے - اتنے میں  
میان آزاد ترڑے ہو بیخ گئے - این! آپ کون - شاعر غرا  
بوجھا - آپ تخلص کیا کرتے ہیں - فرمایا آزاد - تب تو ان سب کی  
با چھین کھل گئیں کہ اچھا کافیہ ملا صاحب - اب جواد - وقاد  
اور آزاد یہ متن شعر ابھی ہم کافیہ تخلص والے جمع ہو گئے ابھی  
خوب آئے داشت آپ کی کسرتھی - اب شعر خوانی ہوئے لگی  
ایک شعر پڑھتا ہے ماتی داد پتے ہیں - ای سجان اٹھا

سب اور ان کے یار و قدار کا حال زار بخیر سے یہ جو محبوں  
 ٹوکے گروم آکھیں ملتے پلنگ سے اٹھے تو سب کے سب  
 نائب قتلہ۔

### میان جواد

وہ شعر ادا لگی دیکھنے کے لئے اُس دن سرانگے تاکہ میان  
 واد اور بھٹیالرن یوں گھنچا ہوا اور یہ دل لگی دیکھیں بھٹیاری  
 سے ملکر اسباب بھی غائب کر دیا۔

جواد۔ غیاث (خدمتگار)  
 خدمتگار۔ حضور انبیاء۔ انبیاء۔

جواد۔ این! یہ کیا ستائی۔

خدمتگار۔ پروم شد غلام کی تو جان پر بن آئی۔

جواد۔ یہ جان پر بن تاکہ کیا۔

خدمتگار۔ خداوند محل سے گئے اور اسباب بھی کھسکا دیا۔

جواد۔ یہ پہیلی تو ہمارے فرشتہ خان کے بوجھے بھی بوجھی نہ جائے گی۔

خدمتگار۔ جب آقا پر اور کچھ ڈھونڈ بھیے گا تو قلعی کھل جائے گی۔

جواد۔ کیا آقا بادل پر کچھ بھی غائب ہو۔

خدمتگار۔ جی حضور زنا اٹھیے تو میان وہ لے لے کے چلے دیے۔

جواد۔ ارے تم نے جانے کیوں دیا۔ ٹانگ کیوں نہ لی۔

خدمتگار۔ ٹانگ لینے کے لیے گلڈاٹک بالے۔ آپ تو پاس لیٹے

ہیے تھے آپ نے ہی لیٹوایا ہوتا پھر آپ بن ناسق کو خدا ہوتے ہیں

تب تو حضرت بہت ہی گھبرائے۔ رنگ فق ہو گیا چوڑا نہ ڈھونڈنے

گئے۔ انحضرت کنولن میں بانس پڑے گرا کچھ تھانہ نہ بانی تودہ

شیخ بھٹیاری کیا لائق حضور ہم سے اول ہی کہلائے گا کہ حضور رحمت

پروردہ سب کے سب ہر شب غور نہ ڈال کے ٹوٹے ہیں

بادی خانہ چٹ کر طیس اور گوتھے ڈکا دیک نہ لین حضور

تو غمی غمی دو چپا تیان کھانے والے وہ بڑھ پھڑک رہے تھے لگانے  
 والے وہ تو کہو سے آفتابے ہی کے اٹھے کئی نہیں وہ تو بڑھ  
 چٹ کر جاتے۔ میان جواد مسرہ پن میں طاق۔ ضلع ملکیت میں  
 مشتاق دل لگی چل میں شہرہ آفاق تھے مجھ سے تک ملا  
 گردن ہلا کر ایک نامہ لکھا۔

اے انجن ریل رہ نودی

اے کاگ جنسہ بونڈ

اے رشک خرام ریل گاڑی

اے درنگ دو پرنگ دودل

اے یرکمان ملک ایران

اے جوش اُبال گرم ہڈی

اے ریگ روان دشت خجانی

اے خضر کوئے ہامون دشت

اے شوخی نازمہ حبیبستان

بعد از مشق لقاے صوری

کیون جی ہی شہرہ دہشتی تھی

غیر دن کو تو راستہ بتایا

چار آکھوں کی تھی فقط موت

دشت نے جو ہاتھ پاؤں ہسلا

تم کیا کرو تیرھوین ہدی ہی

معلوم ہوا کہ تم ہو بے پیر

جس جاسے چلا کہیں نہ اٹکا

جو کھم دیکھی بہت سفوتین

بر باد کرد نہ نعت جان کو

کچھ کام نہ آئیے یہ غم دم

وے بھیکہ چھکڑا دو بردی

وے برق جنسہ بریگیڈ

وے روکش ٹانگن پہاڑی

وے گولہ توپ جنگ کابل

وے بریش خجہ صفا ہان

وے قلعہ بوزل براندوی

وے چگاری سنگ چٹاق

وے رشک جہانیاں جہان

وے طرز خرام نازنستان

دو دو باتن سنو ضروری

جو کچھ مرے سلاخ آپ نے کی

یا رون سے بھی راز دل چھپایا

بس دیکھ لی آپ کی محبت

ایڑی گھسنے کو تلے کھلا لے

بدلائشکی کا بھی بدی ہے

چلنے میں کڑی کمان کے تیر

یہ پاؤں ہیں یا گڑی کا کھکا

نقطے کا ہے بل سفر حق میں

صحرا کی نہ خاک و حول بھاگو

غربت میں نہ غم رہیں نہ ہدم

حامی - السلام علیکم -

مقدس - وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ -

حامی سیاح حضرت مولانا ایک مسئلہ حل کیجئے تو احسان ہوگا  
مقدس - عرض کروں پیر و مرشد فاسار ایک ذرہ بمقدار  
اضعت العباد یحییٰ زنجیران دبستان نادانی کا ابجد خوان خاکیا  
سخنوران نامی زہر بائے خوان مسجدی و حامی - خاک زیر کوب  
ناکامی ہو پس غالمب بخلاب مولانا فرماتا اضعت العبادنا ہنیر  
تنگ انام ردخلان مستحکم کو صریح بنا تاہی مولانا ہونا ایک امر  
ہی ایس دشوار - فاجبر و یا اولیٰ از ابصار -

حامی - آج خدا ہی ہمارا حافظ و ناصر و حکم بھی ملے تو ایسے  
واہ ری قسمت کی خوبی - قبلہ اگر اسی طرح دو چار بار لکسا کر  
بایتن کیجئے گا تو بھور ہو جائے گا اور دھڑا بچائے کو بھٹکار  
فحاش دکھائے تو عجب ہنیں - ہم دو پٹی بات کے عاشق ہیں  
سینے آپ اس وقت قاضی اور آپ کا گھر کے چوہے سیانے  
آپ ایک امر متنازع فیہ کا فیصلہ کر دیجیے اور دولت خانہ کا راستہ لیجئے  
اور ہم سب کے جد امجد کے جد امجد اور انکے نانا جان کے جد امجد  
پر احسان کیجئے - وہ یہ کہ یہ حضرت آزاد پر خیر شاعری  
کا جذبہ کرتے ہیں اور ہم چاروں اردو شاعری پر  
جان دیتے ہیں -

مقدس - یہ تو کوئی غور طلب مسئلہ اوق نہیں کر غور و تحقیق  
کا محتاج ہو - آپ چاروں کا نکل عبث ہو آپ سیدھے دارالشفاء  
جائیے اور تھک کھو جائیے شاعری پر جان دنیا کا عقلائے دہر نہیں  
نفل حقارے روزگار ہی - جان عطیہ حضرت ایزد کردگار ہے  
اسکو کسی کی راہ میں صرف کرنا فرض انسانی ہی درجہ شرف و  
پر جان دنیا خیریت اور رحمت کی نشانی ہی - باقی رہی شاعری

نوع کی شاعری - اس کے نام سے اس نابکار و غلامی رسید  
کے کان آشنا ہنیں - یہ خیر شاعری کس عالم اجل  
اور محقق کی تحقیق اینق ہے - یہ قسم جدید ہے - یا عتیق و  
بنیاد و تجربا -

اس بنیاد و تجربا پر پانچون ہنس پڑے اور اس زور سے قہقہہ  
لگا یا کہ مولانا صاحب کھنکھن کو سر پڑ کر تے جبہ و دستار کو سنبھالا  
چلتے ہوئے اب سر ادا آئی اپنا سامنھ لیکر ناک کی سیدھی  
نوک دم بھاگے راہ میں آزاد نے کہا کہ بھی سنو غزل سلسل زندہ گا  
کو البتہ پسند ہی یہ ہنیں کہ پہلے مصرع میں شہید ہو گئے دوسرے  
میں بولنے لعل شکریا کے خواستگار ہیں مطلع میں معشوق کے  
خط آئے گا دکھڑا ردیا - مقطع میں محرم آب روان کی تقریب کی  
اب غزل سلسل سینے - ۵

شب وصل ہتی چاندنی کا سماں تھا	بغل میں صنم تھا خدا صربان تھا
مبارک شب رستے بھی وہ شب تھی	سحر تک مہر و مشتری کا قران تھا
وہ شب تھی کتنی روضی جہین کی	زمین پر سے اک نور تا آسمان تھا
مکالمے تھے دو چاند آئے مقابل	وہ شب صبح جنت کا جہین تھا
عروسی کی شب کی ملاقاتی صلی	فرخناک تھی روح دل خادمان تھا
مشاہد جمال پری کی تھیں آنکھیں	مکان وصل کا اسطیسی مکان تھا
حضور کی نگاہوں کو دیدار سے بھی	کھلا تھا وہ پردہ کہ جو درمیان تھا
کیا تھا اُسے بوسہ بازی نے پیدا	لمر کی طرح سے جو غائب ہاں تھا
حقیقت دکھاتا تھا خوش عبادی	نہاں جسکو سمجھے ہو تھے عبادان تھا

بیان خواب کی طرح جو کر رہا ہے

یہ نقشہ ہے جب کا کہ آنش جوان تھا

اہو ہو ہو و افند کیا غزل ہے - پھر کا دیا - روح شاد ہوئی  
القہم وہ سب سرا گئے اور آزاد ہوٹل پونچے سر امین افضل ہوئے

ازیم گزید فیش آنگ ہلاک من کند پس قول حکما را  
را رستم کہ گفتہ اند قطعہ

ازان کہ تو رسید بر من حکیم و اگر با چو صد برائی بجنگ  
ازان مار بر پاسے راعی زند کہ ترسد سرش را بکوبد بہ سنگ

مولوی صاحب بھی ساتھ ساتھ بڑھتے جاتے ہیں اور حق کو گواہ  
جاتے ہیں اب ترجمہ سنئے۔ ہرگز کے تین کہتے ہیں کہ دیرین  
کیا خطا دیکھی تو نے کہ بند فرمایا تو نے گفت کہا گناہ ایک علوم  
نہ کیا میں نے ولیکن اور لیکن بقیں ساتھ یقین کے دانستم  
جہا تا میں نے خوف میرا بیچ دلی غولن کے بہت ہی اول پر عہد  
میرے کے پورا نہ رکھا۔ ڈرتا ہوں کہ خوف اپنے کے ڈر سے  
قصدا رڈالنے میرے سا کرین پس قول حکما کے تین کام بانڈھنا  
کہ کہا ہے قطعہ اُس سے جو کہ تجھ سے ڈرے ڈرتو اے حکیم۔ جو ساتھ جنو  
شکار میں بیچ رڈائی کے اُس سے سانپ اور ہالون راعی کے  
مارتا ہی۔ کہ ڈرتا ہے سرائے کو کھڑکے ساتھ پھر کے۔

ماشا را اللہ کیا ترجمہ ہے اور کیا روزمرہ ہی راعی کے معنی ہلی  
کے تین کیا فصاحت ہی۔ ۶۔ وگر با چو صد برائی بجنگ کے معنی  
یہ بتائے گئے کہ اور جو ساتھ جنو کے بیچ رڈائی کے درمیں اتحاد  
کلی نہ اند کا ترجمہ بھی سننے کے قابل ہی کہ اد پر عہد میرے کے  
پورا نہ رکھا۔ اسی طرح نصف طلبہ نے مولوی صاحب کو سبق  
سنایا اور نصف نے خلیفہ جی کو خلیفہ جی نے مولوی صاحب کے  
بھی کان کاٹے۔ مولانا غت ریلو سے بھی بڑھ گئے سے من شاع  
حضرت علامہ جویم گوہر دین گنج اسراریم کا ترجمہ دین بتایا  
مرغاشام کے وقت شنی بیڑو پر گزروں کرتا ہے اور ادا لہر  
ہو تا گنج کا اسرار ہے۔ اوسل علی گون ہو۔

کس میں مکتب سے میں ملا کا وظفان تمام خواہ شد

دوہر کے وقت رکے تختی بے کر بیٹھے۔ کوئی گنبدے کی پتی تختی پر  
ملتا ہو کوئی مہرے یا کوڑی سے تختی کو چکنا تانا ہی۔ کوئی دوات من  
کرتا ہو کوئی قلم پر جاگو تیز کرتا ہے اغرض آدھ گھنٹے تک یہی ہوا کیا  
بعد از ان رکے کھٹے بیٹھے۔ مولوی صاحب کو کھڑی سے کھینچ  
کالا اور دروازہ بند کر کے سو رہے۔ یہاں خوب پتا لگی ہوئی  
دو گھنٹے کے بعد مولوی صاحب چونکے کو کھڑی کھولنے میں تو  
یہاں دو لوگوں میں چٹ پٹ ہو رہی ہے دونوں گھٹے پڑے  
میں نکلتے ہی ایک پرودہ شریکا شروع کئے۔ اب سنئے کہ  
کہ جو ڈنڈیل روکا بالی شریکا اُس سے تو مولوی صاحب نہ  
بوسے گرد پلے تلے بچا ہے پر خوب اٹھ صاف کیا دوچار کی تختیاں  
دیکھیں پھر سبق سنا۔ چلیے چلیے۔

یا مظهر العجاوب ہا بھی مع ہود اغا ب

میان آزاد مکتب خانہ کی بجو کرتے بڑا تھل ہی دل میں گا لیا  
دیتے جاتے تھے کہ وہ یہ مکتب ہو یا منڈی اتنے میں ایک  
رئیس باتو قریکی مالیشان کو بھی کی طرف گزے تو حسن تقا  
سے ہوت رئیس موصوف عالمگیر کا یہ فقرہ پڑھ رہے تھے۔  
(آدم خوب بدست بنی آید کشمیری درین صوبہ میں سدا کہ مقررہ حکیم  
میان آزاد سے بول اٹھے آدمی تو کھا پھین ملین مقررہ ان  
کبریٹ حمر کا حکم رکھتا ہے۔ در کیوں جائے ایک بندہ دگا ہی  
موجود ہیں۔ رئیس نے اشارے سے بلایا اور کہا۔

(اچھا آؤ ادھر)

آزاد۔ ۶۔ آتا ہوں تیجے کو چڑھائے بے کل پر۔

رئیس۔ ماشا اللہ آپ شاعر بھی ہیں۔

آزاد۔ جی اور چشم بدور ایخاناب ساحر بھی ہیں۔

رئیس۔ ہم سحر کے کبھی قائل ہی نہیں ہوتے۔



اب بھی لوٹ آؤ بات مانو	احسان کیا ہم یہ تم نے جانو
پھٹاؤ گے یا راغ کار	اب مانو نہ مانو تم ہو محنت
دانشدہ یہ کون سی ہی	یہ کیا روش اختیار کی ہے
زردادن و درد سر خریدن	کیا لطف نہ آؤ تاؤ دیدن
بانو کی قسم تعین پلٹ آؤ	چاندو کی قسم تعین پلٹ آؤ
کمانے کو جلاؤ گر نہ آؤ	ایضاً ہی کو کھاؤ گر نہ آؤ
گٹون ہی کی لاش کو گھسیٹے	آئے نہ تو جلیجے ہی کو بیٹے
ہے تم کو قسم شک کی آزاد	سو گند تھیں مک کی آزاد
مکلیف کرو ذری گوارا	لوٹ آؤ کہیں میان خدار

رکتا ہے اسی دعا پہ خامہ	پاچوان سے بڑھو گے لکھو گے تو ہو گے خراب
بن جاؤ تعین جواب نامہ	جو کھیلو گے کو دو گے ہو گے نواب

ایک دن بازار کی طرف جاتے تو ایک مکتب خانہ نظر سے گذرا تو اچھوٹا مکان۔ بڑا مادھر آباد الا۔ دیوہین بابا آدم کے وقت کی ایک عورتی صاحبہ تھیں اس کے ہمعصر بیٹھے ہل ہل کر پڑھا ہے میں اور میں عیس کم سن لڑکے لڑ لڑ قافیہ اڑا رہے ہیں ایک لڑکے نے دوسرے کی چاند پر تڑ سے دھب جانی کسی چیت گاہ پر زنائے سے دھول لگائی۔ مولوی صاحب پوچھتے ہیں اب یہ کیا ہوا۔ جی کچھ نہیں مولوی صاحب تخی کر رہی تھی برا یہ تخی کی آواز تھی۔ جی ہاں اور نہیں تو کیا۔ اتنے میں دو جال مشہور لوگوں نے آپس میں منہ چڑھانا شروع کیا۔ دیکھئے مولوی صاحب یہ منہ چڑھاتا ہے۔ نہیں مولوی صاحب یہ جھک مارتا ہے ہاں ہاں مولوی صاحب میں ہی دیکھتا تھا۔ نہیں مولوی صاحب بتو باہر گیا تھا وہ جانے والے کی ایسی تھی۔ مولوی صاحب نے کیا خوب فیصلہ کیا کہ چپ رہو یک یک ایک ایک کتاب کی طرف دیکھ۔ اچھا تعین کیا۔ غل غباٹے کی آواز یہی

الغرض دس ہندہ لڑکے غل غل کر رہے ہیں ایک ایک میں سب کی آواز مل رہی ہے کہ آتا کہ کیا خرافات کہتے ہیں اور نہ مولوی صاحب تخی سے ضرور خبر لیتے اور نوڈے فی غل غل اڑا رہے ہیں اور مولوی صاحب منہ سے اونگھتے ہیں اور کہتے کے خلیفہ جی سوئی تاگا لے لے لے اگر کہے میں بیونگا ہے میں بوسے خلیفہ ہو گئے۔ آخر کار جب مولوی صاحب خواب خورگو تر سے بیدار ہوئے تو ایک لڑکے کو بلایا۔ آؤ کتاب لاؤ بیو پڑھ لو وہ سر کھلاتا ہوا گلستان غل میں داب مولوی صاحب کے قریب جا بیٹھا اور سبق شروع ہوا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم مولوی صاحب چھیدا ذری علم تو بھلا تا۔ شاباش شیلابا وہ تبا کو دھری لڑکے نے پھر کہا بسم اللہ الرحمن الرحیم ہر روز گناہ از ذریلان پر چہ خلا دی کی کہ ہر خودی گفت گناہ معلوم نکر دم و لیکن یہ یقین دانستم کہ مہابت میں دہا ایشان بکوان سب و برہم میں اعتماد کلی غراوند ہر



بظہر۔ میرے کھوسٹ شوہر خدا سے مجھے سکندر ظلمات  
یا سا آیا کرتے تھے آب حیات کے دو چار قطرے ضرور پی لیتے  
ہیں جب ہی مرنے کا نام نہیں لیتے کچھ ادیر سو برس کے تو میرے  
بنا کر کیا عاقبت کے بورے بٹور دے۔ ذرا دل میں شراؤ تو  
نارولن نجران نوخیز کفن پوش ہوتے جاتے ہیں اور تم تیان سے  
ہو ڈکوفور بھی آیا کرتے ہو چھون پر تلہ ہی دیتے رہے یہ سنیہ  
لو کھا آدمی چٹ کیے گھر صوفی بھیا کی بلا دور پہننے کے باپ  
بٹ کر جائیں اور دکا ترک نہ لیں۔ بخار میں ہزاروں حیا دار  
بے گھر مگر تم اور بھی موٹے ہو گئے تم پر فالج تک نہیں گرتا  
توہ بھی نہیں مارتا۔ لون کے جھوٹے بھی تھیں نہیں جھکسا  
لیا میں بھی تم بھیل نہیں جاتے۔ اور سو بات کی ایک بات  
ہو کہ اگر حیا دار ہوتے تو ایک چلو کافی تھا۔ مگر تم وہ چکنے  
مڑے ہو کہ عرق انفعال کے تم پر ہزاروں ہی گھڑے پڑیں  
لیکن ایک قطرہ نہ تم سے۔ وہ چٹھے۔ کیوں نہ ہو۔ پس  
نے چٹھے ہی ہو۔ ہی کس ساعت میں تھا ہے ٹائے پڑا  
پس بڑی گھڑی تھا ہے ساتھ سیلا ہوا۔ مان باپ کو کیا کون  
ر میری گردن تو کند چھری سے ریت ڈالی۔ اس سے تو کسی  
نورین ہی میں ڈھکیں دیتے قصائی ہی کے حوالے کر دیتے تو یہ  
ذرا روز کا ٹوٹنا تو نہ ہوتا۔ تم خود ہی انصاف کرو کہ تمہارے  
یہ بھس سے مجھ پر کیا گاج پڑی۔ ہاتھوں میں تو آپ کے  
بشمہ ہاتھوں میں سکت نہیں۔ منہ میں دانت نہ بیٹ میں  
نت۔ کمر کمان کی طرح خم۔ مینائی کی یہ کیفیت کہ دل کو اور نہ  
نہیں سو جھتا جبریں ٹیک کر دس قدم چلے بھی تو سانس چھوٹی  
م ٹوٹ گیا۔ سستانے بیٹھے تو نقش قدم میں گئے  
چ کوئی نمی دھجیا تیان کھا لیں تو منام تک کھٹی ڈکالیں ہی

میں۔ گر گری ہو گئی۔ تو نہ پھر سنجبین کا ستیا ناس کیا کر سونہم  
کی تکایت برستور۔ حلفے کا یہ حال کہ اپنے باپ کا نام بھی یاد  
نہیں۔ پھر آخر سوچو تو یہ یاد کرنے کا شوق کیوں چڑا یا ایک  
ہاتھوں تو قبر میں لٹکا یا ہے اور خیال یہ گدگد یا ہے کہ دو چار  
دھن لالیں۔ نوشہ کھلا میں۔ اندھ سون جھوت تھا راپو بلا نہ  
سفید بھون اور گالوں کی بھریان اور دھہری کمر اور گنجی چاند اور  
منجوس صودت یاد آتی ہے۔ کھانا حرام ہو جاتا ہے واہ بٹے میان  
واہ اخذ اچھوٹ نہ بلائے تو ہائے آبا جان سے پاس ساٹھ  
برس بٹے ہو گئے۔ اور مان جان کو تم نے گود میں کھلایا ہوتا ہے  
نہیں خدا گواہ ہے تم میرے دادا کے بھی باپ سے بڑے ہو  
مگر واہ ری قسمت کہ آپ اور میرے شوہر۔ زمین شتی ہو تو میں  
دھس جاؤں۔

آزاد۔ نبار دکنہ۔ اسکا جواب کسی مٹھی بے ہل سے کھوایا  
پیر مرد۔ بٹھا ہے میں اب کبھی شادی نہ کریں گے۔

آزاد۔ کیا خوب کیا ابھی شادی کرنے کی ہوس باقی تو ابھی پیتا نہیں  
پیر مرد۔ اچھا اسکا جواب کل بچ کر دیں گے۔

میان آزاد دوسرے روز اٹھے اور سویرے ہی چل پڑے  
بچے جو طرفہ سناٹا پڑا ہوا۔ مگر ہر سمت لطف اٹھ کر تو کرا عالم ہے  
جام گل قطرہ شبنم سے بڑے نسیم سحری مشکبار وغیرہ پیر میں زمان  
ساغر نوش کا جوش وغل۔ کہیں صراحی و باد گلگون کا قفل  
ادھر فاختہ دستک زمان۔ ادھر قمری کو کو کھنان۔ پیپہوں کی  
بکار موریلوں کی جھکار جس شجر کو دیکھو نہال۔ ہر خنجر گل زر  
سے مالا مال کہیں بلبل جبک رہے ہیں اور بھول ملک  
رہے ہیں کہیں قطرہ ہے شبنم جھلک رہے ہیں اور تانوی  
لہ شمی سے چمک رہے ہیں۔

آواز۔ بس معلوم ہو گیا کہ آپ کسی قوس ابرو کی تیغ نکال کے گھائی ہی نہیں ہوئے۔

رئیس۔ بھی دامد کہنے حاضر جواب ہو۔

آواز۔ تم بھی بے تکیہ بن میں انتخاب ہو۔

رئیس۔ تم تو گلیاں دینے لگے تو تو کڑی کر چکے پس ہوا کھائی

آواز۔ بہت بڑھ بڑھ کر باتیں نہ بنا لے یہاں ہی بات کے

لاکھوں پاتے ہیں کہ ہر بات میں تک ملتے ہیں۔

رئیس۔ اچھا آج سے آپ ہا سے معاصب مجھے مگر سوتے

جا گئے ہمیشہ قافیہ ہی میں جواب لین گے۔

آواز۔ دینگے اور بیچ کھیت دینگے۔

مٹوڑی دیر کے بعد رئیس نے بلایا۔ آواز

آواز۔ خانہ احسان آباد۔

رئیس۔ آغا آپ ہیں۔

آواز۔ جی اور نہیں تو کیا آپ کے باپ ہیں۔

رئیس۔ مت ایک فضول۔

آواز۔ چوتھی سنبھال ناحق قول۔

اب سنبے کہ رئیس سمورا مکان بٹے دھوم دھڑکے سے

ہاتھی پر وار سے اور سیر دریا کو چلے۔ میان آواز خواصی میں

بیٹھے ہیں ہاتھی دیکھتے مٹا جیسے ہی دریا میں ہاتھی ڈالا

اسنے سونڈ سے پانی اچھالا۔ ہودا ڈانوان ڈول ہونے لگا

اب گرے اور اب گرے۔

رئیس۔ خدا بچاؤ۔

آواز۔ یا خدا ڈوبائو۔

رئیس۔ امام ضامن کی دوائی

آواز۔ آج پوری شامت آئی۔

رئیس۔ باعلی مشکل کشا مشکل کشائی کیجیے۔

آواز۔ خواجہ خضر زرا ہاتھی کا پانوں تو پھسلا دیجیے۔

رئیس۔ یا منظر العجائب۔

آواز۔ ہاتھی مع ہودا غائب۔

اتنے میں فیلبان ہاتھی کو نکال لایا اور رئیس نے اسے بھی

کے آواز کو دھتا بتایا ڈھکیلا تو زمین پر آ رہے بھا۔ تک ملا لگا

وہ تو کہنے ریت ہوتی تو قافیہ تنگ ہو جاتا ہاتھ کے ماتھے جانی

یا پانوں تنگ ہو جاتا۔ رئیس بھی سوچے کا جیسے فقرہ باز لے

وقت بوقت تک ہی ملتے سے مطلب ہو۔ ہم کہتے ہیں یا

وہ دھتاتے ہیں ہاتھی مع ہودا غائب۔

کھوسٹ شوہر کے نام نو حیز زبوی کا خط

ایک روز میان آواز فرخ نداد سیر کر رہے تھے کہ ایک سیر مرد

نکھیاٹیلے کا نکھتے کو نکھتے ان کھڑے ہوے اور میان آواز سے

کہا کہ میان ذری یہ خط تو پڑھ دیجئے اور اسکا جواب لکھ دیجئے

میان آواز نے خط لیا کھولا اور پڑھ کر سنانے لگے۔

خط۔ میرے کھوسٹ شوہر خدا تم سے مجھے۔

آواز۔ این ایہ نرالا القاب انکھا آواز ہو دعا پھر پر۔

مراج پرسی بالائے طاق بسم اللہ ہی غلط۔ ابتدا ہی سے

کو سن شروع کیا۔ اتنی فیر۔

پیر مرد۔ حضرت آپ خط پڑھتے ہیں یا میرے کھوسٹ کا

ہیں پر لے جھگڑے سے البتہ واسطہ جب میان بیوی راضی ہیں

تو آپ کوئی قاضی ہیں لے خدا کے لئے آپ لکھنا پڑھنا دیجئے

مگر اس جھگڑے میں نہ پڑیئے۔

آواز۔ اما ہا۔ تو یہ کہنے آپ کی زوجہ مقدسہ کا خط پڑھنا

خیر صاحب مجھے میان بیوی کے جھگڑے سے کیا مراد ہو پڑے دیتا ہوں

تھلا پلار پلار لکھو۔ ایسے نیتان۔ نیشلی۔ گھریان  
گوری گوری بیتان جوقیت یاد آتی ہیں۔ کیجے پرسانپ  
لوٹنے لگتا ہے۔ وہ غنڈہ شکر آئیز۔ وہ رتھ خبر بیزہ وہ مال  
شکیں وہ ملنگارین۔ وہ ابرکی ایسی ستانہ چال وہ غلط  
خال چندے آفتاب چندے مہتاب۔ وہ چاندنی رات میں نکھر  
کھنکھناتی مسکراتی کھلکھلاتی۔ کسکا شراناکسا لجانا۔ اور تو  
لوٹتھاری بھرتی سے دل لوٹ پوٹ ہو۔ کیجے پر پوٹ چھین  
سے جو طرارہ بھرا تو تر سے بام پر۔ یہ چلبلا ہیں۔ اور وہ ان سے  
ایک ذوق میں متابی پر ہو رہیں اور وہ ان سے پھلانگ ماری  
تو دن سے پھر صحن میں ابر کی طرح ٹھکھیلیاں کر رہی ہیں پھر  
کے مثل جو طرفہ ٹھوٹا دوس واچھوٹا۔ کبھی کھیلے کھیلے میری  
چیت گاہ پر پٹپ جائی کبھی شوخی سے وہ ڈانٹ بتائی کی کلبہ  
لڑ گیا۔ کبھی آپ ہی آپ رونا کبھی دن دن بھر سونا لہریں  
کے دن۔ بارہ برس کاسن۔ تیرے میساختہ بن کے قربان  
ہوئی جان۔ بے کما مانو۔ بہن غنیمت جانو۔ میں چراغ سہری  
ہوں ہوا چلے یا نہ چلے۔ اب گل ہوا اب گل ہوا میں آفتاب  
لسب بام ہوں اب غروب ہوا اب غروب ہوا۔ میں کشتی  
ہوں جوڈ بکاڈ بکا میٹھو مجھے تانا موسے پر سوئیے۔ تم غائبانی  
ہو کہ میں شیریں بیان ہوں۔ ستر برس ہوئے کہ دانت چوہے کی  
نند کیے تب سے طوے پر بسر ہو پھر جو روز طو اٹھا ایگاکا  
زبان تنگ شکو کھوں نہ بن جائے وہ میٹھی میٹھی باتیں کروں کہ لب  
بند ہو جائی مگر تم بھی تعیور ہو تھامے گو دین کھیلنے کے دن  
ہمارا کچھ اوپر ہو برس کاسن۔ تم طناز بیان کر خم۔ تم سر بلند  
اقبال بیان بیعتہ دم۔ تم گلزار باغ و بہار ہم ضعیف و مست  
گھر ہمارا عشق بھی لاکا کشی ہے۔

عشق کہ نصیبہ نیست نور  
این شعلہ ندانم از کجا خاست  
بے وصل تو زندگانی ہم نیست  
در یاب کہ خاک خورد غم  
باد تو رسید بر چراغ غم  
تم لاکھ روٹھو پھر ہماری ہو۔ بوی ہو تخت جگر ہو بیاری  
وہ سبھ گھڑی یاد کرو جب ہم دو ملے بنے پرنے سر پہ نئی دستار  
جملے سہرہ شکائے نھدی لگائے اُلو کی دم فاختہ حواس باختہ  
نیشی مرغی کے برا بھوڑ یا بد سوار میٹھی پٹی جلے تھے اور ہم  
بنی سولہ سنگار کے کفس زرنگار میں سے جھانک رہی تھیں  
ہمارے گالوں کی چھریاں ہمارا پوچھنا ہماری ٹیڑھی کر دیکھ کر  
خوش تو نہ ہوئی ہوئی۔ ۶۔ وہ لب پہ آئی ہنسی کھوسکرائی ہو  
اب ایک صیحت بزرگانہ یاد رکھو۔ ایک تو میٹھے ٹھیلے نہ جانا۔  
دوسرے اس پاس کی چھو کروں کو کو گویاں نہ بنانا۔ خدا کے جنک  
زمین و آسمان قائم ہو تم جوان رہو اور نادان رہو۔ اٹھو ٹوٹو ٹوٹو  
ترقی پائے اور جو بن روز بروز بڑھتا جائے۔ ہمارے سفید  
بال بھین بجائیں۔ حاسد خاں کھائیں۔ تمہارا پیر ناباغ شوہر  
لکھنو کا چھلہ

میان آزاد نور کے تڑکے ڈھلے ہیں لوٹھنا لوٹھنا انھرا  
چھایا ہوا ہر سمت تیرہ و تار ظلمات کی سی کیفیت نمودار کوئی شی  
نظری نہیں آتی نور کا فورسرا کے باہر آئے تو جو طرفہ دل بادل  
قبلہ کی طرف کھینچی ہوئی ٹھٹھا اٹھی۔ کالی گھٹا متوالی گھٹا  
گھنگھو گھٹا۔ ٹکیری گھٹا۔ ابر ٹکھیلیوں پر پشامین سنوں کی طرح  
جھوم رہی ہیں۔ ہوا اس رات سے چل رہی کہ کلبہ لڑ جائے  
ہے مرغی خوش لڑا گھوٹوں میں دیکے بیٹھے ہیں۔ پرندہ

صبح بہ فریغ و کشتائی  
روشن جو جبین صبح فیزان  
افشا نہ نقشہ و گل از دور  
آن گل کہ از بروز کاران  
می جست نسیم نو بہاران

بگد اختہ شب بروشنائی  
فیض از دو بام چرخ زریان  
سرتاسر باغ سایہ و نور  
در یوزہ بو کند بہاران  
چون دیدہ در انتظار یاران

اس شہانے وقت کا سامان دیکھ کر آزاد مسرور تھے خوش  
خندان مست و غرور خان دل شا در روح فرخناک شعر لے ایران  
زمین کے ساتھ و مساز لب پر شعر حافظ شیراز۔ ۵

نسیم صبح کہ مستانہ در میگزری | ندانت ز کدامی و یاو میگزری  
تھوڑی دیر بعد کانون میں بھنک پڑی کہ انکو کوئی پکارتا ہو کہ۔ ۶

ادھر دیکھنا اڑوھر جانے والے

ارن اب غیب کی آواز کسی پیچھے پھر کے دیکھتے ہیں تو وہی  
بیر فرقت جسکو اُسکی بیوی نے کھوسٹ شوہر کے اتھا بکے  
یا دیکھا تھا۔ اور خط میں خوب آٹے باکھنوں لیا تھا  
آزاد۔ افادہ۔ مزاج شریف۔ کیسے اور کوئی خط تو نہیں آیا  
بیر مرد۔ اُسے تویر ناک میں دم کر دیا اور بیچ پوچھو تو جسدن سے  
شکوہ بیاہ لائے ناک ہی کٹ گئی۔ ایسی تک مزاج دیکھی دنیا  
مجال کیا کہ ناک پر کبھی تو بیٹھ جائے نوراً میری ناک اڑا لے فری  
کوئی خلاف بات ہوئی اور تنک گئیں۔

میان آزاد نے وہ چکنی چٹری باتیں کہیں کر دھانان باطن  
پھول گیا سوا سو برس کا تجربہ چٹکیوں میں بھول گیا گانوں کا نام  
مکان کا پتا صاف صاف بتایا اور ایسا دم میں آیا کہ بیوی کا کچا  
چھٹا کہ سنا یا میان آزاد نے جیکے سے سب سن لیا جھٹ دنا  
قلم کاغذ لے گلگون صبا رفتا رخامہ کو صفحہ قرطاس پر کر دیا۔  
کھوسٹ شوہر کی طرف سے اسکی بیوی کے نام جواب

خط لکھا۔ مگر باران سربل ایک اُستاد کسی جھانے سے نظر  
کی قفل اُڑا ہی لائے دُری نیشے گا۔

جواب خط۔ میری اہلی چھین چھیلی تنک منج ناز کبھی  
منلوب الغیظ غیجہ دہن آگ بھجھو کا سیتن نو عمر و نوجوان کم سن  
ناوان بیوی۔ متوالی بیوی کو اُسکے سن رسیدہ گرگ ہاران یہ

مگر خیرہ بنجیدہ۔ و نمیدہ شوہر کی اٹھی جوانی دیکھنا نصیب ہو  
ایک دہہ جم جم جیے اور تم پوتوں چلو دو دھون نہاؤ۔ اٹھاؤ  
رٹکے ہوں۔ اور اٹھا رہ دوئی چھیتیں چھو کر یان جب میں بلیرا

میں قدم رکھوں تو سب بچے آبا آئے اُٹھو نالائے پائے  
لائے کہہ کہو دوڑ پڑیں۔ مگر فریہ ہو کہ تم بھی اچھی کسین ہو انکی  
دیکھا دیکھی کہیں مجھے اتانہ کہہ اٹھنا کہ باس پڑوس کی عورتیں مجھے

ہنگلیوں پر پائیں اور اُٹو بنائیں مجھے تم سے اتنی ہی محبت ہو  
جتنی کسی کو اپنے بزرگوشہ کی ہوتی ہے۔ میری نانی کو میں ایسا  
بیارانتھا جتنی تم مجھے پیاری ہو اور کہوں ہو تمھاری پردادی کو

میں نے گو دیوں میں کھلایا ہے اور میری بہن نے اُسے دودھ  
بلا یا ہو مجھے تمھاری دادی کی خالہ کا گویاں کھیلنا اس طرح بلایا  
جیسے کسی کو صبح کا کھانا یاد ہو۔ مگر تمھارے خط نے میرے

دل کے ساتھ وہ کیا جو خزان چین اور برق خرم کے ساتھ  
کرتی ہو لیکن مجھ میں ایک بڑا وصف یہ ہے کہ کسے سے  
کا بیجا ہوں اور کیوں خوشم و مہن کے لئے ریہا ہو۔ بندہ تو

جھٹا گڑا ہو۔ مانا کہ آنکھوں میں نور نہیں مگر غم نگران ست  
قوت سامہ سے بے برہ ہی سہی لیکن گوش برآواز زن جوان  
ست پیر ہوں مگر بے پیر نہیں ہاتھ میں وعشہ سخی مگر حاجت

دستگیر نہیں تم عصا سے پیری ہو مگر خاص الخاص میری ہو  
کو نصف کے اُسے مڑا ہوں مگر تمھاری محبت کا دم بھرا ہوں

خط لکھا۔ مگر باران سربل ایک اُستاد کسی جھانے سے نظر  
کی قفل اُڑا ہی لائے دُری نیشے گا۔

جواب خط۔ میری اہلی چھین چھیلی تنک منج ناز کبھی  
منلوب الغیظ غیجہ دہن آگ بھجھو کا سیتن نو عمر و نوجوان کم سن  
ناوان بیوی۔ متوالی بیوی کو اُسکے سن رسیدہ گرگ ہاران یہ

مگر خیرہ بنجیدہ۔ و نمیدہ شوہر کی اٹھی جوانی دیکھنا نصیب ہو  
ایک دہہ جم جم جیے اور تم پوتوں چلو دو دھون نہاؤ۔ اٹھاؤ  
رٹکے ہوں۔ اور اٹھا رہ دوئی چھیتیں چھو کر یان جب میں بلیرا

میں قدم رکھوں تو سب بچے آبا آئے اُٹھو نالائے پائے  
لائے کہہ کہو دوڑ پڑیں۔ مگر فریہ ہو کہ تم بھی اچھی کسین ہو انکی  
دیکھا دیکھی کہیں مجھے اتانہ کہہ اٹھنا کہ باس پڑوس کی عورتیں مجھے

ہنگلیوں پر پائیں اور اُٹو بنائیں مجھے تم سے اتنی ہی محبت ہو  
جتنی کسی کو اپنے بزرگوشہ کی ہوتی ہے۔ میری نانی کو میں ایسا  
بیارانتھا جتنی تم مجھے پیاری ہو اور کہوں ہو تمھاری پردادی کو

میں نے گو دیوں میں کھلایا ہے اور میری بہن نے اُسے دودھ  
بلا یا ہو مجھے تمھاری دادی کی خالہ کا گویاں کھیلنا اس طرح بلایا  
جیسے کسی کو صبح کا کھانا یاد ہو۔ مگر تمھارے خط نے میرے

دل کے ساتھ وہ کیا جو خزان چین اور برق خرم کے ساتھ  
کرتی ہو لیکن مجھ میں ایک بڑا وصف یہ ہے کہ کسے سے  
کا بیجا ہوں اور کیوں خوشم و مہن کے لئے ریہا ہو۔ بندہ تو

جھٹا گڑا ہو۔ مانا کہ آنکھوں میں نور نہیں مگر غم نگران ست  
قوت سامہ سے بے برہ ہی سہی لیکن گوش برآواز زن جوان  
ست پیر ہوں مگر بے پیر نہیں ہاتھ میں وعشہ سخی مگر حاجت

دستگیر نہیں تم عصا سے پیری ہو مگر خاص الخاص میری ہو  
کو نصف کے اُسے مڑا ہوں مگر تمھاری محبت کا دم بھرا ہوں

سیر کر چلا سوہن لیا یہ چمکایا وہ رنگ کر پالت کا بھر پور ہاتھ لگا یا  
 وہ استاد اس صفائی کے قربان کیوں نہ وہ پہلوان پھر لکھنم ہی  
 تین کی دوسری صاف کی تو برے کے برے صاف بھرچ کھیت  
 گمار لڑتے ہیں گنگے پر گنگے بڑے ہیں۔ اب نام داروں کا نام لیا  
 نوکر دیوں نے عرش برین کو ختم لیا زمین کا گوارہ انوائٹل  
 تھا ہزاروں کا غول تھا اور حسن اور حسین کی صدانہ کرسی آسمان تک  
 بلند تھی۔ گریہ و زاری بکاؤٹسکباری اور برسوں سے دو چند تھی  
 ہزار ہا غزا دار شریک نام سینہ مجروح آنکھیں نیم مہر شہ خوان خوش طبع  
 گریہ کنان جان جان چارے ہیں سے

داحسہ تاکہ ماہ محرم گزر گیا	اور جہلم امام دو عالم گزر گیا
تیسرے مصرع غل میں سن نہ سکے	نام نہ رہا یہ موسم ماتم گزر گیا
اک دن اس طرح سے یہ دنیا تمام ہے	
پر شاہ کر بلا کی عزتا نام تمام ہے	

اور یوں بیان کرتے تھے سجاختہ حال  
 سرنگے بال کھولے مرا کاروان تھا  
 اتنے میں ریا آیا تو بیپ کا شعر سننا حال ہو گیا اسکے بعد کوئی  
 ۳۵ نفر پئے آئے۔ ایک سے ایک خوشنما ہر ایک مزاج مبارک قابل فہم  
 تھی بلکہ دید تھی نہ شنید تھی چہ طرہ علم اور سونے کے بچے اور سرور  
 انین گوہر شاہوار لٹکتے اور دیر تم وادار بھگتے۔ چولوئی لباس  
 سے دماغ طبلہ عطار بن گیا۔ دل دل سجان اللہ سجان اللہ شہب  
 آہو شکار تہ زور ہوار۔ سمند و غائبند۔ گزنگ نقرہ خنگ جو سیا  
 خنگ۔ کیت اور مزنگ۔ سونے کی دچی۔ گنگا جمنی لٹو ڈھال  
 نڈھال۔ اسکے برابر شمشیر خار اسگان و خوش غلات نکستی  
 ہوئی۔ چادر بن خون کے ایسے دیمے جسے غزا داروں کو خون  
 لڑا یا۔ ہر مومن پاک آنسو بھر لایا۔ بس یہی معلوم ہوتا تھا

سوانح میں سے لکھا گیا کہ ایک روز  
 اسے میں باجے کی آواز کان میں آئی۔ لوگوں نے کہنا شروع  
 کہ جناب نواب ممتاز الدولہ بہادر کا تقریب آتا ہے بڑے دھوم دھڑکا  
 ہے اٹھا ہی میان آزاد بھی ایک اونچے ٹیکے پر کھڑے ہو گئے  
 اس کیفیت دیکھیں۔ اللہ اللہ کو سون تک جلوس ہو ۳۵  
 تھی دیتے ایک دستے مست دم کئے کوئی زنجیر کو سوڑے اچھا  
 نہ کوئی جھوٹا ہوا آتا ہو کوئی سر پر خاک ڈالتا ہو مسنیو کی  
 ہمت گھوڑے چاکی کی لت اونٹ بلبلا تے ہیں بستر غمرے  
 آتے جاتے ہیں۔ لاجول دلاوہ کیا کا داک کھڈ بھیا نکلا بوز  
 وانشاء اللہ کیا قطع ہی گردن ہو یا شیطان کی آنت باجے والے  
 ردیان ڈانٹے گھوڑوں پر اکڑے بچھے ہیں دماغ عرش برین  
 رہے نیچے زمین آسمان بالاسے سر ہر۔ خاک ٹپٹن کے چار سو  
 لٹکے رپ رپ کرنے جا رہے ہیں ریچی بردار دیکھی لال لال  
 لال دی سے گل لال کھلا تھا۔ سرخاسخ بیر ہوئی بنے ہوئے  
 ان بردار بیان جھکاتے پھر ہرے اڑاتے بڑے دھڑلے سے تھ  
 یں۔ بادہاری شہید کر بلا کی سواری طنبورے چڑھ رہے ہیں باج  
 نے رنگ جاکر راگ اور راگنی نے مرجا کا طنطنہ بلند فرمایا انشا  
 اللہ وہ آن بان کہ ع۔ عجب تیری قدت عجب تیری شان  
 یتوں کی قطار اور انیر گلاب پاش عنبر بار گنگا جمنی رہبار  
 دیکھو یوں ہیں مشک از فرناذ و عنبر۔ چوہا عصا و نقرئی و طلائی  
 جلوس کا بیڈ بن ہیں کسی سمت آہ دیکھا اور صدائے میں ہی  
 برسی لال لال گپان جائے ہمد کی صورت بنائے ہاتھ میں خوشنما  
 دیاں اور انین تیل کی بھلیان۔ چمکتے گنگے لے کر کھڑے ہیں  
 علی اور چھوٹ لڑکے ہر جن طہانچہ دکھا یا اور ہاتھ گھوڑا یا ہر وہ  
 شکیلی کا ہاتھ لگایا۔ گنگا سو قدم پر اچھل گیا۔ اتھون ہاتھ



اور سے کھڑے تھے۔ قندسے سے اگل کے دائرہ پانچ  
اپہن سے مسک گاہ پر جائے۔ انکھوں میں سرسہ لگائے  
باندی ٹپکتے۔ آنکھیں ٹپکتے برتے ایسے تھے۔ ایشیتے مغربی  
کی تن کر توئی اور اونچی بولی کے انگر کے پھرتے تھے جہانے  
جائے ہیں جو ہی ادھی بناؤند بیل چول کیا ہی صوفیان صافی  
طینت میں ہوجی کی صلا بلند ہو گرا فشاے راز میں زبان بند ہو  
خوش باش بھی بوقدے جاتے ہیں۔ ادھر ادھر دل ہلکتے ہیں  
چاند باز بڑھ بڑھ کر دم لگاتے ہیں جب گراتے ہیں تو دھوئیں  
کے بقیے اٹھاتے ہیں۔ میان آزاد دھڑلے کہ میں یہاں بھی  
چاند ڈھانہ بھلا چاند اور بانو کا بیان کیا کام ہو وادکننا  
از دھام جو امرار و ساء عمائد شہر چھو لدا یوں شا میا یوں  
خس کے بنگلون ادھیوں میں میں دن سے یقیم تھے۔ امر کی شان  
ہی ادھی رو سا کی آن بان ہی ادھی کشیم حریف نظیر کے  
شا لبافون کا بار منت سب کی گردن پر تھا دوشاہ دوساہ  
زیب دوش کوئی چاندی گر گر کر گر کر آتا ہو۔ کوئی مشکور  
دھوان دھار ہی سچاں پتیا ہو۔ زیر ناز پر جو بن جتے کیا دھن کر  
حقہ نہیں عصا ہی ہوئی کے ہاتھ میں بیان بولتا ہی سچا کہ ہاتھ میں  
آئے بڑھتے ہیں تو ارباب نشاط کے جھٹکے مشوقین کے جھٹکے  
وہ چھب وہ ادا۔ وہ ناز وہ غمزہ کہ زبا دھد سا بھی تسبیح و تہلیل  
بھول جائیں اور صوفی کے بھی ہاتھ پاؤں بھول جائیں میان آزاد  
کو رنگین طبع سودائی مزاج آدمی تھے مگر دیکھتے ہی بڑھ گئے  
اور ایسے گرائے جیسے جوئے پر بانی بھڑک دیا اول دلا۔  
انہوں نے میان بھی پیچھا نہ چھوڑ اس مترک مقام سے منہ  
نہ موڑا۔ ایک ماضی سننے ہی لال بھوکا ہو گئے۔ اور میا  
آزادی طرف گھور کر کھٹے گئے۔

پر نہیں ہوتا۔ ایک دفعہ ہی بجلی لوچی اور عدسے گزرا شروع  
کیا پھر تاریکی نے وہ زور باندھا کہ کانے کو سون بک کا کی گھاہ  
نظر آتی تھی اور سوا سے سرد سن کرتی جاتی تھی۔

آتش گل دھوان ہام فلک پہر بچا	جم کیا منزل خورشید کی چھت میں بل
جو گیا نہیں کچھ گھاہ ہے بھوت	یا کہ برائی ہی برت پچھائے کس
ابھی مل نہیں سکتا وہ اندر لٹھپا کر	برق سے رعد یہ کتابا ہر لٹھپا کر
جس طرف سے گئی بجلی پھر ادھر کی	قلعہ حریف میں بھول بھلیان بال
کبھی ڈوبی کبھی اٹھلی سہ فکری	بھرا فخر میں تلاطم سے پڑی بھول

ایک دفعہ ہی پھر فامنی دکی اور بجلی جھپکی تو اندھیری رات میں  
بس ہی معلوم ہوا کہ سونا کسوٹی پر کسا گیا چشم زدن میں برق  
چشمک زن اوپ انجن مٹی اتنے میں بھی تھی بوندین بڑے لیکن  
اور کسی شوخ برفن نے اللہ بنا شروع کیا کہ

برس کو آئین گھٹا کاری کاری	ادھی صبری کاری بھری کاری
کار کا سے پر سے بڑا بڑا کھٹا	برائی کی گچ بست بڑا بڑا کھٹا

مگر بڑے پھر وہ نور باندھا کہ بادل اوپر ہی اوپر اڑ پھو پھو گئے  
کچھ دہی سی بدلی تھی تو دیکھتے کیا ہیں کہ دعائی دوپٹہ پھرتا ایک  
حسین بہ چین جکتی چلی آتی ہے۔ وہ ادھی ادھی گھٹا اور وہ ہلکا ہلکا  
دوپٹا فصل کی چیز ہر دھڑلہ پہنچا کہاں سواری چلی مسکرا کر  
بعد نازا جواب دیا (لکھنؤ کا چلم دیکھنے) میان آزاد تو لکھنؤ کے  
محم الحوام اور مجالس غزاک دھوم دھام پر لڑ ہو گئے تھے شان ل  
کہ چلم کی چل بیل بھی دیکھیں گے اور ضرور دیکھیں گے ریل پر سوار ہو کر  
لکھنؤ داخل ہو گئے اور ہانسنے تالکٹو سے کی کر بلا چوبیس  
اللہ اللہ جانتا کہ بیک نظر کی رسائی ہو۔ گھوٹوں اور کون اور  
گھوٹوں اور ہاتھیوں اور رتہ اور بیل اور ڈولون اور ڈولون کا  
تانا تکا ہے جبر جادو دھوم جبر و کچھ جبریم۔ ہاتھ تھپتھپتے



شلع گل پزلی مرغیو سرگرم شگفتن۔ خلاصہ سترہ زکشتن

وقت مست کہ گل برنگند پرودہ نینج باد  
و از صان کہ ز قانون جراحی بدر آید

میان آرد اسلحہ اسلحہ نکل گئے زن سے جیسے رنج تین سے  
بابوے گل چمن سے۔ یا بزدل سپاہی رن سے شوق چرا کیا کہ اُس  
بیر فرقت تبدیلیری و صد عیب کھوش شہر کی ہوئی گھر ڈھوڑ  
سکالین خط دین اور جواب لین۔ ما در دل لگی دکھیں شوق نے ایسا  
گدگد کیا کہ خہ کام جانے لگے اور ڈھپٹا ڈھپٹ کر قدم بڑھانے لگے وہر  
کو ایک ہرے ہرے درخت کے سایہ میں ستر جا یا روغنی روٹی اور  
گوشت اُڑا یا جب ٹٹھے ہوئے نو پھر کر کسی اور چلتا دھند کیا بارک  
خدا خدا کر کے کافر سفر سے اُترا اور حضرت آداد و ظل منزل مقصود  
ہوے گوڑھے گاوی کو جھانے دے دیکر ٹھیک چنا پوچھ آئے  
تھے مگر برسی آدمی جھٹ پٹا وقت گلی کو چون سے ناواقف  
اجنبی غریب لوطن۔ نیا شہر جائیں تو کمان جائیں اور تپا پائیں تو  
کیونکر پائیں تھوڑی دیر تک دھرا دھر ٹھکے جھے آخر کار ہمراہین  
دھنسے۔ رات بھر وہاں سیر کیا۔ نور کے ٹکے مکان کی تلاش میں  
جہل کھڑے ہوئے۔ اب سینے کے بیر نالغ کا مکان نیب تلخ میں تھا  
ابن حضرت کو املی محلہ یاد رہا چلے مکان کھٹائی میں پڑ گیا۔ اب ایک  
ایک سے گولڈا کر پوچھتے ہیں کہ حضرت املی محلہ کہہ رہی کوئی دل لگائی  
انگلی کے اشاریے بتاتا ہے کہ ادھر ہو کوئی کہتا ہے کہ ادھر ہو ایک  
لے کہا تاک کی سید پر چلے جائے پھر دہسے ماتھ لے پھر کوئی  
دھت پھر چھلایے سانسے املی محلہ ہے۔ لیجئے ایک تو گولڈا کر لادوسرے  
عقیب بڑھلا ایک تو برسی آدمی دوسرے ٹھٹھیل فقروماز دینے  
نفرے دینے شروع کیے چلتے چلتے ایک کتب خانہ ہاں بھی نظر  
آئی تو پچھلے پڑے تھوڑی سی دھند دھند کو جہاں دیدہ کھیا پر

دونوں بیٹھے بڑھاپے ہیں ریش خفیا بابت مسبارک کہ قاف  
گول گلی دیکھ پڑی کھٹی کھٹائی اسپر کلاہ تری خوب جی جانی  
ما تھر من سبج لے کھٹ کھٹا رہے ہیں لوٹھے ارد گرد غل چارہ  
ہیں ہونق کی آمانہ بلند منڈی سے بھی غل چھاڑا دہ چند ہندیب  
منزلوں دور ادب کا فریگر مولو یما حب سے اسطرح ڈرتے ہیں  
جیسے چوہا بلاؤ سے یا افونی ناؤ سے ذری جیون تکھی ہوئی اور  
کھل بی چکٹی سب کتا بن کھولے جھوم جھوم کر مولو یما حب کو  
پھسلا رہے ہیں ایک شمر جوڑنا شروع کیا تو بلا کی طرح اسکو چپٹ  
کئے مطلب تو یہ ہے کہ مولو یما حب منہ کا کھٹنا اور زبان کا ہلنا  
اور اٹکا جھومنا دکھیں۔ کوئی ٹپٹے یا نہ پڑھے۔ اس سے سرکار  
نہیں طرز تعلیم سے مولانا بالعلم و بفضل اولن انضنا واقف تھے  
لکھے بھی داجی ہی داجی تھے کچھ شدید جانتے تھے ایک گروہ  
چلم بھروانی۔ دوسرے سے حقہ تازہ کرایا۔ دم دھاگے میں کام  
لیا حقہ گرو گڑایا اور دھوان اُڑا یا خامت اعمال سے کہیں حضرت  
افیون کے بھی عادی تھے چینی کی پیالی آئی۔ افیون گھولی اور  
نوش فرمائی ایک ہما جن کے لڑکے نے برنی منگوائی اپنے خوب ڈھپ کر  
چکھوتیاں کہیں جب ہنگار چکے تو نینک نے آدھو بچا۔ ادکھے حقہ ختم ہو گیا  
ہاک میں دم ہو گیا گردن ابے میں برائی اور اب زمین پر کئی حقہ  
پہ گرا دہ گرا۔ چل چل چل دم چلے حقہ جو چکنا چور ہو گیا۔ دو ایک لڑکی  
کتاؤں پر چکا ریان گرین اب پینک سے چونکے تو دو چار شاگرد باہر  
دو ہتھ پٹینا شروع کیا ایسے جھلائے کہ کسی کو چپٹ لگائی کسی کی  
کھوپڑی پر دھب جمائی ایک کے کان گرے دوسرے کو چپٹین  
لگائیں ماشاء اللہ اس دشت کے صحنے۔ پینک میں آکر خود تو  
حقہ گرایا اور شاگردوں پر بمقصور توجہاں پڑنے لگیں خیر تھے میں ایک  
نکلا مینڈا لیکر قریب آیا رب سیر دم بخیر۔ باقتلح برادر صاحب



زلف واکل سنبھل کر اور اساق و ساعدہ ہی بیٹے نور

اور تو چوتون سے تاڑ گئے تھے کہ کسی ترک زربن مگر کے  
یہ رنگہ نے گھائل کر دیا۔ اب ان شعار سے اور بھی یقین کامل ہو گیا  
کہ کسی نگار تندرہ۔ آتشیں رو کی نظر غلط انداز تیر کی طرح کھجے کے پار  
سو گئی اور یہ عشق وہ سم قاتل ہو کہ تریاق اگر کو بھی مسموم کر دے  
ادھی تھے وانا دور زائیش۔ سوچے کہ نہائش انکی آتش عشق پر  
روغن کا کام کرے گی۔ انکو نصیحت کرنا گویا سمند جنون پر  
مازیانہ لگانا ہے اودھر اودھر کے سیر پائے سے انکا دل ہلائیں  
باتون میں لگائیں۔ پوچھا کہ وہیں بھی چلنے کا قصد ہے۔  
میرا دل آزاد تو مگر عشق پر گدھا رکھائے ہی بیٹھے تھے جھپٹا منی ہو گئے  
ایک پائون میں ادھوڑی استر کا گنوار جو تادوسرے میں  
ستھرا گھستلا۔ اس وحشت کو دیکھنے کا یاران سر مل آوانے  
کنے لگے۔ سڑی کے جوتے کا چور ہے۔ ماشا اللہ کیا دورنگی  
ہی چلتے چلتے نور نے کہا خوب یاد آیا۔ اس پھانک میں ایک  
بانکے رہتے ہیں ذری میں اُنسے مل لون۔ میان آزاد اور  
انور دونوں پھانک میں ہو رہے۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک  
کس بل کے جوان رعنا ادھیگر جھری اور دلیر بنوٹ پٹے  
میں طاق۔ بانک لکڑی میں مشاق کرسی پر بیٹھے ہیں گھٹنا  
چوڑی دائرہ شپ۔ ذرا شکن نہیں چنت دارا لکڑی اڑی تک  
بھاگتا گول کٹا ہو چولی ادبھی۔ منکے دارا شہ بھر کی کٹی ہوئی  
لوٹپی۔ جیت گاہ کے ایک کونے پر بانک نکلی ہوئی۔ سردی  
سامنے رکھی ہے۔ اور جا بجا قوی قرابینچہ کٹا رکھا تڈا تلوار  
پتہ خدائی کے ہتھیار چنے ہوئے ہیں۔ علیک سلیک کے  
بعد انور نے کہا حضور وہ بندوق آپ نے پچاس روپیہ کو  
خریدنا تھی وہ دن کا وہہ تھا جسکے چور مینے ہو گئے مگر آپ

سانس جھکاتک نہیں لیتے۔ بندوق ہضم کی توصات صاف  
کہہ دیجئے۔ روز روز کی ٹھائیں ٹھائیں سے کیا فائدہ؟ اس بانکے  
نے مسکرا کر کہا ہوش کی دوا کچھ عقل کے ناخن سے بھیجے۔ کیسا  
صندوق کیسکی بندوق۔ اپنا کام کرو میرے منہ نہ چڑھو۔ بیان  
ہم بانکے لوگ میں سیکڑوں کو بچتے۔ ہزاروں کو جھانسنے دینے  
آپ بچا ہے کس تھیت کی مولی ہیں۔ یہاں تنو پست سے  
سپہ گری ہوئی آئی ہے۔ ہم اور دام دین۔ خدا خدا کیجئے۔  
معقول؟ ہو حضرت یہ اچھا بانکپن ہی۔ داہ اچھے بانکے ہیں کہ  
آنکھ چوکی اور کپڑے غائب۔ کمل ڈالا اور لوٹا لیا۔ اور کہنے  
لگے ہم بانکے ہیں۔ لقون چوٹن۔ شہدوں چوٹن کا کام ہے کیا  
بانکپن اسی کا نام ہے کہ قرض فواد کو آنکھیں دکھائے اور  
گیدڑ بھیکیان بتائے۔ آج کے ساتویں دن چہرہ شاہی بائیں  
سے گن دیتے گا۔ ورنہ خیر نظر نہیں آتی۔ انور بکتے ہی ہے اور  
وہ مونچھوں پر نہاؤ ہی دیا کئے۔ کہا تو یہ کہا کہ معلوم ہوتا ہے  
زندگی اجیرن ہو گئی۔ ہمارے ہاتھ تمھاری موت بدی ہی بہت  
بڑھو بڑھکر باتیں نہ بناؤ۔ پہلے اپنا منہ تو دیکھو آپ اور  
ہم سے ٹرائیں۔ آپ اور بانکوں سے برائیں۔ اے  
تری قدرت۔ اسپر انور آگ بھجھو کا ہو گئے۔ اے زون  
ہو اس بانکپن پر۔ سیند نگائیں اور بانکے کھلائیں آخر کار  
اس تکرار اور تو تین میں کے بعد میان آزاد کے ساتھ ساتھ  
گھر کی طرف رخ کیا۔

اب سینے کہ انور اور میان آزاد ادھر رہا ہی تھے۔ ادھر  
اُس بانکے کا بھانجا ہو گھر میں گیا تو دیکھتا کیا ہی سب عورتیں  
ناک بھون چو دھائے منہ بنائے غصے میں جھری بیٹھی ہیں  
؟ این کیوں کیوں خیر تو ہو۔ یہ آج سب چپ چاپ کیوں

موسیٰ چھینٹ اور فلائین کی بہار۔ ایک جانب گرنٹ اور ساسلیٹ دوسری جانب چکن یا کچل سیٹ الٹنی یا کھنٹی پر رد مال قریب سے شکے ہوئے سرخاسرخ۔ لال بھوکا۔ یا سفید جیسے بگے کے پر۔ ہرے ہرے دھانی۔ جیسے ہرے دروازہ لال رنگا ہو اپنی سے منڈھا ہوا دیوار پر صد ہا چھیان میان آزاد اور انکے بار جا کر ڈکان پر ڈٹ گئے۔

انور بھی سیاہ محل دکھانا۔

نیراز۔ بدو بدو جری کھان صاحب کو کالی کھل کے تھان دکھا دیا۔ لالہ بدو کوئی تھان تڑپے اٹھا لائے۔ سوئی کا شانی بوٹی دار۔ باغ وہاں انور نے کئی تھان دیکھے۔ خوب دیکھ بھال پوچھا دام۔

لالہ۔ بچوں کے حساب بتاؤں یا تھان کے دام۔

بھئی گزوں کے حساب بتاؤ۔ مگر لالہ جھوٹ کم بولنا۔ لالہ نے قہقہہ اڑایا۔ بچہ ہماری ڈکان میں ایک باسکے سواد سری نہیں لیتے کون میل پر بند ہو۔ انور نے ایک تھان پسند کیا اسکی قیمت بتاؤ۔ سننے کھداوند۔ جی جیسے جیسے نہ دیکھے۔ جی اکتیار ہو کل دس روپیہ گج سے کم نہ ہوگی این! دس روپیہ گز میان خدا سے ڈرو۔ اتنا جھوٹ۔ الٹی توبہ۔ یا عزیز آخر خون خدا بھی کچھ چیز ہو۔ اچھا تو پھر آپ بھی کچھ پھرناؤ۔ ہم چار روپیہ گز سے کم کا زیادہ نہ دینگے میان آزاد کیلے کہتے ہیں۔ برادر اول بہا شک بہا

انور نے جھڑک کر کہا بس آپ چیکے بیٹھے رہیں کہ کوان باتوں میں ذرا بھی دخل نہیں۔ شیخ کیا جائے صاحبون کا بھناؤ۔ لالہ۔ تو چار روپیہ گج تو بجا بھر میں نہ لے گی۔ اچھا آپ کا دام دیجیے۔ بولے کتنی کھریداری بخور ہے۔ دس گج اتار دن کیا خوب دام چکائے ہی نہیں اور گزوں کی فکر چکی پڑی اجی

بتاؤنا اجی۔ چکا کسی اپنے کو بیچے گا۔ ہم ایک گھاگ ہیں اچھا صاحب بائج روپیہ گج بیچے گا یا اب بھی چکا ہی۔ نامیل بڑی منگی ہی۔ غیر خاطر ہو سوا چار سہی۔ لے بس بائج گز اتار دو لال نے ناک بھون چڑھا کر بائج گز منجھل اتار دی اور کہا آپ بڑے کرٹے کھریدار ہیں نہیں گھاٹا ہوا۔ کھر کھائی ہاتھ آپ کو کیا بھجیے مل ان دامون میں شہر بھر میں نہ پائے گا۔

آزاد۔ بھی قسم ہی خدائی میرا ایسا اینلا تو پھنس ہی جائے گا وہ غپا کھائے کہ عمر بھر نہ بھولے۔

انور۔ اجی ابھی آپ نے دیکھا کیا ہی۔ آج تو شام ہو گئی۔ کل سہ پہر کو ہم آپ کو بازار کی سیر کرائیں گے۔ دیکھیے گا کیا دل لگی ہوتی ہے یہ کمر انور اپنے شفیق بال تحقیق کو اپنے گھر لے گئے۔

تھکاری تیغ کا منہ چڑھ کے لے لیا بوسہ کبھی نہ آپ سے ہم دیکے بالکین میں رہے

میان آزاد کے تیز سینے میں تو حسرت کا داغ تھا اور خون کا دل دریاغ تھا۔ چہرے سے دشت آشکار بہرے پر جنون کے آثار۔ چشم خون چکان سینہ بریان۔ دن کو گریہ وزاری شب کو آخر شماری۔

انور نے جو اپنے ننگوٹے یار کی یہ حالت زار دیکھی تو گھبرائے کہ یہ ماجرا کیا ہے۔ ۶۔ دربان ہو کر در لادو اچھا آزاد نے ایک آہ سرد کھینچ کر کہا۔ ۷

دبے بڑا زدم صبر و قرار کز خوش برق بود صبح بہار  
فتنہ جوئے آفت صبر و شکیب تو گلے چشم خرابش غنایب  
زلف پر چین کردہ عمر دراز نوک ترکان خاصہ تھویر ناز  
بند برقع طرہ کیسوے حور طوق گردن مشرق صبح ہور  
چشم جاودیش کہ تصویر جان در نگہ ساز و تبسم را حیاں

لوگوں کی محبت۔ اور اس شقی القلب سے مقابلہ جسم میں  
سکت نہیں زور نہیں طاقت نہیں بھاگین قدم نہیں اٹھتے  
عطر نہیں تو پاؤں نہیں جتنے نہ جاے مادی نہ پاے رفیق۔  
ابو گرو عٹھ کے عٹھ جمع ہیں۔ سب سمجھاتے ہیں کہ آپ ہائے  
جوان۔ یہ دُبلے چلے آؤں۔ آپ شیر غریب یہ گریہ مسکین سے

بہ بازوان تو انا دقت رسو  
تیر سدا نگر بر آفتاد کان نہ بخشاید

اور نے باویدہ مطوح خلق خدا سے کہا کہ جلال اس وقت  
میرا معصوم بچہ جان بلبہ ہو۔ مائے کیا جانے ہوت کیا ہوا  
میں اسکو نیچاں چھوڑ کر آیا ہوں۔ ڈاکو کو بلانے جانا تھا کہ  
راہ میں انھوں نے نگہرا۔ اب کسی صورت سے مجھے بچاؤ  
اکثر رقیب القلب آدمی یہ رقت انگیز فقر برسر کلا دیے۔ اور بیک  
سب دست تاسف ملنے لگے۔ گراؤں دھن کے پکے نے  
ایک کی نہ مانی۔ خدمتگار سے کہا ایک دلائی ہمیں دے دوسری  
انکے حوالے کر۔ انھوں نے پھر بگریہ وزاری سے کہا کہ مر خدا  
میرا بیاراجہ میرے خاندان بھر کا چشم چراغ میری آنکھوں کا نور  
میرے دل کا چین اس وقت حالت نزع میں تھا مائے ہاے  
خدا جانے اسیر کیا گذرتی ہوگی۔ بھائی مجھ پر رحم نہ کر دے  
معصوم پر تو رحم کی جا ہے وہ سر دہی لے پتیر بدل کر سامنے  
آن کھڑا ہوا اور پھر خوب دکار کر کہا چپ بزدل زنان نتری  
آچرٹ کے سامنے۔

اتنے میں کسی نے انور کے گھر پر فریاد بولی کہ میان سے  
خانہ جنگی ہو گئی تو ارجح گئی۔ آپ جاہل جتنے آدمی اتنی ہی  
زبانیں کسی نے کہہ دیا کہ چکا کھا یا اور گردن کھٹ سے الگ  
جنگی۔ یہ سنتے ہی ان کی بلی وہ ہنسنے لگی لگے دھڑکے

لوگوں کو ڈر اور سچھڑ بکلی گری۔ ہاے میں جیسے ہی مرٹی ہوئی  
سر قح کا سر خاک میں لوٹتا ہے۔ یہی اسکی گردن سے خون  
کے شرابے برہے ہیں یہ لکڑی میں حالت بدو اسی میں لکڑی  
سے چٹ کر خوب چلا چلا کر دلی اسے میرے بچے اب تو تم ہو گیا  
اسے تیرا باپ دلخ مے گیا۔ ہاے میں اب کہاں جاؤں  
اُس لکڑی کو کہاں پاؤں۔ ہاے میرا سہاگ لٹ گیا۔

یہ جاری عقیقہ دیوانی کی طرح سر مکرراتی پھرتی تھی مادہ  
تمام عالم اسکی نظردن میں تیرہ دنا تھا۔

میان آزاد یہ خبر پاتے ہی تیر کی طرح زن سے دوڑ گئے  
دیکھا تو وہ شقی شمشیر اسفہانی لینفیل مست کی طرح چٹکھاڑ رہا  
میان آزاد خود بڑے بوٹے تھے۔ جھٹ سے جھپٹ کر دوڑ گیا  
سر دہی اپنے بغض میں کی در انور کو ہٹا کر یہ بھی پتیر بدل کھاٹ سے  
سامنے جا ڈٹے وہ تو جوش جوانی اور عوی ہمدانی کے نشہ  
میں سرشار تھا پہلے تھکائی کا ہاتھ لگا ناچا ہانگرا زاد نے غائی  
وہ پھر ڈنٹا اور چاہا کہ چاک کا ہاتھ جائے گریہ مٹے ہو گئے وہ پھر  
جھپٹا چاہا کہ ان کی چوٹ دے گریہ تھکائی کی طرف جھکے تو ہٹکا  
ہاتھ آگے نہ بٹھا۔

آزاد۔ چڑا گئے کسی اپنے گنوار کو یہ اڑن گھائی ان بتا نایک  
مقابل میں چھٹے چھوٹ جائیں تو ہسی۔ ہان ہان آؤ چوٹ میر  
ستائے کی سند نہیں۔ مے گھس کے ہاتھ۔ وہ رنگ چٹ  
نئی اتنے میں وہ باکا جھلا کر جھپٹا اور گھٹنا ٹیک کر پالت کا ہاتھ  
لگانے ہی کو تھا کہ آزاد نے پتیر بدلا اور توڑ کیا۔ مونڈھا مونڈھا  
تو اسے یا یا گرا آزاد نے ساتھ ہی ہینوکاہ تلا ہوا بھر لود ہاتھ  
جھپٹا کہ اس کا فرشتی کا بھڑا لاکھ نکل گیا۔ اور ذیل تن مارا  
کوہم سے زمین پر آٹا۔ میان آزاد کو سب نے گھیر لیا



میں آئے کہ جیل ہی کھوٹ ہوے۔ مامون نے لاکھ کھایا۔  
گر یہ ہوا کے گھوٹ پر سوار تھے۔

اب ادھر کا محل سینے کے اندر جو اپنے گھر پر پونے تو دیکھتے  
کیا میں کہ اُنکا لڑکا تڑپ رہا ہے۔ ہائین! یہ کیا! خیریت ہے۔  
نوندی نے کہا میان کیا بتاؤں۔ بھیا میان کھیل رہے تھے کہ  
اکر، کا لفظ کمرہ کچھ اور کتنے کو کھتی کہ انور نے چلا کہ کسا  
اُف غضب ہو گیا۔ معلوم ہوتا ہے وہ سفاک طیش کھا کر آیا  
جب مجھ کو نہ پایا تو اس معصوم بچے پر ہاتھ صاف کیا۔ آزاد کے  
حواس غائب اری نیکی جنت جلد بتا۔ خیر تو ہے۔ ہاں ہاں سینے  
تو سہی۔ بھیا میان کھیل رہے تھے۔ بچھی نے کاٹا بڑی دیر سے  
بچہ تڑپ تڑپ کر لوٹ رہا ہے۔ اتنے میں میان انور کی ناہ  
مخدرہ نے اپنے سوہر کو سب حال بتایا اور آنسو بھرائی! ہاتھ  
جوڑ کر گروا کرتے کہا کہ ڈاکٹر کو بیک کے بلا انہیں لاتے  
آزاد کو رٹ کے کے پاس بٹھا کر میان انور ہسپتال چلے کہ  
جھٹ بٹ ڈاکٹر کو بلائیں۔

اب سینے کے راستہ میں نیگل کھلا۔ پچاس قدم بھی نور نہ گئے ہوئے  
کہ سامنے سے اُس بانیے کا ہانکا بھانجا آ نکلا۔ آنکھیں چار ہوئیں  
دیکھتے ہی شیر بر کی طرح ڈکارا۔ بس اناڑی بس۔ تیری ٹوکا  
پیانہ لبر نہ ہو گیا۔ ابھی ابھی کاسے سرخاک دغون میں لوٹ رہا ہوگا  
ہمارے مامون کو صلواتیں سنا نا بڑھ بڑھ کر باتیں بنانا۔ بالکون  
مغھوڑھنا استادوں سے بھر پڑنا خالہ جی کا گھر نہیں ہی۔ ہلا اور  
میں نے ہاتھ دیا۔ بڑھا اور میں نے کوپے کاٹے انور پچاسے کی  
جیرانی و پریشانی ناگفتہ بہ۔ اُدھر نور بصر اور نخت جگر کی وہ طاقت  
سیقم یہاں سے معصوم بچے کا تڑپنا لیلیانا۔ بیوی کا رونا تیل لانا  
اعزاء اقربا کا کچا دھین۔ اڑد سیدوں بڑوں کا شرم و شین

بیٹھے ہیں گھر ہے یا شہر خوشان۔ مکان ہو یا گنج شہیدان اتنے  
میں اُنکی مانی کر دک کر لوئیں اب جوڑیان ہنو۔ جوڑیان اور  
ہو بیٹیوں میں دب کر بیٹھ رہو۔ وہ مواد گور گور دردن باتیں  
سنا گیا اور بچے پر بھر تک اول فول بکا کیا اور تھارے  
مامون بیٹھے سب سنا کیے۔ دیکھی تیری کالی اور بادون پورے  
اجاڑ۔ بس بس۔ پھیری منھ پر لونی تو کر گیا کوئی۔ جب  
شرم ہی گھوڑی بھون کھائی تو پھر کیا۔ بڑے مردے بنے ہیں  
یہ نہ ہوا کہ موسے کلچھے کی زبان دست پناہ سے نکال لیں  
اکھی خیر انھوں نے تو بالکون کے بھی کان کاٹے۔ بلا کی عورت  
ہی۔ یہ خرم دوم۔ بانکے کے بھانجے کو جانی کا زعم طاقت کا غوہ  
شیر خشکین کی طرح بھرا ہوا باہر آیا۔ مامون جان یہ آج آپس  
کس سے گلچپ ہوئی جلد بتائیے در نہ میں سیرے کی کنی  
کھا لون گا ہاں سے بانکین میں بٹ لگ گیا۔ عورتوں تک  
کی رگ حمیت جوش زن ہوئی اور آپ چپکے بیٹھے سنا کیے  
والہ عزت ڈوب گئی سے زبرے خدا اسکا نام تو بتائیے  
قسم جناب میٹر کی ابھی آنٹوں کا ڈھیر ہو۔

مامون صاحب۔ بھائی وہ ایک شریف زادہ ہی میں اسکا  
قرضدار ہوں۔ اگر دو باتیں اُسے سنائیں بھی تو کیا اور وہ  
ہے ہی بیچارہ کیا۔ وہ پدی میں شہباز۔ وہ دُلا بتلا آدمی میں  
جوان طنز۔ بولنے کا موقع ہوتا تو اسوقت اسکی لاش نہ پھرتی  
ہوتی مجھے جانتے نہیں کیسا محروم المزاج مغلوب بغض ہوں  
کھی تو ناک پر بیٹھنے نہیں ہاتی۔ لے غصہ تھوک دور جاؤ  
کھا نا کھاؤ۔ آج میٹھے ٹکڑے پکے ہیں قسم خدا کی جب تک  
اُس شمر کا خون نہ پیوں تب تک کھا نا حرام ہے۔ میٹھے گرد و زبر  
آپ سہجے لگا کیے یہاں زندگی تلخ ہی۔ انھوں نے طیش



انور مع اپنے رفیق اور طویل بالتحقیق عالی نژاد و فرخ نژاد  
میان آنزاد کے ایک دن اپنے انچہ فرحت استلا و نیت انزاد  
پنے شہزادی شہزادی ہر اکہ ہے عجمہ گاہ و گاہ و گاہ

تھان لکہ اسکے سوا کوئی علاج ہی نہیں اور انکا ایسا کنی سوا دلی  
مزاج ہی نہیں غیر مثال ٹول کرے چلے تو چلتے چلے ایک بلخ  
میں پہنچے بدو نوں دن سے چھانک میں داخل دیکھتے کیا  
ہیں کہ ایک شامیانہ نقبہ ترک و احتشام نصب ہو اور اس میں  
بارہ نوجوان بیٹھے رنگ رلیاں منارہے ہیں گر غلیبی صحبت  
ہی انور نے کیا یا رکھے غل نہو۔ نظر سے اوچھل کیفیت دیکھنے  
لگے واہ واہ عجب طع ہے ہندو بھی ہیں مسلمان بھی  
میں۔ مگر شراب سے تکلف لڑھکا جا رہی ہے۔ آزاد کو دن کو

پڑھتی جب دل کی بقیہ داری  
پڑھتا یہ غزل بہ آہ و زاری

ارش - ہوسکی۔ کیا خوب یہاں تو دور چل رہا ہے بڑے بڑے ہانسی  
اور شیخ شراب ناسکی چسکی لگا ہے ہین۔ ایک ہندو بیچارہ دنیا چھوڑ  
تھا پہلے تو جام شراب لیتے چھوٹا گرا ایک اور ہندو نے جو وقت  
ساتی بلکہ یہ زمان تھے کہ ایک کچھ سوداگی سے ہوا ہے یہ نرمل گنگا

ہی پیتے ہی سیدھا سینکڑھ ہو جی بجایا چلے وہ غٹ سے نکل گئے  
ایک مسلمان لڑا آموز تھے ڈرتے ڈرتے ایک ایک گھونٹ پیتے تھے  
مگر ایک شیخ صاحب ٹھوکا دیا۔ اور کہا بی بی جاؤ میان۔ یہ  
شراب ایک ہی لندن کی ہو کہ کھڑی اک اپنے واسطے زہر حلال کرتے ہیں  
میں وہ بھی کھٹ سے اڑا گئے ٹری در تک ہو کر کاجب رس کے

سب نشے بیچ رہی ست و خمور ہوے تو ایک پری دش کو بلایا  
 کچھ دیر تک چہل کی باتیں ہو اکیں بعد ازاں اُس نے یہ غزل گائی اور  
 محفل بھر کو دھمین لائی - ۵

گاه نشین خاک گاه کون گلستان است  
 جود نبل خزه زلف پریچان است  
 شوق خیزد زخم نایان کسی است  
 مهرم تختگان شعله ان کسی است  
 شیب برود آید سوزن تنگ کوفت  
 طالع و دایه بیخ نیر و ان کسی است

کو خادہ میں عالم شجاعت میں رستم حسن میں دوست ثانی  
 کھت میں ارطوے یونانی شاعری میں لاجواب - شاعری میں  
 انتخاب بنائے نہ پروف مشام کہ حضور ایسے اور حضور کے باب ایسے مگر  
 بیچھے گالیان دے کہ اس ان پڑھنا تو یہ کار کو میں نے خوب ہی پایا  
 بیگم کے اعلان کریں کہ ضرورت ہی ایک بیڑی جو بڑھ بھوکرات  
 لگاتا ہوا اور اچھے اچھے ٹیردن کو پانی سے نوکہ مہکا تا ہو -  
 ضرورت ہی ایک مرغ کی - مگر ڈنڈیل ہو - تناہو اچوڑا جاتا  
 گتھ جائے تو حریف کو پیٹھ نہ دکھائے - بلکہ خون رلائے اور  
 جھکے پھڑائے - سوا یا مارے - ڈیو بھارے (ضرورت ہی)  
 ایک سینٹے کی جو پہاڑ سے ٹکرانے میں بندھوا دیکھ کر  
 تو دس بیس پہلوانوں سے بھی نہ رُک سکے (ضرورت ہی طیلے  
 کے لیے ایک جادوی بندر کی - مگر اینٹھا سنگھ ہوں - لال حقید  
 خاصہ مچندر) حضرت ادر تو باتیں ہیں لیکن ہمیں سوقت اپنی  
 ضرورت یاد آگئی بھائی از براے خدا چھو اینہیں دیتے ضرورت ہی  
 ایک جو رو کی جالاک اور چیت - خط و خال - نک سکے  
 درست شیخ وزبان دوازہ ہو - جوان ہو طائر ہو ہزاروں میں انتخاب  
 لاکھوں میں لاجواب - اٹھی جوانی صفیان شباب ہو مگر ولک  
 چنچل ہو کبھی ہنسی ہنسی میں - بجانب کی چپ گاہ پوھول جا  
 کبھی بعد ناز ٹوپی چھین کر چیتا جڑے - کبھی روٹھ جائے  
 کبھی گدگدائے - خیل ہو در نہ ہم سے ہیزان نہ پٹے گی - گادوہ  
 نہ ہوں سیدہ نہ ہو - شجرنی چہرہ ہو برف کے ایسے ہاتھ بانوں  
 ہوں کی ایسی آنکھ - لیکن تھناٹے کے برابر نہ ہو کہ ہکو پاڑا نہ ہنسنے  
 کے لیے مزید ہوا نے پڑیں - بندہ پست قد آدمی ہی اور شتر  
 یہ ہو کہ کھانا پکانے میں استاد - سینہ پر دے گل بوٹے بنانے  
 میں ہنسنے لیکن سو ہنسنے کی روش شکایت نہ رہے نہ ہنسنے

معدہ کا عارضہ مزید ہو - ہلکی ہلکی دو چپا تیان کھائے تو تین ہون  
 ہنسن ہوں - سلاہ مزاج ایسی ہو کہ زیور گھنے پاتے سے مطلب ہی  
 نہ رکھے سادگی ہی جو بن دکھائے اور یہ بھی شروہ ہے کہ مذہب کے  
 ہاتھ نہ ہک گئی ہو خدا کو واجب ہی واجب مانتی ہو سگر براندی  
 کی تاک میں ہر دم رہے - غٹافٹ جام شراب پیئے اور  
 ہم میں ٹھیلے بھی بنائے دینگے - اور محلے کی کسی عورت کو بھی  
 نہ آنے دینگے اور یہ بھی یاد رہے کہ چہرہ برابر نہ ہو - نہ راکت  
 آج کل کا بوجھ نہ اٹھ سکے کرچک جائے کر درون بل کھائے -  
 ہنس کھ بھی مزور ہو روئے کو ہنسائے - مگر یہ نہیں کہ پٹی جونی  
 کی طرح موقع میں قہر بے محل دانت کھول دیے - ہان اور لڑکی  
 نہو - در نہ اجیرن ہو جائے گی طرار ہو - مکار ہو - عیار ہو - ستکار ہو  
 طر حدار ہو - باغ و بہار ہو - وہ تجھی چتون - وہ بالکی ادا کہ  
 میا ختہ زبان سے نکل جایا کرے (تیری بانکی ادا نے مجھے ارا)  
 گانے بجائے کو عیب نہ سمجھتی ہو بلکہ وقت بے وقت تھکنے میں  
 عار نہو - لیکن چال بھونڈی نہو بھدے بانوں نہ پڑیں جب چلے  
 اٹھلا اٹھلا کر درخواستیں کھٹا کھٹ بندہ درگاہ کے پاس  
 آئیں مگر ٹکٹ چسپان نہو گئی تو بزرگ واپس - مکر یہ کہیں مساب  
 کے رخ انور پر ریش مبارک نہو -

آراو - اور تو خیر - مگر یہ ڈارھی کی بڑی کڑی شرط ہو بھلا کیوں  
 صاحب عورتیں بھی ریشائیل یا چھاکرا ایک ہوا کرتے ہیں  
 یہ انوکھی بات بتائی ابھی قید لگائی -

ہمار - ملا محفل - آپ کیا جاتیں - اچی قبلہ یہ نکاح کی شرطیں  
 ہیں اعتبار شرطیں - جب شرطیں ہی کرنے پر آئے تو کوئی بات  
 آٹھا کیمن دیکھیں کہ کچھ ہاتھ ہوچے انکے ہاتھ اسلکی - اور بھی  
 ہاتھ ہاتھ میں ہو -

تو ہم ضرورت ہی ایک عربی پروفیسر کی نظیر پور کالج کے لیے  
تخواہ دوسور پیدہ پوری۔ اسکی نسبت جو کچھ دریافت کرنا  
ہو پرنسپل سے دریافت کیا جائے۔

بہار۔ ہم کچھ کچھ دیکھے خاک بھی نہیں۔ آخر اس سے مطلب کیا  
آزاد۔ اسے صاحب ایک عربی پروفیسر پور کالج کے لئے جاپیہ  
دوسور پیدہ تخواہ لے گی بیان اور درخواست داسنے دے ہیں۔  
بہار۔ خدا کیا بکرے لیکن سینے تو سی۔ یہ تو اخبار ہے۔  
اسمین خلوسہ عمدہ اور تخواہ اور درخواست کا کیسا جھگڑا۔  
اسمین محاربہ کا حال۔ یا جنگ جبال۔ علی اور پھل قیل و قال  
چاہیے یا یہ جبال۔

آزاد۔ تو قبل آپ نے اخبار پڑھا ہی نہیں۔ یہ وہ مشہور اخبار ہے  
مجموعہ ہو۔ راکون کا انلیق۔ جواون کا ناصع شفیق۔ بٹھوں کے  
بجربہ کی کسوٹی۔ رکن رکن سلطنت۔ تبار کا دوست۔ مہناوین کا  
یار غار۔ رعایا کا وکیل۔ جمہور نام کا سفیر۔ مدر دن کا شیر۔ کسی  
کالم میں ملکی چھپر چھاڑ۔ کہیں شوشل مورین تکرار کہیں شعرا کا بار  
کہیں نوش اور اشتہار۔ انگریزی اخبار دن میں طرح طرح کی باتیں  
دعج ہوتی ہیں اور ویسی اخبار بھی انکا متبع کرتے ہیں۔ شرط کے صل  
نقشے۔ ترخہ قومی کانف۔ ٹھوڑو کا تذکرہ سب ہی کچھ ہوتا ہے اور  
جب کبھی کوئی عمدہ خالی ہوا اور اچھا اہلکار نہ ملا تو حکام خلوسہ عمدہ  
کا حال مشہر کرتے ہیں لوگوں نے پڑھا اور درخواست داغری۔  
جہان اشتہار کے صیفے میں دیکھا کہ ضرورت ہی ضرورت ہے کہ کسی  
ضرورت ہو بعض اوقات بڑی دل لگی ہوتی ہے (ضرورت ہی) پھر شوق  
چرا یا کہ دیکھیں شاید ہمارے مذاق کے موافق ہو تو اچھانے کا خون  
کون گے تو یہ نہیں تھا پڑھتے ہیں تو وہ ان کچھ اخبار ہی رنگ ہے  
ضرورت ہی ایک بالکی پور می خزانہ ہو شریف ہوتا تھا کہ کوئی

انکھیں چون کاٹی ٹکونو لا اول علاقہ کھے تھے کہ کسی ملک یا  
اکونٹ یا ترہم کی ضرورت ہوگی وہ انکی ٹکونیں ہیں ویسی خانا  
میں بھی اسکا کہ حقہ راج ہو تو کھٹے مرے ہوں جس داجہ جلاہ  
ناب رئیس کو اہلکار کی ضرورت ہو کسی نامی گرامی اخبار میں  
چھپا دے تاکہ شرفا علما وغیرہ کو درخواست بھیجے کا موقع ہے۔  
بہار۔ لیکن حضرت۔ پھر تو طرح طرح کی ضرورتیں بھیجنے لگیں جائیں  
چھاپیں کہ ضرورت ہی ایک سبوی کہ مبین وقیانوس کے وقت  
چاند بیایا گیا ہو اور چھپر چھٹ گیسٹ جی ہو) کوئی یا گنج آباد کرے  
تو اسکو لا اٹھا لہرہ نوٹس چھپو انا پڑے (ضرورت ہی) ایک لے جوائن فن  
کی نے گنج میں دکان جانے کے لیے کیونکہ جیتک دھوان و دھارن  
شاڈین چرس کی کو آسمان کی خبر نہ لائے۔ بگٹ دل و مون کی خبر  
نہ نمایاں دوسور دم پدم نہ لگائیں تب تک گنج کی رونق نہیں  
ایونی اپنے رنگ کے موافق مشہر کریں کہ (ضرورت ہی) ایک ایسے  
شخص کی جوائن گھولنے میں طاق ہو دن رات پینک میں رہی  
مگر ایون گھولنے کے وقت شہر نیم باز سے جینی کی بجائی پڑھو لے  
آرام طلب لوگ چھپو این (ضرورت ہی) ایک داستان گو کی  
جسکی زبان کترنی کی طرح چلی جائے جسکو امیر عمرہ کی داستان  
توک زبان ہو۔ بدریہ اور رگزار نسفہ ہو بات بات میں قافیہ کا  
قافیہ تنگ کرے غلج جگت میں برق ہو۔ اور زمین و آسمان کے  
قلا بے ملائے جھوٹ کے چھپر اڑائے شام سے جو کتنا شروع  
کرے تو توکا کرے سننے والوں کا کھور ہو جائے۔ مگر یہ حالت ہو  
کہ سامعین (ہون ہون) کرتے جائیں تب وہ داستان سنائے  
ہم چاہے خراٹے ہی لیتے ہوں لیکن وہ نہ کو کر لیتا ہی جا  
خوشا پند حضرت یہاں ہش ظاہر فرمائیں کہ (ضرورت ہی) ایک  
صاحب کی عشق کا شکایت ہو۔ ان میں ہون

میں۔ اب کے منہ میں کھی شکر۔ ابھی کچھ مری پاک رہی ہو کچھ مال  
میں کالا کالانظر آتا ہو۔ جاؤ ہندیا چڑھاؤ۔ آج تو بیا بچوں کھی  
میں ہن اور مڑ کر کھائی میں۔ امیں پوری نہ پڑے گی۔ اب مڑ گشتی  
کیجیے۔ اب کی ہوئی میں شیرالین کھائی تھیں۔ پاؤں تو تھاری  
بوٹیاں ہی جیبا جاؤں۔

میان آزاد نے جو دیکھا کہ اب یہ سب کے سب جھک مارنے لگے تو وہ ان سے چل کھڑے ہوئے اچھی حضرت اچھی حضرت دور آتو سہی۔ بس اگر ہوس ست ہمیں قدیس ست لا حول لا قوۃ۔ اس قطع اوقات سے فائدہ ایک کتاب ہو چل شک دوسرا کتاب ہو تیرا سر کڑھائی میں مفت میں بیہودہ کہنے سے فائدہ قبلہ یہ تو دل لگی کا وقت ہی ہو علما فضلا شعر اکلا کے سامنے تھوڑے ہی یہ باتیں ہوگی۔ چونکہ ہم کو کوئی گھس گھدا سمجھ میں بس رخصت۔

میان آزاد ایک روز میٹر گشت کرتے ہوئے ایک محلے میں  
جانکے دوست نے کیا ہین کہ ایک شخص کراہتا اور غل جی اچا کر چلا تا ہی  
ہاے مرا اے مرا۔ اے جان گئی۔ باپ سے باپ یا خدا جی یا  
اُن اُن لمے لمے۔ اے کوئی دو ٹو خداوند اموت سے۔ یا آگہی  
میری سنے اُن ان ادھر انکے کان میں جو بھنگ پڑی تو آوازی  
سیدھ بچل ہی تو کھڑے ہوئے۔ دو کہتے کیا ہین کہ ایک ضعیف  
آدمی قیافوں کا ہر چہ کھٹ پر لیٹا ہوا اسسک رہا ہے  
مگر جہرے سے موت کے آثار رہائے جاتے ہین آنکھوں سے جو  
اشک روان ہوا انھوں نے بغض پر ہاتھ ڈالا تو پتا ہی نہیں  
پسنے پر ہاتھ لگے تو کلیجہ دھڑ دھڑ کر رہی۔ پوچھا مزاج کیسا ہی  
سداے برفراست۔ اشا سے سے دریافت کیا کیسے ہو۔ انھیں  
لڑی دو گئے مگر سسکا رہا بعد ازاں مگر آگ اور لاد پر کی سسکا  
بھرنے لگے اور آگ کا آئین میں رخ رہتے غصے سے پودا کر لیا

کی طرح چلا۔ تمہارا حسن کوئی ہو میں کل ایک تو کوری گل  
 بخت بھرتے تھے کج ایتم بناتے ہوئے اب برت کی قفس  
 لکھائی یہ ایک کاسر ہو یا شکر کاسر پوش بہت ٹرائے نہور نہ  
 بچے لم گناہ گئے۔ بھئی کیا ہے تکی اڑائی۔ واہم کا تلامزہ تو رہ چلا  
 تھا اب اسکو چھوڑیے اب بے تکی ہونے لگی چل شک۔ کیسے بان کا  
 تلامزہ ہو بھی واہد کیا خوب بنگلہ ہو۔ وساور سے مل آیا ہے۔  
 میرے جوتے کا بان خوب چمکتا ہو بہت چبا چکا کہ بایتن نہ کیجئے  
 آج تو میں سرخرو ہا۔ آپ سبز بخت ہیں۔ ذری کپوری سنگہ کو  
 تو بلانا۔ برگ سبز ست تحفہ درویش ہا۔ آپ کے پاؤں کا پیمان  
 کیا ہو کیا چینی چھوڑی بایتن ہیں۔ میں تیرا یا رکھا۔ این! یہ کیا  
 حضرت یہ کتھے کا تلامزہ ہو۔ لاول دلا۔ بس گئے بے تکی اڑا  
 آئے گانے جانے کا تلامزہ ہو واہ بندہ نواز کیسے آج تار بقی  
 کیا ہو۔ طبیعت ناسازی ہو۔ آپ مستان شاہ ہیں دنیا کے پرے  
 براہیا گھسی نہ ہوگا۔ کیا پوقت کی شنائی بجائی ہو۔ ہتال عجیبی  
 بڑھے بھی بھین قسم ہے آپ کے گلے میں توڑا ڈال دو۔  
 دیکھیے دل بجائے گا اب لایا تب لا ہم پنادیس بھول گئے۔  
 جنگل کی دھن ہو یہ سر ہو یا تو بنی۔ اب میں کہیں کان نہ میٹھوں  
 اچھا راگ لائے۔ بھئی اپنی اپنی دفلی اپنا اپنا راگ۔ بس بس  
 ناسبت باہی اور راگ بوجھا۔ بیوت کی شنائی ہو۔ واہ یہ ہوگی  
 ہو۔ جلو خوشی کے شادیانے بجاؤ کہیں نونہلے نامیلان نہ بجائیں  
 وہ نالچ خیال کہ کھر جھرا کر وہ بے عباد کی پڑنے لگیں گئی آدمی ہے  
 یا گنہگار۔ اپنا تو کہیں ہو گیا۔ آئیے اب کھانے کا ضلع ہو۔  
 بھئی زباناں ہے آشام چھٹا پائے آپ کی دال نہ گلنے کی  
 ہی چیز ہو۔ نہ نہ رخت تو آپ کے غیر میں ہو۔ تم تو ماش کا  
 آہو سے جاتے ہو۔ نہ نہ رخت۔ نہ نہ خالی جاؤں گاتے



آزاد۔ اہی بندہ نواز عورت کی ڈاڑھی پر مہنی دار ہے۔  
 ہمارے معنی سے کیا مطلب۔ یہاں تو صورت کا ذکر ہے بھی کیا  
 جو ہو۔ یہ قہر ہم ضرور لگائیں گے کہی صاحب زن بروتی ہوں۔  
 احتیاط شرط ہے ۶۰۔ مرد آخر میں مبارک بندہ اسیت +  
 انور۔ قبلہ سینے جو رو کی تو بھیجے فکر کیجیے گا پہلے دماغ کی فکر کیجیے  
 شری سودا کی کو شادی سے کیا کام۔  
 ہمارے جی تو دماغ کی آپ جیسے رہا خشک فکر کریں بندے کا  
 دماغ خوب چاق ہو۔ دیکھیے آج کے اٹھوین ہی دن کسی شوخ و شنگ  
 سے بیاہ نہ رہے تو سہی گریا شریفین بڑی کر دی ہیں۔  
 آزاد۔ اور خصوصاً یہ ڈاڑھی والی۔

### ضلع جلگت

ایک اٹھارے میں انور عربی برو فیس ہو گئے۔ سمجھے تھے کہ  
 اٹھارے سا جواب آئیگا مگر کھٹ سے درخواست منظور اور نادری کم  
 کہ بقیہ پنہال کر تڑے دھرم دھکو۔ ذریعہ دیر ہوئی اور عمدہ وقت بول  
 انور تو نوکری پر ادھار کھائے بیٹھے ہی تھے پچھلے پر کر کس پس ہو  
 بوریادھنا اٹھا روٹیاں اور گوشت دسترخوان میں باندھ کر  
 کو چوم بوی سے مل چلے ڈاکنے۔ میان آزاد سلطہ جب شکرم  
 پد سوار ہوئے تو آزاد نے کہا۔ س

تو غریب سے کدی و رفتی ز برین	بستی مکر خویش و شکستی کمرین
------------------------------	-----------------------------

انور نے کہا بھائی مگر میں برسوں بیٹھے بیٹھے پھونڈی لگ  
 زبان حال بقال سے ہی شعر در زبان تھا۔ س

سفر چکونہ گزینم ز آستانہ خویش	کی مجھو مردم نیم چراغ خانہ خویش
-------------------------------	---------------------------------

آزاد۔ خیر المکتوب نصیب الملاقات۔ یار زندہ و صحت دانی  
 دونوں نے صاف کہا ہنسی ہوئے۔ شکرم گھر گھر کرتی ہوئی ہیں  
 انور نے کہا۔ اوداع۔ آلاطہ سے فی امان اللہ جب تک شکرم

نظر آئی میرے ساتھ میان آزاد دیکھا کیے جب نظر سے اوجھل  
 ہوئی تو یہ بھی کسکے چلے تو کیا دیکھے میں کہ اندر میں اپنے  
 نوجوان سفید پوش شریف و نجیب سرگ پر جا رہے ہیں مگر سب  
 خوش و خوش۔ میان آزاد نے پوچھا یا حضرت کہاں کی تیار کیا  
 ہیں۔ کہیں مشاعرہ ہے۔ یا نچ رنگ کا جلسہ جی نہیں جلسہ  
 نہ شاعرہ۔ مگر جان چار آدمی بیٹھ گئے وہیں جلسہ ہے۔ بہت  
 چاندنی فوب نکھری رہی جی جاتا ہی پک کر چاند کا کھڑا چوم لیں  
 ہم یاران بد مذہب مرغیان مرغ نے ٹھان لی کو لگشت جین اور  
 تماشا سے سرسبز و سرسبز کوین نوز و سان جین کا جو بن لوٹیں گوس  
 شملہ سے آنکھیں لڑائیں شادیلے بیائیں دھما چکری بیائیں جو  
 مرے اور امین فب ماہ کے لطف اٹھائیں کیے آپ بھی شریف  
 لائے۔ باغ میں قدم رنجہ فرمائیے عزت بخشے رہے بڑھائیے میان  
 آزاد تو ایک ہی بیگلے منبر اہل کے کوچہ گرد جب سے راضی  
 ہو گئے چلیے بسم اللہ لامر فتن الادب باغ میں پہنچے تو ایک  
 روش میں جو ترے پر جا ڈٹے پہلے کچھ عرصے تک شعر فانی رہی  
 بعد ازاں ضلع جلگت کی بھری جو ضلع میں طاق جلگت بازی کرنا  
 مشاق۔ پہلے حقے کا ضلع شروع ہوا۔ میان تم کندن کیے دیتے  
 ہو۔ ایک قش ہم بھی تو لیں اومصل و جل۔ قش کے کیا معنی  
 حضرت۔ نجی یہ قشیدن سے ہو میں بہت دم نہ دیجئے و اللہ کیا  
 گرا گرم آدمی ہو بندے کا مکان مثال درد انہی میں ہے اود  
 ہمارا مسکن تو جہ جہرہ ہو۔ یہ آدمی ہی یا اٹھاتا تھا کھانڈ  
 یہ حقہ بازی ہم خوب سمجھتے ہیں اہی ایسے مارے ہم نے بہت  
 چگے کیے اسکو کوئی لے کر کرے کیا لے بہت چٹخند۔ کب تو کیا  
 باتوں سے سوخت ہوئے جاتے ہیں۔ بندہ مامدوم ہوا جی کا  
 کے میں باغ۔ و اللہ کیا سوچا سوچا یا امیریل جو۔ یا اللہ بخت

منہج ہاں۔ لباس ناز و فریب تن - دلخیز - فیض اور  
چشم بدو کیس مڑے سے گروہیا پر بیٹھے رنگ بیان مناجت ہے  
مین اور یہ خبری نہیں کہ کانوں بھر کے نوڈے ویجے تالیان بجا  
اسے بین وہ ایک نوڈے نہایت جمائیکا قصد کیا۔ گراۓ کھینچ لیا  
دوسرے نے پٹرکی کوڑے دکھائی لگائی تیسرے نے ریش مبارک  
برگھائن چھینکی چوتھے نے کامیان تحاری دائمی میں نکالگو برا  
شیر فرائز نکا۔ اب سینے کہ گروہیا سے اُٹھے تو دور کی سو بھی  
جمپ سے ایک پیڑ پر چڑھ گئے اور چھینکی پر بھا بیٹھے اور بندر  
کی طرح گے اُچکنے۔ اُس نشنی ہم سے اُچکے تو دوسری شاخ بھونک  
رہے اور ایسا ہلایا کہ درخت پرید مجنون کا دھوکا ہونے لگا طرہ یکم  
لوگوں کو بھی ہدایت کرتے جاتے ہیں کہ آؤ درخت پر آؤ  
املی کا درخت ۔ ۷

شاخیں کہ بسدرہ سرکشیدہ | بیلے بیخ قمر کشیدہ

بلند ایسا کہ گویا آسمان سے باتیں کرتا تھا۔ حضرت مرے سے  
 بے تکلف بیٹھے ہوئے اعلیٰ کھاتے ہیں اور زمین نوڈون پرتاں تاکہ  
 بھینکتے جاتے ہیں۔ اور وہ غل جاتے ہیں کہ ایک چیان ہلکا دھڑا دھڑا  
 ہاتھ ہی ٹوٹیں جو دھڑا دھڑا بھینکتے خدا سمجھ کیا مرے سے غیڑ غیڑ کرتے  
 کھاتے جاتے ہیں اور ایک چیان بھی نہیں بھینکتے اور بخیل لوگوں کو  
 اور مسک۔ اونہر۔ اور مچھنڈر۔ ایک اور ایک اور کیا خوب  
 گو یا شہدے کسی رئیس سے مانگ رہے ہیں عورتوں کی دیر میں کھینکتے  
 کرتے دھت سے اترے اتفاق سے کسر پٹ کے تین چار باقی متوں  
 کی دھت میں جھومتے ہوئے جا رہے تھے مگر سب چاہے اور گئے  
 سے لڑے ہوئے۔ آج نوڈون کو سکھایا کہ اے بغل جی کہ گو کہ  
 باقی باقی گناہے نوڈون نے جاتی شہلانی تو آسمان سر پہ اٹھایا  
 باقی باقی گناہے باقی باقی گناہے۔ اتنے میں ایک دھڑا دھڑا

میں ڈال دیا اور اپنے ہاتھ سے پانی بھری ٹیجا ہم چلے نہ ہر جاؤ تو ناک  
کٹا ڈالوں سوچے کبھی شہر سے بڑی کڑی کی ہو کچھ تو ہیکہ ناک پر  
جب پانی کے قطرے دن کے اوپر نکالے کوئین میں تینوں  
قلے غراب داخل گئے پانی بھرنے ڈول تھا ونڈا۔ اور اس پر  
طویہ کہ مارے درد کے ترپ رہے تھے رسی ہاتھ سے جھوٹ گئی  
اور حضرت دم سے گرے پھوڑا تو آپ جانے شیشے کی مثل  
بھیس لگی اور بھی درد بڑھا گئے تملانے آخر کار دم توڑا۔  
آزاد فہوس صد افسوس ان مدعیان عقل سے کوئی اتنا تو  
بوجھے کہ ہر کس ناکس کی راسے پر علاج کیوں کر بیٹھے ہو جسے جو بتایا  
آتنا و صدنا منظور۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یا تو عارضہ بڑھ جاتا ہی  
یا جان سن سے نکل جاتی ہے۔

### دستی مگر خدا ترس ریشائیل

میان آزاد ایک دن چلے جاتے تھے تو کیا دیکھتے ہیں کسی پرانی  
دھرائی گودھیا کے کنارے ایک ریشائیل بیٹھے کانی کی کیفیت  
دیکھ رہے تھے کبھی ڈھیلا اٹھا کر بھدیکا۔ چھپ۔ اشارہ اٹھ سن رہے  
چل و شش نازم باین ریش و فش میں آدمی اور لونڈے بنے  
جاتے ہیں۔ اس دائرے کا بھی خیال نہیں اور لطف یہ کہ محلہ جگر کے  
لونڈے لاڑیے ارد گرد جمع تالیان یا ہے ہیں اور آتو بنا ہے ہی  
لیکن آپ گودھیا کی لہو ہی پر لٹو ہیں کچھ کھائے ہوئے ہیں  
ڈھیلے اور ٹیکرے ڈھونڈتے پھرتے ہیں ایک دفعہ ہی کوئی  
اٹھا کر حضرت گودھیا میں پھینکے چھپ چھپ چھپ اٹھ  
سے ایک مرد آدمی بھی چلے آئے تھے۔ آپ کو دیکھا تو نظر سے  
اوچھل ڈرا اٹھ کر لگے سیرو کھنے دل ہی دل میں سوچتے ہیں کہ  
اشارہ اٹھا گو سالہ ما پر شہر کا وہ شہ۔ یہ سن دسلل دور سے مل

چل سال عمر بڑھت گشت

اناشہ و ان الیہ راجون۔ میان آزاد کا دل بھر گیا اور رقیں نصیب  
تو تھے ہی آٹھ آٹھ آنسو رنے ایک مرد آدمی سے جو قریب بیٹھے  
تھے پوچھا کہ یا حضرت۔ بھلا یہ میری روکس عارضے میں مبتلا تھے  
اُسے آہ سرد کھینچ کر کہا کہ یہ نہ پوچھیں کہ عارضہ تھا کیا حق! یہ  
کون عارضہ ہو۔ صاحب قانون نے میں اسکا کہیں بتا نہیں  
طلب اکبر میں اسکا ذکر بھی نہیں یہ نیا عارضہ ہی۔ جی ام لہو  
ہے ذرا اسکے علامات تو بتائیے اچی حضرت کیا بتاؤں عقل کی  
مار اسکا خاص باعث ہی۔ عرض کردن کہ یہ میری مردانہ ہی  
تھے۔ مگر عقل کے پوسے تیز چھو نہیں گئی خدا جانے دھوپ میں  
بال سفید کیے تھے یا نرند سے یہ عارضہ ہو گیا تھا۔

اب سینے کے شامت اعمال سے حضرت کی پیٹھ پر ایک پھوڑا نکلا  
دس دن تک علاج نداد۔ دسویں دن کسی گنوار نے کہہ دیا کہ  
گل عباس کے پتے اور سرکہ بانٹو۔ چھپ رہی ہو گئے۔ سرکہ  
مار مار سے خریدوا۔ گل عباس کے پتے بلغ سے توڑ لائے اور سرکہ  
میں تون کو خوب تر کر کے پیٹھ پر بانڈھا دوسرے روز پھوڑا اٹھ نکلا  
بڑھ گیا کسی اور کو رکھے نے کہہ دیا کہ بھٹکلیا اور رنگ بانڈھو بسمندر کر  
آپ نے دہی کیا۔ لوگوں نے سمجھا یا کہ بڑھے کچھ گھاس تو نہیں  
کھا گیا ہی اسے پھوڑے کو بھٹکلیا سے کیا واسطہ۔ فرمایا کہ وہ آپ  
کیا جانیں یہ کچھ علاج تھوڑا ہی ہے تو تو ٹھکا ہو۔ فیہ صاحب تو ٹھکا  
سی۔ خدا کرے اس چھوٹے کی کالی بولی سے آپ چلے ہو جائیں  
مگر یہ غیر۔ درد اور زیادہ شروع ہو گیا کسی نے بتایا الی کی پتی اور دھو  
اور گوبر بانڈھو وہ ان کیا تھا فوراً منظور۔ اب ٹپنے لگے اُن اُن  
اُن اُن لگے تملانے اب ہوش و اس باختہ۔ آگ لگ گئی۔  
محلے کی ایک عورت کہا میں تمہاری مجھ سے کیوں پوچھا۔ سہل ترکیب  
مولی کا چارہ منہ لوگین قتلے ہوں۔ اور دھنکار کمال گورنگا کر نہیں

اور پیار کے جانوروں کو صفت بے کوری ہے۔ خاصہ کہ کوشیہ کا سبب خاص ہے جو کہ جب ہم جانوروں کو ایذا یا تکلیف کی حالت میں دیکھتے ہیں تو کبھی پرسانپ وٹنے لگتا ہے اور ان پر پیاروں کا توبہ جانی دشمن ہو اور خدا پاؤں تو کالے پانی بھجواؤں جہاں کھیا کہ دوچار سفید پوش کھڑے ہیں لگے جانوروں کو زور سے دبانے تاکہ وہ بیزبان ایذا کے سببے محشر پر آکرین اور لوگ انکی حالت دیکھ کر کچھ نہ نکلیں۔ انکی ہنڈیا چڑھ جائے۔ مردہ دونوں میں جائے یا بہشت میں۔ ۵

تو لے کبوتر بام حرم چہ میدانی | طہیدن دل مرغان رشتہ بر بالا  
انکے درد و دل کا حال کوئی کیا جانے کھیرے اسیلے گھیا  
میں چنکوا دیے کہ آجکل ہوا خواب ہو۔ کھیرے کھانے سے مرنا ہو  
تو انسان مر جائے گران کچھ مہون کبر لوں کو ان امور سے کیا واسطہ  
انکو اپنی بکری سے مطلب۔ ہم تو بنی نوع انسان کے ہمدرد ہیں  
ایک کبرئیے کا نقصان ہو بیزار سے بچا سون زندگان خدا کی توجہ  
بچے گی دیکھو خو اپنے والے کو ہم نے اپنے پاس سے دور دیکھنا نہیں  
گن دیے میان ہم خدا ترس ہیں۔ مردم آزار نہیں۔

### نشدہ مری چیر ہے

ایک دن میان آزاد حسب معمول کوٹ پتلون پہنے ترکی ٹوپی  
زیب سر کے پھرتی کے ساتھ کسی طرف جاتے تھے اور سامنے سے  
ایک صاحب آتے تھے۔ جب دونوں قریب پہنچے تو اُس نے پوچھا  
حضرت آپ فیون تو نہیں کھاتے۔ خدا کی مار فیون پر شیطان کی  
پٹھکار کسی ملعون نے اب تک ہاتھ نہ بھی چھوئی ہو۔ اس سیاہ کاری  
سے بندہ اب تک تو بچا رہا آئندہ خدا مالک ہو و اللہ فیون کے تو نام  
فرت ہی انجانہ کو۔ فیونی کی صورت دیکھوں تو لاول فیون  
دیکھیں فیون بہ ہاتھ چھلے تو آگ ہے ہرے ہندو فیون ہوتے

اس مانی ہلا کا نام نہ بان پر آیا بس جی جانتا ہو کہ پونے دو سو گھروں سے  
زبان پاک کروں۔ یہ کہ میراں آزادندی کے کنارے جانیٹھے  
وہاں سے پلٹ کر وائے ہیں تو کچھ اندھی گل کھلا ہوا دیکھتے کیا  
ہیں کہ وہ ذات شریف ٹٹے آنکھیں ہانکے ہیں اور کراہتے ہیں  
صورت پر مدنی چھائی ہے۔ لب خشک چشم تر سر کی فکر نہ پاؤں کی خبر  
تب تو میان آزاد دیکھائے کہ یا اٹھی کیا اسرار ہے۔ پوچھا کیون فیون خیر تو  
ابھی تو خاصے بھلے چنگے تھے۔ یا تنی جلد کا یا پلٹ کسی ہو گئی کچھ منہ  
سے بولو سر سے کھیلو۔ ۲۶ رات کو درو لا دوا ہوئے اُسے کانکھ کا کھڑ کر  
اہستہ سے کہا کیا رو میں تو مر شا بھائی کہیں سے پانچ چھ ٹکے کی  
افیون لے آؤ۔ بیون تو آنکھیں کھل جائیں۔ جان میں جان آئے  
بندہ چھپنے سے فیون کا عادی ہے۔ وقت پڑے تو نزع کی حالت چھٹے  
ایں! یہ کیفیت ہے۔ حضرت ابجا کہیں ٹھکا نا ہی نہیں کچھ انتہا بھی  
چھڑکے کی فیون ایک دغہ ہی نوش جان۔ آدمی ہو یا بلا نوش بچہ لیک  
دن میں سے مر جاؤ گے۔ جی بجائی اور آپ تو شاید آب حیات پی کر  
آئے ہیں عاقبت کے بوریے آپ ہی بوڑیے گا واہ میان واہ  
ہو تیکھے آدمی جیون کیسے جی ہو کہ بڑے غم و دم کے آدمی ہو رسی  
جلی گر رسی کا بل نہ گیا واہ آکا کیون نور سسک رہے ہو گر جواب  
ترکی ترکی نہ دو تو دونوں ہی نصیب ہو۔ حضرت فیون لانی ہوا  
ور نہ میان بک بک کا داغ نہیں۔ ۵

دونوں مجھے بتول ہو یا منکر و کیر | لیکن ہنیں داغ سوال و جواب کا  
جی تو اس بھڑے بھی نہ بیٹے گا کہ ہم اور فیون لایمیں ہم تو  
اس فکر میں بیٹھے ہیں کہ آپ مرین تو نو ضرور دیں کریں۔ یہ کہ گشتہ  
تبع فیون + یہ پہلا مضمر ہو گا۔ ایک بات مانو تو ابھی بکائی دن  
اور انیم لاؤں۔ ذرا لکڑی کے سہارے سے اس ہرے بھرے پڑے  
تے جلے وہاں ہری ہری گھانسی پلوٹ مارو ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کھاؤ

چار سے یہاں لوگوں کا کھنگ ہنگا میں بس آپ کسی اور سے نہ چھو  
 بھڑایا۔ اپنا کیا اپنے آگے کیا۔ یہ کمرہ اٹھ کر چلنے ہی کو تھا کہ  
 ریشٹائل نے روکوں کو اشارہ کیا وہ تو انکو اپنا پیر دستگیر سمجھتے تھے  
 ہی اٹھ کھڑے ہوئے ایک ستر بڑھتی لی۔ دوسرے مالا چھپا یا تیسرے  
 نے پگیا اٹھلا دی۔ دس بلخ چٹ گئے۔ چچا سے کوہنہ وقت چھپا  
 چھڑا کر بھاگتا پڑا۔ اور قسم کھائی کہ اب اس محلے کی طرف رخ کر دین  
 تو چار۔ اتنے میں ایک خواجہ والے نے آداز دی۔ گلابی ریوڑ پان  
 کراری کھٹیاں۔ دال موٹا سلونے۔ مٹر کوٹنے۔ نوڈے۔ اپنے اپنے  
 دلیں خوش ہو گئے کہ ریشٹائل کی بدولت خوب مٹھائیاں کھیں گے  
 اور خواجہ بوت لین گے۔ مگر انھوں نے منع کر دیا۔ خبردار ہاتھ نہ بھڑانا  
 جب خواجہ والا پاس آیا تو انھوں نے ٹھہرایا اور کہا سب خواجے  
 کے کیا دام ہیں اُسے کہا ڈھائی روپیہ این۔ ڈھائی روپیہ !  
 بھی مول تول نہیں واجبی کو واجبی۔ اچھا تو دو روپیہ دیجیے۔  
 دو روپیہ جیسے نکال کر اُسے ہاتھ دھرے اور روکوں کو خوب  
 چمک کر کھلایا۔ دس منٹ کے بعد آداز آئی کھیرے کھیرے حضرت  
 اُچک کر ٹوکرا اٹھ دیا کھیرے زمین پر پڑے جیسے ہی روکوں نے  
 جا ہا کھیرے بٹدین کہ انھوں نے ڈانٹ بتائی کھیرے والے  
 کے دونوں ہاتھ پکڑیے اور روکوں سے کہا کہ کھیرے اٹھا اٹھا کر کسی  
 گودھیا میں پھینکے جاؤ۔ اُنکے نزدیک بھی ایک لگی تھی کھیرے اٹھایا  
 اور غراب گڑھیا میں پیاس ساتھ کھیرے آنا فنا گڑھیا میں تھے  
 چھٹے وقت ایک چڑیا رکنا جال لیے ہوئے آ نکلا۔ ہاتھ  
 میں تین چار جانور کچھ جوڑے کے اندر سب چڑیا رہے ہیں کالا  
 بھیگا جنگل کا روز ریشٹائل نے پکارا۔ آؤ آؤ میان ادھر آؤ۔  
 ایک بھیگا لیکر اپنے اوپر سے صدقے کو کے چھوڑ دیا۔ چڑیا رہنے کہا  
 (لگا ہوا) دوسرا جانور دو ایک روکوں پر صدمہ کر کے چھوڑ دیا۔ تیسرا

جا فور ایک سنگی طلی پر سے صدقہ کیا۔ اسی طرح دین پندرہ جانور  
 صدقہ کر کے خاموش کھڑے ہوئے۔ گویا کچھ مطلب ہی نہ تھا چار  
 نے کہا۔ ہجر دام۔ آپنے فرمایا تمہارا نام۔ تب تو وہ چکرایا اچھا  
 ملے۔ خوب جھانسا دیا۔ ہجر دھیلی کے جنور تھے۔ این بادھیلی !  
 کچھ گھانسن تو نہیں کھا گیا کیسی دھیلی۔ کتا کس سے ہی ہوش کی دوا  
 کر ہوش کی۔ جنگ پی گیا ہی یا شراب کا نشہ ہی۔ یا یہ صابو اور  
 سینے۔ اسے کھرا دند۔ جنور سب سد کے کر دیے اب کھین نکالت ہو  
 روکوں نے جال کہا سب اٹھلا دیا۔ ٹھوڑی دیر رو یا پٹیا۔ آخر کا  
 صبر کر کے چل دیا۔

اس کا روٹائی کے بعد ریشٹائل نے روکوں کو چھوڑا اور اس محلے  
 سے غور موڑ کر لیے ہونے ہی کو تھے کہ میان آزاد اُنکے قریب آئے  
 یا حضرت آپ آئی کیا مجھون دھشت ہیں۔ میں عرصہ دراز سے  
 آپ کی انوکھی حرکتیں دیکھ رہا تھا کبھی کھیرے گودھیا میں پھینکے کبھی ملی  
 ہر جاک پہ بھی پڑیا۔ جنگ کا قاتیہ تنگ کا قاتیہ تنگ کیا۔ کبھی بھڑی کو کڑا  
 ہاتھوں لیا۔ حضرت واسطے خدا کے قصہ کھلائیے چندا کے ہال  
 پر قہقہہ کر دیا کے ورنہ آپ بہت جلد پاگل ہو جائیں گے۔

ریشٹائل۔ اس تذبذبی اور خوش بیانی کے قربان۔ بندہ ٹری  
 سودائی جھٹی مستان۔ آئے وہاں سے بڑے وہ بنکے سینے بل  
 ۶۔ نکتہ ہا ہست بے محرم اسرار کجا ہر سمجھنے کے لئے ٹری عقل  
 چاہیے۔ گڑھیا پر تبرجہا کے ڈھیلے پھینکے اور پیر پیر اُچک کر اعلیٰ  
 کھانے اور باہتی سے گئے مانگنے کا سبق کر کے کبھی ہاری دیکھا کبھی کھپک  
 پھاندوڑ دھوپ میں مشاق ہو جائیں۔ بنین کدو مل ٹٹو یا گا دلی  
 کی طرح جہاں بیٹھے وہیں چم گئے روکوں کو کم سے کم دگھٹے روز و روز  
 کی مشق کرنی چاہیے وہ نہ آئے دن بیماری ستائے گی۔ اور صحت و تندرست  
 گھٹتی جائے گی۔ یہ عجیب دالے کے رکھ پر اُچک بیٹھے اور کچھ کھانے



گھوڑے کو رقتا مالگیر بھی ازبر ہے۔ اسکے کیامنی۔ جی کچھ  
نہیں ایک شعر مجھ اسکے حسب حال یاد آیا۔ ۵

آہستہ فرام بلکہ محسرام | از پر قدمت ہزار جان ست

ہاں اسی بات پر کوڑا کرادوں۔ یہ کمر اڑ لگائی مگر ٹوٹنے نہیں  
تک نہ کی اب ایڑ پر ایڑ لگاتے ہیں۔ گردہ نقش قدم کی طرح چمک گیا۔

اب تو خدا ہی پٹا لے تو بٹے ورنہ ڈٹے سوڈٹے۔ میان آواز دے  
کما بس زیادہ شیخی میں نہ آئیے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کھائیے خبر

ادھر ٹوڑا دھر میان آواز دو قدمے جانے لگے۔ جب نشے کے  
طلوع کا وقت ہوا تو باؤن ڈنگا گئے لگے باگ اب چھٹی اور

اب چھٹی۔ دس قدم چلے اور باگ روک لی میان مسافر میان سفر  
جی پر دمر شد۔ ارشاد۔ سچ کننا میں نشے میں تو نہیں ہوں نامص

نشہ کیسا۔ پھر گھڑیا فز کی اور ایک بیس قدم پر ٹھٹک رہے  
میان مسافر۔ میان مسافر۔ حاضر ہوں۔ حکم۔ یحییٰ ایمان کی

قسم سچ کننا میں نشے میں تو نہیں ہوں۔ اچی حضرت کیسا نشہ  
آپ ہوش کی باتیں کر رہے ہیں۔ پھر گھڑیا کو ایڑ لگائی سا

آٹھ قدم گئے ہونگے کہ پھر ہانک لگائی۔ ارے میان مسافر۔ تو  
ارے میان کیا سو گئے۔ جی ہمراہ رکاب ہوں۔ بھلی سچ نہ کہے

تو ہمارا ہی خون پیے یحییٰ دانش نشے کے کچھ بھی آنا رہا ہے  
چہرے سے پائے جاتے ہیں۔ ہوش دعو اس درست ہیں نہ۔

ہاں ہاں صاحب درست ہیں۔ عرض تو کر چکا کہ آپ ہوش میں  
ہیں ایمان سے کہتے ہو۔ تو ہر آپ بھی عجیب شخص ہیں

ایمان سے نہیں تو کیا بے ایمانی سے کہتا ہوں پھر حنیف  
گئے اور گھڑیا کو روک کر کفن بچاؤ کر بیچ اٹھے۔ میان مسافر۔

میان مسافر۔ میان مسافر۔ سچ کہنا ذرا بھی ہوائی بات تو  
زبان پر نہیں آتی ہو۔ کیوں ہے نہ ہی بات بیشک جواب

اب گزری کی فصل جوئی قدامت کو بھی لگیں چک پھر ہاں ہونے  
ایک نشہ دوشد۔ ایک شب کو ایک پڑا نے دھڑنے برگد

کے پیر کے تنے جسکی ٹہنیاں آسمان پر پھٹکی لگتی یقین اور جسکی  
زمین دوزخبا میں باتال کی خبر لاتی یقین ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ

ایک ذات شریف نشے میں چور یہ ست دھوڑ۔ ایک ذرا سی ہلی  
پتلی ٹھوی پر سوار بیچ کر تے جا رہے ہیں میان آواز دے پوچھا اس

ٹوڑ پر کون لدا ہے۔ اوچھا جی کون لدا ہو۔ اچھا لدا ہے۔ ایسا نو  
کیمین میں اُتر کر ابھو غوڑھیلے کرادوں۔ یوں نہیں پوچھتا کہ اس

را ہوا رصبار رفتار پر آسن جلے باگ اٹھائے کون شہسوار جانا ہی  
آکھوں کے آگے ناک سوچھے کیا خاک ٹوڑیے جی ہوا کرتے

ہیں بولو۔ میان آواز دے کہا حضرت تصور ہوا معات فرمایے  
واقع میں یہ تو دور کا پورا گھوڑا ویلا کی نسل سے ہے نہ اچھوٹ

بڑا ہے۔ جنا پار کی بکری اس سے ذرا یوں ہی سی نکلتی ہوگی  
گر مرغ مینی سے کہیں بڑا ہے۔ ہاں اب راہ راست پر آئے

اور میان۔ اب تو۔ ۵

اسپ تازی شدہ محروح بریز بالان  
طوق زرین ہمہ در گردن خرمی بنیم

اب عربی ترکی کا ٹھیا دار دیکھنے ہی میں نہیں آتے اور قبلہ  
اس گھوڑے کی کچھ نہ پوچھیے۔ دو باگے ہیں۔ تہاگے ہیں دانش

یہ پھیر اتوان کے پیٹ سے چھہ کتا اچکتا کھلا تھا۔ بجاہے وہ تو  
اسکی آنکھیں ہی کسے دیتی ہیں آپ کیوں تعریف کی تکلیف

گوارا کرتے ہیں۔ دانش گھوڑا کیا اٹرن کھولا ہو اوپانجی ہو کر دیکھا  
اور نظر سے غائب۔ اسکی قیمت بھی۔ آپ کو معلوم ہے۔ نامص

بھلا میں کیا جانوں۔ آپ تو خیر گردے پر سوار بھی ہیں۔ یہاں تاگوں  
کی سواری روز مارل سے ہے تاہم اعمال میں لکھی ہو کر آپ کے

وہ بھی صلاح اور میان میان جان دو بھر دیکھنا پھرنا اٹھنا بیٹھنا  
کیسا بھائی کہا مانو میرے سہا سے جلوا الغرض میان آزاد  
نے اُن فیوٹی کو پیٹھ پر لاد اور لے چلے۔ اُنکی قطع کہ آنکھیں بند نہ کر  
ہو اعلیٰ ہی نہیں کہ جاتے کہاں ہیں۔ ایک دفعہ میان آزاد نے  
اُنکو ندی میں لجا کر غوطہ دیا پس قیامت بپا ہو گئی ستم ڈھایا آفت  
کا سامنا بلا کا سامنا مصیبت کا سامنا تھا فیوٹی آدمی پانی کی کھال  
سے نفرت لگے چلانے بڑا غباؤ لگ گیا۔ مارا پڑا کر دیا غم مہین  
آج ہی ندی میں قدم رکھا۔ خدا سمجھے تجھ سے سن سے جان کھائی  
ہو ہو ہو ہو پھٹھر گیا۔ اور خدا ترس اب تو رحم کر۔ اتنے میں میان آزاد  
نے ایک اور غوطہ دیا۔ تیسرا غوطہ دیا چوتھا غوطہ دیا تا بڑا توڑ کئی غوطے  
دیے اب اُنکی کیفیت نہ پوچھیے۔ بس ناگفتہ بہ کرو دن گالیان  
دین۔ لاکھوں صلواتیں سنا ہیں میان آزاد نے اُنکو ریتی میں چھوڑ دیا  
اور لمبے ہوئے۔ اور یو فیوٹی سینے صاحب ہم نے جو ایک ستانہ  
صلاح دی تو کہنے لگے تم عاقبت کے بورے بٹور دے جو چھڑا گھوڑ  
اور بڑھ بڑھ کر باتیں بناؤ۔ بات ترے کی۔ میان آزاد  
وہاں سے چلے تو راہ میں ایک اور حضرت سے۔ آداب عرض ہوئے  
اُس سے کچھ عرض کرنا ہی فرمایے۔ بندہ چاندو باز ہے۔ ہوت شہر ہر  
میں چاندو کی دکان ہی نہیں۔ سب چاندو دالے پیسے گئے ہیں  
وہاں جائیں تو شام ہو جائے اور پھر جایا کس سے جائیگا۔ ہم تو  
نجان ہیں۔ آپ کچھ سبیل کر دیں تو بڑا ہی احسان ہو میان آزاد  
نے کہا میں بتاؤں۔ سامنے ناک کی سیدھ پر چلے جائے وہ ہر بار  
بڑ نظر آتا ہی ندی کے کنارے وہاں ایک صاحب بیٹھے ہوئے  
چاندو اڑا رہے ہیں آپ بھی شریک ہو جائیں۔ اہا ہا ہا ہو ہو ہو مگر  
اُچکتے ہوئے چلے کبھی دوچار چھینے تو اڑاؤ میں اور ڈاگرائیں میان آزاد  
ایک پیاسم گئے ہوئے کہ ایک اور ذات شریف سے دوچار ہوئے

کیون بھی گھر کو بھی جا رہی دیکھا ہے کیا انجام۔ نام کیسا بھام  
جہاں نہ لگاؤں سنا ہو دیکھا نہیں۔ اسے میان ہم ہی جام کو پوچھتے  
میں جو کوئی نہ ہو۔ کوئی نہ کیا جگہ کا عارفہ جو ابھی اُنکی کے  
سمجھنے والے۔ کوئی نہ دوا نہیں۔ کون کی حج۔ نہ صاحب ہم نے  
ابا جام دیکھا نہ سنا۔ میان اب صاف صاف کہہ دیں کبھی شراب  
بھی پی۔ استغفر اللہ۔ استغفر اللہ۔

کیا ذکر شراب یا تو بہ خاور	ہو ایسا نہ شرمسار تو بہ خاور
دو دفعہ میں طہین گے مے کے پیسے دے	تو بہ خاور ہزار تو بہ خاور

اجی تم تو کھا مٹھی نکلے۔ میان ۶۔ نام خدا ہو جان کچھ تو کیا  
چاہیے۔ کیا کہیں تول میں ہوت ایک بوند تک نہیں ورنہ اُنکو  
ضرور فہ چکھاتے۔ ہوت طبیعت بے لطف ہے۔ بندہ ہر روز  
دو وقت شراب پینے کا عادی ہے۔ آج جان خدا میں ہے۔

میان آزاد نے کہا ہم بتائیں وہ دیکھو سامنے الی کا پیڑی چلے جاؤ  
وہاں دو چار آدمی بیٹھے راسی اڑاتے اور شکی لگاتے ہیں جاؤ  
نشا عٹ شراب اڑاؤ میان شرابی تو کھل گئے۔ ایو خانہ احسان  
آباد راہ استاد۔ کیا بات بتائی۔ ہوت جان چلائی۔ چلو تم بھی  
ایک چلو میں اُتو ہو۔ میان آزاد نے کہا معاذ اللہ میں اور شراب  
آج تک کبھی پی نہ پوئگا۔ یہ کہتے ہی تھے کہ ہنسنا کلورن اودی  
اودی پھر یا پھر کائے اُدھر سے گزری۔ صورت دیکھتے ہی میان آزاد  
سیدھے نوک دم بھاگے نیچے پھر کے دیکھنا قسم تھا گردل ہی زمین  
سوچتے جاتے ہیں کہ نشہ بھی کیا بری چیز ہے کہ ذرا وقت پر  
نہ ملا اور دم توڑنے لگا۔

میان مسافر میان مسافر بیچ کھنا	
میں نشہ میں تو نہیں ہوں	
آجک تو میان آزاد دن بھر کھا کھا رات کو دیکھ رہے تھے	

دوسری طرف دل بکھادی جاتی ہو بھٹیاریاں مسادوں کو  
گھر گھر کر لارہی ہیں مسافت ستھری کو مٹریان دکھا دی ہیں۔  
حضرت ادھر ادھر غروب گھوئے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ ایک کوٹھری  
کے پاس ایک صاحب عجم و شمیم فرم و عجم ہیے ہی چار بالی پر  
بیٹھے لگے بٹی ٹوٹ گئی اور حضرت عراب سے جھلنگے من ہو رہے  
ہائے موٹا پا بھی کیا برکی چیز ہے۔ اب سینے کہ گرے تو اٹھا نہیں  
جاتا آخر کاروایان ہاتھ بھٹیاریوں نے لیا۔ بائیں طرف میان آزاد  
نے ہاتھ دیا اور بعد فرابی بصرہ حضرت کو نکالا۔ جھلنگے سے باہر  
آئے تو نہایت ہی خفیف پہلے تو بی بھٹیاری سے خوب گلنپ  
ہوئی۔ واہ اچھی چار بالی دی اور جو میرا ہاتھ پانوں ٹوٹ جاتا  
سر بھوٹ جاتا تو کیسی ہوتی۔ اے واہ میان! اٹھا چور کو تو ال  
کوڈاٹے ایک تو چھ کھٹ کو چکنا چور کر ڈالا۔ بٹی کے ہتر ٹکڑے  
ہو گئے دینگے مکا۔ اور چھ گندے پر بالی پھیر دیا دوسرے ہیں کہ  
للا کرتے ہیں۔ الغرض لوگوں نے سمجھا اٹھا کر جھگڑا پاک کیا تو  
حضرت ہٹل ہٹل کر یہ شعر پڑھنے لگے۔

رواے دل حزن نہ تپ جہاں میں | ایسا کہ مضر ہے نہا نا بخار میں  
میان آزاد نے پوچھا یا حضرت کمان سے تشریف لائے کا  
اتفاق ہوا۔ فرمایا یہیں تک آیا ہوں معقول! سوال کی گوجا  
دیگر۔ قبلہ آپ آئے کمان سے ہیں جی وطن سے آتا ہوں الٹی  
وطن کا کچھ نام بھی ہے۔ یا گننام جی تو پاؤں میں مکان ہے احاہ  
آئیے آئیے۔ واہ غروب لے۔ تو یہ کیسے حضور کا دولت خانہ گواؤ  
میں خوش آمدی۔ خوش آمدی۔ میان کس غرض سے آتا ہوا۔  
حضور جی بندہ حکم ہے۔ یہ کیسے تو آپ طبیب ہیں کیا طبیب! طبیب  
آپ خود بھنگے ہم حکیم ہیں۔ طبیب کہیں اور رہتے ہونگے  
خیر صاحب وہ طبیب نہیں۔ آپ حکیم بلکہ سلطان الحاکم ہیں

خفا کیوں ہوتے ہو صاحب۔ کیا یہاں مطلب کرنے کا قصد ہے  
اور نہیں تو کیا بھار بھوکنے آیا ہوں یا سپہ پانوں پر سوار تھا  
بھلا یہ فرمائیے کیسا مقام ہے لوگ کس نشن کے ہیں آپ ہوا  
کیسی ہو حضرت یہ نہ پوچھیے۔ باشندے مشورہ پشت۔ چاق و چوبند  
آنکھوں کا ٹھڈ کیت۔ اور آپ دہوا کا تو خیال ہی نہ کیجئے۔ برسوں  
رہے اگر کسی دن سو ہضم کی شکایت ہو تو جہاں نہ دون پاؤں بھر کی  
غذا ہو تو تین پاؤں کھائے۔ ڈکار تک پیجیے تو مجھے سزا دیجیے یہ  
شکر حکیم صاحب نے مفہ بنایا اور گولا لکھ ضبط کیا مگر بے اختیار  
بول اٹھے لاجول ولاقوہ۔ بڑے بڑے پھنسے! این بٹے پھنسے!  
یہ کیوں کیوں۔ اجی آپ دہوا غروب ہے۔ بیماری کا نام نہیں یہ تو  
اچھا مقام ہے لاجول چہ معنی دارد! حضرت آپ بڑے کوڑھ مفر  
ہیں۔ ایک تو آپ نے یہ گولا مارا کہ اب دہوا اچھی ہوا تا نہیں  
سمجھتے کہ اب دہوا اچھی ہے تو ہم سے کیا واسطہ۔ ہیں کون پوچھ گیا  
لبس ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیکار بیٹھے مکھیاں مارا کرینگے۔ ہم تو  
ایسے شہر جانا چاہتے ہیں جہاں پیسے کا گھر ہو۔ بخار چھانہ چھوڑنا  
ہو۔ ڈنگور و زٹیٹو ادبو ہے۔ قبض و عیش کی سب کو شکایت  
ہو اب دہوا میں سم کی خاصیت ہو۔ چیچک کا دہ زور ہو کہ لا مارا  
جب البتہ ہماری ہنڈیا چڑھے۔ آپ نے تو واہ آتے ہی  
گولا مارا ہتھ ہی پر ٹوک دیا اور اشارہ اللہ کس ہمدردی  
آپ فرماتے ہیں کہ سو ہضم کی شکایت نہوگی۔ واہ سو ہضم  
کی شکایت ان کو ہوتی ہوگی جو صنف معدہ کے عارضے میں مبتلا  
ہیں اور اب ہر طرح یہ کہ پاؤں بھر کے عوض میں تین پاؤں غذا کھانے  
لگوں۔ واہ واہ۔ پڑا ہی کر دیا۔ آمدنی کا نہیں اور کھائیں  
جو گنا تو فرمائیے مرے یا جیے نا صاحب بندہ سویرے ہی بویا  
بہنا اٹھا کر حبیب ہوگا۔ ایسے منوس شہر میں میری بلادہ ہے

کسی پتہ کی اور بوکھلاہٹ تو آپ کے قریب نہیں پھٹکتے باقی  
 نور امیر سے شیر نے ٹوکی باگ پھیری اور لگے اُسے چلنے۔ بائیں  
 بائیں اور حضرت کیا یہ لٹی گنگا بانی۔ اسے میان یوں چلو  
 یوں۔ اچھا دون سہی۔ یوں سہی لیکن سچ کتنا کوئی بات نشہ  
 کی پانی جاتی ہے۔ میان آزاد نے اپنے کان ایٹھے اور کہا بندہ نواز  
 وہم کی دوا تو تھان کے پاس نہ تھی۔ ایک دفعہ میں دفعہ پیا س دفعہ  
 سمجھا دیا کہ آپ ہوش کی پوٹیا ہیں۔ پھر آپ بار بار کیوں  
 پوچھتے جاتے ہیں۔ خیر خدا خدا کر کے جانور کو پھر اگر نشہ نے  
 اٹھ کر دیا۔ مسافر۔ مسافر۔ مسافر مسافر دیکھیے کیا قدم ہے  
 نہ کہو گے۔ سچ کتنا۔ جھوٹ بونا اور سو بکھانا اپنے حساب برابر ہے  
 ذرا بھی نشہ کی کوئی بات پانی گئی۔ کیا مجال۔ بالکل ہوش کی  
 باتیں ہیں۔ حضرت۔ خصوصاً اس وقت جو آپ نے گھوڑے کو  
 پھیر دیا تھا یہ عین ہوش وواس کی نشانی ہے اور یہ بار بار ایک ہی  
 بات کو دہرانا صاحب ہوش کی باتیں ہیں۔ جو شیر۔ ایک کچی اللہ  
 چوہا تو توٹیں ہی ہو جاؤ۔ ایک دفعہ ہی آواز آئی۔ مسافر۔ مسافر  
 اور میان مسافر۔ بدھاسی کی بات تو میں نے نہیں کی۔ تمہیں  
 قسم ہے اپنے دین اور ایمان کی۔ میان آزاد نے پھر اپنے کان  
 ایٹھے۔ بدھاسی تو چھو نہیں گئی۔ معاذ اللہ جو کہیں آپ بیہوش  
 ہوتے تو ممکن تھا کہ گھڑیا کلچ پھیر دیتے۔ ایک یہی ہوش کی  
 بات ہے کہ کوئی اٹھا رہ کر درمیان مجھ سے آپ پوچھ چکے کہ میں  
 ہوش میں ہوں نہ پھر میان شہسوار نے چیخا شریع کیا کہو بھی  
 مسافر دیکھنا ہم بھی کس غم و دم کے جوان ہیں چشم بد و دم  
 غنیمت ہے۔ اور یہ دیکھو ذرا نشہ کی بوتل نہیں آتی۔ بجا ہو  
 مشفق میں خوب واقع ہوں نشہ ہوتا تو ایسے ٹھکانے کی  
 باتیں نہ سوچتی جب میان آزاد نے دیکھا کہ اب یہ عین نشہ

اور گھڑیا رہے روکھا ہے جاتے ہیں اب خیر نظر نہیں آتی ہو  
 جھٹ گھڑیا کو ایک کھیت میں ہانک دیا اور غل چایا کہ اوسان  
 اوسان دیکھو۔ پتر اکھیت چرائے لیتا ہوسان کے کان میں جو  
 ہانک پڑی تو ٹھکانہ دے پر رکھ لاکھوں صلوات میں سنا تا ہوا چھٹا  
 آج چپا بنا کے چھوڑ دینگا۔ روز سوری چرائے جاتے تھے آج ہی  
 تو تھے چرھے ہو۔ بچہ جی۔ اب کیسے کیا درگت بناؤں قریب گیا  
 تو دیکھتا ہوں کہ ٹوٹی ہو اور ایک آدمی پسر لدا ہے۔ این! این گل  
 دیگر شکفت۔ اھاہ آپ میں چلے گھرے جلون رات کو گھری  
 برسویٹے کسان کو کسان ہی تھا گنوار۔ مگر تیرے یہ جھانسا دیکر  
 کہ تم کو گھرے چلوں گا۔ سیدھا کا بنی ہوس ہو گیا۔ تیچھے تیچھے  
 ٹوٹی۔ ایک دفعہ حضرت جو چونکے تو ہانک لگائی میان مسافر  
 میان مسافر بھی سچ کہہ دو ذرا نشہ کی چھاتھ تک نہیں ہے۔  
 اوچھا جی۔ یہ اپنے حساب ابھی راہ میں میان آزاد ہی کے ساتھ  
 چلے جاتے ہیں۔ اس وحشت کو ملاحظہ فرمائیے۔ انفرض ٹوکی  
 اور سوار دونوں کو کا بنی ہوس میں ڈھکیلا اور چپت ہوئے  
 ادھر میان آزاد نے راہ لی۔ یہ بیچارے رات بھر کا بنی ہوس  
 میں رہے صبح کو دس آنہ نے کر بیچھا چھوٹا۔ خدا اس شراب  
 خانہ خراب کو غارت کرے۔ آمین آمین۔

### اپنے حلوے مانڈیے کام

میان آزاد کے تو پاؤں میں آنڈی روگ تھا۔ ادھر ادھر  
 چکر لگائے راستہ ناپا اور پڑ کر سو رہے ایک دن حسب معمول  
 تلوے کھلائے تو چلے سرا کی طرف۔ وہ تو کیسے خیر گندی کہ جوش  
 جنون نے جنگ نہ دکھایا۔ دونوں وقت ملتے سرا میں  
 ہوئے۔ بڑی چل چل ہیں۔ ایک طرف روٹیاں پک رہی ہیں

ایسا کہ کھیل سنا یا۔ ۵	نال جاتے ہیں جو بسہ مانگو
گفتش لے رہا شب از من سے تا بیدن چہ سود	بات مطلب کی جیسا جاتے ہیں
گفت گستاخانہ برے من آن دیدن چہ سود	بارک اللہ خدا کی قسم زبان چومے۔ بوسے کے لئے چہا بھی کیا خوب ہو
گفتش رویت گل ست و گل برے دیدن ست	پھول کا جام پلا اوسا
گفت برودین و کان عاشقی چیدن چہ سود	اے پھول کے لئے کاٹنے سے
گفتش عشق گل رویت گر باشد گناہ	بات سبھی ہوئی اُجھاتے ہیں
گفت این رمزیت بہان فاش نالیدن چہ سود	نگہی کے نام سے ہوتے ہیں خفا
گفتش نالیدہ ام کر جو تو رنجیدہ ام	نگہ رسم بھی تو کیجئے
گفت چون عاشق شدہ ام جو رنجیدن چہ سود	ساتھ لاتے ہیں رفیقوں کو ضرور
گفتش بر جو نالیدہ گشتم مبتلا	دل دکھانے کو وہ عقل آتے ہیں
گفت این رسم قدیم ماست نصیدن چہ سود	اسکے بعد شاعر نے پوچھا کیوں حضرت یہاں کے رہ سائیں کوئی
گفتش نصیدہ نالیدہ گشتم مبتلا	قدردان شعر و سخن بھی ہے۔ یہ نہ پوچھیے بیان مار ڈال رہی البتہ ہستے
گفت بس لے عقل مغز ماخراشیدن چہ سود	میں کتاب یا کتب فروش شاعر۔ یا منشی کی صورت سے نفرت
سبحان اللہ حضرت آپ تو شاعر غراہین۔ عرض کروں حضرت	ہو بیان کے رُوسا سے کچھ بھروسہ نہ کیجئے وہ شعر و شاعری کے
شاعر غراہونا تو حال ہی مگر آپ قدردان آدمی ہیں۔ ورنہ شاعر غرا	قریب نہیں بٹھکتے۔ لاعل دلاقہ۔ توبہ آنا ہی بیکار ہوا جی
تو عرب میں متبئی اور امراد اقیس۔ فارس میں سعدی خاقانی	اسمیں کیا شک۔ لاعل دلاقہ لے صاحب آخر کوئی صافی مذاق
فردوسی و انوری۔ ہند میں کالیداس اور کبراج اور اردو میں	بھی ہی۔ اب آپ تو ملتے ہی نہیں۔ بیان قدردان خدا کا نام ہی۔
انیس و دبیر آتش و تیر گذرے ہیں باقی غیر صلاح۔ اچھا حضرت	آٹھون کا میللا
کچھ اُردو کلام تو سنا ہے۔ بہت خوب۔ ۵	وہاں سے جو میان آرزو تری طرح روان ہوے تو راہ میں دیکھا
داغ دے جاتے ہیں جیتے ہیں	کہ کئی مسافر لے پھندے جا رہے ہیں۔ کیوں بھی ہوتی کہان
سبحان اللہ دلخ کے لیے شکوہ کیا خوب۔ (تسلیم)	لکھنؤ لکھنؤ! کیوں! کیوں کیا! آٹھون کا میللا ہی یا نہیں اس موسم
یا رنگ بار کمان پاتے ہیں	دھر کے کا میللا دیکھا نہ سنا مان اتواں ہم بھی جلتے ہیں محرم الحرام
کیا بول چال ہو کیا روزمرہ ہو (آداب)	بہار سبک کے رُوسا سے اڑنے اب جیسے یہ میللا بھی دیکھو میں
پھر خون و خیم نہ دکھلائے کہیں	کیا جان بھر باقی چھوٹے ٹھوڑا چھوٹے۔ یہ لکھنویاں آواز بھی لکھنؤ
ادھو ہو۔ کیا زبان ہو۔ سبحان اللہ حضرت۔ (کونیش)	چلے۔ نور کے ترشہ داخل سبحان اللہ کیا صبح ہے۔ مار خان
	حق پرست کے دل کی طرح نورانی سادہ باطن میں اہل تصوف کے



جہاں سب ہٹے کٹے ہی نظر آتے ہیں جسے دیکھ کر دل پہلے  
سٹڈا ہوا بھلا کوئی خاص مارضہ بھی بیان ہی ہمارے کا اس طرف  
گزر ہی نہیں ہوا۔ حضرت یہاں کے پانی میں یہ تاثیر ہے کہ بہوں کا  
مریض آئے اور ایک قطرہ پی لیا چاہے بس خامہ ہٹا کٹا لا حول !  
پانی کیا آب حیات ہے۔ تو سہی جو پانی میں زہر نہ ملا دیا ہوا ہے تو  
قبلہ ہزاروں کنوین سیکروں اندر سے پچاسوں باولیاں کس کس  
میں زہر ملاتے پھرے گا۔ خیر بھی سمجھا جائے گا مگر بڑے پھٹنے  
واقت بہت بڑے پھٹنے ہیں وقت ہوش ٹھکانے نہیں ہی  
مہترانی۔ مہترانی۔ بی مہترانی ذری ہم کو پیساری کی دکان سے  
تو بھر بکجینیں تو لا دینا اس وقت جی قابو میں نہیں ہے۔ اسے  
دیاں پیساری یہاں کہاں کسی فقیر کی دعا ایسی ہے کہ یہاں  
حکیم اور پیساری جتنے ہی نہیں پاتا۔ کئی حکیم آئے مگر گور میں  
میں کئی پیساریوں نے دکان جانی مگر جتا بہ چونک دیے گئے  
یہاں تو پیساری نے آئے کی قسم کھائی ہے۔ اسے تو بہ بارے  
تو بہ ابھی واٹھ کیا کتا شہر ہے خداوند ابچا یو اس طرف رخ  
جو آج سے کرے اس پر نعمت لے یا رو خدا کے لیے ہمیں  
ٹھوکر لے کر دو تو رو فوج ہو جائیں پیچ پی ہزار نعمت کھائی  
اپنے شہر کی ایسی تیزی غضب خدا کا یہاں پیساری کہہ رہا  
کا حکم رکھتا ہے۔

میان آزاد نے انکو چھوڑا تو سرا سے دوسرے گوشے میں چلے  
کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بزرگوار گوشہ میں بستر جائے فوق ابھی  
پرے پنے کھڑے ہیں۔ یہ بے تکلف آدمی۔ اسلام علیکم لکھ  
کوش مل میں داخل ہو گئے۔ وہ بھی بڑے تپاک میں آئے  
ہاتھ ملایا بغیر ہوسے تعلیم کی۔ لطف و اخلاق سے بٹھایا۔ مزاج  
اقص الحد قد۔ جناب کا مزاج عالی۔ شکریہ میں تو ایک سافر

غریب الوطن ہوں۔ آپ نے بڑی ہندہ نوازی فرمائی اور غریب  
احسان کیا۔

زقندر شوکت سلطان شہنشاہ جیگم  
کلاہ گوشہ دہقان بر آفتاب سید کہ سایہ بر سرش نداشت چون تو سلا

میان آزاد سمجھ گئے کہ یہ کوئی بڑے سان آدمی ہیں پچھ  
آپ یہاں کس تقریب سے تشریف لائے ہیں۔ فرمایا عرض کروں  
پیرو مشہد میں دکیل ہوں۔ قصد ہے کہ یہاں دکان کر دوں کیسے  
یہاں عدالت کی کیا کیفیت ہے۔ میان آزاد نے فرمایا یہ نہ  
پوچھے یہاں کے باشندے بھیگی ملی ہیں۔ لڑنا بھڑنا جانتے ہی  
نہیں۔ سال بھر میں دو چار مقدمے شاید ہوتے ہوں چوری  
چکاری یہاں کبھی سننے ہی میں نہیں آتی۔ زمین آرا ضعی  
لگان پٹی داری حقیقت کے مقدمے کبھی سننے ہی نہیں فرض کوئی لے  
نے۔ دکیل صاحب کارنگ زرد ہو گیا۔ مگر حکیم جی کی طرح مضبوط  
تو تھے ہی نہیں کہ بلبل اٹھتے نہایت شانت سے فرمایا کہ  
سبحان اللہ بڑے مسکین آدمی یہاں بستے ہیں مگر دل میں  
انسوس ہوا اس ٹیم ٹام دھوم دھام سے آئے اور  
یہاں وہی ڈھاک کے تین پات انکو بھی چھوڑا اور یہاں سے  
اور طرف چلے۔ دیکھا کہ چار پائی بچھائے شہوت کے بیڑ  
کے تلے ایک صاحب بیٹھے تھے اڑا رہے ہیں پوچھا آپ کا  
اہم شریف فرمایا گنام۔ پوچھا مسکن فرمایا۔ ۶۔

درودیش ہر کجا کہ سب آدمی سرے اوست

پوچھا پیشہ فرمایا خن جگر کھانا۔ افادہ آپ شاعر ہیں۔ یہ کہہ کر بیان  
آزاد بھی جا رہا ہے کہ ایک کونے پر بیٹھ گئے حضرت حقہ تو بندے  
کے حوالے کیجیے اور آپ اپنا کلام سنائیے۔ بسم اللہ شاعر  
موصوف نے بہت کچھ سنیں وچبان کے بعد پوچھا کلام

ایک رئیس کی صحبت	مخزن رازست و مہرے بدہان اہل دل باشند یا رکوندار
ہمارے وقتہ رس اور صبح نفس سچ میان اگر آج شرم سے مرگشت کے بے چل کھڑے تھے ہیں اور تو فصل بہار میں جنوں کے پیگ بڑھے تھے ہیں۔ وہ شام کہ شام ادھر بھی اسکے مقابل میں گد۔ وہ نور کہ صبح بنارس کا رنگ اسکے آگے زرد۔ طرہ شام روکش زلف مویشان فرار۔ سواد سرمر کش دیدہ خوبان گلخزار۔ ماہ مثل محبوب چارہ سالہ منظر خدا کے جلوہ افکن رحمت تھی کہ اتنی یہ شام ہی یار و زو روشن یہ قمر ہی یا محفل طرب کا چشم و چراغ۔ یہ شب ہو یا نور کا جھلکتا ہوا ایا غ آسمان ہو یا فوان جواہر انوار۔ میان آزاد بادل شاد سیر کرتے پھونک پھونک کہ قدم دھرتے مئے مئے چلے جاتے تھے اور بہا بطبع تو تھے ہی قدم قدم پر وجود میں آتے تھے۔ چلتے چلتے ایک چمنستان پر بہار گلزار بخار میں گذر ہوا۔ بجان اللہ جان اللہ جو درو دیوار ہے لطافت بار ہی۔ کہیں امدود کے ہرے بھرے درخت کہیں تختہ انار ہی جس گل کو دیکھتے ہیں شگفتہ طبع کشادہ حبیب۔ جس پھول کو سونگتے ہیں مشکبو غنبرین۔ عنادل پر سوز زمرہ پر داز۔ ہر روش گلستان سحدی شیراز جس غنچے کو دیکھو ناز پر درد۔ کوئی سبز کوئی سرخ۔ کوئی زند کہیں ترنس حیران و فغان۔ کہیں ارغوان و عشق پچان گل شبو صنائی منصور بہار کا گواہ اور خیم مشکبار سے معجزانہ تا باہ۔ گلزار انتخاب فصل بہار۔ کوکنار خال عارض شاہان فرار۔	سنگ بر سر نیزند از رنگ آن نیک تنگ آمد ز کار کوکنار ناشپاتی کی آبداری و سیرابی۔ شفتا لے آردی و کاروی کی شادانی کچھ سبز کچھ سرخ۔ تو کوئی کہ گل چہرگان رنگ کشیدہ بہر چادر سبز رنگ انار لعل آبدار سیوین کار۔ عنبالبالب وبران و شرکاب بر روش رشکستان۔ ہر قطعہ روکش روضہ رضوان۔ درد امن ہر شکوفہ باغ ہر برگ گلے چو شب چراغی گہما گہما شگفتہ جام بر دست ہر دشت باگ بلبست در ہر چنے بہ چشم بینا مینو کدہ برنگ مینا سیرابی سبزہ باغ نوخیز از کو تو تر زمرہ انگیز
وسط باغ میں سنگ مر مر کا ایک صان و شفاں چو بتوی اور اُس پر فرش مکلف بچا ہی۔ اور ایک رئیس با تو قصد محفل خلد نظیر مع نقاے فرزان پذیر و غریبے ہیں شعر فانی ہو ہی اپنا اپنا رسوخ پیدا کرنے کے لیے ہر ایک مصاحب اسانہ بے ہمتا اور شعراے غرا کے چیدہ چیدہ اشعار پڑھ رہا ہی۔	وسط باغ میں سنگ مر مر کا ایک صان و شفاں چو بتوی اور اُس پر فرش مکلف بچا ہی۔ اور ایک رئیس با تو قصد محفل خلد نظیر مع نقاے فرزان پذیر و غریبے ہیں شعر فانی ہو ہی اپنا اپنا رسوخ پیدا کرنے کے لیے ہر ایک مصاحب اسانہ بے ہمتا اور شعراے غرا کے چیدہ چیدہ اشعار پڑھ رہا ہی۔ ۱۔ دشت عیان ہر خاک سے خاک کا بھر کے ہر بھی سو گد کے نئی نرا کا دوسرے صاحب بولے بھی یہ رنگ پسند نہیں۔ پھیکا رنگ ہی دیکھئے شعر ہم سنائیں ۲۔ آبداری تو کہیں خمر گان پیدا ہم بھی کہیں گے ہر گنگ جان پیدا دو چار حاضرین نے گردن ہلائی۔ مگر ایک صاحب جل کر کھڑا ہوا ہو یہ رئیس گوشت دار کے طرح میں خیل ہو جائیں تو ہم چھٹی ہی رہیں انھوں نے یہ شعر پڑھا۔
دو چہن بنگر بہار کوکنار مگر جہاں فون فونش راہیوں کشیدہ نشدہ دار و مسترا از ظہار مخمس پر کار۔ کوکنار کوکنار	۳۔ غلام غلامان در کنار کوکنار کم نشد زان اعتبار کوکنار چون کہ سوال کہ حیدر رضاں چون کہ سوال کہ حیدر رضاں

مثل مہبط فیض ربانی جہرہ دیکھو تیلی اور نور جہرہ کا دلطف اور  
سرور سلطان خاوری کے تاج زرین کی چمک اور اشعہ زرنگار  
سے درون کی جھلک نمودار۔ درود دیوار سے آیہ وجعلنا الشمس  
ضیاء اشکار۔ شنبہ کا دن جسکی شان میں نھوانے کہا ہی۔ دکھ  
مکتب خانہ ہار دزد بازار از دست و اطفال دبستان بقی آمو  
او۔ الف ابجد زبانان ست و نقطہ اولین پرکار دوران دیکھتے  
کیا ہیں کہ صبح ہی سے میلے کارنگ جامی۔ غل بہار کی نشوونما  
غٹ کے غٹ غٹ کے غٹ۔ شہدے لگے۔ ٹوٹے بچے  
گرہ کٹ جیب کترے۔ چریسے مدیکے۔ گجرے جھنگرے۔ شریف تیرے  
زیرک و لیب سب جوق جوق اندھے آتے ہیں۔ تادان ہوادا  
رہوار باد رفتار نفس زرنگار۔ ٹوٹھوڑا سب خرا مان خرا مان  
پوقدے آتے ہیں۔ گچی بر گچی ٹوٹی پڑتی ہے۔ گاڑی سے گاڑی  
رہتی ہو۔ رنگیوں جھیل جھیل کی بن گئی۔ گاڑی بوٹی جڑھالی  
بن بھن کے چیلان کے میلاد دیکھنے چلے۔ بالوں میں خاک تیل  
چھوڑے کچل سیٹ کا دھانی رومال ادھے دو انگلی مانگ  
کھوے بانڈی سے پٹیاں جانے گھڑی لگائے۔ وارھی چوٹھا  
گلے میں گلوبند و فریب شربی کا انگرکھاتن کا زیب پانوں  
میں مٹلی جوتی۔ کاشانی یا سونی قمقمے اڑاتے آنکھیں رڈاتے  
جا رہے ہیں اور ادھر نظارہ بازی کر کے مسکرا رہے ہیں  
فنس پر باہر دھتے سے بھی ہیں۔ مگر بند۔ ہٹو بھو کا شور بلند  
ساقیوں کا بازار گرم کسی نے دوکش پے مٹھا ہتھیا یا۔ ساقوں  
کی دکائیں دھوان دھار۔ تنبلیوں کے بیڑے مزے دار  
کان میلے کی سرگوشی۔ جام کی رومالی۔ برف والے کی رومالی  
سنگریوں کی ہانک۔ آنک کے بچے کی مکرہ ہیں۔ کابل کا ہونہ  
رہن بھری۔ تاجے گلابان شہوت۔ بوٹ لوہرے بھرے

بوٹ۔ کسی طرف سرس می شیفہ کنگھی دیا سلائی کی ڈریا ہے  
بخشی بھلا لٹھ کا بلخ میلے کا چشم چراغ ہے۔ ٹکیٹ رے کا  
تالاب ہزاروں میں انتخاب لاکھوں میں لاجواب ہی جو سبیل  
و کوثر کو شرمائے۔ تسنیم دیکھے تو پانی پانی ہو جائے۔ محب  
لطیف و سما ہے۔ ہزار ہا تاشانی تالاب کے ارد گرد بستر چائے  
کوئی درسی کوئی زین پوش بچائے بیٹھا میلادیکھ رہا ہے کئی  
جہانیاں جہان گشت چکر لگا رہا ہے کوئی ہوا کھاتے۔ ایک  
فنس پر ایک جوان رعنا ڈھوہ کا ڈھوہ کچس برس کا سن چلے  
بھرنے کے دن لدا ہوا جا رہا ہی۔ کوئی ٹوٹو کوٹخ کرتا آ رہا ہے  
امرا کے رط کے زیور سے گوندنی کی طرح لدرے ٹھانی خریدنے  
میں مصروف ہیں مگر ہڈتکار دیکھ بھال رہا ہی۔ کر کوئی دست  
چالاک ہاتھوں ہاتھ پانوں کے گونگھرو نہ اڑائے عورتیں انگ  
زیور سے متجلی گھونگھٹ کاڑھے دکی چلی جاتی ہیں کہ کوئی جیو دتیا  
نہ موس بچائے۔ تخت رداں آتے ہیں سوانگ کرتب دکھاتے  
میں۔ شعبہ باز سوانگ لاتے ہیں۔ کوئی دکتا انکارا کھا گیا  
کوئی ٹوہے کے چنے کر کر کے چبا گیا۔ برہمن ڈول بے گشت  
لگاتے ہیں۔ سقے اور ہشتی کٹوسے کھنکھناتے ہیں سپر  
ہمک خوب جگمگا رہا۔ چراغ روشن ہوئے اور یاروگ  
کھیسے کسی نے مٹی کا بوا یا کسی نے روٹی کا لٹگوہ  
اتنے میں ایک ریلا آیا تو کھلنے چکنا چور۔ ایک غل بچا یا کہ  
وہ ہاتھی آیا پھر چھٹ گئی اور وہ دراتے ہوئے چلے۔ مگر  
بگڑے دل اپنی جگہ سے نہ لے شربی کا انگرکھا جا ہے  
گاؤ زوریوں میں جرے نکل جائے مگر ممکن کیا کہ بل جائے  
اس بھیر بھاڑ میں پولیس کا انتظام خوب رہا چوٹے پچھلے جگہ  
بچتائے جگہ انفس مزے سے گھڑائے۔

شکرت کے رنگ کی خستہ بونھری ایکبا رکھائے تان نعمت کا  
مزہ پائے۔ ہر کج خلق کی وہ پکھی چون کہ آدمی صورت دیکتا رہے  
عجب حسن سے بات نہ کر سکے۔ سنگرزین پر نواز سر دماست  
رنگ شمشاد کا نون میں با نواع و اقسام کے میوے قرینے  
سے بچے۔ محاورے اُنکے دیکھے نہ سنے کبھی کوئی بکا ر اُٹھی  
میان یہ ٹکے کو ڈھیر لگا دیا ہی۔ خواجہ حیدر علی آتش کی آتش بیانی  
شرافتانی سے دل جلون کے سینہ میں سوز و گداز ہی موقوفان  
شاعر متاثر ہی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ ایک صاحب نے اُنکے ایک  
کاغذ رئیس جم جاہ کی خدمت میں پیش کیا۔  
رئیس۔ یہ کیا ہی بندہ نواز۔

شاعر۔ حضور کی شان میں کچھ نثر پریشان کہی ہو اور کچھ شاعر  
موزون کیے ہیں۔ اب لگے فارسی میں گفتگو کرنے۔ خداوند  
چہ گویم از غفلسی و تنگدستی نوبت کار و باستخوان رسیده نان گریہ  
بہ تیر می دوزم اگر قصیدہ ہذا کہ بیش از مرخوات نیست پسند خاطر  
عاطف اندوہ لمر اور نہ خیر خدا حافظ و ناصر ست زیادہ بجز دعا سے  
دولت بندگان عقبہ عالیہ متعالیہ چہ گویم  
رئیس نے ایک مصاحب کو اشارہ کیا کہ پڑھو۔ اُخون  
یون پڑھنا شروع کیا۔

تعالیٰ اللہ چہ دولت نام مطب | کہ آمد ناگمان دلدارم مطب  
روزے بباغے رسیدم دیدم کہ بلبل خوش نوا برگ گل در قفا  
داشتہ دروے سخن بانوہ می سراید کہ می مرد خدا نا کہ سبب جنت  
و حیوانیت دو از تصور حضور موفور السرور سرتاپا نور حاجت روا  
جمہور اکلیل تاج از جہندی در غرغراف سر بلندی۔ کان سخا۔ جان  
مفا۔ جنون مست علم و انفعال۔ رونق محفل ہنر و کمال جمیدہ  
خصال نجستہ بجلال۔ مرتفع بجلال۔ سکندر اقبال۔ ماہ خدم

سپہر شرم عطار و قلم۔ آسمان خیم۔ ستودہ شیم۔ عالی ہم۔ کیوان  
ایوان۔ فریدون مکان۔ داورس منظور مان۔ سبحان مطلق  
انوری بلاغت۔ ابوعلی ذکاوت۔ حاتم سخاوت۔ ہفتدیار  
شجاعت۔ زینت و سادہ دولت۔ زیب انجمن خست۔ صفا  
اخلاق۔ عیم الا شفاق۔ ۵

نیر آسمان عنبر و علا	آفتاب سپہر مہر و دنا
کو کب برج دولت و اقبال	گو ہر برج عظمت و اجلال
زیرک و درک و فہیم و عقل	منشی بے بدل شکیل و جمیل
در وریا سے ہمت و جرات	معدن جو و مخزن نصفت
گل شاداب بوستان نقا	بلبل شاخسار بذل و عطا

اتنے میں میان آزاد چپکے سے بول اُٹھے کہ یہ چورن واسے  
کی باقی ہی یا امیر حمزہ کی کہانی ہے۔ حضرت دم بھرائے لگا۔ اب  
انکھن ہوئی ہی۔ یہ دُنبالہ تو صیغ۔ اتنی خیر۔  
حاضرین جلسہ نے تہققہ لگایا۔ اور اُنکو بھی چوتراہ بر بلایا اور پھر  
وہ نثر قافیہ شروع ہوا۔ والا آزاد۔ پاک ہذا۔ سر دماست گل خشا  
سچی قدماہ خدا رنبل مو۔ خورشید رو۔ کاکل در بیج و تاب بلبل را  
دل از مشاہدہ جمال کباب۔ یا قوت لب پیغم غیب۔ ماشا اللہ  
لب فوق از ظہور ربوت تماشا گاہ حور۔ چاہ زرخدان از نو دریش  
مصدق نوح علی نور۔ از خجالت ابروان خدا تو س فرخ گوشہ پذیر  
وا زخوف سنان ترکان تیر بہ دامن زگر گل مان گیر چمنانش رنگ  
غزال خن و شیر فلک۔ سلکے ندانش خجالت وہ در عدن عقیق  
مین ماہ کامل بجا بل عارض صاف آن دریا دل و افکار و ہر  
زرنگار پیش رے آن والا تبار شمر سار چکی کہ اسطو جالینوس  
بقراط و بطلمیوس را در مطبش لیاقت نسفہ نوشتن نیست و بطی  
ہو سینا پیش و محال دم زدن نہ بہ تصدیق ی گویم کہ در علم

<p>خاک پاک شیراز و عشق اللہ - خیرہ شعر تو سناؤ مگر سے</p>	<p>اکثر صاحبین نے سپردِ جہد کیا - سبحان اللہ - چون غمِ شہر</p>
<p>تا گرداہ سبیل مشکین نہادہ</p>	<p>کہ عیدِ رمضان ست بہ کثرتِ خوب کہا ہو -</p>
<p>بر عارضِ زلفِ سمن با چمکت</p>	<p>اتنے میں رئیسِ والا تبار نے فرمایا کہ جامِ دینا کی تعریف میں</p>
<p>وان خال نازنین تو بے دلف</p>	<p>کچھ شعر سنائیے</p>
<p>جاننا مایاتِ یانتِ ز حسنِ کلام تو</p>	<p>۴۔ ساقی سرقد با جو ز جابر خیزد</p>
<p>فریاد ہائے قاسمی از آسمان گذشت</p>	<p>۵۔ میرود خندہ زنان باز عطر کی بکھ</p>
<p>زین جو رہا کہ شیوہ آئین نہادہ</p>	<p>۶۔ اعجازِ بادِ می کہ مسیحی بعد نیاز</p>
<p>رئیس با وقار نے اس غزل کی بڑی تعریف کی اور فرمایا کہ بھی</p>	<p>۷۔ کہنہ ہر چند شود بیشتر میخا</p>
<p>ہمیں تو آتش اور حافظ کا رنگ دل سے پسند ہے۔</p>	<p>۸۔ مے شرابِ ارغوانی ساقیا</p>
<p>مژدہ زن کا کج مزاجی کے شل طعنے</p>	<p>اتنے میں ایک صاحب کو جامِ دینا کا کوئی شعر اس وقت یاد</p>
<p>چال برکی جلا جو گستاخین جہوم کر</p>	<p>نہ تھا فراتے کیا ہیں حضورِ گردن کی تعریف میں بختِ قلی بیگ نے</p>
<p>رفقا اور میوچو ڈرتے بول اٹھے کہ بچا ہے خداوند آتش کی سی</p>	<p>کیا جادویائی کی ہے۔ ابا بابا۔</p>
<p>وہ تو وہ اُنکے تلمیذ سعید و رشید صبا کے محاورات اور بول چال کو تو</p>	<p>از لطافتِ میتوان چون نوردِ فانوس دید</p>
<p>دیکھیے۔</p>	<p>از بیاضِ گردن او شعلہ آواز را</p>
<p>نہایت جوش پرورد یا اپنی طبع موزوں کا</p>	<p>سبحان اللہ کا دنگد ابر سے لگا۔ اور کئی منٹ تک لوگوں نے</p>
<p>چہان میں شور مچو طوفانِ آبِ دیرِ مضنون کا</p>	<p>تعریف کی تب تو ایک بزرگوار نے ادب کا رنگ پھیکا کرنے کے لیے</p>
<p>ایک صاحب نے کہا خداوندِ نعمت فصاحت اور جادو طواری</p>	<p>یہ شعر فرمایا۔</p>
<p>میں اینس برور بول چال میں آتشِ مغفور - خیلا حد میں ناسخ</p>	<p>خونِ عشاقِ برانِ گردنِ سیمین باشد</p>
<p>میں ذوق - عاشقانہ رنگ میں مومن - بلاغت میں دیرِ ستارہ</p>	<p>چون سیاہی کے پیراز معنی رنگین باشد</p>
<p>میں میانِ امانت - شنوئی میں نسیمِ لکھنوی - واسطت میں عیشی</p>	<p>واہ سبحان اللہ غزل کے لیے معنی رنگین - واہ اللہ اس لفظ</p>
<p>ریختی میں بیدل - محلات کی بول چال میں حکیمِ نواب - خلا جانتا ہو</p>	<p>سے شعر میں جان بڑگی - اچھی طبیعت لڑا گئی خداوند یہ کسی کا حصہ</p>
<p>کہ قلم تو ٹوٹ گئے - اور سرورِ میر و دردِ تو خدا سے نہ رکتے - ذرا اس</p>	<p>ہنہیں - حضور پر ہشامر شہینے گا میں نے ایک شیرازی کے سنانے</p>
<p>بول چال کو دیکھیے۔</p>	<p>پرٹھے باب کہہ کہنے لگا کہ میں قال شاست - میں نے جو کی راہ سے</p>
<p>وہ سچے سچ پیاز سے ملائی کا بکھار - سڑکی جھکار - شیریں</p>	<p>کہا کہ بابا کہ شاعریتِ نیم - نیم ایدیم کہ سیم - پھر اصل کیا کہ کلام</p>



بعد جوش خروش جن اور چڑیل کی باتیں کرتے کرتے غریب  
اسے ایک عجیب و غریب سر لاغر۔  
لیجیم۔ یا تم تو مغز کے پیچھے کے گودے کے کپڑے تک جانتے  
ہو گئے ہو۔ لاکھوں دفعہ سمجھا کہ یہ سب ڈھکوسلہ ہی مگر تعین تو  
کچے گھر کے کی جڑھی ہے۔ تم کب سب سننے والے ہو۔ مرد آدمی  
یہ سب لغو باتیں ہیں واللہ نبی ہوئی باتیں ہیں۔

لاغر۔ قبلہ مرد آدمی تو خواہ مخواہ آپ ہی ہیں۔ ماشاء اللہ صاحب  
تن و توش واللہ گینڈے بنے ہوئے ہو۔ یا کس چکی کا پیسا  
کھاتے ہو موٹے آدمی تو بہت دیکھ ڈالے گوا اللہ ہی جو ایسی کلائی  
ایک کی ہو مٹا پا پھنسا پڑتا ہے مگر استاد یاد رکھو۔ ۵

اسب لاغر میان بکار آید | روز میدان نہ گاؤ پر داری

جیسے تم بھڑے ویسی بھاری عقل بھدی۔  
لیجیم۔ بجا ہی پیر و مرشد۔ یونان کے حکما کا سرتاج تھیولوز بھی بڑا  
تن و توش کا آدمی تھا۔ مگر اچھے اچھے حکیم اریبا اور علماے اویس  
اسکے سامنے زانوئے ادب نہ کرتے تھے۔ یہ بحث میں کوئی  
اور دُبلے سے کیا واسطہ اگر آپ بھوت پریت دکھا دیں تو  
ٹانگ کے راستے نکل جاؤں۔

لاغر۔ ہاں۔ یہ دعویٰ بھی برسوں ہی کا تذکرہ کر رہے ایک  
نے آدھی رات کے وقت دیوار پر ایک چڑیل دیکھی جوئی تابنا  
اور چپے کامو بان۔ بال بال موتی پرے پڑے تھے پرست مار  
ہڑے رہے تھے تک نہیں مگر آپ کہہ دیجئے بھوت ہے۔

لیجیم۔ بھائی یہ سب غیب ہے۔ یہ وہامہ بلا ہو جو صورت بنو  
اور سناٹے حس و حرکت دکھائے۔ جلا بھرائے۔ دامہ  
خلاق ہی آپ کیا جانیں۔ ابھی جمعہ جمعہ آٹھ دن کی تو پیدائش  
آپ کی۔ اور میان کردار یون کی ایک بات یہ کہ بے دیکھے

انچا غیب بتاتا میں نے لوگ بات کا جنگو سونی کا جلا۔ بڑا  
نالہ بندیتے ہیں۔ ایک مہیج تو نالوے لغو۔ پتا کھر کا اور بزدہ سر کا  
اور آپ ایسے ڈھلے پھینے حضرات کا تو کہیں ٹھکانا ہی نہیں  
جو تافوراً تسلیم کر لیا۔ برہان و دلیل سے سروکار نہیں۔ رات کو  
دخست کی چٹائی پر بند بند بیکھا اور روح فنا ہو گئی کہ پریت جھانک پڑ  
ہوئے اور ٹیٹو الیا۔ کلبلالے اور گلا دلوچا۔ ذرا بے اور متا  
آئی اندھیرے گھپ میں تو یوں انسان کا جی گھبراتا ہی۔ اور جو  
بھوت پریت کا خیال جم گیا تو ساری چوڑی بھول گئے۔ ہاتھ پاؤں  
سب بھول گئے۔ بتی نے میاؤں کیا اور مرغ روح قفس تن  
سے پردہ اڑ کر گیا۔ چہون کی کھر بڑھنی اور بل دھونڈھنے لگے  
اب جو چیز سامنے آئے گی پریت بن جائے گی۔ اس جشت کے  
قربان۔ میان بند درگاہ سب پڑیل چکے ہیں۔ کئی جن ہم  
آتا ہے کئی چڑیلوں سے ہم نے محلے خالی کرائے جہاں میں جو  
کھو پڑی پر جوائے اور پریت کے بقیمہ سنبھالا۔ میان ہم جیتے جاگتے  
بھوت ہیں اور پڑھے لکھے جن۔ یہ سب ڈھکوسلہ ہی ڈھکوسلہ  
کوئی ہم پر بلائے تو جانیں اور یوں گپ اڑانے کو کیسے تو ہم بھی  
بے پرکی اڑانے لگیں یاد رکھو یہ عامل اہل سب نے گئے سیار میں  
۶۔ روٹی تو کھا کھائے کسی طور چھندر + بند نہ پائے مرغ نہ لہا  
پتنگ نہ چھپکائے۔ بھوت پریت ہی جھاڑنے لگے اتنا نہیں سوچتے  
کہ بھوت پریت چڑیل برہم را کس کو مانو تو پھر لونا جاری اور نہ تیتا  
یتا کی بھی بیعت لاؤ۔ اب آپ ہی انصاف کیجیے کہ لونا جاری کو  
کوئی بھی مانے گا۔ ارے غضب۔ ارے ستم۔

لاغر۔ خیر اس تو تو میں میں سے کیا واسطہ۔ چلیے ہمارے ساتھیان  
سے کوئی دو تین کوس کے فاصلے پر گائون ہو وہاں ایک صاحب پتے  
ہیں اگر آپ کی کھو پڑی پڑانے محل سے بھوت نہ چڑھ بیٹھے تو کدھے کے

منطق بہ تصور و در اشکال انواع انسانی مشابہت حاصل  
کے نتیجہ بخش بدی نہ گذشت ۔ ۵

ای رفیع المرتبت عالی نسب اللہ مقام	یافتہ از فیض بابت زینب مہتمم
مہر تابان دامن باغستان شکوہ	برور دولت سیرت مینا لیتا
حسن کو در تاشے رخ چون ماہ نو	چون نیوا با ہزاران دیدہ جانی اندام
از نہیب تہ تو زان شال شاخ بید	زیر مودر ستم و سفہ یار و زان کام
گردہی تریشیم رات عیش و سرور	چون گدا جیشید آید و پیت محاج
ازاد بپیش تو کے ہر کسرتی اندیشا	چون کند اقبال ربانی و در شلال

اسپر ایک شخص نے جیسے دانتوں فرمایا در بانی در کی ایک ہی کی ہے  
چون نگہ در دام از خلق تو یاد شمال  
ایک مصرع کی کٹ گئی ہوم  
ہو لند و رایہ مصرع وہ دمدار  
فرق خمس را آرد بر دوی زیگام  
تا باند اوہیں جاہل کند این دم شام  
واہ واہ اسپ گلگون کیا خوب فرمایا اور ہاں بھی کلمہ تنبیہ اچھا آیا  
نفر طے الحفظ والا مان گرد و بلند  
روزمیدان گر کشی تیغ غضب ازین  
دشمنت در پرچہ جز اگر جوید حفظ جان  
ہیچو کھر می کند دد نیم تیغ سبز خام  
ابا ہا کھر اخوب موقع پر یاد آیا اس سے تو یوں ہی کہا ہوتا کہ  
چون خیار ترکند دد نیم تیغ سبز خام ۔

شہری ترسد چو ہزار خوف عدل داد تو	ساختی گردن کشان ہر این دہام
ماتم کو در طومیدان بخشش پیش تو	ای کئی بنی بنی بنی سزگون باند
بارک اللہ مصرع ثانی کیا مختصر و موندن ہی ایک فقرہ بنی السخی اور جاتا	
تو مصرعہ ابن الشیطان کی آنت بن جاتا ۔ ۵	

عادلی غریبانو ز جو ہر مردم شناس	مسند امارت ہستان گدنام
ماشا را شد جو ہر مردم شناس چھی ترکیب ہی	شیخ نہیں کہنے ہیں
در زبان آفرین غریبا کی لے ہلکا سکون عین لطف شاعری اور شہرت	

کلی شاعر ہی ۔ ۵

فخر شعرائے زمان مال دم و مین ہند

ایکند ختم و عا ختم کل ختم کلام

ہس قطع کے قربان ۔ یہ تعلیٰ تو جائز ہی ہی ۔ نظامی نہیں کہے ہیں

نظامی بسا صاحب آوازہ	
کھن گشتہ و بچنان تازہ	

ضعیف الاعتقادی

کو جہ گردون کے پشت پناہ ۔ رہ دور دون کے قبلہ گاہ قیلو  
دشت کے شنشاہ دیہا میان آزاد کو ایک دن شوق حیر آیا  
کہ کسی مسجد میں جا کر نماز دو گانہ پڑھیں ۔ سوچے کہ آج یوم النجمہ  
روز آدینہ ہو مکتوبن میں یہ آزادی کا سکہ بٹھا تا ہی ۔ مسجد دن میں  
اسکے نام کا خطبہ پڑھا جاتا ہی ۔ آج کے مبارک دن سے سبزہ  
و گل بھی ہزار زبان سے دحدہ لا شریک نہ گویاں ہے بلبل  
رنگین گفتار کو فطیفہ معشوق حقیقی در زبان ہی ۔ طاووس طناز  
فرط طرب رکھ کنان ہی ۔ طوطی مثل حلہ پوشان جنان سبز پوش  
ہی ۔ صوفی صافی نشہ بادہ ما عرفناک حق معرفتک میں سرخوش  
و مدہوش ہی ۔ جہر و بیکو تسبیحین کھٹا کھٹ چل رہی ہیں شراب  
عرفان کی ٹھوہرین جوش سے ابل رہی ہیں ۔ بارک اللہ کیا روز  
برکت آنا رہی کہ ہو رو دیوار فیض بار ہے ۔ جمعہ رہ گم کردگان  
بادیہ ظلمت کے لئے چراغ سرخ ہے ۔ جمعہ عرفان کا پھول  
بارغ ہے ۔

میان آزاد ایسے مزے میں آئے کہ مٹا جیل کھرے ہوئے  
دیکھتے کیا ہیں کہ بڑے بڑے زبا دور مولانا با عالم و فضل و فہما  
اور قاضی و مفتی شیخ و شاب علامہ فضیلت بر سر اور جہاں  
معرفت در بر یا جبہ و دستار صہبہ فخر و افتخار چلے جاتے ہیں  
چہرے سے نور الہی برستا ہوئے تھے میں و در زبان ساغر نوش

کے چاکر یوں کہا۔

آزاد۔ میان ہم اسوقت مسجد کے پاس تھاری چوکیاں  
کان دھڑکے سن رہے تھے۔ برب کعبہ و آج تک ہم کبھی جوت  
پریت کے قائل ہوئے ہوں۔ یا رب کچھ ایسی تدبیر کرنی چاہیے  
کہ اس عامل کی فلی کھل جائے۔

لجیم۔ اور میں آیا کس فکر میں ہوں۔ آپ خاموش رہیں دیکھیے  
میں ابھی ابھی ٹھیک بناتا ہوں۔ ساری شہت کر کر لی ہو جائے  
تو یہی آج ہی تو پھنسے ہیں چٹا گنچو۔ ایسا دباؤن کہ چھٹی کا  
دودھ نکل پڑے۔ اب ہم ایک سے دو ہوئے۔

اتنے میں عامل صاحب عباسی تہ بند باندھے بے بے بال  
بڑھائے حنا کا تیل پڑا ہوا۔ پیشانی جمی ہوئیں۔ مانگ نکالے  
کھڑاؤن پہنے تشریف لائے۔ آنکھوں سے جلال برستا تھا کی  
طرت نظر بھر کر دیکھا وہی کانپ اٹھا۔ کسی نے قدم لیے کسی نے  
سری ٹیک کی اور انھوں نے غل مجا نا شروع کیا کہ دھونی میری  
جلتی ہے۔ جلتی ہے اور جلتی ہے۔ دھونی میری جلتی ہے۔ کھڑی ٹھون  
اور چڑھی داڑھی بے گیسو والا ہو۔ لمبی زلفوں والا ہے۔ میرا  
درجہ اعلیٰ ہے۔ جھوم جھوم کر جو انھوں نے ہانک لگائی تو حوالی  
موالی سب ستائے میں ہو گئے۔ ایک دفعہ ہی باؤار بلند پکارا  
کہ کسی کو دعویٰ ہو تو اگر کشتی لڑے۔ ہاتھی کو ٹکر دوں تو جنگل  
لوک دم بھاگے (خم ٹوک کر) آ۔ کون آتا ہے۔ اب بیٹھے کہ  
پہلے سے ایک شخص کو سکھا بڑھا رکھا تھا تو سہا ہوا تھا ہا  
جھٹ کھڑا ہو گیا۔ ہم دونیگے لوگوں نے دیکھا کہ ایک ڈنڈیل  
کشتی گر مقابلے کے لیے کھڑا ہوا۔ تین اچھکی دبیز گردن  
گینڈا بنا ہوا۔ خدا ہی خیر کرے۔ مگر عامل کی وہ ہوا بندھی  
تھی کہ لوگ اس پہلوان کی حالت پر انسوس کرتے تھے

کہ میدھا ہے۔ عامل چکیوں میں زور سے چر چر کر ڈالے گا  
انھیں دونوں آنے سامنے آئے۔ اور عامل نے گردن  
پکڑتے ہی زمین پر پڑے پکا۔ وہ مارا کا دو ٹکڑا برس گیا اور  
پہلوان پندرہ منٹ تک بیہوش بنا رہا۔ میان آزاد نے  
لجیم سے کہا کہ یہ ملی بھگت ہے اسی طرح گنوار عقیدہ ہو جائے  
انھوں نے کہا جی میں ایسے مزدوروں کی قبر تک سے واقف  
ہوں۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ میان عامل نے پھر اکڑتے  
ہوئے ہانک لگائی۔ کوئی اور زور آزمائے گا۔ میان آزاد نے  
آؤ دیکھا نہ تاؤ چٹ لنگوٹ باندھ دم سے کود پڑے۔ آؤ استاد  
ایک ایک پکڑ دم سے بھی ہو جائے تب تو عامل صاحب چکرائے  
کہ یہ اچھے پکڑے دل لے۔ پوچھا آپ انگوڑی خوان ہیں۔  
آزاد نے ٹکڑ کر کہا حضرت میں مفتخوان ہوں۔ بس اب  
سنہیلے میں آ گیا۔ یہ کہہ کر گھٹنا ٹیک کر قلا جنگ کے سج پڑا  
چار دن شانے چت۔ عامل زمین پر دم سے گرے انکا خرنا  
تھا کہ میان آزاد چھاتی پر چڑھ بیٹھے۔ اب بتاؤ پیا کاٹ لون کا  
کتر لون کان۔ باندھوں دم میں مندا۔ ہاتھ تیرے کی مارل  
بنے ہیں۔ لجیم نے چھپٹ کر آزاد کو گود میں اٹھا لیا وہ استاد  
کیون نہو۔ میان عامل کی ساری شیخی خاک میں مل گئی۔ گنوار دن  
کا عقیدہ جاتا رہا۔ بیچا سے کو اسی دن گاؤن چھوڑنا پڑا  
صحرا سے دشت نوروی کے گرد بادزی جودت وقاد میان آزاد  
اس رنگے سار عامل کو شیخی بنا کر اور گاؤن کے ڈھلے تھیں  
گنوار دن کو سیدھے ڈھرے پر لگا کر میان لجیم نہم کو ساتھ  
لے ہاتھ میں ہاتھ دے شہر کی طرف چل کھڑے ہوئے راستے  
میں اسی عامل کی باتیں مزے مزے کی جیہٹ گویاں کھلی بازیاں  
ٹھٹھے ہوتے جاتے ہیں کیوں یہ گستاخ کیا اور کھلا دیا بہت

پہنچا ہے سوچے خدا کا خون کہنے کا شرف نہیں چارہ چلے  
چلے۔ دعویٰ بے دلیل کے محل ہوتا ہے۔ بندہ بدیہی ہوتے دیکھا۔  
آپ تو جہانِ ذرا سی چڑھائی اور بس کہنا شروع کیا کہ سب  
بیچ۔ سب بیچ۔ پیر پیر۔ دیوی دیوتا۔ جھوٹ پریت جو قہر  
شیطان۔ غیث۔ بہشت و دوزخ تک کے آپ قائل نہیں لیکن  
آج ٹھیک بنائے جائے گا۔ یہ کہہ کر وہ دونوں اُس گائون کی طرف  
چلے۔ میان آزاد تو دنیا بھر کے بیکے تھے ہی شوقِ حرا یا  
کہ جلوسیر دیکھ آؤ۔ اچھی دل لگی ہوگی۔ یہ بھی ان خیالاتِ قیاد کی  
کے جانی دشمن تھے اب کہاں تو مسجد جاتے تھے کہ نماز دو گنا نہ  
بڑھیں کہاں چھو چھکے کے دیکھنے کا شوق ہوا۔ مسجد کو دور ہی  
سے سلام کیا اور سیدھے سرا چلے۔ ارے کوئی اکہ کرا یہ کو  
ہوگا۔ کوئی اکے والا ہے۔ ارے میں کوئی بھٹا لاکھ بھاٹے  
کر گیا۔ جی ہاں کہاں کو جائے گا۔ کہاں کو۔ سک جلدی پور  
کیا دیجئے گا۔ پہلے گھوڑا کہ تو دیکھیں۔ گھر گھوڑا انخاس مول  
وہ کیا کمانی دار اکہ کھڑا ہے اور یہ سرنگ گھوڑی ہے۔ اسے!  
تو بہ۔ مرل۔ ڈبلی تیلی۔ ہڈی ہڈی گن لو۔ یہ تو کوئی نو دن میں  
اڑھائی کو س چلے گی۔ کون؟ یہ گھوڑی۔ واہ ہجر۔ ہوا  
باتن کرتی جاتی ہے۔ بیٹھے اور مل سے ہونچے واہ وا۔ گھڑیا کیا  
ریل کا انجن ہو کہ چلتے ہی اوپ انجن ہوجاتی ہے۔ اچھا کسو چار لکے  
دینگے۔ دھیلی کے پیسے لین گے۔ میان آزاد دوسری طرف چلے۔  
پھر بیٹے اچھا پانچ آنے۔ ناہن کھراوند۔ سات گنڈے سے  
کوڑی کہ نہ لین گے۔ اچھا کسو۔ اتنے میں میان آزاد نے یکساں  
سے پوچھا کیوں حضرت اس گائون کو سک جلدی پور کیوں  
کہتے ہیں۔ بندہ نواز اسکی بڑی داستان ہی ایک صاحب تھے  
خیج جمال الدین انھوں نے گائون بسایا۔ اور شوق چرایا کہ

ایسا پورا جسم کھدین شیخ جمال الدین پورا نام رکھا۔ گناہ کی  
شیخ جمال الدین کیا جانیں۔ انھوں نے شیخ کا سک اور چل  
کا جل اور الدین کا دین کر دیا اتنے میں اکے واسے نے  
آواز دی کہ یکہ تیا ہے۔ میان آزاد جلدی سے اکے پر سوار  
ہوے اور کہ گھر گھر تاجلا۔ اٹھاپے ران۔ انھوں نے  
پوچھا کہ کیوں بھی دن بھر میں کیا مل رہتا ہوگا۔ لے ہجر اب  
رجکار کمان صبح سے شام تک عطا پرندم پرندم۔ دو ڈھائی  
آنے جنور کھا گیا۔ دو تین گنڈے گھر کے پنج میں گئے دھیلے  
پیسے کا سلپھا تاخو اڑایا۔ پھر موچی کے موچی۔ مہاجن کے  
پچیس روپیچہ مینے سے میاک نہ ہوے اور جو کہیں کی میں  
چار باغ کو س لے گئے۔ تو پھیان دھنس گئیں پنجنی ہل گھر  
ورے انچر پنچر سب نکل گئے۔ دو چار کے ماتھے گئی۔ اور میان  
رجکار تو تھاری سلامتی سے تب ہو جب یہ ریل اڑ جائے۔  
اسے سب رجکارے ڈالے۔ اب آپ ہی نے سات گنڈے  
جلدی پور تک کے دیے مل تین چکر لگا کر۔ یہ تو رجکارہ گیا ہے  
مل مل کے پیسہ نکلتا ہے۔ کوئی دوپونے دو گنڈے میں میان آزاد  
سک جلدی پور ہوئے۔ پتا تو اتنا کو معلوم ہی تھا۔ سیدھے  
چلے اور عامل کے مکان پر کھٹ سے داخل۔ اللہ اللہ بڑی  
بھڑ ہے۔ خلقت ہو کہ اُمدی جلی آتی ہے۔ عورت موٹے  
بڑے ہیں متا شایوں کا تانا لگا ہی۔ ایک آدمی سے انھوں نے  
پوچھا کیا کچ بیان میلا ہی۔ ناہن میلا دیلا ناہن۔ ایک می کے  
پر آج پریت آئے ہے۔ تون مہرارو میسر سب دیکھے تو ت میں  
ہاں ہے دل لگی۔ اس مجھڑ میں انھوں نے اس نیمو نیمو آدمی  
کو ڈھونڈ نکالا۔ جو دعویٰ کر کے آئے تھے کہ بھلا ہم  
تو کوئی پریت بلا دے اور تمنا ایک گوشے میں

اور آپ فرماتے ہیں دو مہینے کے اندر جی اندر دکھائے اور وہ  
 کہ تو خود ہی لیتا ہے ہنقرے پر باروگ کھلکھلا کر منہ پٹے  
 وہ فرمایا شی قہقہہ پڑا کھرہ گونج اٹھا اور شاہ جی کے لئے حواس  
 غائب ہو گئے۔ دل میں تو کہہ رہا تھا ہی صلوٰۃ میں سنائی ہوئی  
 اسے حضرت کجا عرض کون اس جو زمین لوگ انھیں معاذ اللہ  
 خدا سمجھتے تھے۔ شاہ جی کبھی روپیہ برساتے تھے کبھی بے فصل  
 کامیوہ منگاتے تھے۔ کبھی کھڑے کو چکنا چور کر کے پھر ثابت  
 کر دکھاتے تھے۔ غرض کہ سیکو دن ہی اسٹیمین یا ٹھین گریل  
 میرے سامنے تو ایک نہ چلی۔ نام سناتا تو ہکا بکا ہو گئے۔ صورت  
 دیکھی اور تھرا اٹھے جیسے ساہ چڑھے اور سانپ مور سے  
 ڈرے۔ میان آزاد نے مسکرا کر کہا کہ اللہ ساہ اور چوکی اچھی  
 تشبیہ ہی۔ بھی سنو آزاد ہم گنوار آدمی تین پانچ تو جانتے نہیں  
 ہمیں بات کرنا کیا آئے۔ بارہم تو دوست کے دوست  
 ہیں گراہیے قابو جیوں کے البتہ دشمن ہیں۔ جہان میں ہوں  
 بھلا کسی سدھ یا شاہ جی یا عامل کا رنگ جم تو جائے۔ کیا  
 مجال۔ رگیدر گیدر کر اور کھدیر کھدیر کر ماروں ادھر کر دوں تو  
 وجہ کیا میں تو زمانہ بھر کا نیاریا۔ جھٹا ہوا شہدا۔ ایک ہی کایا  
 ہوں نہ۔ مجھ سے اٹو کر جائیں گے کہاں چنے پاتال تک کی تو  
 خبر میں لاؤں۔ اوپر آسمان میں تھکلی لگاؤں جھوٹا بھلا وہ بچا کر  
 کیا ہاتھ منات کرینگے۔

یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک صاحب نے پوچھا کہ کون پرورش  
 آپ انگوٹزی پرشہ ہیں۔ میان آزاد نے کہا جی ہاں کچھ عید  
 جاتے ہیں آپ اپنا مطلب کہیں۔ یا حضرت ایک ٹیٹھی مرضی  
 کا جو بھلا ہے میری ہفتاد پشت پر احسان کیجئے شکوہ  
 اگر میں میں تو بے شک جی لگا کر لکھ دیجئے۔

نمک مچ لگانا میں کیا جانوں۔ یہ کسی گول بگے والے سے کیے  
 بندے نے کالج میں یہ علم پڑھا ہی نہیں۔

### مصاحبت

ہم اسے ندیم بافرنگ۔ ہم سنگ دانایان فرنگ۔ والا  
 فرخ نہاد میان آزاد کوڑی کمان کے تیر کی طرح جل کھڑے ہوئے  
 اور سیدھے ریل کے سٹیشن پر پہنچے لگے پلیٹ فارم پر چل دی  
 کرنے پل مارنے کی دیر ہوئی تھی کہ سامنے سے نور کا بکا نظر آیا  
 جکا چونکا عالم تھا۔ انکے کان کھڑے ہوئے کہ این گلی دیگر  
 شگفت۔

اتنے میں دیکھتے کیا میں کہ اگل بلی مشعل دستی روشن اور  
 مصاحبین رفقا و شاہد غلبے لیو پوڑ پوج میں ایک ایک کر کے  
 ابن رئیس بڑے ٹھٹھے سے آ رہے ہیں۔ ہٹو پوڑ دو رہا بن ادب  
 کی آواز بلند ہے۔ سب کے پہلے اس جھنڈ کی نظریاں آزاد پر پڑی  
 جو ہے انھیں کو گھور گھور کر دیکھ رہا ہے۔ یہ موت و حشر میں جکا  
 تو اور بھی ڈبل چال چلنے لگے۔ رئیس کے مصاحبین سب غصہ باب  
 تیز طبیعت زبان دراز فقرہ باز ٹھٹھل ضلع جگت میں طاق بھیتی  
 کہنے میں مشاق آمیزہ کہنے میں شہرہ آفاق تھے جیتی نہ کہیں تو  
 ذہن کند ہو جائے۔ ایک نے کہا حضور دیکھیے گایزنگی بھی ہوا مشعل  
 کے پتلے ہیں۔ آسمان میں انھوں ہی نے تھکلی لگائی ذری کیجیے  
 تو بے پری کے چھوٹا موٹا انجن جو تیرے پر چلا دیا۔ دوسرا بولا  
 خدا کی قسم کیا لاگ ہے۔ تیسرے صاحب نے فرمایا خداوند یہ چلتا پارہ  
 ہے۔ چوتھے ماشا اللہ ذری اس وحشت کو ملاحظہ فرمائیے گا  
 یہ احتباس یہ گرمی اور آپ سیاہ بانات کا دگلا دانے گھوم رہے  
 ہیں۔ پانچواں بادۂ انیت کے نشے میں مجھم ہے میں چھٹا یہ  
 ہیلے والا کہہ رہا ہوں ہاں اگر تو کا زبرد ستا تو ان مشا



بیل ریت نے دیا ہے

مجھے نئے ایک کوئی مرکب بنی میں | ارغون کے لئے کوئی مہی نہ ایکا  
 میان اُشاہن کی آنکھیں دیکھی ہیں۔ پور پور میں جیتی کوٹ کوٹ  
 بحر ہے۔ ایک ایک بیج کے دو دو سو توڑ یاد ہیں۔ گھنٹوں لڑوں  
 ہانے کا نام نہ لوں نکلن کیا کہ دم ٹوٹے۔ ریتے کا تو کینڈا ہی اُسکا  
 نہ تھا۔ گردن موٹی نہیں چھاتا چوڑا نہیں۔ بدن کٹا پتا نہیں  
 کان ٹوٹے نہیں۔ چو لوں سے تاو گیا اک گھاٹڑی۔ گردن پر کڑی  
 چرم کرڈالا۔ مارا چاروں شانے جیت دھڑ سے زمین پر گرا۔  
 ار ارادھون۔ بہت بلوں پر تھے بچہ جی۔ عامل کی دم بنے تھے  
 یادی تو کرتا ہو گا قسم میں کی جوان باتوں کی ذرا بھی اصلیت  
 ہو۔ کیسا پریت۔ کسا بھوت کمان کی چڑیل سب ڈھک سلا  
 سب گپ گر خلقت بھی کیا بیڑا دھسان ہو سُن لیا چاہیں  
 بس فوراً ایمان لائیں۔ اور نیسے ایک تہہ ایک بنے ہوئے سدھ  
 پتھا مار کر بیٹھے اور لگے بنگارنے کہ کوئی چھپا کر ہاتھ میں بھولے  
 ہم چٹکیوں میں بتا دیئے۔ اگ لگ گئی داندھ شعلہ بدن سے  
 نکلے گئے۔ میں نے کہا اچھا ہمنے بھول لیا آتے تو سہی پہلے تو  
 آنکھیں نیلی پٹی کر کے مجھے ڈرانے لگے۔ میں نے کامیاں محل  
 کے ناخن لو میں ان گیند پھیلکیوں میں نہ آئے گا۔ یہیلیوں  
 کا قاشا کسی نادان کو دکھاوے بتاؤ بس بتاؤ تھوڑی دیر سوچ سناج  
 بوسے زرد بھول ہے۔ میں نے کہا کہ میں ہوں نہ زرد اتنا کتنا تھا کہ کمان  
 پھول کا رنگ زرد بتاتے تھے کمان خود حضرت کا چہرہ زرد  
 ہو گیا۔ رنگ فی۔ ۶۔ کاٹو تو او نہیں بدن میں بھر گھر کر  
 فرمایا کہ اسے دھوکا ہوا سبز بھول ہے۔ میں نے کہا وہ بھی  
 لال بھلا کیوں نہ ہو ہمیں نہ کو دی کو دی گون یہ نہ تھا  
 دیکھے کون۔ ہر اچھول آج کمن یکھا نہ لایں گن گر گشت

اچھا شکوفہ چھوڑا۔ داندھ یہ نیالگ کھلا۔ وہ چھپتی میرا شکون  
 کہ اچھا کلاب سا ہر کھلا گیا میری باتوں کا لئے کی طرح تھے  
 لگیں اور ادھر۔ لوگوں کو شکوفہ ہاتھ آیا ہوا داندھ کوئی ہر وقت  
 انکی بکلی دیکھتا اور میں جاسے میں چھوٹے نہ سہا ہاتھ غنچے کھلی  
 کھلا جاتا تھا۔ ان باتوں سے اُنھیں ایسا غلام ہو گا کہ گولاب کے  
 وہاں سے پتا توڑ بھاگے۔ یحیم نے کہا استاد داندھ بالند ایک  
 تم کو اپنا مصیفر مہر دپایا۔ یاد ہم بھی یہ سب معرکہ کھیلے ہوئے  
 ہیں سب کھیل کھیلے ہوئے ہیں۔

سینے ایک دندہ ایک صحبت میں جانے کا اتفاق ہوا تو کیا  
 دیکھتا ہوں کہ ایک نیم ملا خطرو ایمان لسان الغیب بنے بیٹھے  
 ہیں اور چھے اچھے تربیت یافتہ اکا کلمہ پڑھتے ہیں۔ بوجھا آپکی  
 تعریف کیجیے ایک صاحب نے جو اُس ضرور کا ایمان لا چکے تھے  
 دے دانتوں کا شاہ صاحب غیب دان ہیں آپ کا کلام  
 ظاہری و باطنی کے جھنڈے گڑے تھے میں۔ دس پانچ نے تو  
 اُنکو آسمان ہی پر چڑھا دیا۔ میں نے کہا تو زرد جو اسے جھنڈے  
 ہی پر نہ چڑھاؤں پوچھا کیوں شاہ جی صاحب قبلہ یہ تو بتائیے کہ  
 ہمارے گھر میں لڑکا کب تک ہو گا۔ شاہ جی سمجھے کہ یہ بھی نہیں  
 پوچھا ہی ہیں۔ چلو انا پشناپ بتا کر پوچھا کہ او کچھ لے مرو  
 میرا اور میرے باپ دادا اور اُنکے باپ کے پرداد کا نام پوچھا ایمان  
 حائلے کی یہ کیفیت ہے کہ باپ کا نام تو اکثر یا بھی رہتا ہو دادا جان  
 کا نام کس بلوں کو یاد ہو مگر فیروز بان پر آیا اول جلول بتایا  
 تو حضرت فرماتے کیا ہیں۔ پچہ دو مینے کے اندر ہی اندر بیٹھے  
 ہائیں شاہ صاحب قبلہ ذری سنھلے ہوئے۔ اب تو کلاب نہ  
 کیے گا دیکھے میں جتانے دیتا ہوں کیا خوب آب آچھٹے  
 ہی حضرت کچھ فرمے۔ پچہ دن تو بندے کی مٹا دی کہ خدے



کیا چہرہ نورانی ہے۔

میان آزاد نے دیکھا کبھی تین گلاب ہی بڑھنے لگا۔ جسے دیکھوئی سنا تھی۔ جو یہ وہ بنا تھی تو پر پرنے جھاڑ کر یہ بھی جواب ترکی تبری دینے پر آمادہ ہو گئے۔ جیسے ہی ایک مصاحب نے کہا کہ ماشاء اللہ کیا چہرہ نورانی ہے۔ میان آزاد نے بول اٹھے واللہ اچھا غول بیا بانی ہے۔ اب تک تو سیار اور سگے رد بردار شغل ہی دور دور سے ہو ہو کیا کرتے تھے اب برعکس کس بھی اسٹیشن پر آنے لگے۔ میں تو اس روشنی ہی تاؤ گیا تھا۔ کہ غول بیا بانی ہے۔

مصاحب۔ اندیرے میں بہت دور کی موبھی۔

رفیق۔ اس کالی بانات کے دگلے پر مجھے دھوکا ہو گا کہ گم کے کھیت سے بند پلا اکل آیا۔

لیمو پوڑ۔ ۴۔ سب صورت لنگور آدم کی کسر ہے۔

میان آزاد نے اسکا مصرع ادلی پڑھ دیا۔ ۴۔ لاول دلاقو

یہ کون بشری۔ ایک اور صاحب نے آگے بڑھ کر پوچھا۔ اسم

تا مبارک۔ میان آزاد نے کہا آپ کا مزاج پلیدہ دوسرے نے

تہہ لگا کر کس کھیت کے ہو یہ بولے پھر پے کے بھائے سے

کب نکلتے بھی۔ رئیس کو میان آزاد کی باتیں ایسی بھائیں کہ باس

بلوایا۔ حضرت آپ اس وقت جو کچھ لڑتے تھے یہ آپ ہی کا کام ہے

میان آزاد جھک کر ایک فریضی سلام بجالائے۔ رئیس باتو فرما

ایر کیرتے ہی جس سے خوش ہوئے دم کے دم میں منال کر دیا

فرمایا کہ آج سے آپ ہمارے ساتھ رہا کیجیے۔ خانہ احسان آباد

بہت خوب ہمراہ رکاب ہوں۔ جہان حضور کا پسینا گرے میں

خون گراؤں۔ کوئی تکھی جوتن سے دیکھے تو نکلیں جوڑا دلن

مصاحبوں کو میان آزاد کا نوکر ہونا کانٹے کی طرح

کھٹکا۔

ایک۔ (دبے دانتوں) پیرو مرشد۔ استعارہ تو دیکھنا واجب آئے تو کیا مضائقہ۔

دوسرے۔ (جل بھنکر) خداوند بے سمجھے بوجھے کھنکریہ

رکھ لے گئے۔ خدا جانے چور میں اچکے ہیں۔ خونی ہیں۔ ہیں

کون بلا اور یوں صورت سے تو مرد آدمی سب ہی معلوم ہوتے

ہیں مگر کسی کے دل کا حال کیا معلوم۔

تیسرے۔ بیشک کیا جو ٹون کے سر پر دو سینگ ہوتے ہیں۔

چوتھے۔ حضور دالایہ ایک دفعہ جعلی دستاویز بنانے کی

علت میں ماخوذ ہو چکے ہیں۔

پانچویں۔ اجی یہ تو برف بچا کرتے ہیں۔ گرو اللہ اچھا

نقشہ جایا۔

چھٹے۔ خداوند انکی چشم ازرق پر نظر ڈالیں یہ عین دلیل

طوطے چشمی کی ہے۔

ساتواں۔ نامصاحب انکا یہاں کمان ٹھکانا۔

میان آزاد سب کی ہانک سنکر بولے۔ پیرو مرشد یہ سب چوٹے

اٹھائی گئے ہیں۔ جانا زون میں بندہ درگاہی میں اچھا

ایک کام نہ کیجیے اسٹیشن پر کوئی کام بنا دیجئے۔ دیکھیے کون

حسن لیاقت سے انجام دیتا ہے۔

مصاحب۔ تو آپ تو ریل کے خلاصیوں میں کام کر چکے

ہیں آپ سے اس میں کون بھڑے۔

آزاد۔ اچھا حضور عرض میں کچھ سوال و جواب ہوں دیکھئے

ان سب کا قافیہ تنگ کر دیتا ہوں یا نہیں۔

اتنے میں ایک مصاحب نے جھلا کر کہا۔ اے وہی ہوا ہے

یہن میں لگائی ہے۔ کہیں میں ایک گمراہ دون حضور کی جھلا

منشی نضی بوندین بڑے لگیں اور بچہ شیم زدن میں بچہ مہم سوسا  
 دو گڑا برس پڑا۔ آسمان پر ابرجھٹنا پیدا کنارا اور سحاب پر  
 میرنحر کا دھوکا ہوتا تھا اتنے میں ہوانے وہ زور یا ندھا کہ  
 انہیان پھٹ پڑیں اور برق نے چشمک زنی کی اور مرد  
 گر بنے نگاہتے جلزنگ بجاتے تھے۔ سازنگ گاتے تھے  
 کالی کالی گٹھائیں لال لال انگار اسی بجلی کا لونگنا ایسا معلوم  
 ہوتا تھا جیسے کسی حبشی کے جسم سے خون کے شرٹے برس رہے  
 ہیں۔ یا کسی گنوارن نے مانگ میں سیندر بھرا ہے۔ یا مونا  
 کسوٹی پر کسا ہے۔ میان آزاد ایک کان میں دیک دیکلے  
 بیٹھے تھے جب پانی کسی قدر کھل گیا اور سبزے کا غبار دھل  
 گیا تو میان آفاذ خرامان خرامان چلنے لگے۔ اتنے میں کیا  
 دیکھتے ہیں کہ ایک یورپین خرز سوداگر ایک گلخذا کر فغل میں  
 بٹھائے براندوزی کے نشے میں دکڑی دوڑے زن سے ٹکلیا  
 پھر دور ہوا مبارقار ایک اسب پارخیتہ پرفرانسیسی سیاح  
 اور دوسرے گلگون آہونکار پر ایک خاتون زہرہ جبیں  
 کو کڑا اتے اور چکاتے چلے جاتے ہیں ایک حبشلین جابادقا  
 زن جمیلہ طرحدار کو ساتھ لے ہاتھ میں ہاتھ دیے یہ بیٹی بھی  
 بایتن کرتے وہ نازداد اسے قدم دھرنے میان آزاد کے قریب  
 سے نکلے۔ زن حسین وحبیب کی زلف پر شکن مشکبار رہا تو  
 یہ زلف ہی یا عرق بہا رہا فتنہ روزگار۔ سنانے سے متن چار  
 لیدیاں غنچہ میں ستین عجوبوں سے چہل کرتی اٹھلا اٹھلا کر  
 آ رہی ہیں اور ایک مالیشان سپہر تو مان کوٹی میں حبشلین  
 پیاسے پیاسے اوپنے سروں میں کچھ لاپتے ہیں اور آگے  
 بڑھے تو دیکھا کہ ایک احاطہ دکشا اور فرح بخش میں چار باغ  
 لڑکے اس کے ان سہولت پر بہا رہا کچھ پانڈین مصروف

میں میان آزاد اپنے دل میں سوچے کہ ہمارے عرائین کو حاصل  
 ہی زندگی کے زبے ہی لوثتے ہیں۔ کہیں بلانج رہا ہو۔ کہیں  
 گانا ہوتا ہو۔ کوئی گچی پر ہوا کھاتا ہے۔ کوئی پیدل جاتا ہو  
 سہانے وقت اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھوکوں اور چھوٹوں  
 کی بھینی بھینی مہک کی ہی دادیتے ہیں۔ نوعروسان میں کا جو بن  
 دونوں ہاتھوں سے لوثتے ہیں۔ میان بیوی خوش و خرم خندان  
 فرحان تر دماغ و غزل خوان یہ اُسپر عاشق وہ اُسپر مفتون۔  
 دُغم دزد دُغم کالا بچی خوشی اسے کہتے ہیں۔ اب شہکی طون  
 پٹے تو بوسے بد دماغ میں آئے گی۔ کوئی پڑا سور رہا ہو۔ کوئی  
 اپنی قسمت تو رو رہا ہو۔ ایک شخص نے ذرا سی بات پر اپنی بیوی  
 کی کمر پر ایک لات کس کے لگائی اور پھر ایک چھڑی جمائی اور  
 لے گی۔ علوائی اور علوائن نانبائی اور اسکی بیوی میں جوتی نیاز  
 نند جواج میں گلخپ اور زکرار۔ دیورانی جھٹانی میں بارہا  
 پٹوے اور پٹوون میں گالیوں کی بوچھا رہو رہی جو جس گلی کوچہ  
 میں نکل جاتے ہیں شور و خروش پہا ہے اور چوہ طرہ سے ہی آواز  
 آتی ہو کہ ٹکا ہوا اور رٹنے لگے صبح صبح آدمی رام کا نام لیتا ہے  
 خدا کی یاد کرتا ہے۔ پیر پیر کو مناتا ہے۔ یہ نہیں کہ ترشے ترشے  
 جوتا چلنے لگا۔ خیر تو بیچ قوموں کی بات جیت تھی۔ اب شرفی  
 کا حال سنئے کوئی تو دروانے پر بیٹھا حقہ پی رہا ہو۔ کوئی لمبی  
 تانے پڑے خراٹے لے رہا ہو۔ کوئی بیوی کو ڈپٹ رہا ہو۔ کوئی  
 لہسن پیاز گوشت کی فکوں میں ہو۔ اور کہیں میان بیوی میں  
 جج چل رہی ہو۔

میان آزاد نے اپنے دل میں افسوس کیا کہ وہ اسے ہم اور  
 ہمارے شغل کجاہ سے بھاٹے بنگلے۔ وہ مٹی مٹی باتیں وہ  
 بھانسیا بھانسیا اور ائین۔ وہ اودی گٹھائیں۔ آبی لباس کی جھلک

تو کبھی بیچتے تھے آج حضور کے مصاحب خاص ہوئے۔ یا تو خود خود بننا س۔ کیا مزے سے گرا رہے ہیں۔ گوشت بیچتے بیچتے عمر گزر گئی۔ اب باقی بناتے ہو۔ اور رئیس زادوں کو بکاتے ہو اب میان آزاد میراں ہیں کہ یہ سردست اچھی بی۔ خوب بچھا لایا کیا دل گردہ ہو کہ کلمہ بکھڑو چڑ بنا رہے ہیں۔ انقض میان آزاد کارنگ پھیکا پڑ گیا۔ مصاحبین کا وادق چل گیا۔ میان آزاد بیچا سے بوجڑ بنا کر نکالے گئے۔ اور مصاحبین نے منہ شروع کیا کہ حضور تو اس بوجڑ والے کے دم میں اچھے آگئے ہم برسوں کے جان نثار۔ پشت ہا پشت کے ناک خوار کر دوائے کے سپرد کئے گئے اور وہ حضور کے ساتھ ساتھ اسٹیشن کی سیر کر رہا تھا صاحب لوگوں نے دیکھا ہو گا کھیا کھا ہو گا کہ یہ امیر آدمی اور بوجڑ کے ساتھ ہوا کھا رہے ہیں۔ الٹی توبہ۔ الٹی توبہ۔

## کیا کمال ہے

زعفران کشمیر کو چہ گردی۔ گیسوے غدار دشت نوردی دیتا جنوں کے مسلم القیوت استاد میان آزاد ایک روز زادہ طرب کے نشہ میں چور سر فروش و مخور نورد کے ترے سبز ان چمن اور خورویان گلشن کا جوبن لوٹتے چلے جاتے تھے۔ ہر مستی باغ بہار انفاس نسیم سحری عطریز و عنبر بار۔ آب جو ببار کا جھلکتا مرغان خوش الحان کا چمکنا۔ غنچوں کا پیاری ادا سے چمکنا چکڑے کے تھقے۔ بیل کے وچھے۔ ابرکی اٹھکلیان برق کی بیتا بیان ہنرے کی ایک کلفنی کی دیک سے فلک لافلاک پڑا تھا سمندر سرت سے باغ باغ تھا۔ ایک دفعہ ہی چار دن طوفان سے ابتعد و پر شور گھرا یا۔ فیل مست کی طرح مجرم مجرم کر گشتا آئی اور سیر بارنگی کیفیت و چند بھائی۔ پچھلے نوٹ ٹپ ٹپ

کس فقرے سے چم سب کو ہوت ٹھلایا۔ اور گڑھلے سے مصاحبت گرائے کا حکم دلوا یا بات تیری دم میں موٹا سارستا باندھوں مصاحب خاص بنے ہیں۔ چڑا۔ یا دیدھ صہ ہوئی اب اس مردود کا کلنا شکل ہی۔ اسپر فزہ چلنا سخت دشوار ہی بہرے درجے کا مکار طرعیار ہی۔ وادھ ہنسی آتی ہی۔ جی تو آپ کو ہنسی آتی ہوگی۔ ہماری روح تو رو رہی ہی۔ بھلا ہنسی کا یہ کون موقع ہو جس طرح وودھ سے کھی نکالی جاتی ہے۔ اسطرح ہم آپ برسوں کے رفیق نکال دیے گئے۔ کٹ جائے کا مقام ہے بیچھے اس ملعون نے خدا سے غارت کرے آتے دستی گل وود مصاحب غائب۔ خود مصاحب خاص ان خاص بن بیٹھے۔ اب کوئی ایسی فکر کرنا چاہیے کہ اب یہ جمنے نہ پائیں۔ ہم بتائیں مشہور کردہ بوجڑ ہیں شیخ قوم۔ ہمارے حضور کو اسکا بڑا خیال ہی بھیجی جو بھی ہوتوں نہ کر دیں تو اتھو کھاتا ہوں ناک ناک بدنا ہوں۔ وادھ بوجڑ کی خوب سوچی مگر کہے کون کسی ایر سے غیر سے بچ کلیان کو لگا دو۔ اور رئیس خورشید کلاہ کو آزاد شیخیت بناہ نے ہوٹل دکھایا المونیڈ کا ایک جام پلایا اور خرامان خرامان اسٹیشن کے باہر سر کرانے لائے مصاحبوں نے دیکھا کہ مصاحب خاص سے بھی میٹھی باتیں کرتے آتے ہیں۔ ایک شخص کو پہلے ہی سے سکھا پڑھا رکھا تھا۔ اُسنے آگے بڑھ کر آوارہ کسا کہ ماہ سے زمانے کے اٹل پھر۔

استپا زی شد و جرج بریریا لان | طوق زرتیں ہمہ در گردن خرمی نغمہ شریف بیچا ہے تو نکالے جائیں اور قوم کے بوجڑ رئیسوں کی حق پائیں۔ اتنا سننا تھا کہ رئیس کے کان کھڑے ہوئے۔ انکو سنج قوم حضور شا بوجڑوں سے بہت نفرت تھی تو ان میان آزاد سے مسابقت بوجڑ بیٹھے کہ کیا آپ بوجڑ ہیں۔ اتنے میں ایک مصاحب بوجڑ کہ حضور نہیں تو اور میں کون۔ دوسرے نے موقع پا کر کہا ابھی تک



خیرین۔ کونسی دانا ہی جو دام خرچ کر کے آؤ بتنا۔ ذی ہوش ہو کر بیہوشی کو ترجیح دینا آدمی سے اونٹ، بجا نا انسانیت سے اپنے کو خارج کر دینا حماقت ہی یا نہیں۔

بھد بھد۔ تو یہ کیسے چینین و چنان کے بھد بین بھنس گئے اور پڑھو کہتے ہیں رفتہ رفتہ باگل ہو جاؤ گے لے اب پہلے تو آپ نصہ کھلو! مین پھر دماغ کا علاج کریں۔ میان ۵

ہمارے ملاقات دوست داران مست | چہ حظ برد خضر الزمر جادوان تنہا

ایک کھڑیو۔ دیکھو تو کیسے سرد رکھتے ہیں۔ نہ پتے تو ہمارے ہی حق بھد بھد نے اپنے ایک دوست ہرنج کو ملا دی اور سب ملکر چلے بھد بھد۔ یہ چھو ہائے کا پڑے۔

آزاد۔ ہاں ہم خراہم ثواب۔

بھد بھد۔ کیا خوب۔

آزاد۔ تسلیم۔

راستے میں ہرنج نے پوچھا کیوں یا یہ کون محلہ ہے۔ جی چینی بازار واہ کمین ہونہ۔ یہ چینیا بازار ہے۔ ماشا اللہ یہ نیا نام سنایا۔

چینیا بازار کیا چینی بازار ہے۔ آپ تو کتنا نہیں ملتے کہتے ہیں کہ

چینیا بازار ہے۔ کیا! کہتے ہیں۔ آپ میں کون جو کہتے ہیں ہم گلی گلی

کوچے کوچے کوچے سے واقف ہیں۔ آپ ہمیں راستہ بتاتے

ہیں۔ اہی تری قدرت اسی شہر میں پیدا ہوئے اسی میں عمر بھر رہے

اسی میں اتنے ٹکے ہوئے۔ آپ فرماتے ہیں چینیا بازار اور نہیں تو

کیا آپ کی طرح چینی بازار کمین۔ ناقابلہ بندہ درگاہ کی زبان سے غلط

لفظ نہ نکھے گا۔ جی ایسے ہی تو آپ بڑے محقق ہیں لے خبردار

اب چینیا بازار نہ کیسے گا۔ میرے سامنے گنوار سا ہے۔ الے

چینیا بازار کے ایسا مضمے مروک۔ ہائین کیا بکا۔ مروک! یہ مروک

کسے کہا۔ میری شان میں اور یہ کلمہ شہید مروک سے بھی دل لگی

میرے پانی گرائس سے بھی کاٹے گئے۔ اب آپ بنگ کی لے

رہے ہیں اسے کہا آپ بھی نہ گاؤ دیکھیں اسے میان اب گپ اڑا

سے بھی گئے گئے۔ بنگ والے کی دکان پر بندہ درگاہ تہذیب

کو رنوج کر دیتے ہیں۔ تہذیب آئے تو بنگ ٹھونے کا سنو ہی

لگاؤں۔ اور پھر اتنا تو سمجھو کہ میان ہمیں جانتا کون ہے۔ بھی خیر

بیٹھو یا جاؤ مگر اڑا رہے خدا ہتھے پر نہ تو کو میان آزاد تو ایک

سیلائی آدمی تھے۔ خود بھی تپائی پر شک گئے۔ تو دیکھتے کیا ہیں

کہ ایک درخت کے تلے چھپر پڑا ہو مگر سر کی کا۔ سات ستھرا ایک

تخت بچا ہے۔ دو تین تو میان دوا ایک گھرے ڈول رسی لوٹے

کو نڈی بنگ بھری دھتورا شکر کالی مرج یہ سب سامان

موجود ہے۔ بنگ والا سل پر گر گئے لگا رہا ہے۔ لگے رکھو

جھکوا۔ دوچار بگڑے دل دینا وانیہا سے بیخبر۔ نہایت تپائی

سے غل جھا رہے ہیں کہ داتا تیری دکان پر ہیں برس ہاں

ہاں ایسی چکی پلا جبین جوتی کھڑی ہو۔ آج تو دھتورا بھی چاہے

ذرا سا گڑھے۔ ہاں جبین خوب سرد رکھیں اسے تیری

دکان کے تو جو ہے بھی بھنگی ہو گئے۔ بنگ والے نے دفتین

کو خوب گاڑھی ہوئی پلائی وہ رنوج کر ہوئے تو دوچار آئے۔

اتنے میں میان آزاد کے دوست نے جنگو لوگ موٹاپے کے

سبب سے بھد بھد کہا کرتے تھے یوں ہانک لگائی سناؤ

آج تو دو دھیا پلاؤ۔ مگر خوب چکی ہو۔ پتے ہی پتے اٹھے چلو میں

آؤ ہو جائیں۔ استاد تو ان ایسوں کی قبر تک سے واقف تھے

وہ دھیا بیٹھی کیڑے سے ہی ہوئی پلائی۔ پہلے تو میان آزاد نے

کہا کہ کیا! بنگ! نشے کی چیز! ناما صاحب تو بہ تو بہ۔ عطالے

تو بلقا سے تو بخشیدم۔ بندہ درگد را۔ بلی غشتے چو ہا لندہ را ہی جی

جائے گا۔ نشے کا تو میں جانی دشمن ہوں۔ زرداد و دود و سر

وہ مل جل کر گانا۔ وہ مڑے مڑے سے باجا جاتا۔ وہ ٹھنڈی ہوا جھونکے جہن اور رہ شون میں اٹھلا نا۔ کجا یہ خون جگر گلیاں۔ یہ دشت انگیز کو پے۔ یہ غنوت بزم ہوا۔ یہ کچھ یہ جونی پیرار۔ یہ میان بیوی میں تکرار جسے دیکھئے گھر سے باہر نکلتا ہی نہیں جانتا۔ کوئی مردوں سے شرط کر کے سوچا ہی۔ کوئی انگریز اسیان سے رہا ہی۔ کوئی کروٹ پر کروٹ بدلتا ہی۔ عین تفاوت رہ از کجاست تا کجا۔ اتنے میں میان آزاد ایک مکتب کے قریب ہوئے ہیں بائیس لڑکے جھوم جھوم کر بیٹھے پڑھ رہے ہیں۔ اور ایک کسین طالب علم کو مولوی صاحب یہ پڑھا رہے ہیں۔

اُن عشوہ گر کرشمہ سنج شیوہ سامری بکار بردہ و شعبہ سادری آشکار کردہ مرا تے از بخل بر آوردہ در ویش مرکب اندوہ دور محاذی آن بیدل لٹھ گلاشت و برگ چند از نادر آب رختہ منزل من جھنی ست جھینی صماری ست بلند چون چرخ برین کہ در ہوا نش پرواز کم کند و سمرغ در غیر رامش بال جمل بریزد ہر ہر ہویون ہوس بسوی اجل متاثر ہووہ بکام منگ گام منہ عشت باد پیائے بادیکہ جنون مباحش و چون مجنون بزخیر رسوائی سر دگر کہ ذرہ بغیر اک خورشید دست نتواند زد و پیشہ بر بام آسمان نتواند پوہ این بگفت و راہ منزل خود پیش گرفت زگر کہ خدنگ دل دوز عشق اُن جادو فطرت ماہ فریب تا سفار در دل نشستہ بود بر خاک بقراری جہ افتاد۔ میان آزاد کے کان کھڑے ہوئے کہ این! یہ تو بہار دانش ہے آگے بڑھ کر علیک سلیک کے بعد مولی صاحب پوچھا کہ جناب مولانا صاحب آپ کیا درس پڑھتے ہیں۔ فرمایا بہار دانش کا سبق پڑھا رہا ہوں۔ کیا بہار دانش! اور کتب میں۔ انیسویں

کے یہ پیر بھی پڑھایا۔ جی دور لکے تو لک رہے تھے اسی میں مہر بان کا سبق پڑھتے ہیں۔ اور ایک نے اسی کوئی چالیس عرصہ تک پڑھا ہی۔ مولوی صاحب کیا بال و صوب میں سفید کے ہیں گردن پیرانہ سال کے سبب ہنے لگی مگر ابھی تک عقل نہ آئی یا یوں کہوں کہ آپ سٹھیا گئے۔ یہ تو قبلہ جلائے کتاب اس لائق ہی کہ مکاتیب میں تعلیم دی جائے۔ سن شریف شفقت و شش نہ ہونے ریش و فش ایسین کہیں بخش جنون خیر کا قصہ۔ کہیں بت این جادو فطرت کا فسانہ کہیں گل فروش فرین نگاہ کا ذکر۔ کہیں معشوق کی کج ادائی۔ کہیں عورتوں کی یوفانی کا تذکرہ یا جادو گردن کی حکایت دیو اور جن کی شکایت ہی۔ انہر تاپا فحش بلکہ افحش الافحش۔ کم سن طلبہ کے دل پر اس کے مطلب کیسا خراب اثر ہوگا۔ حضرت اذ براسے خدا اس کتاب نہ پڑھا۔ داہ صاحب آپ کیا جانیں۔ یہ تو ہمارا علم ادب ہی پھر آخر پڑھائیں کیا۔ میان آزاد نے افسوس کیا کہ بعض گاودی مدرس کسی کسی داسیات کتابوں کا طلبہ کو سبق دیتے ہیں کہ معاذ اللہ

### چلو میں الو

میان آزاد ایک روز چلے جاتے تھے تو دیکھتے کیا ہیں ایک چوراہے کے گرد پر جنگ ڈالے کی دکان ہی۔ اور اُس پر اُنکے ایک لنگوٹے یا ریٹھے ڈینگ کی سے رہے ہیں کہ ہم نے جو خرچ کر ڈالا وہ کسی کو پیدا کرنا بھی نصیب نہوا ہوگا۔ لاکھوں کمائے کو رو روئے لٹائے کسی کے پیسے میں نہ لینے میں۔ اتنے میں میان آزاد نے جھک کر ان میں کما۔ واہ جی! اُنکو کیوں نہ ہو لٹائی کے حصے یا جی! سن ترانیاں ہیں۔ یا با تو! یہ کچھ فائدہ بچا کے اور دادا جوئے کی دکان رکھتے رکھتے ہر شے پر ہے آپ نے کیا کیا اور شا کیا کیا۔ یا بچا! کہ فساد سے مراد ہے نا ہر اسی کی

تیس ہفت ہفتے۔ کئے کا سب لالہ مہر آباد کو ڈالا تھا اور  
 کی رکش دکان پر لادھی آن بان ہی۔ زلی سچ دھج انوکھی نشان  
 ہی سے دیکھو اُسی کا دم بھرتا ہے۔ نا کے پر پیے تو منال درو آد  
 تک ٹراتے کی آواز جائے۔ بچہ کیا ہزار داستان ہی۔ ہر فصل  
 میں چھک رہا ہے۔ تبا کو مشک و مہر کی طرح حکم رہا ہی آتش نانی  
 میں فرد۔ دودا فگن کی گرم بازاری۔ اسکے مقابلے میں سرد  
 پھول ہے سدا بہار۔ یا کوہ ہی آتش بار۔ بقول رسا گل بھی ہا  
 بلب بھی ہی۔ نقل بھی ہو مل بھی ہی۔ گیند لطافت کا مڑھو حق خبر  
 ہے چلم گویا گراہ ناز بر سر ہے۔ چیمپڑی پر آنا دہوا تو اچھے اچھوں کے  
 دھوین اڑا دیے۔ آتش نفسوں کے چھکے چھڑا دیے محفل کی  
 رونق اسکے دم سے مجلس کا لطف اسکے فیض قدم سے۔  
 خوبان شکر کے ساتھ دساز ہی۔ ہوا خواہوں کا سر پائے ناز ہی۔ دود  
 غنیمت سر کش چشم پری خان فرخار۔ چاند و بارون کا لنگوٹا یار  
 گندھی کی دکان غنیمت بار کی طرف جگڑ رہا۔ تو داغ طبلہ عطا بنگیا۔  
 خوشبو کیا فتنہ روزگار ہی۔ کسی کنڑ میں عرق عروس کسی میں عرق تیار  
 ہی خرچ خطا و حقن اسکا مول ہی۔ قنوج اور جو پورا اسکی چاہ میں  
 ڈانوان ڈول ہی۔ نخلخہ دلائے سے داغ مغز ہے دور تک شمع غنیمت  
 عطر روح پروری۔ دلدار چوڑی فروش بلاے میدران ہی۔ چوڑی  
 سیاہ رد کش سرمہ آلودہ چشم خوبان ہی۔ سبز چوڑی سبز ان ہند کی  
 یاد دلائے۔ شمع چوڑی کے رشک سے یا قوت احمد میر لکھائے  
 صورت دیکھے جی لپٹائے زاہد سدا عالم بھی دیکھ بائے تو بیدار  
 چکائے خرید بچائے رعب حسن سے مول قیل کا لفظ زبان پر لگا  
 چوڑی کیا مشاطہ جا بک دست ہی جو ساعدہ سین کے جوبن کو بڑھ کا  
 ہاک پرینہ روٹھو محبوب چارہ سارہ بنا لے۔ پھر چوڑی کے  
 کا بچہ زنگار چوڑی تو گویا کھراج ہی سے آنکھ لڑی فلک

دیکھے تو لائی آبدار پر انجم شاکر کرے۔ ایک ایک دُوریم کا مول خلیج  
 بدیشان ہی۔ حاصل بحر ایک در کنون کا ہما نو۔ پھر رزائے  
 کی طرف جو کھل گئے تو آب روان کی جھلک پر خریداری کا شوق  
 چرایا روپیہ گاڑھے وقت کا مایا۔ زربفت گلبدون کو جب یا۔  
 لالہ نین سکھ سے بھاؤ چکایا۔ انھوں نے کبھی دس کبھی پانچ دام تبا  
 دھوپ چھاؤنے گرگٹ کے پسے رنگ بد لکر فرمایا۔ حلو انی کا  
 میٹھا کو ان غضب کا آب و تاب۔ ہم خداد ہم ثواب۔ برنی نیکی  
 تو منہ میں بانی بھرائے۔ گر سنہ چشم کا جی جا ہے کہ تعال کے تعال  
 لکھا جائے۔ کتب فروش کی دکان پر شایعین علم و ہنر کی گرم بازاری  
 شمع کتب پر اہل قلم کا پردانہ وار جو م ہے۔ شعرا کے تذکرے  
 دوادین مذرت طراز منوی کتب خلاق۔ طب کے نسخے نایاب علم ہیات  
 اور طبیات کے رسالے شعراے گراما یہ ایران کا کلام نفاذ القیام  
 علمائے عرب کے مصنفات۔ عاشق مزاجوں کے مطالبات  
 ظرافتوں کے ہزلیات مزاح سات۔ جدھر کھجالتے ہیں خوشی کی  
 کھا بچیان بھری ہیں۔ مسرت انبار لگے ہیں۔ بازار نشاط کی گرم  
 بازاری نے غم درد و غم کالا۔ عیش و عشرت کا بول بالا بیان آنا  
 دل ہی دلمین سوچتے جاتے ہیں کہ اسی یہ شہر ہی یا خلد برین۔ زمین  
 ہی یا سواد اعظم عرش ملکین۔ راستے صاف۔ شکرین شفاف۔ کوئی  
 خوشی کے شادیلے بجاتا ہی۔ کوئی رنگ رلیان سناتا ہی کہیں دھنگانہ  
 فساد ایک کو دوسرے سے رنج نہ عناد چلتے چلتے ایک شخص سے ٹھیکر  
 ہوئی علیک سلیک کے بعد پوچھا کہ یا حضرت یہ کون گلزمین ہی میں تو  
 اسپر نہرا جان سے عاشق ہو گیا۔ یہ سامان دیکھا نہ سنا۔ باشندے  
 سب حرفہ حال یہ دوزخ سے لالہ ال بشر سے خوشی پکتی ہی۔ چہرے سے  
 مسرت برتی ہی میان یہ شہر تقدس بنیادینو سواد چشم رسا و چہرہ  
 روز سے آبادی لیکینی سی ساعت سعید و آوان حمیدین کی بنیاد پری

اجھا کسی ٹاٹ سے پوچھو۔ آزاد نے دونوں کو سجایا گلیوں پر  
مرتے ہو۔ مگر متا کون تھا۔ ہوت سنانے سے ایک آدمی چلا  
آتا تھا آزاد نے بڑھکر پوچھا کہ او میان جانے والے ہوت  
بھلا یہ کون حملہ ہو۔ اُس نے کہا کہ چنیا بازار اب بھد بھد اور ہرج  
دونوں نے اُسکو دق کرنا شروع کیا چینی بازار کہ چنیا بازار  
بولو۔ جلد بولو۔ چنیا بازار کہ چینی بازار۔ بتاؤ جھٹ پٹ۔ چنیا بازار  
کہ چینی بازار چینی بازار یا چنیا بازار۔ سو سو دفعہ پوچھ رہے ہیں کہ  
چینی بازار یا چنیا بازار اور آدھ کوس تک اُسکے ساتھ گئے اُس جاکر  
کو ان جھگڑ سلاطانون سے چھپا چھوڑنا مشکل ہو گیا۔ بار بار ڈپٹ  
رہے ہیں کہ چینی بازار یا چنیا بازار۔ اسنے صد ہا مرتبہ کہہ دیا کہ چنیا  
چنیا بازار اور چینی بازار دونوں صحیح ہیں۔ مگر انکو تو کچے گھر سے  
کی جڑ صلی تھی۔ انھوں نے سوائے اسکے اور کچھ بات ہی نہ کی  
پچینی بازار یا چنیا بازار۔ جب آدھ کوس تک اُس جاکر  
رہو کو رکھ دے گئے اور چینی بازار اور چنیا بازار سنتے سنتے  
اُسکے کان تک پہنچ گئے تو وہ جھلا یا اور ڈانٹ کر بولا کہ چنیا  
بد معاش۔ چینی بازار اور چنیا بازار دونوں کی ایسی تپسی اور  
مٹھاری ساتھ لے کر۔ اب بولے تو ہم کھوڑی پر ایک ڈنڈا  
جھامین گئے نامعقول۔ ہم کو بتاتا ہو۔ ہم کوئی گنوا نہیں۔ تم اپنے  
دل میں سمجھ کر کیا ہو۔ ابھی آزاد دونوں تو تین سو تلواریں تلواریں  
سوت سوت کر آن موجود ہیں۔ ایک گھنٹے سے جان غذا  
میں کر دی کہ چنیا بازار یا چینی بازار۔

ہرج مہج۔ ہت ترے بھد بھد کی ایسی تپسی۔ کہتے تھے مردک  
سے کہ ہم کو نہ بلانا مانا۔ دیکھو جھنگ سے کسی مت جھنگ ہوئی

### صنعت اور تجارت کرتے

اُدھر خاتون شبے خشک فاش بالی اور عامل روزی سواری

بھد کو فراتی۔ چراغوں نے بڑھ کر سامنے پایا اور بھد  
نظر آیا۔ اُدھر محبت لیلے دیائے دون۔ مدت تیغ کشور  
کشایین معرکہ جنوں۔ وحشت کے نہنگ بکر آٹام شیطانی سے  
زیادہ مشہور خاص و عام شیخیت پناہ میان آزاد وحش امڈ  
چلے تو کیا دیکھتے ہیں کہ بستی سے کوئی دو گولی کے پٹے پر ایک چار  
اور لب چشمہ سارنگلین کی قطار ہوا اور ہر گلبں پر بلبل رنگین گفتار ہو  
غزل خوان گلشن کی زبان صرف قصیدہ ہاے نوروزی۔ ہرمت  
سامان طرب ہوا اور اسباب عشرت اندوزی۔ ہر مرغ خوش خان  
ترانہ سنج ہوا اور مرجان مرغ۔ سبزہ مثل ساکنان خلد بن پوش ہو  
زند عالم سوز بھی بادہ وحدانیت کے نشے میں سرخوش و مدہوش  
ہو۔ درو دیوار سے دجلنا انہار معاشا آشکارا در مضموم دجلنا  
سراجا و ہاجا نمودار۔ چان چان اور خرابان خرابان حضرت بھی  
گلگشت چن کرتے چلے جاتے تھے اور تماشاے نسرین و نسرین  
سے دل بہلاتے تھے کہ دفعہ ایک مقام پر پہونچے منہ سواد ہر کوئی  
دبر زن آباد۔ چہر چہر رشک بہشت خداد۔ ذکو وحیت و جلالک  
اُٹاٹ مست و فرخناک۔ مکانات فرخ بخش و لغز آراستہ۔ مکاتین  
بصد قرینہ پیراستہ۔ دلبر مودہ فروش۔ سبز تر گلگون کی پیاری  
صدائیکھی جیون بانکی ادا جس گل زمین میں اُسکی فکان ہے  
وہ روکش باغ نعیم رشک جنان ہے۔ ثریا دور سے خوشہ  
انگور کوتا کے۔ امرو دھواے میدود۔ سیب و اف سیب  
ہی قوت دل۔ انار راج روح۔ تنولی کی دکان پر شوقین آدمی  
مصرف جان پیاری ہیں اور ایک عالم مشغلی خریداری  
اور کیون نہوسر خولی کا بیڑہ اٹھایا ہو۔ سبز بخت کا خطاب پایا  
ہے اُدھر کا ہاتھ میں لیا اُدھر چاندی کا ورق لگا کٹھنہ دیا  
کٹھا کیوڑے کا بسا ہوا ایک گھوڑی کھائے تو غذا ہے

جو ہری بچہ۔ وہ واہ واہ اڑیں چہ ہر تونکی اور پوچھ پوچھ کر رہا  
ایسا سوچا کہ تو یا فرسکا دو دھونی رسید اور ایسا کو گھس  
موسیٰ بٹھے خود آئے۔

آزاد۔ اچی ایسا ترجمہ کروں کہ آنکھیں کھل جائیں۔ ہم کیا  
کہہ دوں دے کر بٹھے میں خط دیکھے ہوتی بھوتنا ہوں۔  
جو ہری بچہ۔ اچھا تو ہماری عرضی کا ترجمہ کر دیجیے جوتی نذر  
کو گنگا۔ انجی بھی دو گنگا۔ کھری فرود ری پوچھا کام۔  
آزاد۔ چلتا ہوا ایسے مترجم بہت جلد لائن گے اچھا آپ لائن تو  
سچی سچی پہنچی تھی۔

جو ہری بچہ۔ واہ واہ اڑیں چہ ہر تونکی اور پوچھ پوچھ کر رہا

ایسا سوچا کہ تو یا فرسکا دو دھونی رسید اور ایسا کو گھس  
موسیٰ بٹھے خود آئے۔

آزاد۔ اچی ایسا ترجمہ کروں کہ آنکھیں کھل جائیں۔ ہم کیا  
کہہ دوں دے کر بٹھے میں خط دیکھے ہوتی بھوتنا ہوں۔

جو ہری بچہ۔ اچھا تو ہماری عرضی کا ترجمہ کر دیجیے جوتی نذر  
کو گنگا۔ انجی بھی دو گنگا۔ کھری فرود ری پوچھا کام۔

آزاد۔ چلتا ہوا ایسے مترجم بہت جلد لائن گے اچھا آپ لائن تو  
سچی سچی پہنچی تھی۔

جو ہری بچہ۔ اچھا جی۔ اچی آپ کے نزدیک تو کھری تھی تو بس  
میں نے کچھ نہ بڑھایا۔ آپ کے ہسلان بھی دیکھنے ہی کا  
تھیں۔ دن دیا ہے۔ اس وقت تو کچھ کیا ہے۔ کاسر کچھ

لین لیں جس میں میں نے دیکھا ہے۔  
میں نے دیکھا ہے۔ کرخ ہمدرد غریب گھر میں غریبوں کی مال مال کرنا  
فدوی کے چنگی بٹے ماشاء اللہ کھانچوں بھرے ہیں کوئی رتی بھرا  
کوئی ماشاء اللہ کوئی نوے بھر کا کوئی چھٹکی کوئی پیسہ۔ دھنی چونی  
اٹھنی گئی سب ہی رقم کے ہیں۔ میری مصیبت پہنچو انکھ کی حمد  
عطا فرمائیے تو اس کے جلد میں خدا حضور کو فرانس کا پریسیڈنٹ کر دے  
فدوی نے ایک کنڈے دے کی زبانی سنا ہو گا کھل دار دھنی بھر پور  
بشاد ہر تیس تیس یہ ماہواری خالی ہے۔ چوڑا گھر میں کو مغانی کا بہت  
خیال ہے۔ انداز اس استحقاق کے موجب عرض رسان ہو کہ حمد  
مذکورہ پاؤں۔ واجب تھا عرض کیا۔ فدوی۔

آزاد۔ سبحان اللہ۔ عرضی کیا لکھی ہے کہ قلم توڑ دیے کیون بھی کتنی  
صاف زادیان اور صاحبزائے آپ کے ہونگے۔ میں کوئی آدمی  
جو ہری بچہ۔ ہنس کر اچی بیان تو ابھی شادی ہی نہیں ہوئی  
ہم سے چھوٹے بھائیوں تک کا یا ہ ہو گیا۔ چھا جھم کرتی بیویاں  
مگر ہم ترس ہی ہے میں۔ رشک کیسے۔

آزاد۔ پھر آپ کیا لکھ دیا کہ کھانچوں بھونکی بٹے میں۔

جو ہری بچہ۔ اچی تو اب لکھنے سے بھی گئے گزے۔ چرچہ ہی سے  
اچھا پیری سے بھی گیا۔ اب صاحب کو تو ہی پڑی ہو کہ تحقیقات کرتے

پھر میں میر غلہ سے پوچھیں تحصیلدار کے ذریعہ سے دریافت کریں۔  
تو کچھ انھیں کرنا ہی نہیں آئی باتیں بھی داند کھور کھنے لے کے

لائی ہیں۔

آزاد۔ حمد بھی چشم بد بردہ تجویز ہو کہ نہانے بھر کا کڑا تھکا  
ہوا اور ہم پولیس جھانکنے لگے کبھی بھنگیوں سے جیل ہی ہوگی

بھنگیوں سے گھنپ ہوئی ہے۔ بجائی بھی جو ان پر پھر کھور کھنے لے کے  
میں نے کچھ نہ بڑھایا۔ آپ کے ہسلان بھی دیکھنے ہی کا



تھیں کہ کوئی لاتی دھوپ پڑ رہی ہو۔ کوئی چنی چنی جاتی ہو۔ شکت پھر  
جیل انڈے پر لٹا چھوڑ رہی ہو۔ لون کے پھیڑے وہ ڈنکے کے  
جل رہے ہیں کہ الامان۔ دانہ زمین پر گرے تو بھن جاتا جو طرفہ  
سناٹا۔ ہو کا عالم پر نہ اپنے اپنے گھوٹلون میں دیکھ دیکھائے  
حضرت انسان مکاؤن میں جان بجائے بیٹھے ہیں معلوم ہوا  
کہ قیامت آگئی آفتاب سوانیزہ پر ہو رہا مگر واہ رے میرے  
شیر کیا کہنا۔ میان آزاد کلی کو چون میں چکر لگانے سے کب  
بند گو۔ ۵

شیر اٹھتے تھے نہ دھوپ کے ماسے کچھارے  
آہونہ منہ نکالتے تھے سبزہ زار سے  
آئینہ مہر کا تھا مگر رعبا رستہ  
گردون کو تپتے تھے تپتی زمین کی نار سے

لیکن میان آزاد بے غل و غش شہر کے صدفے ہو رہے تھے  
آخڑ کا بھرتے بھرتے چلتے چلاتے ایک جوہری کے دکانچہ زرنگاری  
طرف جو گزے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک گھن لڑکا جھکا ہوا کچھ کھڑا ہو  
میان آزاد گھومتے گھومتے جہان دیدہ ہو گئے تھے ہی جو تو نوں سے  
تار گئے کہ یہ جوہری کچھ نوکری کی تلاش میں سرگردان ہو۔ نفاذ  
دیکھتے ہی خطا مضمون بھانپ لیا۔ سوچے کہ اس سے کسی طرح  
ملین گرجان نہ بچان غالبی سلام۔ ملاقات کے لیے کچھ تو فرمایا  
چاہیے آپ نے او دیکھا نہ تاؤ پوچھا کیوں صاحبزائے اس  
گائون کا کیا نام ہے۔

جوہری کچھ۔ گائون میان سے کوئی دس بارہ گولی کے بٹے پر ہی  
گائون کہیں اور ہو گا۔ گائون کی ایک ہی کوی یہ شہر دیکھا تو  
آزاد۔ ہان دہی شہر۔ لاجل۔ کیوں میان میان میٹھا  
حلو بھی بکتا ہے۔

جوہری کچھ۔ (مسکرا کر) اور کیا آپ کے گائون میں کھانا  
بھی بنتا ہو۔ کیا کرے گا حلو بناتے ہیں یا نیم گا۔

کہ صناعی نے مذہبہ ترقی پائی تجارتی خوب بااختیار بن چکا  
دستکاری کو دن و دن ادا ہوئے فروغ ہوا حضرت یہ سب صنعت  
و تجارت کے کرشمے ہیں۔ علم و فضل میں بھی بیان کے باشندوں نے  
یہ بیضاے ناموری حاصل کیا۔ شاعری میں بھیل عدیم دہیم شاعری  
میں فقید المثال۔ نثر نثر شاعر شاعر شعری شعرا انحضرت کسی فن کسی  
صناعی میں کم نہیں۔ سیم و زر کا عدم نہیں۔ ہاں ایک بات فرد  
نوکری کا کوئی شائق نہیں اور نوکری بھی کی تو علیٰ فنون کی اسٹنٹ  
سرچیں۔ ٹیکل انسر انجیر۔ اکوٹنٹ تاجراد دستکار البتہ میان بکرت ہوئے  
ہیں کشمیر سے شال۔ ڈھاکہ سے مل۔ مالوا سے ایندین پتھر سے پیر  
لکھنؤ کی کادللی اور چکن۔ دہلی سادہ کاری انگوٹھیاں۔ اگرہ کی  
اوریان کا پورے منڈے۔ بسوان کا تبا کو بیلی کی ایشیائے غریبہ  
عرب کے گھوٹے۔ شقلمند کے چاقو۔ مینچسٹر کا کپڑا۔ کابل کے انار برباب  
کشمیر کا بنفشہ۔ اجود خراسانی ساری خلق کی مشہور چیزیں بیان  
آتی ہیں اور ہم کے دم میں بجاتی ہیں۔ ایک ایک لال نے کوٹھیاں بنائیں  
لکھوتی ہو گیا۔ میان آزاد ایسے خوش بے کہ جلے میں بھجے نہ سما  
واہ ری تجارت تیرے قدم دھو دھو کر پے پے تیرے ہی دم کا ظہور ہو  
یہ خدا کے مقبول بندے ہیں۔ یہ نہیں کہ اے بے پڑھی اور منڈاسا  
باندھ کر کچھری پونچے۔ پر پیر ختم کی اور جینڈا انٹ کر کلاری دکان پر اٹھا  
کھا بیٹھے۔ برسوں ایڑیاں رگڑ رہی ہیں مگر نوکری نہ ملی نہ ملی چاہی  
ادھر کی دنیا ادھر ہو جائے تو وہ نوکری ہی یہ لیو رہیں گے۔ ہائے افسوس  
یارو از بے خدا داس شہر کی حالت پر نظر ڈالو۔ نوکری کے  
چھندیسے چھوٹو۔ یہ جیل پیل یہ رونق یہ کیفیت یہ لطف تازہ اور  
سرور بے اندازہ نوکری میں کہان۔

میان آزاد مترجم  
اُس شہر مبارک بنیاد سے چلے تو ایک نئے مقام پر پہنچا



اور یہ سمجھا دینا تو آپ پر فرض میں تھا کہ بھاج سے آپ کو دل لگا  
کا رشتہ ہے۔ اسکے بغیر غرضی بھیگی رتی رقبہ بندہ سے اس کا  
ترجمہ ہونے کا ذریعہ تو بتا دیجئے کہ آپ میں کون ٹھاکر۔  
لالہ۔ جی بندہ تو ان گن ہوتری ہے۔

آزاد۔ ان گن ہوتری یعنی بھر بھونے۔ یہ کیے تو پھر آپ کی  
عالی خاندانی میں کیا شک ہے۔ میان آدمیت سیکھو۔ سات کی  
محرری سے تحصیلداری کے طالب ہو۔ بھلا کوئی بات بھی ہے۔

میان بھر بھونے بڑبڑاتے ہوئے چلے کہ داد ادنیٰ دکان  
پھیکا پکوان۔ نام بڑے درشن چھوٹے۔ مترجم بنے میں بڑا سا ختم  
دروازے پر لگا دیا اور موٹے حرفن میں لکھ دیا کہ میان آزاد ترجمہ

### اکرٹ فون

میان آزاد زمین کے گز بنے ہوئے ادھر ادھر گھوم رہے تھے  
کہ اتنے میں ایک بڑے کھوسٹ نے ایک بانگے سے کہا کہ میان  
بید سے آئے ہو یا جان و بال ہی یا زندگی دو بھر ہے۔ یا چھینکتے  
گھر سے چلے تھے یہ اگر نا اور برہنا کیا معنی۔ میان گردن جھکا کر حلا  
کیجئے ورنہ کوئی پہلوان گردن ناچے گا۔ تو یہ سخت ساری خاک  
میں بلجائے گی۔ تباہ اور ٹیڈا بھول جائے گا۔ سنت میں کرکری ہو گیا  
اس سے کیا واسطہ۔ یہ شہر کشتی پٹے بانگ لکڑی کی ٹکسال ہے۔  
بہت سے رطبتیے آئے مگڑنی کھائے۔ ہاتھ لاتے ہی میان کے  
پہلوان پکڑ لائے۔ اور مارا چارہن شانے چت تنگڑی پڑا دئے  
میں طاق۔ سواری کہنے میں شاق۔ کوئے پر لانے میں پڑاق۔ یہ  
سنتے ہی وہ میان بانگے آگ بھوکا ہو گئے۔ جی۔ تو کہیں اس بھروسے  
بھی رہے گا بندہ چھنی کھانے والا آدمی نہیں ہی بیچ کھیت پچھاڑن تو  
سچی زبان اپنے استاد کے صفوں نے ہیں لکڑی سکھائی۔ ٹانوں کی  
لکڑی پھینکنا تو سب ہی جانتے ہیں۔ مگر میدان کارزار میں ٹھہرنا

البتہ لائے وارد۔ اور زبانی داخلہ تو اور ہی بات ہی ہائے استاد  
میں میں آرمیون سے گمارہٹے تھے اور کون لوگ۔ ایسے ایسے  
گنوار گھام دہنیں۔ پڑھے ہوئے پٹھے خبر انکونا تھا۔ بھرے خیال کیجئے  
کہ میں گنگے برابر پڑتے تھے مگر تیسوں کی خالی جاتی تھیں کبھی آتے  
ہوئے کبھی گنگے سے چوٹ کاٹ دی کبھی بدن کو سمیٹ دیا کبھی تیرا  
بدل دیا۔ شاگردوں کو لٹکا دے جاتے تھے کہ لگا بڑھ کے ہاتھ اگھڑے  
اور وہ جھلا جھلا کے چوٹیں لگاتے تھے۔ گڑھ کی کھاتے تھے۔ اور  
اپنا سامنے کر رہ جاتے تھے۔ جب سب کا دم ڈوٹ گیا اور گنگے  
ہا پنے تو گنگے ہاتھ سے چوٹ چھوٹ کر گڑھ کے استاد۔ اُن کے  
دہی خم دم دہی جتوں۔ وہی تال بھاؤ۔ پیردن لکڑی ہیلین لیکن دم  
نہ بھوئے اور جو کہیں بھڑبڑے تو بات کی بات میں پرے ساق تھے  
کسی پر بات کا ہاتھ جایا کسی کو چاک کا ہاتھ لگایا۔ پھر بس ہی معلوم ہوتا  
تھا کہ بھلجی چھوٹ رہی ہے۔ یا آتش بازی کی چھوڑ نہ پلج رہی ہے  
(استاد کی اچھی تعریف کی) یا چرخ جکر میں ہو۔ بیٹوں کا ہاتھ تو تنگ  
چار دانگ ہند میں کوئی روک ہی نہ سکا وہ تال ہوا پڑتا تھا کہ ادھر  
اشارہ کیا ادھر ترسے پڑ گیا جیو کا ہاتھ کیا قصاے بہر میں ہی جام مل  
آنت ناگمانی ہے۔ بلاے بیدار مان ہے۔ گنگا ہاتھ میں آیا  
اور معلوم ہوا کہ جلی رکنے لگی۔ ممکن نہیں کہ انسان کی آنکھ نہ جھپکنے  
پائے اور آدمی تو روانہ جائے۔ لٹکا دیا کہ روک چاک کی۔ پھر لاکھ جتن  
کیجئے جھلا روک تو بیجئے۔ نشانہ تو کبھی خالی ہی جانے نہیں پایا۔ تاکہ  
اور بھر پور ہاتھ لگایا۔ پھر عمر بھر نہ چھوٹ۔ ایک انگ ہی راس کے  
انکے ٹھانڈے ہی نرے میں پھر رابدن سادہ فراج۔ آدمی صورت تھے  
تو قہقہے نہ آئے کہ یہ استاد بے بدل ہیں۔ مگر ایک ڈیڑی باس کی کھلیج  
دیکھے چوڑل گئی دیکھے کہ کیسے جو ہر کھاتے ہیں میان ہم ایسے استاد  
کی آنکھیں دیکھے ہوئے میں پٹے بائے نوٹ کشتی لکڑی کسی میں

لگے ہیں۔ دکان جھک جھک کر رہی ہے۔ اور چلتی بس روہیہ کی  
لوکری کرنے کی لعنت خدا۔

جو ہم ہی بحیرہ - بائیں! کہاں تو عرضی لکھتے تھے کہاں  
لگے پانی بی بی کر کو سنے -

آناؤ۔ میان پڑھنے کھنے کا یہ حاصل نہیں ہے کہ خواہ مخواہ نوکری ہی کرے۔ اور نہیں تو داروغہ بم پولیس ہی سہی۔ خاصہ جبہری بنے ہو۔ صد ہا آدمی لالہ جی لالہ جی کہتے ہیں۔ لالہ جی کے دماغ پر گولی چڑھ گئی تو داروغہ بم پولیس بن بیٹھے۔ بات ترسے کھفتی کی دم میں نمدا۔ ایسے شوق ملازمت کی ایسی تھی۔ خدا نخواستہ ایسا کیا گکارا وقت ہی کہ بندہ میں کی نوکری پر جان دینے ہو۔ یا رخصت ہو۔ ہو کان کا کاروبار بچھو تیس روپیہ تو بات کی بات میں خیرات کر سکتے ہو۔

میان آزاد وہاں سے اُٹھے تو سوچے کہ بھی تنگن اچھا ہے۔  
جب سڑک ایک کمرہ کرایہ سے مترجم بن بیٹھے اور دروازے پر  
ایک تختہ لگا دیا کہ (میان آزاد مترجم)

اب دل لگی دیکھئے کہ صبح سے شام تک پچاسون غرض مند  
آنے لگے جسے دیکھو محاببت گرو تاجیک لالہ صاحب قلمدان  
دبائے عینک لگائے تشریف لائے۔ آداب بجالاتا ہوں کہہ کر  
دستکی سے کاغذ نکالا۔

لالہ - بندہ پر در اس عرضی کا ترجمہ کر دیجیے - جو کچھ ہو بیچے -  
آزاد - آقاہ یہ تو عرضی کیا امیر حمزہ کی داستان ہو -  
ذرا برہے تو سہی -

لہذا حضور پر نور دام۔ بعد ازاں آداب بجا آورہ معروق لے لے  
فیض بکھلاے گزاونیدہ می آید کہ چون فی زمانہ بفضل قادر یگانہ  
عہدہ ہاے چند و چند بیجوہ انتہی دریا بردنی و دریا بردنی خلق  
خواب شدہ و رفتہ و جان شاکہی ماہ سے سحر و ساطیفہ ترقی آپ کا

ادب زبان میون کے لاتا ہے۔ لہذا نسیا پڑا نہ کہ اگر کوئی تحصیلدار  
عطا ہو تو پرورش ہو۔ اور کترین ماہ میں سے بندوبست میں ضرور ہو۔  
کترین کے بڑے بھائی کی بیوی مئی کترین کی چھٹی جس سے خاق کا  
رشتہ ہی اسکے باپ کے پہلے خسر کا چچا زاد بھائی داروغہ نریشاہہ ہی بیہ  
ماہواری تھا۔ چونکہ مگر یہ کہ عالی خانان کی پرورش ہوگی لہذا اس  
استحقاقیت پر ملحوظ رہے۔ اور نینہ انجاری کے کام سے بخوبی واقف  
ہو۔ اراخانہ کارنگہ اراخان کی پرورش اور پر مالکان کے تہ خداوند بخاری  
انکو خاص و عوامان کہتے ہیں۔ اسی طرح لازم ہے۔ طرح مسلمان کو  
رج عبات عالیات اور ہم ہندوان کو تیرہ گنگا توری لہر تہا ہے  
من بھائی۔ گنگا توری لہر واجب ہو اگر عہدہ مسطورہ بالا عطا ہو تو  
خدا حضور راہ حضور کے بال بچون اور بابا لوگ اور قبیلہ کو ایاس کی  
عمر ہے۔ اتنی دولت کا تارہ بلند رہے۔ فردی ۔

میان ارادے جو یہ عریضی تھی تو توٹنے لگے پیٹ میں بل پڑ پڑ گئے  
ہقدر پہنے ہقدر پہنے کہ آنکھوں سے اشک جاری ہو گئے۔  
لالہ جی عقل کے ناخن لیجئے۔ ہوش کی دوا کیجئے۔ پیش پا اتار دے لالہ  
کے اطمینان تو ہر جگہ آپ غلطی کی۔ معروض کو معروض (یہ نئی گرفت کا  
نقطہ ہے۔ انتظام کی خرابی (انتظام) تصدیق کے عوض (تسلیا) ملحوظ  
کی جگہ (ملحوظ) ماشاء اللہ۔ اور یہ دیا بردنی اور برآمدنی کی ایک سوئی  
(بند ہوا کئے آؤ اب بجا آؤ رہ) سبک انفع محاورہ ہے۔ عالی خاندان  
کے لیے (عالی خاندان) بہت ہی خاصے (استحقاقیت) باب  
استحقاقیت سے ہے۔ اور واللہ (گنگا توری لہر ہاے مع بھائی بھائی  
تو ایسی اڑائی کہ صاحب بھی دیکھ جائیں گے۔ واہ اُستاد اچھے گروا میں  
عالی خاندانی کا ثبوت بھی کتنا صاف ہے کہ حضرت کے بڑے بھائی کی  
بھانجی بھانجی کے باپ کے پہلے شہر کے چچا زاد بھائی انٹی روپیہ میں  
اللہ اللہ لے حضرت آپ تو بڑے عالی خاندان تھے

بند نہیں۔ جی چاہے کسی سے ہٹو کر دیکھ لیجئے اتنے میں ایک گنوار کا روکا چلا جاتا تھا اُنھوں نے بجا کر اسے ذرا ادھر آنا۔ ادھر اُدھر کی بات سُنے جاؤ۔ روکا قریب آیا تو پوچھا کہ اپنے دو چوٹیں ہوتی ہیں اُسے نظر بھر کر دیکھا اور کہا ہاں ہم کسی سے دب کے نکلے والے ہیں جبکہ جی چاہے ارمان نکال دے۔

ہانکا۔ اے جالیے دیوانی چھو کرے ہم نے بہت چرائے ہیں گنوار۔ جی تو کہیں سوریان چرائی ہوگی۔ دیوانی چھو کر دے شیطان نے پناہ مانگی ہے۔ آپ میں کس شمار قطار میں ہم نے بھی شہر ہی میں تعلیم پائی ہے۔ ان کیدر بھیکوں میں اور کتے ہوئے گنوار تو یہ فقرے سنا کر جلد یا میان آزاد اور ہانکا بھر شہر میں لگانے لگے چوک میں ہوئے جو بھر نظر پڑتی ہو ہانکا ترچھا بیٹھا چٹا اُنکے کھ پنے کے دار کئی ہوئی تو بیان سر پر جہاں چست ٹھٹھے ڈانٹے آندو پڑے ہوئے ڈھانٹے باندھے ہوئے تھے چلے جاتے ہیں تیغ کی جوڑی کر سے لگی ہوئی دو دو دلاتیاں پڑی ہوئیں بارہا جڑھی ہوئیں۔ مزار پنجہ۔ پیش قبض۔ کنار۔ سردی۔ شیر نچہ۔ رستہ یس۔ خالصہ ادبی بنے ہوئے۔ ایک بانکے کو دیکھ کر ایک کادھار نامت اعمال سے کہیں نہیں پڑا۔ اُنھوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ دن سے پنجہ داغ دیا۔ مگر حسن اتفاق سے خالی گیا لوگوں نے پوچھا کیوں آکا لیون بگڑ گئے تیکھے ہو کر فرمایا کہ ہم کو دیکھ کر بچہ جی مسکرائے تھے ہم نے گولی لگائی کہ دانت پر پڑے اور اس جواب دندان شکن سے نکلے بھی دانت کھٹے ہو جائیں۔ مگر زندگی تھی کہ گولی سے بچ نکلا میان آزاد اپنے دل میں سوچے کہ یہ بانکے تو بالکل ناخدا ترس ہیں انکو زیر نہ کیا تو کچھ بات نہیں۔ ایک تبنولی سے پوچھا کہ کیوں بھی اس شہر میں بانکے بہت ہیں اُسے کہا میان ہانکا ہونا تو دل لگی نہیں۔ ہاں یوں کہیے کہ بیکرے بہت ہیں اور ان سب کے

گرد گھٹال وہ ذات شریف ہیں جنکو لوگ یکرنگ کہتے ہیں۔ وہ صندی رنگا ہوا جوڑا ہیں کے نکلتے ہیں۔ مگر مجال کیا کہ شہر میں کوئی صندی جوڑا ہیں تو لے یکرنگ صندی جوڑا کوئی ہیں نہیں سکتا کوئی پنے تو کوئی بھی سر کر دین اسکے ساتھ یہی ہے۔ میان آزاد سوچے کہ اس یکرنگ کا ٹیٹوانہ لیا تو کھانا حرام دوسرے دن حضرت بھی صندی بوٹ صندی گھٹنا صندی انگر کا صندی ٹوپی لے کر نکلتے۔ میان بھی صندی۔ اب جس گلی کو چے بازار سے گزر ہوتا ہے لوگ تعجب کرتے ہیں کہ یہ آج ہی ڈھبے کون نکلتے ہیں بھی چو طرف انگلیاں اٹھنے لگیں شدہ شدہ حفر یکرنگ کے چیلے چا پڑنے اُنکے کان میں بھی جھنک ڈال دی۔ سُننے ہی منہ لال جھنڈر ہو گیا۔ کپڑے بہن تھیمار لگا چل کھڑے ہوئے۔ میان آزاد تبنولی کی دکان پر جا کر ٹنگ گئے اُنکی وضع دیکھتے ہی اُسکے ہوش اُڑ گئے۔ لگا ہاتھ جوڑنے اور منت کرنے کہ از براے خدا میری ٹوپی لے لیجیے۔ یا جو تا بدل ڈالے ورنہ وہ آتا ہی ہوگا مفت کی ٹھالیں ٹھالیں سے کیا واسطہ انکو تو کچے کھڑے کی چڑھی تھی یہ مانتے کب تھے سگھوری فی اور اکو کر کھڑے ہو گئے ارد گرد تاشا مٹون کا ہجوم ہے اور شہر بھر میں دھوم ہے کہ آج یکرنگ سے نوار چلے گی۔ اتنے میں حضرت یکرنگ بھی نمودار ہوئے۔ تبنولی نے میان آزاد سے کہا کہ سنبھیلے وہ ۶۔ آتے ہیں تینچے کو چڑھالے ہوئے کل پر ۴ اُنکے آتے ہی پھیر چھٹ گئی۔ ہر۔ کوئی ادھر لڑائی کوئی ادھر دیک رہا۔ کوئی گلی میں گھسا۔ کوئی کرے پڑھ گیا یکرنگ نے جو انکو دیکھا کہ از سرا پا صندی پوشاک پہنے ہوئے جل ہی مرا۔ نظر قہر آلود ڈال کر کہا۔ اے او ہولا خبطہ۔ اتار ٹوپی بدل جوتا گستاخ ہاں ہے ہوتے سخی تو صندی جوڑا ہنکرتے



جھٹ تلوار سوت عین موقع واردات پر پہنچ گئے سنبھل  
او آکا کی دم بانگین کا دھوی اور تم۔ پیچھے پھر کے دیکھا تو میان  
آزاد جگت استاد۔

آزاد۔ اس ڈنڈیل کے قربان۔ واہ بھی ہیلوان۔ تم تو نرم  
داستان ہو۔ خلیفہ بیچا سے پر ساری جوین صاف کر دین کبھی  
کسی کڑے خان سے بھی بالا پڑا ہے کہین گمار بھی رڑا ہو بلن پڑن  
ہی پر شیر ہو۔ بڑے دیر ہو تو اوہ سے بھی دودو ہاتھ ہو جاوین  
تم ڈھیر ہو جاؤ یا ہم چکا کھائیں آئے پھر تیرا بدیے۔ اے ہو تو  
اب تامل کیا ہے۔ لے تیغ دو دم۔ اور نگاہ ہٹا دھڑا  
یا اُدھر۔

بانگے۔ ہائین ہائین!۔ استاد۔ ہین پر ہاتھ صاف کرنے کا  
داعیہ ہے۔ ہماری تلوار تم پر اور تعاری سڑی ہیر چلے۔ کیا حال تم  
ابھی نوٹھیے تم کو کھٹال۔ کجا چر کر کجا طاؤس نہ موین بال  
اور اس کیے درزی کی طرف سے آپ بولتے ہین اور نفور  
تلوار تو لیتے ہین۔ سبحان اللہ۔ آئے آپ سے کچھ کہنا ہی آئے  
اپنا اپنا لہنا ہے۔ شادو باید ز سیتن ناشادو باید ز سیتن مصیبت  
تکلیف سب کچھ سہنا ہے۔ اگر تم کمک کر دو تو بیڑا پار ہو ورنہ  
ہم ہین اور نہج ہار ہے۔

آزاد۔ اچھا تو بہ کرو کہ اب کسی غریب زیر دست کو نہ دھکا دینا  
بانگے۔ اہی حضرت دھکا ناکیسا ہم خود بلایم پھنس گئے۔ خدا ہی  
بچائے تو یحییٰ صاف صاف بون ہے کہ بیان ہمارا ایک پیٹ ہے  
کیدلی۔ بلا کا پھلکیت۔ ستم کا بلیکیت۔ قیامت کا ہاتھ ہے۔ اس سے  
ہم سے لاگ ڈانٹا ہوگی کل نو چندی جمعرات کو ہین درگاہ  
میں گھرے گا۔ کوئی دوسو بانگون کی جماعت سے ہم پر حربہ  
کرنے کا قصد ہے۔ ہم اس طرف ساری فدا ہو اُدھر لچھ بھی نہیں۔

اگر تم خدا جانے کس کتر بیوت میں رہتے ہو سبنا پرونا بخیر  
ہان زبان البتہ کترنی کی طرح چلا کرتی ہے۔ تم سے پڑا سلوان پنے  
کو انگشت ناکرنا ہے۔ تمہارے رشتہ دار سب استاد ہیں اگر تم  
نئے گھاڑ نکلیے۔ ہان دم دھاگا دینا خوب جانتے ہو۔ ٹوپی سی  
بھونڈی بنائی کہ یا ران سر پل نے پھبتی پھبتی سنائی۔ واللہ  
ہم سے ایک شیخ کا درزی کیا ٹوپی سیتا ہے کہ سر پر قالب کا  
دھوکا ہو جاتا ہے۔

خلیفہ۔ اے تو حضور میں اسکو کیا کر دن۔ میرا بھلا اسین کیا  
تصور آپ کا سر ہی کاواک ہے۔ میں ٹوپی بناتا ہوں سر بنانا  
نہیں جانتا۔

بانگے۔ او گیدی جو خ سنبھال۔ بہت بڑھ بڑھ کر باتیں بننا  
نہیں مارتے مانتے اُتو کرو دنگا جاتے سے باہر ہو جاتا ہے  
بانگون کے مٹھاتا ہے اور سینے ہمارا سر کاواک ہے۔ تیرا سر  
ساخے کا ڈھلا ہے۔ جو غرنا معقول ابے ترے ایسے ایسے  
درزی میری جیب میں پڑے رہتے ہین۔ جی جانتا ہے کڑی  
کھوس دن لمون کے حلق میں۔ منہ بند کر نہیں دو گکا اٹا ہاتھ تو  
ٹھوڑھا ہو جائیگا اور قاشاد کیجیے۔ ہمارا سر گویا کدو ہو گیا ہم  
جو مغرب ہین کان کتر ننگا کچھ۔

درزی۔ حضور مالک ہین مل میری کھتا نہیں جیسا سڑی ٹوپی  
ایسا سرتو میں نے دیکھا ہی نہیں۔ یہ نئی گڑہت کا سر ہے صاحب  
پیچ پی ہزار نفٹ کھلا۔ آپ پھیرن بس میں سی چکا بھڑ پالا۔  
جب دام مینے کا دقت آیا تو یہ فقر سنایا۔ یہ سنتے ہی بانگے نے  
درزی کو چیر نکلیا۔ اور اس درجہ بیٹا کہ وہ بیچارہ بیدم ہو گیا  
آخر کار کفن پھاڑ کر چھا کہ دہائی میان آناد کی۔ دہائی میرے  
استاد کی۔ میان آزاد دوسرے کھڑے سر دیکھ ہی رہے تھے۔



حضور وہ بھاگ نہیں ہو و اللہ ایک ہی کا کیاں ہو کسی فکر میں گیا ہی  
ذری کسی آدمی کو دوڑا دیجیے تو خبر لائے ایک بگڑے دل باہر  
گئے تو دیکھا بانگے پچھ کی طرف شتر بے ہمار کی طرح گردن اٹھائے چلے  
جاتے ہیں اور میان آزاد بھاگ سے دس قدم پہل قدمی  
کر رہے ہیں اُسے پائون آکر خبر دی کہ واللہ بس یہی موقع ہے  
چلیے چلیے مار لیا ہی ناڑی کو۔ بایں ہاتھ چلا جاتا ہی اور اکیلا ہی  
ہر یک بینی و دو گوش۔ تلوار آزاد کے پاس ہے۔ وہ سب دوسرے  
پھاٹک سے بھر بھڑا کر چڑھ دوڑے۔ ٹھہرے ٹھہرے۔ ادھر ادھر  
بس رُک جا۔ آگے قدم بڑھایا اور تلوار کا زخم کھایا جنبش کی اور  
دیا تلا ہوا ہاتھ۔ بچہ آج نو چندری جھرات ہی۔ بندہ میس دیونا  
نے جو طرف سے گھیر لیا۔ اور نگا لیون کا چہر آچلنے کیہ ان کی  
آنکھیں لال انگار خون ٹپک رہا تھا۔ بدن اسے غصے کے  
تھر تھرا رہا تھا۔ بانگے کو اکیلا باکرہ نقابھی شیر میں کوئی اکر تا ہی کوئی  
برتا ہی۔ اتنے میں دس بائیں نے مشیت میں آکر تلوار کھینچ ہی تو  
لی ہائیں ہائیں ہائیں ہائیں۔ اور لوگوں نے دیکھا کہ ہم ہی بھڑی  
رہے جاتے ہیں سر سے سر ہی میان کے باہر تھی۔ بانگے کا رنگ  
فتح کہ غضب ہی ہو گیا۔ اب کتے کی موت مرے۔ کس کس سے  
لڑو نگا۔ ایک دو دونہ کہ سو۔ خیر۔ بھر ہر جہ بادا باد۔ بچا رہے  
میان آزاد کو کوئی خبر کو دیتا تو وہ جھپٹ ہی پڑتے۔ مگر اب موقع  
کجا۔ جب تک کوئی جائے جائے ہمارا کام تمام ہو جائے گا۔ ایک  
یار نے بڑھ کر بانگے بچاے مصیبت کے ماسے پر ایک لٹھ لگا  
تو ہائیں ہاتھ کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ سین غل غلاٹے گی آزاد میان  
آزاد نے بھی سنی انھیں کیا معلوم کہ انکے یار پر کیسا وقت  
گزر رہا ہی ٹپتے ہوئے چلے اور بھیر ٹکات کو دڑاتے ہوئے  
پہونچے۔ اہو ہو ہو۔ یہ بانگے میان پھنسے ہوئے ہیں۔ لا حول

یہ کہہ کے لی نیام سے تیغ شرفشا  
آزادی زمین کے باحاظ جہان  
تلوار کا چمکتا تھا کہ سب ساتھی رفیق نام کے بانگے ہر پہونچے۔ میدان  
خالی نقط میان آزاد اور بانگے ایک طرف کیدان اور دوسری طرف  
دوسری طرف۔ باقی رفو جکر۔ ایک آزاد پتینہ چلا یا دایمن۔ مگر  
خالی کیا پھر کل پر چڑھایا اور داغ لمر رنگ چاٹ گئی۔ آزاد نے  
جھپٹ کر انکو تو ایسا چکا دیا کہ لمر اگر گر پڑے۔ دوسرے حضرت  
دس قدم پیچھے ہٹ گئے بانگے شک گئے اب میان آزاد اور  
کیدان۔ وہ کروک پر جھکے انھوں نے نہایت خوبصورتی سے  
چوٹ روک کر سر پر ہاتھ لگانا چاہا اُسے روکا اور چاکی کا ہاتھ دیا انھوں  
آدھ گھنٹے تک انکے اُسے شپا شپ تلوار چلائی۔ آخر کار انھوں نے  
بڑھ کر مینو کا وہ کافر ہاتھ لگایا کہ بھڑا راتک ٹھل گیا۔ مگر کیدان  
بھی گرتے گرتے باہر دے ہی گیا۔ طرفین سے خون کے شرابے  
ہنے لگے۔ ادھر یہ ادھر وہ دم سے گرے انھوں نے کہا باعملی  
وہ بولے اللہ

### بھولے بھالے نواب

کمال بھی کیا پیر ہو و اللہ انکے ٹھاٹھ دیکھیے کہ کیا ان بان ہے  
جدھر گزر ہوتا ہی انکے ان اٹھتی ہیں شدہ شدہ نوابوں رئیسوں  
میں بھی ایکا ذکر خیر ہو چکا۔ رئیسوں کو مرض ہی کہ پہلو ان پھینکت

ہم سوچتے ہیں کہ درگاہ بنائیں تو بانکپن میں حریف آتا ہے  
جائیں تو کس برے پر یار تم ساتھ چلو تو مزے ہیں۔ ورنہ  
بے موت رہے۔

آزاد۔ بس اتنے ہی کے واسطے تو تمہارا ساتھ دیتے ہیں  
بڑا اٹھا لیا کہ تم کو کل لے چلیں گے۔ اور سب سے بھرپور  
وہ تلوہوں خواہ ہزار۔ ہم ہیں اور ہماری تلوار۔ خنجر ہو اور  
کٹار۔ اتنی کٹاریں بھوکوں کو دم بند ہو جائے۔ مگر یہ بتا دو کہ  
تمہارا قصور تو نہیں ہے۔

بانکے۔ نہیں! استاد شہید کر بلا کی قسم۔ جو میری جانب پہل  
ہو تو ناک کاٹ لیجئے اور جو چاہیے سزا دیجئے مجھ سے اٹھوں  
ایک دن اگر کر کہا کہ تو تلوار نہ بانڈھا کر میں بھی آپ جانے انسان  
ہوں بشر ہوں فرشتہ نہیں ملک نہیں مجھے بھی غصہ آگیا۔ میں  
کہا۔ دت۔ تو اور ہم سے ہتھیار رکھوالے۔ اتنی تیری قدرت  
اتنے میں لگے نقد سنانے اور پندرہ بیس آدمی اسکی طرف سے  
بونے لگے مصیحت وقت سمجھ کر میں نے بھی دو چار باتیں کہیں  
دبا نہیں۔ مگر راز پر خلاف عقل سمجھا۔ بانکا ہوں تو کیا ہو سکتا  
بے مجھے بوجھے بات نہیں کرتا۔ خیر اسنے آواز بلند کہا کہ اچھا  
چڑا درگاہ میں سمجھ میں گئے ابکی نوچندی میں یا ہمیں نہ ہونگے  
یا تم ہی نہ ہو گے۔

آزاد۔ اچھا تم لیس رہنا میں دو گھڑی دن بچے آؤ گا گھبراؤ  
نہیں تمہارا بال بیکا ہو تو موچھ منڈاؤ انوں۔ یہ دو آدمی دیکھنے  
ہی بھر کے ہونگے جانبارائیں دو ہی دو چار ہونگے جو آزاد کی تیغ  
کی چمک اور آب جنر کی جھلک کا سنا سن کوں ورنہ ایک سو چھپاؤ  
نوک دم بھاگیں تو سہی۔ اجل کا مقابلہ کرنا دل لگی نہیں ہے۔ مرد  
میدانج باید۔ لے بس اب رخصت کل ملین گے۔

میان آزاد دوسرے دن ہتھیار بانڈھ کر اوجی بنے ہوئے  
چلے راستے میں وہی بانکے ملے۔ علیک سلیک کے نبو دونوں  
ساتھ چلے جھپٹے وقت بٹلتے ہوئے درگاہ پہنچے۔

نوحندی جمعرات جسکے آگے بنارس کا بوڑھا شکل مات چوہرنہ  
چہل پہل کہیں موشان غنچہ ہیں۔ کہیں پری رویاں سیتن  
تماشا کیوں کا ہجوم مٹو جھوکی دھوم ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگے ہیں آدمی پر  
آدمی ٹوٹے پڑتے ہیں کوسوں کا تماشا لگا ہوا جو سیوہ فروش  
صدانگا رہے ہیں۔ تنہولی بیڑے بنا رہے ہیں۔ گنڈیریاں میں  
کیوڑے کی۔ کچھے ہیں کباب۔ میان آزاد خرامان خرامان سیر  
کرتے گھورتے گھارتے پھاٹک پر داخل ہوئے۔ دیکھا کہ سائے  
بتس چالیس آدمیوں کا غول ہے۔ بانکے نے کان میں کہا۔ یہی  
حضرات ہیں۔ دیکھ لیجئے دنگے پر آمادہ ہیں یا نہیں اور لطف  
یہ کہ کوئی نہ تائیں۔

آزاد۔ بھلا یہاں تمہارا بھی کوئی جان پہچان ہے۔ ہو تو میں پانچ  
کو تم بھی بلاؤ۔ بھڑ بھڑکا تہ ہو جائے۔ لڑنے والے ہم کیا کم ہیں  
مگر ذرا دو چار جالی خربڑے بھی چاہیں ڈالی کی رونق ہو جا  
باتی باہتی کے کھانے کے دانت اور دکھانے کے اور  
ہوتے ہیں۔

بانکے۔ ابھی لایا۔ دس بیس اچھے جیوٹ آدمی کٹ مرنے  
والے آپ ٹھہر۔ میں دم کے دم میں آیا مگر باہر ٹپلے تو اچھا  
ہو۔ یہاں جو حکم ہو۔

میان آزاد پھاٹک کے باہر ٹپلنے لگے اور انکے یا بچے چلے  
جیوٹ آدمیوں کی تلاش میں۔ کیدان لے جو دیکھا کہ دونوں  
کھسکے تو ہم ہندیاں پکنے لگیں۔ وہ بھگا یا وہ ہٹا یا  
بھاگا ہے نوک دم بات تیری دم میں مندا۔ ایک شخص نے کہا

مصاحبین۔ سبحان اللہ واہ اچھے مرزا واہ میرزا صاحب قربان اس سوچو بوجھ کے۔ کیا شیریں بیانی ہو واداس کتا سے کے صدقے۔

آزاد۔ آپ تو اپنے وقت کے لال بھکڑ بھکے کیا بات پیدا کی ہے بھی معلوم ہوتا ہے سفر بہت کیا ہو۔

اچھے مرزا۔ کون۔ مین نے۔ سفر۔ اسے تو بہ قسم بوجھ غاس سے باہر گیا ہوں۔ مگر میان مین روکین ہی سے ذکی تھا۔ والد مرحوم تو بالکل بیوقوف تھے مگر آجان بلا کی عورت تھیں اُن فوہ۔ وہ بات مین بات پیدا کرتی تھیں کہ اچھے اچھے مردوں کی عقل دنگ ہو جائے۔ سترہ برس کی عمر تک مین نے مین پالا پر دسا۔ پھر بھلا ہم برق کیوں ہوں۔

اتنے مین غل غپائے کی آواز آئی۔ ہائیں باخیر تو ہی بھی آخر ماجرا کیا ہو اندر سے مبارک قدم لوٹتی بانوں ننگے سر پٹی ہوئی آئی حضور حضور مین صدقے واسطے خد کے جلدی چلے یہ ہنگامہ کہاں ہو رہا ہو۔ بڑوس مین مے سندس خون کیے ڈالتے مین بڑی بگم صاحب کھڑی رو رہی مین کہ میرے بچے پر آج نہ آجائے اور نیسے پچاس قدم پر تو جھگڑا ہو رہا ہو انکے میان کھل بلی جی گئی تو اب صاحب جوتیان چھوڑ کر اندر بھاگے دروازے سب بند اب کسی کو حکم نہیں کہ زور سے بولے اتنے مین ایک مصاحب نے ڈیورھی پر سے پکارا کہ پیر مرشد میان آزاد پھر آخر کس مرض کی دوا مین۔ گندیری چھیلنے کے کام کے نہیں۔ توام بنانا نہیں جانتے بیڑ مٹھیانے مین جاگلگا انکو بھیج کر دریافت نہ کر مین کہ یہ دیکھا کہاں ہو رہا ہے۔

مبارک قدم۔ ہان ہان بھیج دیجیے۔ کیسے کتے کی جال وائیں اور بلی کی جال آئیں۔

چھٹن۔ ہم نے کیلے کا پٹرام دو کا پیر گیندے کا پٹیر خروڑے کا پیر یہ سب انھیں آنکھوں دیکھ ڈالے۔

آزاد۔ بھلا یہاں کسی صاحب نے واہ واہ کی پھلیوں کا پٹیر بھی دیکھا ہے۔

گپٹی۔ جی ہاں حضرت۔ ایک دفعہ نیپال کی ترائی مین دیکھا تھا مگر شیر جو ڈکارا تو مین گیندے کے درخت پر چھپکے چڑھ گیا۔ کچھ یاد نہیں کہ پتی کیسی ہوتی ہے۔

منے میان۔ بھی خشکے کے درخت کا کچھ تو حل دریافت کرنا چاہیے۔ یہ بھی فرمیشن ہو گیا ہو کیا کہ لاکھ جتن کیجیے بھیڑی نہیں کھلتا۔ اور یوں گرتے بازیوں سے کام نہیں چلتا۔ پیپل سے بڑا درخت تو آج تک سنا ہی نہیں حتی کہ لوگ اُس کے سایہ تلے کے لوگوں کی قسم کھاتے مین مثلاً۔ ۶ پیپل تلے کے بھتنے کے شیطان کی قسم نہ اٹھا اسد کہ گئے مین۔

اچھے مرزا۔ قربان جاؤں ان لوگوں کی باتوں کا اعتبار کیا سب سنی سنائی کتے مین۔ ۶ شیندہ کو بودا مندریدہ۔ قربان جاؤں غلام نے وہ بات سوچی کہ سنتے ہی پھرک جائے۔ قربان جاؤں کتے ہوے لب بند مے جاتے مین۔

نواب صاحب۔ ہان واہ میر صاحب۔ آپ کو قسم ہے پنجتن پاک کی جو نہ کیے۔ حضرت اب اشتیاق بڑھتا جاتا ہے۔ مے واہد ہے مجھے یقین ہو گیا کہ آپ نے اسکی لم دریافت کرنی ہوگی واہد دور کی کوڑی لائے ہو۔

اچھے مرزا۔ قربان جاؤں اکتا سے کوٹیک گرا دریم خیر ہوگی اگر خشکے کا درخت ہوگا تو اس کتا سے کے برابر ہوگا جو بھر بڑا نہر تل بھر چھوٹا۔

نواب صاحب۔ واہد واہ میر صاحب کیا بات نکلی ہے۔



نوٹے کو ساتھ رکھیں۔ کبھی پریکیر ہوا کھانے مکھین۔ ایک ایسا  
نے انکو بھی بلوایا۔ یہ ادبچی بنے ہوئے دو دو دلا تیان کمرے  
لگائے تھے ہوئے جاہو پنے تو دیکھتے کیا ہیں کہ ایک نوالہ صاحب  
اپنی مان کے لاڈے۔ اندھیرے گھر کے اُجائے بھولے بھالے  
مسند پر بیٹھے جیوان گرہ گزار رہے ہیں۔ تمام عمر زمان خانہ ہی میں  
حضرت نے پرورش پائی تھی کبھی گھر کے باہر جانے تک کی نوبت  
نہ آئی تھی گویا باہر قدم رکھنے کی قسم کھائی تھی۔ دن بھر کمرے میں  
بیٹھنا یا رون دوستوں سے گپیں اڑانا کبھی جو سرکارنگ جایا  
کبھی بازی لڑی۔ کبھی پوپر کوٹ اڑی کبھی سہ بانسی دینی پڑی  
کبھی حکیم اڑانے لگے۔ ۶۔ آفتاب آیا ہی سورج نڈ میں  
۷۔ بہن بیٹے کہ کفرستان بلرز دیتا کی کھیل اعلیٰ غلام ندارد برات  
کاسر۔ یہ فقرے اڑے۔ پھر شطرنج کھی۔ شام اپنے اپنے منصوبے  
کرنے لگے کسی نے پیادین کی کسی نے گردیل۔ مہرے کھٹ  
کھٹ پیتے تھے۔ کشت بادشاہ کہ چکر کشت۔ وہ گھوڑا پیٹ لیا  
وہ پیادہ ٹپک لیا۔ رخ چھڑا دیے۔ فکر کے میدان میں عقل  
کے گھوڑے دوڑ رہے ہیں جب دل گھبرایا تو دم کا دم لگایا  
چاندو کے چھینٹے اڑائے۔ افیون کی چسکی پی۔ اُس دن حضرت  
اپنے صاف شہرے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں  
میر آغا میر کو موٹو کرتے ہوئے تشریف لائے اور آداب بجا لا کر  
دو زانو بیٹھ گئے۔ میر آغا ابھی اچھی طرح بیٹھے بھی نہ پائے تھے کہ  
اچھے مرزا پونڈا چھیلتے ہوئے آہی گئے اور ایک کونے میں جا ڈٹے  
میان جھمن انگرکھے کے بند کھوئے گدی پر ٹوپی رکھے کھٹ سے  
موجود۔ آکا دنی دن سے داخل۔ پھر کیا تھا تو آ۔ مین آ۔ سن  
پندرہ حضرات جمع ہو گئے مگر سب جھنڈے تلے کے شہدے  
چھٹے ہوئے گر گئے۔ کوئی چینی کی بیالی میں افیون گھول رہا ہی

کوئی چاندو کا قوام بنا رہا ہے۔ کسی نے گنڈہ بریل بنائیں  
کسی نے امیر حمزہ کی داستان چھیڑی۔ سب اپنے اپنے  
دھندے میں مصروف ہوئے۔ اتنے میں نواب صاحب نے  
میر آغا سے پوچھا کہ میر صاحب آپ نے خشکے کا درخت بھی  
ملاحظہ فرمایا ہی۔

میر آغا۔ حضور قسم ہے جناب میر علیہ السلام کی سزا اور دو چوہتر  
(وہ بہتر لاول مجھے تو گنتی بھی نہیں آتی) بہتر برس کی عمر ہوئے کو  
آئی غلام نے آج تک آنکھوں سے نہیں دیکھا لیکن حضور ہوگا  
درخت بڑا تو دیکھا۔ ایک عالم کی اس سے پرورش ہوئی ہی  
جسے دیکھو خشکے پر ہتھ لگاتا ہی۔ پھر آخر یہ آتا کمان سے ہی۔  
اچھے مرزا۔ قربان جاؤں درخت کے بڑے ہونے میں کیا  
منت ہی۔ کشمیر سے لے کر قربان جاؤں بڑے گاؤں تک اور  
لندھن سے تا بولایت سب اسکے خوشہ چین ہیں مگر حضور بنگال میں  
خشکے کے پیٹ بڑے بڑے کوئی بلنڈی کے برابر ہوتے  
ہوئے۔ وہاں تو اسی پر دار و مدار ہے۔

نواب صاحب۔ میرا قیاس بھی یہی کہتا ہی کہ درخت ہوگا  
عظیم الشان لیکن ہاں دریافت طلب یہ بات ہی کہ آخر کس درخت  
سے زیادہ مناسبت ہو۔ اگر یہ دریافت ہو جائے تو پھر جانے کہ  
ایک نئی بات ایجاد ہوئی اور بھی سچ پوچھو تو تحقیقات کبھی  
یہی معنی ہیں کہ جب تک ایک ایک بات کی خوب چھان بنان نہ ہو  
تب تک لطف نہیں۔

مسیحا بیگ۔ حضور برگد سنا بڑا عظیم الشان درخت ہوتا ہو  
واللہ اعلم بالصواب۔ نیم کا پیر تو ہم نے بھی دیکھا ہے۔ کتابوں میں  
ابنہ پڑھا ہی کہ ۶۔ برگد کی جٹا میں بال اسکے۔ اگر درخت بڑا  
نوتا تو شاعر مثالی کیون دیتے۔

اور تب وہ وقت پیری شباب کی باتیں

ایسی ہیں جیسے خواب کی باتیں

اب بال یک گئے۔ دانت جو ہے کی ندر کیے۔ کانون پھر پڑ  
پڑ گئیں۔ کمر دوتا ہوئی بصارت نے مکا سا جواب یا ہوشوں کو  
چمپت ہوئے۔ بس ایک گرسٹ تو معصاے پیری ہے۔ باقی خدا  
کا نام کیا کموں حضور حقیقت یا ران سر پہ گنڈیریاں چوستے ہیں  
منہ دیکھ کر دے جاتا ہوں۔ اور گنڈیری والا جب صدا دیتا ہو تو  
کلیجہ پکڑ کر رہ جاتا ہوں۔ اتنے میں حوالی حوالی میاں دنی  
میاں کمالی۔ آن موجود ہوئے۔ دربار گرم ہے۔ اور طرح طرح  
کی چہ میگوئیان ہو رہی ہیں۔

مطر گشت۔ خداوند آج تو بڑی تشویش کی بات سنی میرے  
تو جو اس نفوذ ہو گئے۔ شہر بخیرین کھل بی جی ہوا سنجائے۔ اب کی  
گرمی کی فصل خمر سے گذرتی نہیں سوچتی۔ آواز بڑے ہیں۔

نواب۔ کیوں کیوں خیر باشد کیا قیامت آنے والی ہے یا  
آفتاب سو اپنے پر ہو رہا۔ یاد دوسرے طوفان نوع کا خیر نصیب ہو گیا  
ہو۔ یہ کھل بی کیسی عجیب آخری ہوا کیا کچھ بتاؤ تو سہی۔ یہ تو بڑی بڑی  
سنائی۔ اہم احفظان من کل البلیات۔

میرزا۔ اے حضور یہ جب آتے ہیں ایک نیا شگوفہ چھوڑتے ہیں  
خدا جانے کون فرشتہ انکے کان میں بھونک جاتا ہے۔ اس وقت ایسی  
سنائی کہ وہ نشہ ہرن ہو گیا۔ جمالیان آنے لگیں۔ ابھی  
انیم گھولی تھی ابھی ابھی ڈبیا گھولی تھی حضور کے سامنے ہی چسکی  
بنی۔ مگر اُسے آتے ہی نشہ ہرن ہو گیا۔ انکی عادت ہے کہ جب  
آئین گئے کچھ نہ کچھ اداٹ پٹانگ مزد رسائیں گئے۔ منت میں  
نشہ اتر گیا۔

مطر گشت۔ اجی آپ کس کھیت کی مولی ہیں مسے تو بڑے

بڑوں کے نشہ ہرن ہوئے ہیں۔ آپ نے جہان فیون کا  
ہوگا کھلایا اور انکھیں بند کیں بس پھر دن قسم کسی نے بات کی اور  
ایک بینک میں فرق آیا۔ جب پہلی تاریخ آئی تو آپ کی آنکھیں کھل  
جائیں گی۔ آئے دال کا بجا و معلوم ہو جائے گا۔ اور دو چار  
دن بڑھ کر پھر باتیں بنالو۔ ماما پتیاں اور اونیجے صاحب ہم تو  
دھونڈتے دھونڈتے کھر خیرن لائیں آپ دن بھر بینک میں اونگھا  
اور مٹھائی ٹونکا کر دن اور مین کو اتو بنائیں۔ اینڈی اینڈی  
سنا لیں۔ پہلی کو قلعی کھلے گی بچہ صورت بگڑ جائے تو سہی۔

نواب۔ کیا کیا پہلی تاریخ کیسی۔ اسے میاں تم تو پہلیاں  
بجھواتے ہو کچھ حال تو کہو۔ آخر پہلی کو کیا ہونے والا ہے۔

مطر گشت۔ اے حضور یہ نہ پوچھیے۔ بس کچھ عرض نہیں کیا جاتا  
یہ ایک حلوان بھی جوان جہان ہی۔ پوری کے ایسے پھولے پھالے  
گال آنکھیں جیسے تاسی یعنی کہیں اتفاق سے اونٹا مواد و دوجہ  
ماسے ہو کے کے بی گئی۔ تو پیٹ پھول کے کپتا ہو گیا۔ کسی نے کچھ  
بتایا کسی نے کچھ نسخہ دیا۔ مگر وہ انٹا فیصل ہو گئی۔ اب سنیے کہ اسکا  
میاں اسکو بت چاہتا تھا جب چتا پرجانے لگی تو ایک دفعہ ہی  
کلبلا کر اٹھی۔ آئین۔ اسے رام۔ اسے باپ سے باپ تو بہ تو بہ  
جیو کا دھوا۔ حلوائیوں اور گنواروں نے وہ ہم چانی کہ تو ہی تھی  
اسے چپی ہو۔ یو دیکھو۔ لباس ہلت ہے۔ آخر کار وہ چا  
حلوائیوں نے جی کر کر کے لاش کو چپکے سے تحسیت یا تو  
آہستہ سے کہتی کیا ہو۔ (اسے یو کاؤ اندھیر مچا یو۔ اسے میں جلی  
جات ہوں رے اجھٹ پٹ کفن پھاڑ کر سکو کالائو تیاں سنی کچھ  
بینچی۔ حضور قسم ہے خدا کی اُسے وہ وہ باتیں بیان کیں کہ سننے  
سے قلعی رکھتی ہیں کہنے لگی کہ جب مری تو فرشتوں نے مجھے  
فرش گل پر جلایا۔ اور میری پیاری پیاری صورت پر عانت

بیان - الامان - الامان - اور وائٹ ہنسی تو یہ آتی ہو کہ نوا صاحب کیسے ہو اس ہو کر غراب گھر کے اندر ہو رہے اور گھر میں کمرام جمع کیا رنقا اور صاحبین نے دروازے بند کر لیے - آخر کار ہم اس میدان میں چن کنہ بھیجے گئے - اندری دہشت واہ میان واہ بالکین ختم ہے -

ایک دن کو چہ گردون کے پیر پہلوان کشتی گیر منازل دہشت کے ہفت خان - لڑتے جو ان میان آزاد اور دھڑلائی لنگا بانکے بنے ہوئے - اکڑے اور تے ہوئے اپنے آقا نوا صاحب بہادر کے یہاں پہنچے - مجرا عرض کرتا ہوں حضرت - آئیے آئیے - آج تو ہمان آزاد پورے ادبی بنے ہیں - آپ ڈھال ہینن باندھتے ہیر دمر شد ڈھال تو زناؤن کے لیے ہے - ہم عمر مہر ایک انگ لڑا کئے - تلوار ہی سے جوٹ لگائی اور اسی بر جوٹ روکی - یا خان دی یا کات گئے یہ جوٹ کے ٹھاٹھ ہی نراے ہیں - کون ایسا فن ہو کہ حسین ہم خاق نہیں شہر آفاق نہیں - واہ آکا کیون ہو دھوم ہے - یہ سب حضور کی جوتین کا مدقہ ہو - ایک دن حضور کو تلوار کے کچھ ہنر دکھاؤنگا اور حضور کی آنکھوں میں آب شخیر سے سرمہ لگاؤنگا صاحب بندہ در گذرا - یہ کھیل اُجڑین کے ہیں - میری روح کا بیتی ہو تلوار کی صورت دیکھے جوڑی چڑھا آتی ہے - ہان میرزا صاحب جوٹ کے آدمی ہیں - انکو جو بنگ کیجیو وہ آف کرنے والے نہیں -

مرزا جی - خداوند -

مرا بچین حیرہ کلف ام بود | بلور نیم از شونی اندام بود

مگر تر بان جا کون حضور -

بیان خواب کی طرح جو کر رہا ہے | یہ قصہ ہے جب کا کہ مرزا جوان تھا

میان آزاد نے ایک خدمتگار کے ہاتھ میں تیغ اصغافانی دلی وہ خود کٹا رے کرانیڈتے ہوئے چلے راہ میں لوگوں سے پوچھتے جاتے ہیں کہ کیوں بھی یہ فساد کیا ہو - یہ دنگا کمان ہو رہا ہے - ایک نے کہا جی جگندی میں بڑے قانون میں چھیڑے پر چھری چلی - ایک شخص گوشت لینے آیا تھا اسکو سردست یہ سوجھی کر اپنے کتے کے لیے چھیڑے لے لے بھاگے - جب بوجڑ نے دوجا تو سب بوجڑوں کے نام لے لے کر کوسنے اور صلواتیں منانے لگا اس چھیڑے پر چھری جگندی ایک نے پچھرا دوسرے نے ٹکڑی بنی اور وہ تو جھپٹنے سے چوری چکاری میں برق ہو گیا ہی اس دل گرے کو تو دیکھیے کہ دن دہائے آنکھ میں خاک جو تک کر دکان پر سے مال غائب کیا - پیچوری ہی یا سینہ زوری بانج چار قدم آگے بڑھے تو دو چار آدمی باتیں کرتے جاتے تھے کہ میان ہوا ایک ہنساری نے پڑیا ہوا لگوٹہ باندھ دیا پس انھوں نے آتے ہی گردن ناپی کہ مغز کدو کے موضع جا لگوٹہ ملا دیا - اور دس قدم چلے تو ایک شخص نہ کہا وہ تو کیے خیریت گذری کہ جاگ ہو گئی نہیں تو پیر یا گھر کو اٹھا لیوتا - ہاتھ پڑا کیسا - جی حضور ایک منہار کے گھر سے بیڑا بیتن بگریان دو مینڈے ایک خرگوش اور ایک خالی خچر اڑا لے گیا اسکی عورت کو بھی پیو پیر لڑد چکا تھا کہ منہار جاگ اٹھا - اب میان آزاد پکڑا لے کر بھی یہ عجیب بات ہو جو ہونی سنا تا ہو انکی روایت بتاتا ہی قریب ہوئے تو معلوم ہوا کہ بندہ میں آدمی لکڑہیر اٹھاتے ہیں اور فل جا رہے ہیں لا حول ولا قوہ - کوئی کہتا تھا کہ بھیجہ گردن پر چھری چلی - کوئی ہنساری اور جا لگوٹے کی کہانی سنا تا تھا - ایک لڑکے باران یہ بھیڑیے کی روایت بٹ لائے سبس دس ہی قدم میں پیا سون باتیں سننے میں آئیں اور قریب آئے تو ٹائیں ٹائیں شش - معقول جتنے کھواتی باتیں - جتنی زبان آتے ہی

غفور۔ (خترنگار) کون۔ مرزا جی۔ یہ تو اپنے باپ کی جڑ کو کھودنے والے آدمی ہیں۔ اندر سے باہر تک کوئی ماما کوئی امیل کوئی آدمی انے خوش نہیں۔ ایسے چرچرے تو دیکھے نہ سنے۔ آج ہی تو ہاتھ چڑھے ہیں انکے سر پر تڑپے بڑن۔ پھر سر دیکھیے جیسے بندک کی کھوپڑی پر تنک چھڑک دیا۔

سیتا بیگ۔ مرزا اگر غیرت ہو تو اس مصاحبت پر بامردی سے لات مار جس اللہ نے محمد صیراؤ وہ رزق بھی پہنچائے گا۔

مبارک قدم۔ (نونڈی) غفور۔ غفور چھوٹی بیگم صاحبہ کا حکم ہو کہ اس موسے انپھی کو شہر بدر کر دو۔ فرماتی ہیں کہ جیتک یہ دفان ہوگا دہنے ہاتھ کا کھانا حرام ہے۔

میرزا۔ شہر بدر کیا شہر شملہ کی کچھ لوٹ پڑی ہو۔ تمام شہر پر بیگم صاحبہ کا کیا اجارہ ہو وہ بھی کل آئیں بیان اس گھر میں عمر تیر ہو گئی۔ اب وہ ہمیں گدھے پر سوار کر کر شہر بدر کر داتی ہیں جیسے نواب ویسے مصاحب ویسی ہی بیگم صاحبہ۔

اتنے میں یاروں نے جو شہ بانی تو جو طرف سے لٹکا رکھے۔ ابے انکو حرام۔ چھوٹا منہ بڑی بات بیگم صاحبہ کے کہنے کو دکتا ہے اتنی بڑی لگی بے بھاؤ کی کیا کر دے بچہ بہت سن ترانیاں ابھی نہیں ہوئیں کیسے بلوں پر تھے۔ جب دیکھو تھنے پھلائے بیٹھے ہیں بات کی اور لپکے چمکتے دی۔ آپ ایسے شیر ہو گئے کہ بیگم صاحبہ کو بڑا بھلا کہنے لگے۔ چاند گچی کر دیئے گی۔ جو زیادہ بڑے۔

میرزا۔ اب جو بیان بانی ہے تو مکی ہفتاد و پست پر لعنت۔ جو طرف سے ہمیں پر بوجھا ہوئے لگی۔ اٹھائی گیلوں کا بیان طوطی بولتا ہے بو خدا حافظ۔ نفم

نواب کی چاہ دیکھیے گا  
مرزا کا نباہ دیکھیے گا  
پچوں سے کھڑے کھڑے سمجھوں  
انشاء اللہ دیکھیے گا

چلتے پھرتے نظر آئے۔ سرکار کا نادری حکم ہو۔ اور چھوٹی بیگم صاحبہ منہ منہ چار ہی ہیں کہ اس بڑھے خبیث کو کھڑے کھڑے شہر بدر کر دو۔ سواب کھیلے ورنہ بُری ہوگی۔

سیتا بیگ۔ واجبی بات ہو۔ سرکار چلتے چلتے حکم دے گئے تھے ہم لوگ مجبور ہیں۔ اب آپ اپنا سیہمتا کیجیے۔ ابھی سویرا نہیں ہم پریش پڑے گی۔ اور ابھی جب فرشتوں کے آنے کا ڈر ہو۔ تو کوئی تم کو کیونکر اپنے گھر میں رہنے دے۔ جو حکم ہو نہ اور جو فرشتوں نے ایک نفی سی جنگاری رکھ دی تو کیسے مکان جل بھنکر خاک سیاہ ہو جائے گا یا نہیں۔ پھر کیسی ہوگی۔

میرزا۔ ابے تو نامعقول فرشتے کہیں گا توں جلایا کرتے ہیں وہی اوٹ پنا نگ باتیں بکتا ہے جنگا سر نہ بیر۔ تو صاحب ہمارے رہنے میں جو حکم ہو۔ جو اٹھوں پر ڈیوڑھی پر بنے بہتے ہیں تم سے اٹھائی گئے اور ہمیں نکلو امیں۔ خدا کی شان۔ تم سب کی ملی بھگت ہو۔ اے میں تو تمہاری قبر تک سے واقف ہوں اچھا اڑنگا دیا۔

جھمن۔ اڑنگا وڑنگا میں نہیں جانتا اب آپ کسکت کی ٹھٹھرائیں قبلہ۔ بہت دن میٹھے ٹکڑے اڑائے چغل خور ریوس کا مزاج بگاڑ دیا۔ ذرا سی خطا کسی سے سرزد ہوئی اور آپ جڑی جکس میں چنگی ڈال جا لو الگ کھڑی۔ صدہا تو خترنگار تو نے موقوف کر لے۔ اور پیاسوں بھلے مانسوں کی روٹی لی۔ بند بشری غلطی ہو ہی جاتی ہو۔ یہ چنلی کھانا کیا معنی۔ ۶۔ اصل بدلاز خطا خطا کند + تو سہی جو ہم میں نہ ملا دون۔ عر سٹری تو صاحبی اسپر جو ترہ گچ کا ۴ ٹکے کا آدمی اور لگا فرعون سے ٹکڑا لڑنے پہلے اپنی ہستی کو دیکھ۔ غفور! میان غفور یا میرزا تمہاری بھی تو بیج کنی کی فکر کی تھی۔

ہو گئے۔ دو تین مین خوب گڈے بازی ہوئی۔ دو نے تو دھکی  
کھائی۔ ایک نے مجھے اٹھا کر خدا کے پاس پہنچا یا خدا ان بیٹھی  
پوری بلیت راہین (نقل کفر نیا شد) ہم کا دیکھ کر خدا ڈپٹا کہ  
اسکو بچاؤ۔ اتنے مین تم نے چتا ہی پر رکھ دیا۔ حضور مجھے اُسکی  
بولی تو یاد نہیں مگر مطلب ہی تھا۔ پھر اُسے کہا کہ پہلی کو بڑا اندھیرا  
گپ چپا جائیگا اور طوفان آئیگا۔ جتنے گنہگار بندے مین سب  
اُس دن منکر نیک سوال کریں گے اور انہی میں گھر مین ہونگے انکو فرشتے  
جلا کر خاک سیاہ کر دیں گے۔

نواب۔ میرزا صاحب بے پوریا بدصا اٹھائے۔ آنکا بیان  
ٹھکانا نہیں۔ ناحق کہیں فرشتے میری کوٹھی چھونکدین تو کہیں نہ  
بھی نہ ہو سکے۔ قبلہ اب میرا بچا چھوڑیے بس بچہ سنبھالیے  
کہیں اور رہتے جائیے۔

میرزا۔ پیر و مرشد یہ بڑا اڑی مار بے ایمان آدمی ہے حضور  
بھوے بھلے رئیس مین جسے جو کہا نوراً باور کر لیا۔ جو اسکی کچھ بھی  
احصیت ہو۔ بھلا کہیں فرشتے گھر چھونکا کرتے مین۔ ذرا تو سچے  
اس فرور کے بھڑدن مین آکر مجھ بیٹے کو نہ نکالے۔ غلام  
پشتما پشتا سے اسی دربار مین پرورش پایا کیا ہی۔ اب  
کس کا دامن پکڑوں۔ حضور کا سایہ دامن کافی ہے۔ اس مردک  
کی افزا پردازی پر نہ جائیے۔ یہ تو میرا جانی دشمن ہے۔ پائے  
تو کیا ہی کھا جائے۔ اچھے واہ بے فقرہ باز اچھی بی حلوان  
کی چھو کری دری بھی اور جی بھی اٹھی۔ جھوٹے کی ایسی بیٹی بھلا کسی  
نے بھی یہ باتیں سنی متین اور سنیے کہنے لگے انکھیں جیسے  
بتاس پھینی واہ بھی واہ کیا مثال دی ہے۔

ظریف۔ حضرت یہ ایفون کا تارا نہ تھا۔

میرزا۔ جی بس آپ بیٹھے رہیں کوئے مین۔ نیل لگی کا موقع نہیں ہے

آپ کو تو سوائے مسخرے بن کے دوسری بات ہی نہیں آتی۔  
نواب۔ میرزا صاحب یہ جھگڑا تو ہوا ہی کر گیا آپ اپنا سبھیتا  
کرین میرے باپ دادا کی ملکیت مفت مین فرشتے چھونکدین تو  
مین کہیں کا بھی نہ رہوں۔ آپ مین کس مرض کی دوا۔ چار پائی ان  
توڑا کرتے ہو۔

میرزا۔ واہ ری قسمت۔ برسوں ریاض کیا۔ جان مردادی  
بکری کی جان گئی کھانے واسے کو مرہ نہ آیا۔ اس ملعون سے خدا  
سمجھے جسے میرے حق مین یہ کانٹے بوئے۔ خدا کرے اسکا آج کے  
ساتوین ہی دن جبارہ نکلے۔ جیسے ہی یہ آکر بیٹھا اور میری بائیں  
آنکھ پھر کئے لگی۔ سمجھا کہ کچھ دال مین کالا کا لاہی سو یہ گل کھلا۔  
اچھا بچہ چچا ہی بنا کر چھوڑوں تو سہی۔

نواب صاحب مصاحبون کو یہ نادری حکم دیکر زانا خانہ میں گئے  
کہ میرزا صاحب کو نکال دو۔ وہ تو داخل دفتر ہوئے یہاں میرزا  
صاحب کی لے لے شروع ہو گئی۔

ہم سے بھوے بھالے امان واسے نواب صاحب کا زانا خانہ  
مین داخل ہونا تھا کہ مان نے چٹ پٹ بائیں لین۔ ماما اسیلوان  
دعائیں دین چھوٹی بیگم صاحبہ نے آٹھ آٹھ آنسو رونا شروع کیا  
سب سے متین بائیں۔ اب کی نوچندی میرے گڈے تو مسیح مین  
گئی کے چراغ جلا مین۔ کمال شاہ کے مزار پر چھوٹوں کی چادر  
چڑھائی مین ہی پہلی تاریخ کیا آئی ہے جیسے کال آتا ہے۔ اس خدا کے  
لے اُس نکوٹے افنی کوٹھارو۔ معے نے انہم گھول گھول کر اتنے  
دن سیہ کاری کی جب دیکھ سوگ نشینوں کی طرح ماتم مین رہتا ہی  
اوہر باہر نقا اور مصاحبین نے میرزا بچا سے کاٹھوا دبوچا  
اور نکرہ کم کر دیا۔

مشرشت۔ میرزا جی ایفون کا ڈبا بغل مین دبائیے اور



<p>حکم پر و مرشد۔ ذرا بیچان تار نہ کیسے بھرانا۔ بھائی ہماری شک بھی لاؤ۔ میان ایک ابھی سی چلم پاؤ۔ میں ترشے حقہ بھرایا اور مشکبو متھا کو دھوان دھار رئیس کو بلایا۔ پنا دینا بچہ منالہ منہ سے لگائے اذگور ہے تھے تب پھر ہوش آیا تو دھار کش پے آنکھیں کھل گئیں۔ باجھیں کھل گئیں۔ یہ حقہ کس نے تنگارے بھرا ہی؟ اسکو ہماری دلائی انعام سے دو تب تیرہ درگاہ تھ جو رزک سامنے آن کھڑے ہوئے۔ خداوند یہ غلام کی کارگزاری ہی خدمتگار کو اشارہ کیا تو دلائی انجانب کے کا دھون پر جھک کر سات مرتبے فراشی سلام بجالایا۔ حق تعالیٰ ایسے رئیسوں کو سلا رکھے۔ دم غنیمت ہے۔ اس وقت حضور کا بار احسان پر روش ہو۔</p>	<p>کبھی بوسہ مانگا دھن کا تو بولے چلو تم نہیں منہ لگانے کے قابل ہنسنا میں تو ہنس کر کہتا ہے مجھ سے ہوسے آپ بھی مسکرانے کے قابل کچھ مہینے تو بولے وہ صفرا ہوسے تم بھی باتیں بنا سکتے قابل بھی واہ واہ کیا دور کی سوچھی کہ محفل رقص و طرب آراستہ ہو فرشتوں کے پھسلانے کا نیا طریقہ ایجاد ہوا۔ ماشاء اللہ۔</p>
<p>میان آزاد کئی دن سے ساری کیفیت چپ چاپ بیٹھ دیکھ رہے تھے سوچے کہ ایسے رئیسوں کی سرکاری نوکری کرنا بڑی تیرہی کھیر ہے چٹلخوری کا بازار ہر دم گرم ایک کا ایک دشمن۔ ایک دن مرزا جی منڈی میں پونڈے چکا ہے تھے اور سامنے سے میان آزاد بانڈی ہاتھ میں لیے چھوٹے بھاتے گھومتے گھاتے آ رہے تھے۔ جب دو چار ہوئے تو باہم یون گرم گفتار ہوئے آزاد۔ تسلیم کا پھر پھینک ہوں۔ سن سے پیچھے۔ میرزا۔ ہاں! تو میں بھی آداب و انعام ہوں۔ دن سے سنبھیلے۔ آزاد۔ امدا اللہ۔ ابھی تک چشمہ نفا علی جاری ہے۔ میرزا۔ مگر یا بھیل خورون سے عقل عاری ہو۔ آزاد۔ کیسے اب کیا شغل کیا رنگ ڈھنگ ہیں۔ میرزا جی۔ پیچھے کل پرچہ میں آدہ جنگ ہیں حضرت یونے دھوپ میں تو بال سفید کیے نہیں ہیں ایک در بند تلو در کھٹے۔ مگر ۶۔ بہر کجا کہ رسیدیم آسمان پیدا است ۷ ایک اور رئیس کے بیان کیا اور جاتے ہی چینی کی رنگ برنگ پیاری پیاری پیالیوں میں اس حکمت کے ساتھ انیم گولی کر رئیس پیٹے ہی پینک میں آگئے جسے جسکی لگائی آنکھیں بندان ہاتھوں کے قربان اجی مجھ میں تودہ جو رہے کہ جہان جاؤں قدر ہو۔ انیم کابل بال اور رنگ کا منہ کالا۔ جب رئیس اور انکے رفیقوں کو ذری ہوشش آیا تو حقے کی پکار ہوئی۔ کوئی ہی۔ دس پانچ آدمی بول اٹھے حاضر</p>	<p>رئیس۔ یہ انیم ہی تو آپ نے گھوٹی تھی واہ واہ آگیا۔ بندہ۔ قربان جاؤں حضور ایسی انیون بلاؤں کہ قیامت تک پینک رہے دفل کیا کہ پکین ہو جائے۔ ہاتھ تلے ہوسے ہیں۔ سانچے کے ڈھلے ہوسے ہیں پر و مرشد کمال یہ کہ دیکھتے دیکھتے آنکھیں سرخ ساخ ہو جائیں۔ لال لال ڈور سے رنگ جمائیں بلبل کے زیر بال کا لطف ماحول ہو۔ کیا جمال کہ کسی دوسرے کے ہاتھ کی انیم جائے۔ اسب شام کو نکم ہو تو غلام بھر پڑائے۔ رئیس۔ عذر ایشام کیا معنی اب میں آپ کو کھانے نہ دوں گا۔ آپ تو اللہ ڈربا ہی میں بند رکھنے کے قابل ہیں۔ انیون تو کر رہا روپیہ کی پی ڈان گرائی کبھی آج تک نصیب ہی نہ ہوئی واہ واہ کیا ہاتھ ہیں۔ جی جاتا ہے چوم لون۔ میں نے پھر جھک کر فراشی سلام کیا۔ حضور کا سایہ دامن مجھے کافی ہے۔ مگر جیانی سوقت جتنے خوشامد فورے بیٹھے تھے سب کا رنگ فق اور کلیجہ شق ہو گیا پیش میں چہرے چھوٹے کہ لیسے اجور رنگ جانا</p>

<p>مہور ہی ہے اور علمائے اوقات کے ساتھ عمل پیر ہے ہیں لیکن محبیب المصطفیٰ اذاعہ و یکشف السور۔ غریب ترین چراغان کی بہار۔ اور پیرا غن کی قطار۔ ہزاروں لمبے جھار کونول روشن ہیں۔ اور محفل رقص و سرود آراستہ ہے۔ قدسی تماشا دیکھیں تو لاہوت کو بھول جائیں۔ ۵</p>	<p>ماشا را شد دیکھئے گا فیون کی لم میں یان سے نکلتے مرزا کی انج افیم کا رنگ مصاحبین۔ واہ کیا زلزل قانیہ ہی۔ بڑے شاعر کی دم بنے ہیں بات تیرے کی چلیے نہیں گردن اپنی جاوگی سے بھونین دو گھا دھکا میں ٹھٹھکیاں کھاو گے۔</p>
<p>جب تک کہ نہ دل کی بکلی جائے اور اڑے دے گت چلی جائے</p>	<p>میر نکلتے تو یہ فرقت مگر تیکھے۔ جھٹ بھرا ہوا پیوہ لیکھڑے ہو گئے پاجیوہ لام کاٹ چہ معنی دارد۔ میں بھی مہا لون کی نسل سے ہوں کوئی ایسا ویسا نہیں تم ٹکڑ ٹکڑوں کی یہ مجال کہ ہلو مارنے اٹھو اس پر سب کے سب کھل کھلا کر ہنس پڑے کہ واہ یہ بڑے بڑا تیکھا ہے۔ رسی جلتی۔ رسی کا بل نہ گیا۔ انقص میرزائے افیم کی ڈبیا اٹھائی اور چلے۔ رو بھی۔ ۵</p>
<p>ہاں اور چھڑے جائے یہی آہنگ۔ یہی رنگ۔ فرشتو کو بچانا کچھ خالہ جی کا ٹھو تو ہی نہیں ہوت تو حضرت جنوں ہمارے مرشد کامل میں یہ پھر کچھ بھونٹی کی دھن ہے۔ سنا ہی کہ سبحان ملا اعلیٰ اسی راگ پر رشتوں ہیں۔ اور اب اُنسے فون ہی کیا ہی۔ وہ تو نیچوں کی تلاش میں آتے ہیں یہاں کو سون انہی کا پتا نہیں مرزا سدھارتے نہیں تو معاذ اللہ کا مقام ہوتا اس وقت خدا جانے کیا کچھ ہو گیا ہوتا۔</p>	<p>رفتم یا ران تحفین تصدیق خدا نگاروں نے اُنکے جلانے کے لیے فقرہ جست کیا کہ مرزا صاحب کبھی کبھی آجایا کیجئے۔ ایک بولا لالیئے ڈبیا میں پیو بچا دون۔ دوسرے نے کہا کیجئے تو کھوڑا کھوڑا۔</p>
<p>لنواب۔ ہوتا کیا کو بھٹی کی کو بھٹی بھکت اڑ جاتی۔ تو بہر کی کہ اب کسی ایفونی کو آنے تک نہ دو گھا۔ اس کالی بلا سے اٹھ چلے چاند تک خیریت ہی۔ افیم کا بندہ دشمن ہو گیا۔ خبردار آج سے ایفونی دلیز کے پار نونے پائے ہی ہو جو کہیں مرزا ہوتے تو فرشتوں نے وہ دند مجانی ہوتی کہ تو بہر ہی بھلی دل موس کہ رہ جاتا۔ پہلی تاریخ کے انتظار میں آنکھیں پتھر الگین۔ باسے صد شکر کہ بخیر گذشت۔</p>	<p>میرزا تو جانا چار کبرست دارمان نکلتے۔ ادھر پہلی تاریخ آئی تو مٹ گشت چکر لے کہ اب میں جھوٹا بنا اور سا کھ گئی۔ لوگوں نے نواب کو چنگ پر چڑھایا کہ حضور ہم کہیں وہ کیجئے تو آج کی بلا نل جائے نواب صاحب نے مصاحبوں کو سیاہ سفید اختیار سے دیا۔ اب سرشام سے کیفیت قابل دید تھی۔ ایک ملن تو برہن بیٹھے استت بڑھ رہے ہیں۔ اور کھٹا کھٹ جاپ کر ہے ہیں سوا سوا ہاکی کھڑا کر رہی ہیں۔ دوسری طرف قرآن خوانی</p>
<p>مر گھر کہاں اُنکے آنے کا قابل ملاؤں اگر ہوں بلانے کے قابل</p>	<p>میرزا سے جو ہاتھ اپنے سبزی کا گھوڑا لگا تو سنے کا اور اُسکو کوڑا لگا</p>

حقوق خدمت صد سالہ لعب طفل سرت  
بکشو سے کہ درد کو دکان خداوند

ایک بچہ کے نبشت پناہ - دیکھوں کے قبلہ گاہ دام لنتہ - لاکھ لکھایا  
بڑھایا گرم لونڈے ہی بنے ہے - ابھی جمعہ جمعہ اٹھوڑے کی  
پیدائش اور ہمہ عتاب - تھا سے دادا جان تک کی تو میں نے  
آنکھیں دیکھی ہیں اور تھا سے لکڑا دادا کے دادا پر تک کی ہے  
واقف ہوں - اس بڑھتی وقت تم نے مجھ کو کالاناچ نچا کون تو  
سہی - سینے صاحب ایک بدعاش نے آکر ٹپ ٹپ تانیا لیا اور  
حضرت کو جنگ پر چڑھایا کہ کیم کو فرشتے کھینچے گئے - بات ترمیم  
جھوٹے کی دم میں رسا - اور خواب کو تو کیا انون وہ لو بچیا کے  
تاؤ ہی نکلے جسکو اتنی عقل بھی نہیں کہ فرشتے کہیں جو پتے جلایا  
کرتے ہیں واہ ری عقل قربان اس فہم و دانش کے - صاحب  
اب فرشتے جھس میں چنگاری ڈالنے لگے - اسے تو بہ - اسے  
تو بہ - ان بے ایمانوں پر حمان نہیں ٹھٹ پڑتا - اور دل لگی  
دیکھیے گا کہ حلو اس مرکز اعلیٰ اس کد پر شیفان کی ٹھیکار -  
نواب اب ذرا تو دل میں غور کرو کہ ساری غذائی بہترین کمین  
بھی اندھیرا گھپ چھایا - تو ہی بھی فرشتہ آیا ایک بھی گھر جلایا کہ  
بیان مفت خوردن نے میری بیخ کنی کے لئے لگی مگر آپ نے  
سادہ لوح میں سنتے ہی نادری حکم پر یا کہ کان دو - افسوس  
۶ - گو سالہ مایہ رشدا کاؤ نشد + نام خدا سے ہوٹا غریب  
نہ دیوانے ہو - ذرا تو عقل سے کام لو - ذرا تو ان خوش اسیر  
مخدومین کا لک ملو - کل کو کمین بچاؤ ہی بیوہ بیچنے نا آجائے  
ایسا نہ کہ کسی لم سین سکو بھی تہہ بدر کر امین -  
واہ مجھ ہی واہ - کیوں نہ تو آئے نہ چھانٹے میں کھائے نہ بچاؤ  
چڑھ گئے نہ جنگ پر بھی کیا ہے دیکھنا جو کمین نو مینے یہ

دلائی کیا بانی کشتا ہی آئی - اب کروں تو کیا گردن - جاکون  
تو جو ربون بٹھوں تو چچا جادون گراتنی تشفی تھی کہ کو توالی کوئی  
نہ دکھائے گا انین اتنی جرأت کمان ایک دفعہ ہی میں  
اٹھ کھڑا ہوا - وہ بھی غنیمت سمجھے کہ ازین چہ ہتر - ایک نے دلائی  
پر ہاتھ مارا - دوسرے نے ہر دنی چھین لی - تیسرے نے کہا  
بھاگتے بھوت کی لنگوٹی ہی سہی - چھپے کمان تو دلائی انعام  
میں بانی تھی کمان شجاع الدودہ کے کوٹھون کی ہر دنی بھی ہاتھ  
سے دی نہر دریش بر جان دریش - بھاگا تو بیان آکر دم ہوا  
رضعت فی امان اللہ -

میان آزاد دل میں سوچے کہ بھئی مسیون کے دربار میں  
بفضل خوردن کی بڑی گرم باز رہی ہیں ان محنون کی دم میں رسا نہ ہوا  
تو آزاد نہیں - موت سے بڑا اٹھالیا گا کہ ٹھیک بناؤنگا - پھر  
سوچے کہ کو شمش ٹھکانے لگنا معلوم - ریل گھر پر تو ایک دفعہ  
جو پڑن چکے ہیں اب کہیں منار ہمارا نہ بنائے جائیں کہ ساری  
مشینٹ نکل جائے بھی کہ کھائے غم نہ کھائے - اتنے میں میان  
آزاد اپنے آقا سے نامدار کی کوٹھی پر پہنچے - تھوڑی دیر بیٹھ  
تھے کہ ایک شخص نے نواب صاحب کو ایک خط دیا اور کہا  
حضور میرزا ہی نے یہ خط بھیجا ہے اسکا ملاحظہ کر کے جواب  
عنایت کیجئے مصاحبین کا چہرہ زرد اور دل سرد ہو گیا کہ  
اب اُس نے یہ تدبیر نکالی کہ چھٹیمان بھیجے لگا - امی حضور اس  
ردی کو چاک کر ڈالے - وہ اور خط بھیجے - اتنے ہوئے  
اسے تیری قدرت یہاں تک آئے کیا باخون کی منہدی گھسی  
تھی ایسے بڑے شیفت پناہ ہو گئے - نواب صاحب نے کہا  
اچھا پڑھو تو دیکھو کیا کیا ہے -

میرزا صاحب کا خط

بس مہمن آگئے۔ خدا جانے ان ذات شریف نے انہیں کیا کیا بلا یا تھا کہ سب کے منہ پر ہوا یان چھوٹے لگن کچھ دال میں کالا کالا ضرور ہے۔

رفیق۔ کیا پتے کی بات کہی ہے۔ واعذ میری زبان سے اے گئے جیسے انہیں پی جی متلائے لگا۔ اور ایک ہم پر کیا فرض ہے۔ سب کا ہی حال ہو۔

لیمو خور۔ میں کہنے ہی کو تھا کہ یہ انہیں تازہ وارد حضرت کے کانٹے ہوئے ہوئے ہیں اور حضور کی کون مجھے تو یہ کوئی اٹھائی گئے سے معلوم ہوتے ہیں دیکھئے انہوں ہی سے چوٹیاں برتاؤ اور خدا بھوٹ نہ بلا لے۔ تو یہ جبر کی فکر میں آئے ہوئے ضرور انہیں میں کچھ ملا دیا انکو تھانہ پر لے چلیے۔

خدمتگار۔ میرے سامنے انہوں نے کچھ صیب سے نکالا اور انہیں کے ساتھ گھولا۔ پھر حقہ بھرا تو تبا کو میں بھی کچھ ملا دیا۔ اب مجھے انکی نیت کا حال کیا معلوم تھا بھلا شکل صورت سے تو بھلے آدمی معلوم ہوتے ہیں کوئی کسی کے ہیٹ میں تو بیٹھا ہی نہیں ہے۔

رئیس۔ وہ صاحب آپ کے جوہر تواب کھلے۔ بھلے کو جلد آپ کی ذات پہچان لی ورنہ آپ تو ایک آدھ کی جان لیتے اور سنگھائے دیتے اب خیر اسی میں ہے کہ آپ چپکے سے کھٹک جائیں ورنہ بڑی ٹھہرے گی۔

مصاحب۔ ہم تو انکو بغیر ٹھیک منائے جانے دینگے۔ وہ تو کیسے حضور کی بیک بنی ہی گاڑھے وقت آٹے آئی۔ ورنہ اسنے تو تسمہ تک نہیں باقی رکھا تھا۔ انکو کوٹھری میں بند کر کے خوب ٹھونکنے اور پھر راہ خدا پر چھوڑ دے۔ گردزی خیال رکھے کہ خون نہ نکلنے پائے۔

حضرت تبا تو میرے ہوش اڑ گئے کہ خدا ہی میرے لئے ہے

ایسا نہ ہم نظرون سے گرجا میں۔ کل کہ ہمارے کو کہیں دھتا ہو کہ یا جانے تو ان قیامت ہی کا سامنا ہو۔ واعذ قادیانہ تدریر کہ کہ ہمارا بھایا رنگ بھیکا پڑ گیا اسنے افرار دارون سے کیا شیطانی حرکت کی ایک شخص نے کہا۔ حضور کی آواز اسوقت کچھ بھاری ہو دوسرے نے فقرہ جبرست کیا کہ آواز سے کچھ صنف بھی پایا جاتا ہو تیسرے صاحب بوئے نصیب خدا کیا طبیعت ہے لطیف ہو گئی۔ چوتھے نبض پر ہاتھ لے گئے۔ افادہ تب چڑھی ہے۔ یا چون۔ ہم حکیم پیشانی پر ہاتھ رکھ کر بولے۔ اُن فوہ ما تھا کیسا جلتا ہے

چھٹے صاحب نے فرمایا کہ حضور کی آنکھوں میں نصیب دشمنان عدالت پائی جاتی ہے۔ اب جو طرف سے ہی ہانک سنانی دی کہ رئیس عدیل ہیں۔ سب سب کے ملکر کہنا شروع کیا تو وہ بھی گجرائے فرماتے کیا ہیں۔ ہاں آج تو کچھ بدن بھی ٹوٹ رہا ہے آنکھیں بھی جلتی ہیں اور نبض میں بھی سرعت ہے اتنے میں ایک مصاحب نے کہا خداوند کیا عرض کروں کلیجہ بیٹھا جاتا ہو۔ خاجا کیا ہو گیا دوسرے نے سر کپڑے کماٹ کر سر بٹھا جاتا ہو۔ تیسرے نے آنکھیں ملکر کہا بھی آنکھیں نکلی پڑتی ہیں۔ الغرض سب نے ایک نئی بیماری بتائی کسی کو غبار آیا۔ کسی کو جھڑی کسی کا بدن گھٹکا ہو گیا۔ کہہ کا جی متلایا۔ سب سیکان بن بیٹھے۔ ایک کا کھٹنے

انکا زور ہاتھ ہے گرنے لگا۔ ہم جگرائے کہ بار خدا یا یہ کیا بات ہو یہ سب کے سب بیکرم سے ہمارے کو کر پڑ گئے۔ اسے ابھر تو میں سوچا کہ یہ زبان سر بل کی کارستانی ہے۔ اُکھلا لکڑ۔

رئیس۔ آخر کچھ سوچو تو کہ یہ بیٹھے بٹھائے کیا کھل کھلا بھی تو ہم سب بھلے چپکے بیٹھے تھے۔ آنا فانا میں یہ کسی مہاجلی کہ دوسرے اور دوسرے پر ہنسے آدوچا۔ ہمیں کچھ فیہ ضرور ہے۔

مصاحب۔ حضور تو جہان کسی نے دوچار کھنی دپٹی باتیں سنائی

آئے ہی بوجھا کہ کون بزرگ اور بحث کر گئے ۔

سیان آزاد بولے ہم ۔ اب سب نظر میں کہہ دیجیں کیا سوال جواب ہوتے ہیں جو طرفہ کجی پک رہی ہو کہ یہ ملحد تو کسی سے آجک قائل ہی نہیں ہوئے انہیں کوئی بند کیا کریگا ۔

سیان آزاد تو حید میں مقام نہیں قال و قیل کا ہی کس کو ناظر تھے ذکر جمیل کا

یا ایہا السامعین ۔ اس دہریے کے دل گرنے کو دیکھیے کائنات میان ہی کے قائل نہیں ۔ یہ شکل اور یہ صورت اور یہ خیال اسے صحت ۔

ملحد ۔ پانی پی کر کوسنا اور بات ہی اور بحث کرنا اور بات ہی ہمیں کوئی معقول کرنے تو اہستہ جانیں ۔ یہ کیا کہ لگے گایان دینے ۔

آزاد ۔ نامعقول کو معقول کون کرے ۔ کوئی سوال کیجئے تو ہم جواب دین شک ہوئے کر دین ۔

ملحد ۔ اچھا پہلے تو ان تین سوالوں کا جواب دیجئے پھر اور بحث چھیڑینگے ۔

سوال اول ۔ خدا ہی تو ہمیں نظر کیوں نہیں آتا ۔

سوال دوم ۔ شیطان ناری ہو اور وہ دوزخ میں جلایا جائیگا ۔ داد و ادواہ بھلا ناری کو آگ کا کیا ٹنڈہ ہے ۔ اس سزا سے وہ ضرور نڈر ہے ۔

سوال سوم ۔ جو کرتا ہی خدا کرتا ہے ۔ پھر انسان کا قصور کیا جو طرفہ سناٹا پڑ گیا ۔ کہ اللہ کیا عالم ہے ۔ اہو ہو ہو ۔ کیا کرے

سوال کے میں سبک اوسان خطا ۔ ہوش اڑے ہوئے ۔ بگڑے دل لوگ دانت میں ہے ہیں کہ باہر کھلے تو گردن ہی نابین کوئی دل ہی نہیں کیس رہا ہے کہ خدا کرے یہ مردک ابھی ابھی

مر جائے کوئی تہ کی نگاہ سے گھور رہا ہو کہ اتنے میں ملین آزاد نے کہا یا عزیز زبانی باتیں نہ کرو جہنم میں جلائے جان کے جہنم میں اُسے مسکرا کر کہا کہ ۔

ہمکو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن دل کے خوش کرنے کو غالب یہ خیال چھائی

اسپر میان آزاد نے ایک ڈھیلا کھینچ مارا کھٹ سے اس منکر کی کھوپڑی پر پڑا ۔ ہائے کر کے بیڑ گیا ۔ اُن لا حول و لا قوۃ اچھے دشتی سے پالا پڑا میں بحث کرنے آیا یا پتا ڈگی ۔ جب تقریر میں ہائے تو کلوع اندازی کرنے لگے اور جو میں بھی ایک پتھر کھینچ ماروں تو پھر کیسی ہو پھر جی ۔ جابلون کا قاعدہ ہی کہ ہاتھ پائی پر کانا ہو جاتے ہیں دہائی ہے نواب صاحب کی بوجہ بے سبب ہم پر ایک جھاگا چمار کھینچ مارا ۔ سر بھٹا گیا ۔

نواب ۔ بھئی آزاد وہ میں یہ تمہاری حرکت پسند نہیں آئی ۔ یہ ڈھیلا بازی کے کیا معنی ۔ مانا کہ یہ ذات شریف کشتنی سختی گردن زدنی ہیں مگر بحث کر کے معقول کیجئے ۔ یہ نہیں کہ جوتا کھینچ مارا یا تان کے ایک ڈھیلا لگایا ۔

آزاد ۔ پیروم شر میں نے تینوں سوالوں کا وہ جواب دیا کہ اگر کوئی قدر دان ہوتا تو اسوت گئے سے لگایا اور کروردن روپیہ انعام کے دیتا ۔ سینے ۔

پہلا سوال ۔ خدا ہی تو ہمیں کیوں نظر نہیں آتا ۔ جواب ۔ اگر اس ڈھیلا سے انکو چوٹ لگی تو چوٹ نظر کیوں نہیں آتی ۔

سیان اللہ کا ڈونگرا برس گیا ۔ واہ اُستاد ۔ واللہ کیا جواب ترکی ترکی دیا ہے ۔

دوسرا سوال ۔ شیطان کو نار جہنم میں جلا نا بیکا رہے وہ



لوگ جم گئے تو کوٹھے پر جھنڈی کا پھر ہوا اڑ رہا ہوگا۔ لوگوں کی بجے  
تو سہی کسی کا دل دکھانا اچھا نہیں۔ اب تمھارے بیان تو  
بندہ آنے سے رہا۔ لاکھ روپیہ دو آنے والے کی رقم  
میں خدا۔ ۵

گر صد ہزار لعل و گہرے دی جہ سود  
دل را شکستہ نہ کہ کو ہر شکستہ

اب دل کی دیکھیے تمھاری قلمی نہ کھولوں تو میرزا نہیں  
مجھے تو اندر باہر سب کا حال معلوم ہے نہ۔ وہ پتے پتے کی  
سناؤں کہ یاد ہی تو کرو۔ دریا میں رہ کر گرسے ہر۔ اے نادان  
نواب ذوالی کے ٹھاٹھ ہی اور ہوتے ہیں ریاست کے مور ہی  
اور میں وہ خم دوم ہی اور میں۔ تم تو دھڑی کے بوے ہی  
بنے رہے۔ نام کے نواب۔ میان نواب بننے کا شوق چرائے  
تو ہم ایسوں کو نوکر رکھو۔ داستان گوئی میں ہم بند نہیں  
نفاذی میں ہم بند نہیں۔ خوشامد میں ہم بند نہیں  
خیر اب کہے کون۔ آدمی ہو تو سمجھ جاؤ گے۔ رنہ  
بچتا دو گے۔

ہمارے گول مول نواب صاحب ایک دن دونوں وقت  
ساتے اپنی فوش سود کو مٹی کے ایک زنگین کمرے میں بیٹھے مصائب  
رفیقوں سے چہ میگوئی کر رہے تھے کہ اتنے میں میان آزاد  
نے دروازے میں سے گردن نکالی مجرا عرض کرتا ہوں یہو شرم  
آپے میان آزاد۔ کیسے کمان سے سواری آتی ہی۔ سو وقت تو  
کچھ چہرہ تہمتا یا ہوا ہی کیا کسی سے جھوڑ ہوئی ہی۔ اسی حضور آپ کی  
جو تیوں کے صدفے میں اس جوار میں تو کوئی آنکھ نہیں ملا سکتا  
دھاک ہی حملہ حملہ ہوا بندھی ہے۔ اچھے اچھے پہلوانوں نے  
بچھاڑیں کھائیں۔ ہم نے وہ دہہ چنچیان بتائیں کہ چھٹی کا

دودھ یاد آیا ہوگا۔ سوقت بندہ ایک نانابی کی دکان پر گئے  
بکراؤ بنا سیکھتا تھا۔ آج کے سانسے جو جم کے کچھ دیر بیٹھا پڑا تو  
چہرہ لال انگارا ہو گیا۔ خاصے تو یہ کیسے نانابی گری کا بھی  
مشوق چڑایا۔ ۶۔ دماغ بیدہ بخت و خیال باطل بست ۷۔ خیر  
صاحب ۸۔ روٹی تو کھا کھائے کسی طور چھندر ۹۔ کیوں بھی  
معقولات میں بھی کچھ دخل ہی یا لنگوٹا باندھ کر کشتی اور دھینگا  
مشتی ہی جانتے ہو۔ کون! میں! معقولات! ہونٹہ۔ عمر  
کیا کیا کیے۔ اس فن کی وہ کونسی کتاب ہے جس پر انجانے  
نکتہ چینی نہیں کی۔ فقہ امامیہ اور فقہ حنفیہ اور کتب تفسیر و تفہیم  
جسمیں جانیے بحث کیجیے۔

مصاحب۔ حضور اس شہر میں ایک عالم آیا ہی کتاب دیو بیہر  
کی کتاب میں چاٹ گیا ہوں خصوصاً علم مناظرہ میں تو یہ طوطی رکھتا  
ہی منطق کے زور سے جھوٹ کو سچ کر دکھائے مگر خدا کو نہیں مانتا  
ہے۔ پکا ملحد اور منکر ہے۔

آزاد۔ وہ منطق کی اچھی قدر کی۔ حضرت اُنکے تو ہم بھی شائق  
ہیں۔ واللہ خدا کا وہ کامل ثبوت دون کہ وہ خود پھر دکھائیں  
ذری یہاں تک لائے تو سہی۔ بھاگے راہ نہ ملے۔ جو پیرس  
شہر میں منہ دکھائیں تو آدمی نہ کہنا۔

نواب۔ ان ہاں میر صاحب ذری انکو چانس چونس کر لائے  
تو۔ میان آزاد کے جوہر تو کھلیں۔ مگر میان ان منکروں سے  
بھڑا دل لگی نہیں کسی کے قائل ہی نہیں۔ بس ایک ماٹے کے  
قائل ہیں۔

اسپر صاحب نے زور سے دو چار دم گکائے اور لڑھکے بھی  
گئے اور جھپٹے اُس دہریے کو لائے یہاں ہجوم عام تھا  
وہ از دحام ٹھاکہ تھائی اچھا لائے تو سر ہی سر جائے ملے۔ ۱۲

کے دادا اعلان کے وقت کا ہے۔ آپسے رئیس پیدا کمان ملتے ہیں  
دم کے دم میں لاکھوں بھونک دیے۔ روپیہ تو ٹھیکڑاں سمجھائیے  
پتنگ بازی کا شوق ہوا تو شہر بھر کے پتنگ بازوں کو ہمال  
کر دیا کنگوے والے بن گئے۔ اچی اور تو اور لونڈے جو گلی  
کو چون میں لنگر اور گتے لے کر ڈور لٹا کرتے ہیں روز و شب چیکر  
چکوتیاں کرتے تھے۔ عیاشی میں بھی وہ نام روشن کیا کہ کوئی  
دوم ڈھاری غریب نظر نہ آیا۔ چانڈو کا شوق ہوا تو قیانوس  
کے وقت کی نگاہیں ہزاروں روپیہ کو خریدیں اور فی سبیل اللہ  
دو دو ڈھائی ڈھائی سو آدمیوں کو ایک ایک دن میں چانڈو  
پلا دیا۔ انیم اتنی خریدی کہ ٹکے سیر سے سولہ روپیہ سیر کئے گئی۔  
مالو اخانی جین کھکھل۔ دن رات قوام کے چوٹھے کا منہ کالا۔  
انیم کے ست کا بول بالا۔ جب دیکھو لمپ روشن جاگتی جوت  
کھیاں تک فیض سے محروم نہیں رہیں بمبئی تک گئے آتے  
تھے اور ہاتھی کے قد آدم چھلکوں کا ڈھیر لگ جاتا تھا۔  
آزاد۔ ہاتھی کے قد آدم بھی کتنا خوب۔

صاحب۔ اشد کی عنایت سے جو شوق کیا ایسا ہی کیا پھر  
بیڑ بازی میں انکے سامنے کون ٹھہرتا۔ لاکھوں روپیہ میں  
کوڑا لا اب یہ ایک صفت شکن انکے وقت کا باقی رہ گیا ہے۔ یہ بزرگوں  
کی نشانی ہے۔ بیڑ کیا ہفت خان مارل پہلوانی ہے یہ ہفت اقلیم میں  
لاٹانی ہے۔ اُنکی وفات کو کوئی بیس بیس برس سے ہو گئے ہیں  
مجھے کہ محمد علی شاہ کے وقت میں خریدا گیا تھا۔ اب کوئی تلو برس  
کا ہو گا دو کم یاد داو پر بگراس بڑھوتی وقت بھی وہ ہٹے تو ہٹے  
ہیں کہ مرغ کو پک کر لاتے تو وہ بھی چین بول جاوے جیسے  
باز اور پٹے کی لڑائی۔ اور کیوں نہ ہو کس بھوکا کھاتا ہے  
اور نوا صاحب کے جیوٹ پنے کو تو آپ جانتے ہی ہیں شاہی

میں جب دنگے والی پلٹن بگڑی تھی تو ہمارے حضور ہی مجھے گئے تھے  
پارسل کی دل لگی سینے نواب صاحب کے مامون شریف لائے  
انہیں بھی ریاست کی بُری۔ کنگوٹا تو ایسا لڑاتے ہیں کہ میان  
ولایتی اُنکے آگے پانی بھریں دو دو توے انیم پی جائیں اور وہی  
خم دوم۔ بیڑ بازی کا بھی برے سرے کا شوق ہے۔ آپکا نظریہ پیکر  
تو بلا کا بیڑ ہے۔ بیڑ کیا شیدی لندھور ہے۔ دھوہ کا دھوہ۔ جیسے  
خاصہ چھوٹا تتر۔ خیر آتے ہی نواب کو بیکر بیڑ دیکھنے گئے میرے  
منہ سے بیاختہ نکل گیا کہ حضور کو تو بیڑ دن کا مدت سے شوق ہے  
کروردن ہی بیڑ دیکھ ڈالے ہونگے مگر صفت شکن سا بیڑ تو حضور نے  
بھی نہ دیکھا ہو گا۔

مامون۔ ہونہ۔ اسکی اصل و حقیقت کیا ہے نظریہ پیکر کو دیکھو تو  
آنکھیں کھل جائیں عقل کے ناخن چبھتے بڑھ کر ایک لات لے  
تو صفت شکن کیا معنی آپ کو نوک دم پانی باہر کرے۔ حوصلہ ہو  
تو منکواؤں۔

نواب۔ اچھا مامون جان پھر کل شد ہو جائے۔ دو دو  
چونچیں تو ہوں۔

مامون۔ کیا مضائقہ۔ مگر اپنا بیڑ آپ مفت میں کٹوا میں گئے  
آپس کی لڑائی سے فائدہ یا اچھا کل ہو ہی جائے۔ ادھر یا ادھر۔  
الغرض دوسرے دن پانی ہوئی۔ ہزاروں آدمی جوت جوت ان  
موجود۔ شہر بھر میں دھوم تھی کہ آج بڑے معرکہ کی جنگ ہے۔ بھٹی  
قسم ہے رزق کی دو چیزیں جسے نہیں دیکھیں اُسے دنیا میں کچھ  
دیکھا ہی نہیں ایک تو یہ پانی۔ دوسرے پیروں کی سو گئی۔ ادھر  
ظفر پیکر اس ٹھاٹھ سے آیا کہ زمین ہل گئی اور میرا تو کلیجہ ہلنے لگا  
مگر صفت شکن نے اُس دن آبرو رکھی۔ جب ہی تو نوا صاحب  
اسکو بچوں سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں پہلے اسکو دانہ کھلوایا ہے

تو خود ناری ہے۔

جواب۔ انسے پوچھیے کہ یہ مٹی ہی کے پتلے ہیں یا نہیں۔ انکی کھوپڑی مٹی ہی کی بنی ہے یا سوبرکی۔ پھر مٹی کا ڈھیلا لگا تو سر کیوں بھٹا گیا۔ بات ترے کی۔ واہ میان آزاد کیا جواب دندان شکن دیا کہ دانت کھٹے ہو گئے۔

تیسرا سوال۔ جو کرتا ہے خدا کرتا ہے۔

جواب۔ پھر ڈھیلے لگانے کا جرم ہم پر کیسا۔

توپان جو طوفان پھیلنے لگیں۔ کہ واہ میرے سر کیا کناہی۔ اُہو ہوہو کو چڑا گھیرو۔ اب خدا کے قائل ہوں یا اب بھی کچھ میں سیکھ ہے۔ کروڑوں باتوں کی ایک بات یہ کہ جب آپ ہی خاکی ہیں اور مٹی ہی کا ڈھیلا مارا تو آپ کی کھوپڑی کیوں بھٹائی۔

یہی صاحب اب تک تو میان آزاد پہلوان اور چھپکیت بھی تھے اب صوفی صافی اور مولوی بھی مشہور ہو گئے۔ نواب نے میان آزاد کی پٹھنوں کی۔ واہ کیوں نہ ہو۔ پہلے تو میں جھلا یا کہ یہ ڈھیلا بازی جہ منی وارد کر پھر تو پھر تک کیا کہ واہ کیا نازک خیال آدمی ہے۔ یہ باتیں ہوتی رہی تھیں کہ ایک مصاحب بڑی سی رزائی جیسے کوئی دستا سیر روئی پر بھی اور ذکر شریف لائے این این رزائی کیسی رزائی کیا محاف کیے۔ کیوں میان یہ بے فصل رزائی اوڑھا کیسا واہ قبلہ اس بھید کو آپ نہ سمجھے۔ اسے بھائی رزائی تو طالب علم کی تنگی ہو اور پیسے تو گرم چھپائیے تو نرم۔ دیجیے تو دھرم باند پیسے تو بھرم۔ واہ بھی قافیہ سنجی بھی ہوتا تھی۔

ایک دن ہمارے بارغ و بار جوان رزائی پہلوان میان آزاد اپنے آقائے نامدار نواب گردون مدار کی کوٹھی میں دولاؤ بیٹھے مصاحبین سے گپ اڑا رہے تھے۔ کسی کو کڑی کی چوڑی کسی کو کشتی کے داؤ بتا رہے تھے کہ اتنے میں نواب مصاحب نے کہا

کیوں آزاد کبھی بیٹرمین بھی مرواتی ہیں۔ میت غیب بجز۔ اب کی بیچ الاول میں وہ گھاسان کی روایان دکھائیں کہ واہ جی واہ۔

مصاحب۔ میان آزاد تم تو اپنے کو بڑا جہانیاں جان گشت سمجھتے ہو مگر واہ یہ روایت نہ دیکھی ہوگی۔ سطر ح گتھ جاتے ہیں تو بہر ہی بھلی ٹیر کی لڑائی کے آگے تو توب و تفنگ بھی گروہی اور پھر ہمارے نواب صاحب کے بیان کی پالیان۔ اُن فوہ آج ہماری سرکار میں جتنے بیٹرمین اُسے تو میا براج کے چڑیا خانہ میں بھی ہونگے ایک ایک بیٹرمین ہزار ہزار کی خرید کا۔ لوک دم کے بنانے میں تو اُسے کے توڑے صرف ہو گئے۔ سیرون موتی مردا یہ تو میں نے اپنے ہاتھوں میں کرکھلائیے ہیں۔ کچھ دنوں روز کھل چلتا تھا۔ مگر واہ آپ بھی کہیں گے کہ ہم آدمی ہیں اس ڈیور بھی پر اتنے دن سے ہوا اب تک بیٹرخانہ بھی نہ دیکھائے آؤ بھلا کو سیر کرائیں۔ یہ کہ کو بیٹرخانہ لے گئے۔ میان آزاد کیا دیکھتے ہیں کہ جو طوفان کا کہیں ہی کا کہیں نظر آتی ہیں۔ اور کا کہیں بھی وہ پیش ہوا کہ اُہو ہوہو۔ ہاتھی دانت کی تیلیان۔ اپنرنگا جمنی گدیان اور کارچو جی جھپتیں اور مقیش کی جھالرا سہکاہ ارغلی غلافین۔ رنگ برنگ سونے چاندی کی ننھی ننھی کنوڑیاں جبین ٹیر اپنی پیاری پیاری نیکی جو بچوں سے پانی پئیں۔ پانچ پانچ چھ سو کی لاکھ کی کا کہیں ہر سمت تنگی ہیں۔ کوٹیاں بھی رنگ برنگی۔ مصاحب ایک ایک کا کہ ایک اتار کر بیٹرخانہ دکھا کر تعریف کرنے لگے تو بے باز دے ایک بیٹرخانہ دکھا کر کہ واہ رکھے کیا مچھولا جنور ہے۔ صفت شکن جو آپ نے سنا ہو یہی حضرت میں لندن کے خیرے کاغذ میں اسکا محل چھپ گیا میری جان کی قسم ذری اسکی آن بان کو تو دیکھئے گا (بوسہ لیکر) ہاں کیا بالکا بیٹرخانہ۔ یہ نواب صاحب

بھی داندہ بہ نیا رشتہ ہی بھی آت پیر ہی۔ اور کیوں میان  
 تمھارے باپ تمھارے کون ہوئے۔ واہ واسمین کوئی مشکل  
 بات ہو بھلا۔ ہوئے کون! باپ ہوئے اچھے رہے اب ہمیں  
 ایسا گھام بھگایا ہی مجھے بھی کوئی گنوار مقرر کیا ہی۔ نواب صاحب  
 نے گما خوشی اس عوض میں نہاؤ تو ایک اشرفی دیتا ہوں  
 پیر و مرشد اشرفیان تو حضور کی جو توبہ کے صدقے میں بہت سی  
 مل جائیگی مگر پھر مینا دو بھر ہو جائیگا۔ وہ نہ مرے سہی لیکن نکٹا  
 جیابڑے احوال۔ ناما صاحب مجھے تو کوئی فی غوطہ ایک اشرفی  
 دے تو بھی پانی میں نہ بیٹھوں۔ پانی کی صورت دیکھے بدن کا  
 اٹھتا ہے اور رورخ لرزے لگتی ہے بھی واہ کیسے مرے ہو  
 جی۔ میان نہاے نہیں۔ تو آپ کوئی قاضی ہیں۔ ہم نہیں نہاتے  
 پھر آپ کو کیا۔ اجمی سرکار کا حکم ہے۔ چلیے آپکی بلا سے کتنے لگے  
 سرکار کا حکم ہے۔ پھر کوئی اپنی جان دیدے۔ حضور جو یہ ہوت  
 دھم سے عوض میں نہ کوڈ پڑیں تو انیم انھیں نہ لے۔ آپ بہت  
 چل سکے ہیں۔ کھلائیں حضور کھائیں ہم۔ آپ کون بیچ میں بنے  
 دالے ارٹھ برس سے تو میں انیم کھاتا آیا ہوں اب آپ کے  
 کتنے سے چھوڑ دوں تو کیسے مرا یا جیا۔ نواب صاحب نے کہا اچھا  
 بھی چلے دو۔ دودھ کھاؤ گے۔ واہ خداوند نیکی اور پوچھ پوچھ  
 دودھ تو وہ شے ہے جسکو انسان مان کے پیٹ سے نکلتے ہی غٹ غٹ  
 پیتا ہی۔ لیکن ذری مٹھاس خوب ہو۔ شاہجان پور کی سفید شکر  
 یا دوسر کی کوئی کاندہ یا کالی کی ممری گھو بیے گا اور تھوڑا سا کیوڑا  
 بھی گڑ دیجیے تو پیتے ہی آنکھیں کھل جائیں نواب صاحب حکم یا  
 کہ بھی انکے واسطے دودھ لاؤ۔ کیوں جی تم حلوائی کا دودھ پیتے  
 ہو یا گھوسن کا۔ حضور جو بلجائے۔ آم کھانے سے کام ہی بائیر  
 کتنے سے۔ غفور خدنگار جانہی کے کٹرے میں دودھ لایا

خواجہ صاحب دودھ پیچھے۔ چپ نام مقول اتنا بڑا لور ہو اب  
 ابھی تک تمیز نہیں آئی۔ یہ دودھ مینا کمان کا محاورہ ہے گنوار  
 دودھ کھانا نہیں کتا۔ کٹوری بہان رکھ دے میں ابھی آیا ذری  
 کتنے۔ ملی کو دیکھتے رہنا۔ کمان کمان۔ خوشی کمان۔ ای دودھ تو  
 کھائے جاؤ مرد آدمی۔ کیمن نہیں حضور ابھی آیا۔ خوشی جب نظر سے  
 اوجھل تھے تو میان آزاد چپکے سے آدھا دودھ کھا گئے اور کٹورا بنا  
 کرنے کے لیے عوض سے پانی لے کر بھر دیا۔ اتفاق سے ایک  
 چھوٹی سی مچھلی بھی پانی کے ساتھ کٹوے میں آ رہی جب خواجہ صاحب  
 تھوڑی دیر میں پھونک پھونک کر قدم اٹھاتے ہوئے باہر ہوئے  
 اور کٹورے کو دودھ سے لبالب پایا تو باجھین کھل گئیں جاتے ہی  
 منھ ڈال دیا۔ اتنے میں مچھلی بھی منھ میں آئی تب تو چکر لے کہ اتنی یہ  
 کیا اسرار ہی۔ غفور پر بہت ہی جھلائے۔ اور نواب صاحب کے  
 بڑی شکایت کی حضور اسکی کان گوشی راجب ہے۔ ایسا غافل  
 ہو گیا کہ عوض سے مچھلی اچاک آئی اور انھیں کالون کان خبر نہیں۔  
 اوکیدی اتنی فردیان بھونکی ہوئی کھجی کا دودھ یاد آجائے گا  
 حاضرین نے خوب تہقیر لگایا جسے دیکھ کر لوٹ رہا ہی کہ داندہ اچھی  
 دل لگی ہوئی۔ اسپر میان آزاد نے کہا۔ اے کھا جا یہ شیر ماہی ہو  
 تب تو میان انہی نہایت ہی افسوس کرنے لگے کہ ہاے ہاے  
 سونے کی جڑیا ہاتھ سے کھل گئی۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ یہ شیر ماہی ہے  
 در نہ کچا ہی جیا جاتا۔ اس قسم کی مچھلی میں یہ خاصیت ہو کہ اسنی  
 برس کا بڑھا کھائے تو جوان ہو جائے نئے سرے دانت نکل  
 آئیں اسپر گھنٹوں دل لگی رہی اتنے میں ایک صاحب نے پوچھا کہ  
 خواجہ صاحب لوگ آپ کے پدر بزرگوار کو باورچی بتاتے ہیں  
 داندہ ہم تو آپکو شریف زادہ سمجھتے تھے مگر آپ باجی ہی نکلتے  
 باجی آپ اور آپ کے باپ۔ کچھ بیدھے تو نہیں ہو یہ باجی کی

میان آزاد نے دیکھا کہ نواب کا ہزار ہا روپیہ بیڑوں کے پھر میں نافع گھو جاتا ہے۔ ذہن کے کچے توختے ہی سوچے کہ آج ان سب کو آزادین تو بھی دل لگی ہو یہ سوچتے ہی مصاحب سے کہا کہ یا راج اچھی سی ایفون گول کر پلاؤ تو ہم بھی بسم اللہ کر دیں۔ مصاحب کی باجھیں کھل گئیں کہ اچھے کو چلا کیا۔ بڑے مڈھ کو مونڈا دوڑتے ہوئے گئے یکم ایفون گول کر لائیں۔ ادھر میان آزاد نے میدان خالی پا کر کاکون کی کھرکیاں کھول دیں۔ بیڑ سب پھر سے بھاگ گئے۔ صف شکن کو انھوں نے چھپایا۔ باقی سب ہوا میں مومین لے رہے ہیں۔ ہات ترے کی گھر بھر میں کتاب کا نام نہیں کاغذ قلم دوات سے کام نہیں کیں اور کابک اور بیڑ کے سو اچھے نظری نہیں آتا۔ نو بجے اور بالو میٹر۔

ہمارے رئیس نامدار یعنی نواب عرش فقار چھپے وقت اپنے باغچہ پر بہار میں فرش مکلف پر بیٹھے رنگ رلیاں منارچھے مصاحب اور رفقا خوشامد کی باتیں بنا رہے تھے اور میان آزاد صحبت گرا رہے تھے اتنے میں دریا سے اخضر فلک پر کشتی ہلال نظر آئی۔ یعنی مہ نو نے اپنی پیاری پیاری صورت دکھائی چاندنی کا چھٹکنا تھا۔ کہ مصاحب بیل کی طرح چمکنے لگے۔ نوابوں کے درباروں میں سخون کا کال نہیں۔ ایک انجینی پلاؤ کی جاٹ پر سوئے بن گئے۔ جو طرفہ ان پر بوجھار ہونے لگی۔ ایک شخص نے بوجھ کیوں بار۔ واحد علی تھا سے کون ہیں بھائی ہیں تو فرماتے کیا ہیں۔ جی واحد علی! میسری خاندان کی بہن کے میان کے رٹ کے کے باپ کے بیٹے ہیں اس پر وہ فریادی تمہارے بڑا کہ فلک ہفتہ تک آواز پہنچتی

پھر کہیں آپ کھاتے ہیں ایک دن فلا جانے بی دیکھی یا کیا ہوا کہ اپنے آپ بھر گئے لگا۔ نواب سمجھے کہ بوندا ہو گیا پھر تو ایسے دھاروں دھار روئے کہ گھر بھر میں کراہ مچ گیا۔ میں نے نواب صاحب کو کبھی روئے دیکھا نہیں۔ مجالس غزائیں ایک آنسو نہیں نکلتا۔ جب بڑے نواب صاحب انتقال کیا تو اشک کا ایک قطرہ بھی نہ گرا۔ بھئی یہ بیڑ ہی ایسا انمول ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اسے ہسٹن نواب کی شات پیرھیوں پر احسان کیا داند جو کہیں گھٹ جاتا تو سبہ تو جھل کی راہ لیتا۔ میان جنگ میں آبرو ہی آبرو تو ہے۔ اور ہر کیا۔ خیر صاحب جیسے ہی دونوں چھپی کھا چکے ظفر پیکر کی طرح صف شکن کی طرف چلا۔ یہ ٹوری وہ گھاگر۔ آتے ہی دلوچ بٹھا اور چوٹی کو جوئے سے بکرا کر ایسی ایسی مڑوڑیاں دین کہ دوسرا ہوتا تو ایک گڑھے میں پھر سے بھاگ پڑتا ہوتا۔ نواب کا اُس دم چہرہ فق ہو گیا۔ اور کلیجہ شق منہ پر ہایاں چھوٹے لگین۔ نصیب اعدا زہر کھانے کا دت پہنچا کہ اتنے میں صف شکن قلعی کر کے لوٹ ہی توڑا۔ واہ میرے بیڑ۔ خوب پھرا۔ پالی بھر میں آواز گر گئے لگی۔ کہ اہو ہو ہو وہ مارا۔ ہاں بیٹے دے بڑھ کرات۔ ایک لات ایسی جالی کہ ظفر پیکر نے منہ پھیر دیا۔ منہ کا پھیرنا تھا کہ صف شکن نے اُچک کر ایک جھنجھوٹ تالی واہ واہ وا۔ اسی تھام پر ایک لاکٹ اور کس کر اہو ہو ہو شاباش۔ واہ پٹھے۔ اہو ہو ہو۔ اسی جگہ ایک اور۔ اہو ہو ہو لگا ایک اور مڑوڑی۔ اہو ہو ہو ساتے میں میان ظفر پیکر بیچ کر کے نوک دم پالی باہر۔ پھر سے اُڑ گیا۔ پالی بھرنے کہا وہ بھگا گیا۔ وہ مارا۔ جو طرفہ نوپیان اُچھل گئیں۔ اور زین بننے لگین واہ رے صف شکن۔ ظفر پیکر گھٹ گیا تو صف شکن کا دل اور بھی بٹھا۔ آج یہ بیڑ اپنا ثانی نہیں رکھتا۔



نانبائی - اچھا اچھا نو دکان سے الگ رہو۔ چھاتی پر کیون  
چڑھے بیٹھتے ہو۔ بیان سنو دھندے کرنے ہیں۔ آپ کی طرح کوئی  
بفکر تو ہو نہیں کہڑکا ہو اور چلم لی اور لگے کوڑی دکان مانگئے۔  
ملکی تو خیر نہیں تو گالیان دینی شروع کیں۔ صبح صبح اسکا نام  
نہ رسول پیغمبر سے کام نہ رام رام چلم یہ دکان پر ڈٹ گئے۔ واہ  
اچھی دل لگی مقرر کی ہے۔ ایسی ہی طلب ہو تو ایک کندھی کیون  
نہیں گاڑ رکھتے کہ رات بھر آگ ہی آگ رہے۔ اب ہم پانچام  
کرین گا کون کو سودا دین یا آگ نیت پھرین۔ اب کیا کوئی  
خوان لے بھاگئے گا۔ یا کھڑا تاکا ہے یا سیخ بردانت ہی۔ ایسے ہی  
اچکے تو چوری کرتے ہیں۔ آکھ چوکی اور مال غائب۔ کیا سسل لٹکا  
ہو کہ چلم لیکر آگ مانگئے آئے ہیں کسی دن میں چلم و لم نہ تو تارو کے  
پھینک دوں۔ تم ترکے ترکے دکان پر آ یا کر دوجی۔ نہیں محنت میں  
کسی دن ٹھائیں ٹھائیں ہو جائے گی۔

حضرت کی آنکھوں سے خون نکلنے لگا جی چاہا کہ بھٹی ہی میں سر  
کھولیں دین مگر سوچے کہ ہم ایسی آدمی وہ نانبائی گوشت پر لٹھے  
کھا کھا کر کپے کی طرح پھول گیا ہے ایسا نو کہ ایک پٹنی بتائے۔  
خیر دانت پیس کر رہ گئے۔ وہاں سے چلے تو حلوانی کی دکان پر  
پہنچے۔

حضرت - میان ایک ذری سی آگ دینا بھائی ہوت۔  
اسوقت حلوانی کا دودھ بلی پی گئی تھی جھلایا بیٹھا تھا پھر اسٹ  
میں سمجھا کہ کوئی فقیر بھیک مانگے آیا ہو۔ کوک کر اور جھڑک کر لولا  
کہ اور دکان دیکھو۔ سویرے سویرے کوڑی کی پڑائی۔ جاتا ہو کہ  
دون دھکا۔ رہیں کہیں مہن کہیں۔ کوڑی مانگئے بیان موجود  
دینا بھر کے مرنے نانا نو لکھاٹ۔ اب کھڑا اٹھو نہ ہے کیا۔  
دونوں کہیں پھوڑ نہ قالون میں۔

مسخر اللہ ولہ۔ میان نتو برس کے بدگھڑے کے بھی دن ہوتے  
ہیں سو کئی صدی بدگھانس بھونس کی بھی رتی چکی۔ لے  
دیکھ لینا جو دس برس میں ایک گوشت غور بھی نظر آئے سب  
گھانس غور ہو جائیں تو سہی۔

میان آزاد ایک دن سویرے منھ اندھیرے بازار میں ٹکشت  
کر رہے تھے۔ بازار بھر میں سناٹا۔ حلوانی بھی میں سو رہا ہو۔  
مگر نانبائی برتن دھو رہا ہو نرا زہ بند۔ کنجڑوں کی دکان پر اردی  
نہ شکر قند۔ جو ہریوں کی دکان میں قفل لگا ہوا ہو۔ مگر تبا کو دالا  
جگا ہوا ہو۔ خاکروب سڑک پر جھاڑو سے رہا ہے میرے والا  
پسہناریوں سے جائزہ لے رہا ہے۔ ادھر صدے مرغ سحر  
ادھر ندائے اللہ اکبر۔ سوائے کاٹھنا ٹھن ٹھن بج رہا ہے  
کوئی اپنی دکان سیج رہا ہو۔ میان بڑقصاب دکان پر ڈٹے  
ہوے کھٹا کھٹ چھری چلا رہے ہیں۔ کتے دم ہلا رہے ہیں اور  
یونیوں کی خیر منا ہے ہیں۔ اتنے میں دیکھتے کیا ہیں کہ ایک  
شخص تنگی باندھے انیم کی پٹیک میں جھوم رہا ہو۔ اور بو کھلایا  
ہوا جو طرفہ گھوم رہا ہے ہاتھ میں چلم۔ دکان کے مددے ہو رہا ہو  
کہ کہیں سے ایک چنگاری بجائے تو دم لگے دھوان دھار  
حقہ اڑے۔ جان جاتے ہیں پھر مانگ کی آواز آتی ہو بہت ہی  
چکرائے لا حول ولاقوۃ۔ بھئی ایسا شہر نہیں دیکھا منھوس  
جان آگ مانگے نہ لے۔ جانو اس میں بھی کوئی چھپن ٹکھرن  
ہوتے ہیں۔ یا گردہ سے کچھ جاتا ہو۔ انفرض محلے والوں کو ملبوڑ  
سناتے اور دل ہی دل میں جھلاتے ہوئے نانبائی کی دکان  
پر حضرت پہنچے۔

حضرت - برے بھائی اک ذری آگ تو جھپکے دیدینا  
میرا یا لا تو جھپکے پٹ۔

نے بھی کھلکھلا کر شروع کیا۔ مسخرہ دلہ بڑے کہ خداوند اسکا  
نقصور نہیں۔ میں کچھ اور ہی عرض کرتا ہوں۔ وہ فرمایے۔  
حضور ایک بڑے عالم نے لکھا ہے کہ نباتات کھایا کرو گوشت  
کھا نا بُرا۔ سو حضور کچھ دن آپ بھی اسکا تجربہ کریں مصاحبوں  
نے جو یہ سنا تو پیٹ میں چوہے چھوٹ گئے کہ کین ایسا ہنو کہ  
نواب سیدھے سادھے تو ہیں ہی گوشت و دشت کا کھانا  
چھوڑ دین تو پھر ہم منہ ہی تا کا کریں یہ سیخ اور شامی کباب  
اور قورما اور کوفتے اور دوپیانہ اور کوکو پلاؤ کھانے ہی میں  
نہ آئے۔ وہ بے بھانجی خور۔ اچھا آیا۔

۱۔ حضور انکو تو سودا ہو گیا ہی۔ گرمی کے دن آئے اور ان کے  
سر پر شیخ سدو سوار ہوئے کھنے لگے گوشت نہ کھائے پھر  
کھائیں کیا بُرے کا سر۔ آپ تو گھانس کھائے ہیں۔

۲۔ پیر و مرشد یہ ایسی ہی بے ٹھکانے بات یک دیا کرتے ہیں  
جسکا سر نہ پیر ایک عالم گوشت چکھتا ہی۔ انکے یہاں عافیت ہی  
نواب گوشت نہ کھائیں تو پھر کیا بھوسا کھائیں سانی کھائیں  
میسلا کھائیں چھپر کا چھوس کھائیں۔

۳۔ اجی انکی نصیحت کھلوائے۔ قطرب کی علامت پانی جاتی ہے  
حضور گوشت کبھی نہ چھوڑے گا۔ یہ بڑی نعمت ہی۔

۴۔ میان کیسی باتیں کرتے ہو۔ حضور چھوڑیں بھی تو کین چھوٹ  
سکتا ہے۔ رئیسوں سے گوشت بغیر ایک قلمہ تو کھایا بجائے نہ کہ

ترک کرنا۔ اور انکی نہ کیسے۔ یہ تو دیوائے مشہور ہی ہیں۔

پائیں تو بکرے کا بکرہ چکھ جائیں اور دکار تک نہ لیں۔ مگر  
نصیحت کرنے میں اندھی ہیں۔ ابکو قسم ہے جو آج سے گوشت  
کھائیے۔ گوشت کھاؤ تو مردار حرام۔ سور۔ کوبہ پیش پاو۔

بس رہ گئے۔

کوئی بات چیت ہی نہ تھی تو عمر بھر کبھی چوٹھا نہیں چوٹکا۔ باب  
دادا کا حال نہیں معلوم کون تھے۔ کون نہیں تھے۔ وہ میلان  
تو یہ کہنے آپ کو اپنے باب دادا کا حال ہی نہیں معلوم۔ لایعلی  
تو بندہ نواز آپ کی عالی خاندانی کی قلعی کھل گئی۔ بس بس  
اب آپ اس دربار کے لائق نہیں۔ نواب صاحب نے  
مسکرا کر کہا۔ اے میان خوبی تمکو اپنی زبان سے بھی سنائیں  
یہ تم بک کیا گئے۔ کوئی اپنے باب دادا کو بھی نہیں جانتا وہ  
پاگل ساٹھ برس کا ہوا آدمیت نہ آئی سٹھیا گیا ہی۔ میان آزاد

نے پوچھا کیوں میان صاحب آپ پٹھان ہیں یا شیخ۔ جی میں  
تو ہندوستانی ہوں۔ این ایہ بھی کیا خوب اسے بھی مسلمان  
ہو یا کافر صاحب پیدا کمان ہوے۔ ہندوستان کین ج میں پھر  
اس سے کیا واسطہ۔ اگر اصل بل کے بیچ میں پیدا ہونے تو کیا  
لوگوں کے بیچ میں گھوٹے کھلاتے۔ اس معاملہ کے بیچ میں انصاف تو  
کیجیے۔ پھر ایک فریادیںی قہقہہ پڑا۔ اور حاضرین لوٹنے لگے۔

اب سنئے کہ ایک اور مسخرہ دلہ آئے۔ حضور کو حجاز۔ اخاہ میر  
مذاق ہیں آئے شفق کیسے کوئی تازہ خبر۔ تازہ خبر یہ ہی کہ آج سے

ایجنائب تارک اللحم ہو گئے۔ گوشت اب نہ چھوئیں گے نباتات  
پردانت لگائیں گے۔ کیوں کیوں خیر باشد۔ یہ کیا بد پر میریان

ہیں۔ کیا باورچی نے گوشت نہیں دیا۔ غفور۔ حضور۔ محمد کو  
بلاؤ۔ محمد آیا۔ آداب بجالایا۔ کیوں جی تم سے تو ہم نے کدیا ہے

کہ سب کو ایک آنکھ سے دیکھا کرو (اتفاق سے میان محمد و  
واحد العین تھے) حضور غلام سب کو اسی ایک آنکھ سے دیکھتا ہی چھوٹ

کہتا ہوتا یہ (کافی نو دکھا کر) آنکھ اپنے بائیں ہاتھ کی چھٹکی سے  
پھوڑا دیئے (بائیں ہاتھ کی چھٹکی نواب صاحب کی نازک تھی)

اسپر نواب صاحب ہنس پڑے۔ آنکا ہنستا تھا کہ مصاحبوں

مجھے معلوم تھے مجھے کہ جو بے غنیمت ہو گا وہ ان میں سے  
 اُن سے کل داستان نہیں بیان کی۔ چوہدری مکان پر گیا اور کہا کہ  
 نواب صاحب نے آپ کو یاد کیا ہے جیسے کسی بڑے عالم سے بحث ہوگی  
 مولانا۔ السلام علیکم۔ حضور نے آج یاد فرمایا ہے؟ نہ ہے نصیب  
 نواب۔ وعلیک السلام۔ آپ کو اسوجہ سے تکلیف دی کہ  
 میرا قرۃ العین بخت جگر نور بھڑنا راض ہو کر چلا گیا مگر منطقی آدمی  
 سرار ضلّی سے واقف۔ علم مناظرہ میں طاق۔ پابند روزہ و نماز  
 آپ بحث کیجئے اور معقول کر کے لے آئے۔

مولانا۔ انشاء اللہ۔ والدین کا براحق ہوتا ہے وہ کیسے  
 نادان آدمی ہیں کہ والد سے خفا ہو گئے مقام استعجاب ہے۔  
 خوجی۔ مولانا صاحب۔ وہ بیٹے۔ مگر خوش تمیز۔ عارف زاہد  
 عصمت کوش۔ متقی۔ منشرع۔ منطقی۔ فلسفی۔ بیات دان  
 عربی خوان۔

میر صاحب۔ کیا صفت شکن کا نام مولانا صاحب نے سُنا ہوگا  
 وہ تو رعم دشام تک مشہور تھے قبلہ حقیقت حال یوں ہے کہ سرکار  
 کا بیٹا صفت شکن کل کا بکسٹ اُڑ گیا۔ اب تجویز یہ ہوئی ہے کہ ایک  
 ساندنی سوار جائے اور سمجھا اُچھا کرے آئے مگر شربان بھڑنا  
 ہی۔ لاکھ صحبت یافتہ ہو تو کیا لہذا آپ بلالے گئے کہ ساندنی پر  
 سوار ہو جیے اور اُن کو بلطائف اُچھیل بلالے۔

مولانا۔ درست۔ آپ سب کے سب نشے میں تو نہیں ہیں۔  
 ہوش کی باتیں کیجئے۔ خود مسخرف بنے ہو یا مجھے مسخرف بناتے ہو  
 بیٹر منطقی کیسلا حولی ولاقوۃ۔ آپ نے مجھے بھی کوئی نقل محفل سنایا  
 ہے اور سینے بڑا اُڑ گیا اُسکو سمجھا اُچھا کر لاؤ۔ وہ بھی کوئی مولوی  
 یا آدمی ہے صفت شکن؟ کون روٹی سر کی تھی۔ ستغفر اللہ ستغفر اللہ  
 اچھے گاؤ دیوں کا مجمع ہے بندہ رخصت ہوتا ہی۔

نواب۔ یکس کوڑھ منہ کو لائے تھے۔ خاصہ جا بگلو ہے۔  
 آزاد۔ اچھا حضور بھی کیا یاد کرینگے کہ اس اتنے بڑے دربار میں  
 ایک بھی منطقی نہ نکلا سے اب غلام نے پیر اٹھایا کہ جادو نکلا اور  
 لاؤنگا۔ ایک تو ساندنی دیتیجئے باورفتار اور دودن کی غرارت کیجئے  
 اور ایک خطابہ دستخط مبارک سے لکھ دیجئے۔ تیسرے دن غلام  
 مع صفت شکن خان بہادر کے دیوڑھی پر موجود ہونو تو موحیین  
 منڈوا ڈالیے۔

نواب۔ اچھا آپ جائے اور لیس ہو کر آئے۔ میں یہاں بندہ  
 کیے دیتا ہوں۔ مگر ابھی آئے۔ دیر نہ ہونے پائے۔ اتنا خیال ہے  
 میان آزاد گھر گئے تو اور مصاحبوں میں کھڑی پکے لگی۔ یاد رہے  
 تو بازی حیت لے گیا۔ بالا اسی کے ہاتھ رہا۔ اور جو ہمیں شکن  
 کو لے آیا تو پھر ہم سب پر شیر ہو جائے گا۔ پھر آزادی آزاد چوڑھ  
 نظر آئیں گے ہم کو آپ کو کوئی نہ پوچھے گا۔ اسکی فکر ضرور کیجئے۔  
 خوجی۔ حضور جان بخشی ہو تو عرض کروں۔

نواب۔ کہئے نہ یہ جان بخشی کا کون موقع ہے۔ کوئی عمدہ صلاح  
 بتائے۔ کوئی معقول تدبیر نکالے۔

خوجی۔ حضور میان آزاد ابھی دودن سے اس دربار میں آئے ہیں  
 اُنکا اعتبار کیا۔ خدا جانے اُچکے ہیں۔ اُٹھائی گئے ہیں۔ چور ہیں۔  
 گرہ کٹ ہیں۔ کوئی کیا جانے۔ اور جو ساندنی ہی لے کر  
 رفوچکر ہوں تو پھر کوئی کمان اُنکا پتہ لگا تا پھرے۔ انصاف سے  
 کیے گا کہ ایک خانہ برباد خانہ بدوش آدمی کا ٹھکانا کیا۔ اور وہ  
 کچھ بید مچا ہے کہ پھر واپس آئے گا۔

مصاحب۔ ہاں خداوند کہتے تو بیچ ہیں۔  
 رفیق۔ پیر و مرشد سڑی ہو تو کیا ہوا مگر کتابت کی ہے۔  
 میر صاحب۔ یہ فوجی صورت ہی سے ایسے معلوم ہوتے تھے مگر

اُسے دن کے وقت دایہ تک نہ پھرا حضور کے قہر سے ہوندا ہو گیا  
مگر میں تاو گیا کہ پابند صوم و صلوٰۃ ہو۔

خوجی۔ جل جلالہ۔ جل جلالہ۔ کیا شان کبریائی ہو۔ خداوند اب  
میں حضور سے کتا ہوں کہ دس پانچ دفعہ میں نے انیم بھی پلا دی  
و اَللّٰہُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ بِاَمْرِکَ الَّذِیْ لَا یُخْفِیْ عَلَیْکَ شَیْءٌ اَنْ تَجْعَلَ لَیْلِیْ  
لَال دُور سے تو پڑ گئے تھے۔

میر صاحب۔ پیرو مرشد یقین جانے پچھلے پر سے سو کا ذبک  
حق حق کی آواز کا بستا آیا کرتی تھی غفور تم کو بھی تو ہم نے کئی بار  
جگا کر سنا یا تھا کہ صف شکن یا خدا میں مصروف ہیں۔  
غفور۔ ہاں میان پچھلے سے حق کیا کرتے تھے اور اکثر  
دیکھا تھا کہ سجدہ کر رہے ہیں۔

خوجی۔ جل جلالہ۔ جل جلالہ۔ واہ میان صف شکن علی شاہ۔  
نواب۔ بھی ہم نے اسے بچا نا ہی نہیں۔

افسوس کہ عمرت و ہشیار ہی بیستہ اور اکہ خیال خلیستین داری نیست  
اُف اُن بھی کوئی پنکھا جھلنا۔

مصباحین۔ (غل جچا کر) پنکھا لاؤ۔ جلدی۔ سامنے کھڑے ہو کر چلو

نواب۔ ایتیم جو میں جانتی کہ بیت کیے دکھ ہوئے  
انگڑ ڈھونڈھو رہی تھی کہ بیت کرے نا کوئے

خوجی۔ (پینک سے چونک کر) ہاں ذری اوپے سروں میں۔ واہ  
استاد چھیرے جا۔ ہوت تو میان شوری کی روح پھونک گئی ہوگی۔

نواب۔ چپنا مقول۔ کوئی ہو۔ انکو بیان سے ملاؤ۔ یہ ریسونکی  
صعبت کے قابل نہیں۔ مجھ کو بھی کوئی گویا مقرر کیا ہی۔ بیان تو جی

جلتا ہے اور اندر ہی اندر جھپک رہا ہوں اُنکے نزدیک تو لی ہو رہی  
ہی کہنے لگے اوپے سروں میں میان شوری یاد آتے ہیں۔ تم ایسے

مفت خرون کو کسی کے درد کو سے کیا سوکار۔ تم کو تو کچھ تیروں سے

مطلب ہوا دین۔ خبری ہو کر پکے۔ مرنے والا ہو چکا ہے۔ کوئی  
کھائے دل بھلائے کپڑے پچھے گھر کو آئے۔

خوجی۔ خداوند غلام تو اس دم اپنے آپے میں نہیں۔ ہاے  
صف شکن کی کابک خالی ہو اور میں اپنے ہوش و حواس سے  
پوکس رہوں۔ میرا معشوق نظر سے غائب ہو تو طبیعت کیونکر حاضر ہو  
حضور نے اس وقت مجھ پر کیا۔ افسوس ہاے افسوس۔ اے  
یار و صف شکن کو کہ میں سے تو ڈھونڈھ لاؤ کوئی تو پتا لگاؤ چور  
گیدی سے خدا سمجھ۔

نواب۔ شاہ باش۔ خوجی شاہ باش۔ ہوت طبیعت بہت ہی  
خوش ہو گئی۔ بیشک تم تک حلال تھا ہے باپ دادا تک حلال  
ارے بھی ساندنی سوار دوڑائے گئے یا نہیں۔

مصاحب۔ شجاعت علی سے کہو بھی ساندنی تیار ہو۔ اور  
بچکو سی چکر لگائے۔ جان صف شکن ملین انکو سمجھا بھلا کرے ہی آئے۔

شجاعت۔ جاتا تو ہوں مگر وہ تو منطق پڑھے ہیں میری کیا سینگ  
کوئی مولوی بھی تو ساتھ بھیجیے اُسے بچے گا کون۔ غلام تو کچھ اونٹ ہی  
چلا نا خوب جانتا ہی۔ اُسے دلیل کون کرے بھلا۔

خوجی۔ خداوند قربان جاؤں۔ انیم چاند و مدک چرس کی بحث  
ہو تو بندہ درگاہ کو بھڑا دیجیے گرد ہاں تو حقانی بابتیں ہو گئی ہیں  
ایجناب کو واجب ہی واجب دھل ہے پھر دھل در معقولات دیکر  
اُتو بہن مفت میں۔

میان آزاد۔ پیرو مرشد۔ بانک بنوٹ لکڑی پٹے کا چرچا ہوتا تو  
بندہ بھی لہو اسوت کر عین موقع واردات پر جاؤں تا اور چکے  
پر چرکا نشتر پر نشتر لگاتا۔ مگر منطق کی بحث کچھ خالصی کا گھر تو نہیں  
کسی بخاوری مولانا کو بلوایے۔

مصاحبون نے ایک مولانا صاحب کو تجویز مولانا بچا کرے

اُون - اُون - این باہ کیا ۹ جی کاے دیو کی اندر۔  
 اشارہ اللہ - انہی قطع اور زلی وضع کے علاوہ خوش محو بھی کتنے  
 برے ہیں - اس گلے پر نڈیاں اور چوہے نثار - یہ بڈیلوں اور چوہوں  
 کی خصوصیت کی تھی - کتنے کیوں نہ مرنے کر دیے - واہ واہ بڈیاں  
 اور چوہے تو کھیت کے کھیت ستیا ناس کر جاتے ہیں اور کتنے  
 رات بھر جو کی پرہ دیا کرتے ہیں - انھوں نے اتے ہی وہ دانہ چائی  
 کہ ساری محفل لوٹ گئی - اشارہ اللہ خوش تقای نہیں خوش اد بھی  
 مین المم زدنو - راجہ اندر نے حکم دیا کہ میری پرلیون کو بلاؤ اور کو  
 اپنا پنا جو برد کھاؤ - پردہ بڑ گیا - اب تماشا کی رنگس کی طرح  
 دیدہ حیران ہیں کہ کہیں پردہ اٹھے - زبان حال سے پکار رہے  
 ہیں کہ - ۷

کیسا حجاب کسکی حیا اور کہاں کی شرم	
پرے سے ہاتھ ہاتھ سے پردہ اٹھائیے	
اتنے میں	پل مارنے کی ہوئی جو دیری
	سبحان اللہ شان تیری

یہ پردہ ہلا - وہ اٹھا - جل جلالہ - ہم نواز - اُہو ہو ہو - کیا پیاری پائی  
 صورت نظر آئی - کیا شان کبریا کی - چم چم چم چم - وہ برق دم  
 وہ غم دھم کہ زہاد صد ساد بھی آئے فقیر کا اللہ امن الخالقین پڑھیں  
 کیوں نہیں قدرت حق کا نمونہ ہی یا بایتن استجاب تھا کہ یہ باد باری  
 ہی - یا پھر ج پری کی سواری ہی - یہ انسان جو یا بچ مچ کی پری  
 آؤزا اور بھی شان دلبری - ۸

اس طراقتے سے حتی وہ مہ پاؤ	کہ پھلتا تھا پائے نظارہ
بے تابان جہل غلشن نور	صبح رخسار روکش رُخ حور

محفل راجہ مین پھر ج پری آتی ہی	
سائے مشوق کی سرتاج پری آتی ہی	

کہ میری آنتنی کی کچھ نہ چھو - یہ بے پرگی پرلیون گومات کرتی ہو بان  
 سے ایک طرارہ بھرا تو پھر منزل میں کھٹ سے آن موجود - اُہو ہو ہو  
 کیا مقام مینو سوا ہی - اتنی یہ زمین ہی یا بہشت شداد ہی - یہ رنگین  
 و دانے مین یا باب گلستان - یا ابواب الجنان - اہا ہا آج معجرات  
 ہو مشتری کی کرامات ہی - رد زائیدہ پر اسکو تقدم بالزمان ہو سعدا کبر  
 مشہور جہان ہی - سیلاے شب کا کل پریشان - نوع و سان جہنست  
 وغر فخران - اُدھر چشمہ سار کی روانی - ادھر حطرب کی طغیانی -  
 تماشا کی جوق جوق ڈٹ رہے تھے - ٹکٹ ٹکٹ کھٹکٹ بت رہے تھے  
 اتنے میں کھنٹی ٹپی - اور محفل دُھن کی طرح سچی سانے پردہ رنگاراد پر  
 کُسا اور دامن کوہ مین سبزہ زار ادھر ادھر اشجار پر بار عقل دنگ  
 ہو کہ اتنی یہ پردہ ہی یا کھا رخاؤ ار رنگ ہی - وہ گل بوٹے کہ واہ جی واہ  
 وہ نقش دنگار کہ سبحان اللہ - تماشا کی پرانے رسیا تار گئے کہ  
 کوئی معشوق ہی اس پردہ رنگاری مین ہاتے مین پردہ اٹھا - تو  
 آنکھ جھپک گئی - وہ چکا چوند کا عالم کہ نظر کا بون بھسلا جاتا تھا -  
 راجہ اندر تخت جواہر نگار پر تیری شان اور بان سے ممکن ہیں تخت  
 فیروز تخت کو کچھ کج حیرت تھی کہ یا العجب - جواہر نین کی دکان ہی -  
 یا تخت ردان - تاج مظل کے گوہر شاہوار انشان جبین خوبان  
 یغائی - او - عکس پوا قیت ابدار نور مہ در بانی - بزائی اور خودنائی  
 حیرت سے عیان - شان کشور کشائی بشرے سے نمایان - ۹

بالائے سرش زہوشمندی	می تافت ستارہ بلندی
بھر تو ہر در و دیوار سے چمن چمن چم چم کی آواز آنے لگی - اور محفل بھر	کھلکھلانے لگی - ایک ولی غلمان نظرنے عجب دلے دبیز سے
چک چک کر گانا شروع کیا اور دُھولے نے گت کا جانا شروع کیا	

سبحا مین دوستواندہ کی آسا آمد ہی	
پری جہان کے افسر کی آمد آمد ہی	



بات کہی ٹھکانے کی۔ اسی دن ایسے آزاد کا ٹھکانا کیا۔ ساندنی کے کوڑے کرے اور اپنی راہ لے۔

مسیتا بنگ - ہم تو حضور کو صلاح نہ دینگے کہ میان آزاد کو ساندنی دیجیے اور راہ خدا پر چھوڑے جو حکم سے خالی نہیں۔

نواب - چلو بس بہت نہ بکو۔ تم اٹھائی گئے مفت خوئے ہونہ سب کو اپنا ہی سیانہ سمجھتے ہو۔ آزاد کی جوتوں کسے دیتی ہو کہ وہ وزارت کے قابل ہو۔ تم میں سے کوئی اسکی جوتی کی پھٹ پھٹ کو نہیں پونچتا اور فرض کر دو کہ ساندنی جاتی ہی رہے تو کیا میں بھی کوئی نمکڑا گدا ہوں کہ ساندنی کے کھونے سے مجھے بھیک مانگنے کی نوبت آئیگی اور ہزار بات کی ایک بات تو یہ ہو کہ صنف شکن پر سے لاکھون صدقے میں ساندنی کس میں ہے۔

پریون کا دنگل (مبئی کے پارسیوں کا تماشہ)

ہمارے سیلانی جوان - رنگیلے پہلوان - ظریفون کی جان زندہ دلوں کی روح روان میان آزاد نے ساندنی پر کاٹھی کسی اور بھوے بھالے دیوانے متوالے نواب سے رخصت ہوئے پیر و مشر رخصت خدا حافظ وناصر ہے میان آزاد۔

بر سفر رفتنت مبارکباد بر سلامت روی و باز آئی خوشی - فی امان اللہ میان آزاد حسب طرح پڑا اٹھا کر جاتے ہیں خدا اگر اسی طرح سرخ رو آئیں۔

میر صاحب - ذری ساندنی سے جو کس رہے گا ہاں ایسا نوک م - چور جاتے رہے کہ اندھیاری کا ایسا نقشہ ہو۔

آزاد - خداوند رخصت - مجرا عرض ہو - غلام کے حق میں دعا خیر دیجیے۔

نواب - خدا حافظ وناصر ہے اور میر اتور دنگٹا رو نگٹا دعا دے رہا ہے۔ لے بسم اللہ کیجیے۔

میان آزاد نے پشت پھیری مٹی کر لے میں بت سے چھٹک پڑی۔ ہات ترے کی ناک کا ٹون ہے پڑو کا کھفت نے دھیان ذری جو تابدل ڈالو اور یہ گلوری کھا لو۔ میان آزاد پھر سب سے رخصت ہوئے۔ فی امان اللہ۔ خدا حافظ اللہ کو سپنا۔ مگر ساندنی کی خیر نہیں نظر آتی۔ بی مبارک قدم بوڑھی اور اما اسیلون نے پھٹ پٹ بلائیں میں اور دعائیں دین۔

الغرض میان آزاد ساندنی پر سوار ہو کر ہوا ہوئے۔ یہ جادہ جا تھوڑی ہی دیر میں نظر سے اوجھل۔ بانکا صندی عمامہ بر سر اور جامہ پہلوانی دربر شتر بے ہار زیران - مصر تک دسک غنان گھونگر وچھن چھن بوتے جاتے ہیں۔ کاٹھی پر قمری زردین پوش اور کار کمریزی گوٹ سے اونٹنی کا جوہن دو بالا ہو گیا چلتے چلتے ایک بھانک پر بڑا مبا چوڑا اشتہار دیکھ کر ٹھٹھک رہے پڑھا تو باجھین کھل گئیں۔

بڑے بڑے کھیل اور بڑے بڑے تماشے

آؤ کھلاڑی آؤ (پریون کے پون دیکھ جاؤ۔ مبئی کے پارسی لکھنؤ چھتر منزل میں اندر سجھا کا وہ تماشہ دکھاتے ہیں کہ اس فن کے مہتر تک وجد میں آتے ہیں۔ وہ پیاری پیاری صورتیں مٹی کی صورتیں دکھائیں کہ ناظرین دنگ ہو جائیں۔ درجہ بندی تو ضرور ہے۔ پھر جیسا گڑ ڈالو گے ویسا مزہ پاؤ گے۔ مگر دیکھیں گے سب براے خدا آؤ آؤ اور ضرور کوڑنے پھٹاؤ گے۔

آزاد تو سیر سپاٹے پر ادھار کھائے ہی ہوئے تھے جھٹ ساندنی کو لکھنؤ کے رخ سبک پور کیا جہاں تماشہ ہونے کو تھا۔ ساندنی ہلاکی باورفتار ہوشکار دعا پسند و سر بلند۔ گردن اٹھائے دم دباے بیلانی اور شتر غمزدہ دکھائی شہ گام جانے لگی۔ اور دنگ لکھنؤ کے پہل پر کچی دو گھڑی میں داخل۔ میان آزاد کا دماغ فلک افلاک

جان بھین۔ مگر سبز پری سائے عشقون کی سرتاج تھی۔	مترضی سبز پری کا شہزادہ کلفام کو خواب ناز میں دیکھنا اوصاف
پارسیوں کا عجیب و غریب متاشا	خسار شہزادہ بھین سیکنا۔ انگوٹھی کا بدلتا۔ اور
میان آزاد پھر آپ جانیے ترنگی آدمی۔ پرے سرے کے سیلابی بلا کے رکھنے۔ غضب سے چھیل چھیلے مٹی کے پارسیوں کا متاشا دیکھا تو لوٹ ہو گئے پیاری پیاری ادائیں آنکھوں میں کھپ گئیں دوسرے دن ساندلی کو امی کے پیڑ میں باندھ گھڑی بھجی بھینارن کو سوپ بھاٹے کی گھی پر سوار ہو کر چھتر نزل ہوئے پچھلے گٹ سے چھپ درجہ اول میں داخل بگھیاں کھر کھراتی ہوئی چلی آتی ہیں فنش آئی اور شہزادے اُتے۔ نواب زادے آئے۔ یورپین جینٹلمین اور عائدہ و ساء اور عوام جوق جوق اُٹھے چلے آتے ہیں۔ ادھر ٹھن سے نوبے اُدھر دن سے تماشے شروع ہوئے۔ پہلے چھیل بٹا اور موہنا رانی کا دلچسپ قصہ شروع ہوا۔ موہنا وہ پری تھم کامنی کہ شیخ و شاب تک کا بے اختیار پیار کرنے کو جی چاہے۔ چاہ زرخدان وہ جو کونین جھکائے وہ چلبلاہٹ وہ اچپلاہٹ۔ وہ سجاوٹ۔ وہ لگاوٹ۔ وہ بناوٹ کہ ایک ایک ادا پر انسان غش غش کرے۔ یوسف مصری بھی دیکھے تو غش کرے خامری اکھڑ دیاں ریسے نینان۔ نیکی۔ گلزار حاضر جو اب طرار شوخ و شنگ گلزنک۔ رشک پری رخان فرنگ۔ فرط متی میں خیال ناموس نہ پاس تنگ۔ ملاؤں رنگین خط خال کی سی مستانہ جال خرام ناز سے دل عشاق بالال۔ ۵	فروغ عشق سے چلنا۔ کالے دیو کو سکی تلاش میں بھیجا۔ اور شہزاد کا مع پلنگ آنا اور سبز پری کا شانہ بیکر کر لانا اور خواب سے جگانا شہزادے کا بیدار ہو کر نظر حیرت سے چوہرہ دیکھنا۔ سبز پری کا امر شہزادے کا انکار۔ پھر سبز پری کے ساتھ اندر کے اکھاٹے میں جانا اور رطف اُتانا اس خوبی و خوشی سلوبی سے ادا کیا کہ ہر سمت شور تھمیں بلند تھا۔ ہر تاشائی فہم و خرسند تھا۔ سبز پری نے راجہ اندر کی سبھامین پرچ کی دھن میں (موری انگیان پھر کرن لاگین ہے) اس ٹھری کو نکایا۔ اور راجہ کو بٹھایا۔ اتنے میں لال دیو چنل خورے چغلی کھائی۔ اور کلفام کی شامت آئی اور سزایا۔ سبز پری با دیدہ مطوح و سبہ مجروح جو گن بن کے (شہزادے کو ڈھونڈھن چلیں) ہاتھ میں سمرن دبائے منہ پر بھوت رائے سر پانڈ و اجائے گردن میں سیلیان پڑی ہوئی درو دیوار سے آنکھیں لڑی ہوئی ہٹ چھٹکا کر بھیس بنا کر شہزادے کو ڈھونڈھن چلیاں (اُت رہی لگاوٹ اور راہ رسی بناوٹ نقل کو اصل کر دکھایا محفل بھر کو زار زار اُٹلایا۔ اس جو گن بن پرادر ہی عالم تھا شہزادہ راجہ اندر کو خبر ہوئی کہ ایک جو گن بن بن متوائے کی طرح گوم رہی ہو انھوں نے طلب کیا اور محفوظ ہو کر ان دیا۔ کلفام اور سبز پری کا وصل ہونا یہ سما قابل دید بلکہ دید نہ شیند ہی اور حیرت سب پریا ملکر مبارکباد کا مین ہوت تو ہی معلوم ہوتا تھا کہ راک اور رگنی ہاتھ باندھے سامنے کھڑی ہو۔ پروں کی چاکر باوکی تھپک اور پازیب کی چھک اور نیلی ہری دال پوشاک کی جھلک اور پلے کی لنگ ستم ڈھاتی تھی۔ ہر سمت سے مددے احسنت آتی تھی الغرض چھیل بل ناچنے کا نہ تھک کرتا نہ مین سب پریاں
چہ گردن کشتہ اوتساع کا نور نباید گردش راداشتن دوست صراحی تا نظر گردش بگردن موندہ موج رنگ پان زسینہ خوشا آئینہ بے رنگ ناز بلورین دستہ فوارہ نور کہ خون عالمی برگردن اوست سرش فرسودا زبس سجدہ گردن برنگ موج سے درآ بگینہ کزوشد طوطی طبع سخن گو	

<p>ابو بسم اللہ سورہ نور یا پیش طاق منظر سورہ زلف سیاہ کے خوب کافون میں درخشاں آب - جیسے اندھیری رات میں ایک شبنم وہ جزاؤں پر زیب ملائیک نظر فریب - ۵</p>	<p>چمچ چمچ چمچ چمچ - ہاں گت چلی جائے گت - پھر پردہ بڑ گیا - دیکھیں اب کی کس کا جھکڑا نظر اتاری کس برق و شمع رو کا حسن گلوں سور خرمین دل کو جلاتا ہی - کھٹ سے جواب مرتفع ہوا - چماچ چم کرتی ہوئی نیلم پری آئی - پس معصوم صدر نے جسے یہ نورانی صورت بنائی - ۵</p>
<p>خشمگین برق خرمین دل و جان غیرت چشمہ حیات و دہن سرد و جھپٹا رہا قامت ہی نشہ بادۂ شباب میں چور شور خلیاں برق خرمین ہوش عکس نور عذار جلوہ فرخشاں</p>	<p>سبحا میں آمد نیلم پری ہے سرا سر وہ نراکت بکھری ہے نہ دیکھا ہو گا ناچ ایسا کسی نے ابلا ہی سحر ہے جادو گری ہے</p>
<p>پھر دیکھے پیرا دردمین غائب - یا منظر عجائب - لال پری چمکتی ہے اور سرخ سرخ پوشاک دکتی ہے -</p>	<p>سبحا میں لال پری کی سواری آتی ہے جمانے رنگ اب اندر کی بیاری آتی ہے</p>
<p>خوش و کشمیدی غم ابرے دوتا کری چہرہ تاب مہر تیغ تھارا جب اس ٹھٹھے سے سبز پری آئی اور سوہنی کی دھن میں انا کی غزل گائی تو درد و وارنے یہ صد اسنائی - ۵</p>	<p>پھر پردہ بڑ گیا - اب کی تو کچھ ٹھاٹھ ہی رلے ہیں - پردہ بھی فروستی سے جھوم رہا ہی - اور اندر کے اکھاٹے کو بار بار چوم رہا ہی اتنی یہ کس مست مہرباے نازت طنازی آمد آمد ہی - کہ کشا حین جھومتی ہیں نا لبیل و مستانہ خرابی خبر ہے - اب کی تو تھکا سا منا ہی - ابھی سے دل دھکاک دھکاک کرنے لگا - پس پردہ رنگا میں کوئی ترک زین کمر تنگ فریدی</p>
<p>تو بدین جلال غنی سوطور گدھرامی ارنی بگودیاں کس بگفت من تری لب سرخ پر سبز پوشاک ہری - بقول استاد - چہرے میں زہر سے سوا جلوہ گری فیونے سے خوش رنگ اور کھری - اب گوہر سے منہ دھوئے بھے بال بال موتی پرے ہوئے وہ چمک دک کہ الامان - وہ شوخی کہ الحفیظ - وہ تہر آؤد نظر غلط انداز کہ الحدیث کا رنگ ایسا جاما اور وہ سان بندھا کہ دہا جی واہ - وہ ناک آؤدنی وہ لحن داؤدی وہ صورت بار بیدی کا وہ ہوبوہو - ذرا سکر دیا تو بھی بول اٹھے کہ بابا این قسم نازست - نظامی گنجوی نے تربت سے آواز دی کہ - دکان شکر فروش بازست - ناچنا شروع کیا تو دل عشاق یا مال ہو گیا - شجر عاشقی نہال ہو گیا - ۵</p>	<p>بجز دل نوازیہ کی امید نہ رہو شرم صدائے آمد آمدی بردار دل امیدینا وہ پردہ اٹھا اور نور کا بکا نظر آیا جیسے دامن دیکے یا بجلی چمکے - اتنی یہ نور کی سواری ہی یا خاتون حسن کا ہنٹولا ہی - نہیں نہیں میان یہ پھر پری کا آرن کھٹولا ہی - جل جلا کہ جل جلا کہ اتنی یہ طوطی زردین بر در بل ہی - یا عاؤس رنگین خط و حال ہی یا بت جادو جلاں ہی قیامت کی چھب تھری چال دھال ہی - اکھڑ دیاں لگاؤ باز مرست غنی و غفل گور گور اکھڑا چاند کا ٹکڑا غالیو - توس ابور نازک خرام - گلام وہ سبک روی - خٹاکہ نیم نور دی چہرہ شال غلام ناز و غم</p>
<p>زرق و برق پوشی مدہ زیناک فی شمع لوگنی دریا پس خرمینا شمع نغمہ روح خرام</p>	<p>گور گور اکھڑا چاند کا ٹکڑا غالیو - توس ابور نازک خرام - گلام وہ سبک روی - خٹاکہ نیم نور دی چہرہ شال غلام ناز و غم</p>

یا علی مردے۔ مرتضیٰ علی مردے۔ ایک دفعہ ہی تنکے چنے لگا  
اور رگ بیان کو چرسے چاک کر ڈالا۔

ضعیفہ۔ لوگو دوڑو سر پیٹ کر (ارے لوگو دوڑو اچھائی نیکی  
ہو میری شربس کی کمائی لٹی جاتی ہے۔ میرے لال مجھے چوڑے  
کمان جا نیگا۔ ارے تو تو پوڑ دن کا ریس ہے۔ ہی ہن مین تھے  
کون بھلا نیگا یہ بھٹا اٹھنا پانی کون بلائے گا۔ یہ جلتی بلی نسل  
یہ گرما گرم لون۔ یہ چلی لاتی دھوپ کہ ہرن کالا ہو جائے۔ مجھ نصیبون  
جلی کو موت بھی بھولی گئی اسے نادان وہ راجا تو پر جا۔ بکارا جھونج  
کجا گنگا تیلی۔ آدمی آدمی انتر کوئی سیر کوئی نکند۔ وہ بت موش  
تو رند سبوش۔ وہ شوخ عیار۔ تو نا کردہ کار۔ وہ بلاے جان  
تو نادان وہ اپنے حسن و جمال پر مغرور۔ تو شراب عاشقی کے نشے  
میں جو رہ۔ وہ راجہ کی رانی مہارانی۔ تو زمین گیر کو سے پریشانی  
وہ نازک اندام و گلفام۔ تو نامراد و ناکام۔ وہ گلزار جانا نہ  
تو نام پر دیوانہ۔ یتر اسکا سامنا۔ مٹھی میں ہوا کا تھا منہ۔ لکی  
چاہ نے اچھے اچھے شہزادوں کو کونین جھنکائے۔ تو اوڑھ کو  
پائے۔ نادان نہ بن اسکا نہ نام لے۔ بات ان عقل سے کام  
اسکا مکان پرستان۔ تیرا جھوڑا کلبہ افران۔ تیرے سے  
سیکڑوں سودائی اُسکے در پر پٹو کر بن کھاتے ہیں۔ مگر اُس کی  
گلبدن سہیلیوں کی چھانڈہ مینن پاتے ہیں۔ بیٹا اس خیال خام  
در گذر و اور میری ضعیفی پر نظر ڈالو ایسی سنانی پھر نہ سنا نا تھا کہ  
ابا کو خدا بخشے مرنے وقت مجھے تھکے سپرد کر گئے۔ اب مجھے  
اس بڑھوتی وقت کمان چھوڑ جائے گا۔

چھیل بٹاؤ۔ امان۔ اُنھیں کی روح پاک کی قسم۔ اب بن جا  
زیست محال اور زندگی وبال ہے۔ اری موہنا پیاری مین مدد  
ایک جھلک تو دکھائے۔

ضعیفہ جب سمجھاتے سمجھاتے ہار گئی تو تھک کر پروس کی بیٹ لڑ  
جوان حسین عورت کو پیک کر بلا لائی۔ وہ برق دیش بجلی کی  
طرح جھپکتی آئی اور بڑا اٹھالیا کہ مین سمجھا بھجا کر پٹی پڑھا کر مد  
جانے دنگی نہ جانے دنگی۔

حسین۔ چھیل چھیل۔ ہائیں اداہ میان یہ آج آپکا حال کیا ہے  
وہ رنگ نہ وہ روض۔ نہ وہ جون۔ وہ شباب نہ وہ آب و تاب چہرے  
پر ہوا یان اڑی ہوئیں۔ بال بھرے گریبان چاکنا من کا پتا  
نہیں انکھریاں لال انگارادادہ اچھا سوانگ ہے۔ اب رنگ  
لالی گھری۔ ہم نے سنا آپ موہنا رانی پر عاشق ہم سے ہن سچ ہے  
حبیبی روح دیسے فرشتے۔ جو شش ہی چرا یا ہے تو پیارے  
ہم کیا برسے ہیں۔

چھیل بٹاؤ۔ پیارا تمھارا کوئی اور ہو گا مین تو پیاری موہنا  
کا پیارا ہون ہاے اس وقت پری خانہ مین سہیلیوں کے ساتھ  
اتھکھیلیاں کر رہی ہو گی۔

حسین۔ (جھڑک کر) بس جائے دیکھ لیا ہم پر رئیس زادوں  
بادشاہ وزیروں کی نظروں پڑتی ہیں۔ تم اپنی موہنا کے پھر مین  
کیا مین چھیل نا چھیل چھیلی کامنی مینن ہوں۔ موہنا کمان کی لسی  
پہنی ہے۔ جو بے جانے بے دیکھے جائے اُس پر پھر گئے۔ اتنی دور  
جانا کیا دل لگی ہے اس سے پروس ہی مین کوئی شغلہ رو عذر ہو گیا  
تو دور کیوں جاؤ۔ کہا نا۔ ہاے ساتھ بیاہ کر لو موہنا کو اپنی  
ایڑی چوٹی پر سے قربان کر دوں۔ میری رگ رگ مین شوخی کوٹ  
کوٹ کر بھری ہے۔

چھیل نے قہر کی نگاہ سے اپنی زبان دلا زار بیاک ہمسائی کو  
دیکھا اور ایک نعرہ مار کر دیان سے چل کھڑا ہوا۔ بن بن جنگل  
کو وہ ہامون مین گھومتا ہوا موہنا رانی کے راج مین پوچھا۔ ایک گوار

اب سنیے کہ یہ جادو جال مشتری فصال رانی راہ جو سنگ راہ پرت  
کے ساتھ کہ جوان رعنا بلند بالا تھا منسوب ہوئی۔ مگر ایک عورت  
دلالت نے کچھ ایسا چیلوا کر دیا اور پڑھ کر وہ افسون پھونکا کہ بے سنگ  
سے اس پری رو کا دل پھر گیا اور ایک جوان فوخیز و طراز۔ سرست  
صہبائے ناز پر جا بٹکے اثر سے ایسی مفتون ہوئی کہ یہ غزل گانے لگی۔

ساقیا بر خیز و درہ جام را	خاک بر سر کن غم ایام را
ساغر سے بر کفم نہ تاز سر	بر کشم این دلق ازرق فام را
گرچہ بدنامی ست نزد عاقلان	مانی خواہیم تنگ و نام را

ادھر چھیل بٹاؤ کو سحر نے وہ بیٹی پڑھائی کہ تیر عشق کیجیے کے پار  
ہوا اور وہ زخم کاری لگا کہ بلبلا اٹھا۔

کس کون میں مجھے لگے اچھا | ولادہ زلف ناز دہر ندیدہ ہوں

ہے

نہ تھا عشق از دید از خیزد	بساکین دولت از فقار خیزد
در آید جلوہ حسن از رہ گوش	از جان آرام بر باید ز دل ہوش

ہاے اس عشق کا بڑا ہونے نہا کی جان شیریں لی جسے مجھ کو بن  
پھر پھر یا جسے دامن کو کونین جھنکائے۔ جسے خسرو پر آفت ڈھائی۔  
چھیل بٹاؤ بھی جوان نازک بدن ستین غنچہ دہن تھا دلمین ٹھان لی  
کہ پیاری موہنا رانی نہ لی تو دم توڑ دنگا۔ زندگی سے منہ موڑ دنگا۔  
شدہ شدہ چھیل بٹاؤ کی بوڑھی مان کو پاس پڑوس کی عورتوں نے  
خبر دی کہ تمہارا لڑکا چل نکلا کسی رانی کے عشق میں دیوانہ ہو رہا ہے  
مان کی محبت افون نے جوش کیا اور ڈھارین مار مار کر مرنے لگی۔  
ہی ہو دنیا میں ایک لڑکا اور اسکا یہ حال! اتنے میں چھیل بٹاؤ بھی  
سر پہ خاک اگوتا۔ رسیان سڑاتا۔ انسان و خیران زار دنا لان۔  
حیران و ششدر بقرار و مضطربانی مان کے پاس گیا و دونوں کا مکالمہ  
سننے کے لائق ہے۔ مان بیٹے جوئے تو درد کریں کہنے لگے۔

چھیل بٹاؤ۔ میری پیاری امان دودھ ہمیں بخش دین  
مہرے میری امان۔ دودھ بخش دو۔ قسم لو جو پھر کچھ مانگوں۔  
ہی ہوا درمہربان سے مادر نامہربان نہ بن جاؤ۔ امان میری تو  
جان پر بنی ہے۔ ہاے عشق کے خچر نے مجھے کھال کر دیا میرا کھانا  
مانو دودھ بخش دو۔ اُٹ۔ اُٹ۔ اے کلچہ لیون اچھل رہا ہے۔  
ضعیفہ۔ میری جان کوئی ایسا نادان ہو جاتا ہے۔ ہلکی ہلکی باتیں  
نہ کرو۔ یہ تو موئے شہدے گزروں کی صحبت میں بیٹھ بیٹھ کچل  
نکلا ہے۔ باپ نہ مائے پیدری بیٹا تیر انداز۔ اچھا نام جگاؤ گے  
شاہ باش برفردار۔ آخرش کچھ منہ سے بول تو کس چڑھائی پر جاؤ  
جو تیر کلن سے جوڑے کھڑے ہو۔ اسے لڑکے جمعہ جمعہ اٹھ دن کی  
پیدائش۔ ذرا ہوش کی باتیں کرو۔

چھیل بٹاؤ۔ امان میں اپنا گلا آپ گھونٹ کر مر جاؤ گا۔ سنگھیا  
کھاؤ گا۔ مگر دودھ بخشو ادنگا۔ ہاے میرا دل تو موہنا نے موہ لیا  
بیا عشق کا بس ہی علاج ہے کہ شربت دیدار نصیب ہو۔ امان خدرا  
دودھ بخشو۔ تو میں اپنی موہنا پیاری موہنا کو ڈھونڈھ کالوں ہاے  
وہ تو میری پتلیوں کی تارہ ہے پری رخسار ہی مہ بارہ ہے موہنا!  
موہنا! موہنا رانی!!! ہاے موہنا و اے موہنا! بار خدا یا  
کسی درد دیوار سے موہنا پیاری کی پیاری صورت دکھا دے  
اسے خضر پہ غصہ راہ ہی بنا دیجیے۔

یہ مکمل چھیل بٹاؤ دیوانہ وار عشق کی ترنگ اور رجنوں کی  
اسنگ میں بعد حسرت مستون کی طرح جھومنے لگا۔ کبھی کھانا  
بھانکا اور پکا راموہنا۔ کبھی اوپر نظر کی اور آواز دی موہنا  
کبھی موہنا موہنا کرتا لوٹ گیا کبھی موہنا کی یاد میں سر دھنے لگا  
ابھی رو دیا ابھی مسکراتے لگا۔ کبھی خاک سر بڑائی۔ کبھی کھانا  
رجنوں کی بددلی ہے۔ یا خشک کشادقت مشکل کشائی ہے



جھیل بٹاؤ سے تو کہہ چا دیا تھا کہ کل فلاں مقام پر ملنا دوڑوں کی آنکھیں ہوئیں چار تول میں آیا پیار۔ یہ تیرنگا غلط انداز کا گھائیں اسکی طبیعت اسبرائل۔ اتنے میں ایک سیلی نے چمک کر کہا ای یہ مردوایان کون ہی۔

موہنا۔ (تک کر) ہائیں! ہائیں! کوئی ہوگا۔ تم کو کیا تم کوئی خدائی فوجدار ہو۔ وہ بیچارہ تو گردن جھکائے دیواستھ میں بیٹھا ہے تم کیون گھرائی جاتی ہو۔

اس کے بعد موہنارانی گردن نیوٹرائے بیش بہا ساری پھر دکائے ہاتھوں میں مہندی لگائے۔ بیٹیان جائے کیسوی لٹ لگائے بوٹی بوٹی پھرتی۔ اینڈٹی۔ اٹھلائی۔ کنوین کے ارد گرد پھرے نیسے لگی۔ سہیلیان پرستان کی پران بنی ہوئیں ساتھ ساتھ گھومتی تھیں کوئی نو عمر اچلا ہٹ کے سبب سے پیش قدمی کرتی تھی۔ کوئی شوخ و شنگ فطرتی سے جھوم رہی تھی کوئی چلبے پن کے ماسے مجھوئوں کو چوم رہی تھی۔ مگر بیاری موہنا نظر غلط انداز سے اپنے عشوق طراز جھیل بٹاؤ کو دیکھتی تھی اور اسی کے رخ آتیش سے آنکھیں سنیکتی تھی اسکا انگلیوں سے دیکھنا قہر ڈھاتا تھا حشر توڑتا تھا۔ ادھر سہیلوں کی آنکھوں کی ادھر اسنے چٹ چٹ بلائیں لے لین جنوں نے سلسلہ جنبانی کی اور اسنے ہاتھ پھیر دیا۔

محفل بھری اسی سان کی طرف نظر تھی۔ اور غلطہ جزاک اند ہر سمت سے بلند تھا کہ واہ رے پارسیو۔ وہ تماشا دکھایا کہ روح فرخاک ہو گئی خصوصاً موہنارانی کی پیاری پیاری صورت خاری انکھریاں میا خستہ پن۔ بلا کا بھین جبین مسین کی افشان اور بھی قیامت بیا کرتی تھی۔ چال تو ایسی مستانہ دیکھی نہ سنی۔ اس ناز واداسے قدم دھرتی تھی کہ اہو ہو ہو۔ اسکی

صنعت بانہ کے مدد سے کہ ایسی ایسی رانیاں بنائیں اور پارسیو کے ہاتھ چومے جنھوں نے یہ نقلین دکھائیں اور چشم فسون پر داز کو قتل عام کی گھاتین سکھائیں۔ انھیں آخر کار جادو کا اثر جاتا رہا اور طلسم ٹوٹا تو راجہ جے سنگھ اور موہنارانی اور جھیل بٹاؤ۔ سب سہیلیان بل بل کر غوب گائیں گرواہ ری موہنا کہ لگا رہی ہی رہی۔

### پارسیوں کا نادر تماشا

میان آزاد کو پارسیوں نے ایسا بھایا اور تماشا ایسا بھایا کہ دوسرے دن ادھر گھڑ پالی نے ٹھن ٹھن اٹھ کا گرجا یا ادھر میرا شیر تماشا دیکھنے آیا۔ پارسیوں نے تماشے کے آخر میں ایک نقل ایسی دکھائی کہ محفل بھر بے اختیار کھلکھلائی۔ پہلے ایک ٹھوچی دھتیا لٹکائے گال بھلائے۔ لال لال گیا مستک گاہ پر جمائے تشریف لائے ماشا اللہ کیا قطع مبارک ہو۔ ترخ ترخ نور برس ہا ہو آدمی ہو یا کشت زعفران جسے دیکھا بونٹے لگا۔ تو نہ کوئی چپاس ٹن کی کھوپڑی ٹنوں کی۔ بوکھلا ہٹ بشریے نمایان۔ کائیاں پن چہرے سے عیان۔ صورت سے تو بھچپا کے تاؤ ہی معلوم ہوتے تھے لیکن بٹے ہی گھاگ ایک ہی نیا یہ بڑے بڑے چالاک آدمیوں کو کھڑے کھڑے غاس میں بچ لین۔ اور اچھے اچھوں کو جکلیوں میں غیا دیدین۔ اس کے بعد انکی چاہتی ہوئی عجب ناز و دریا اور انداز معشوقانہ سے چان چان آئیں۔ مگر بر رگ گل کا دھوکا ہوتا تھا۔ جو دیکھتا تھا عقل سے ہاتھ دھوتا تھا یہ ہوٹی کی ایسی لال بھبھو کا ساری سرخائیں اور اس کے چنے سینوں اور ہری ہری کرتی آستین بھنسی ہوئیں سیٹھانی جی تنی ہوئیں شوخی رگ رگ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہے حیرت تھی کہ یہ

سے یار نہ پیدا کیا۔

چھیل - کا ہے ہوتا بھلا مہنہ الیٰ بھیں مگر کے باہر نکلت ہیں

یا گھری ان رہمت میں - سنت میں بھل سندر میں - مانو بھی

گنوار - کو - مہنہ رانی - ارے - وہ آکھن کا اس شکاوت

میں جس کہنیا کا کیا رہنوا - جانی اس شکست چکت ہے جسے گویا

اب سینے کو وہی ساحر جس نے یہ کانٹے بوئے تھے ان موجود ہو

اور جا دو کے زور سے وہ کرتب کیا کہ اہو ہو چھیل یکدن چھیل

بنے بھے جوش عشق اور خاں صبا نے خون سے نگری بھریں گھوم

رہے تھے - گویا اپنے وقت کے میان آزاد ہو گئے اور مہنہ رانی

نے شب کو خواب میں چھیل بٹاؤ کی صورت دیکھی اور خواب ہی میں

ہزار جان سے عاشق زار ہو گئیں نیندا چٹ گئی اُسی وقت

سہیلیوں کو جگا یا ذری میرے کلچے پر تو ہاتھ رکھنا - دھک دھک

کر رہا ہو - آج سینا دیکھا کہ ایک جوان رسیلا چھیل چھیلانگلا

ایک کنوئین کی جگت پر کھڑا ہی جیسے ہی چار آنکھیں ہوئیں ججا

چاہا بلائیں لون - ہاے دیکھتے ہی کنوئین میں دھم سے گر پڑا

اور دھماکے کی ایسی آواز ہوئی کہ آنکھ کھل گئی - ہاے اب اسے

کہان سے لاؤں - کیونکر پاؤں میں تو جیتے جی مرنی - نوجوان

سہیلیاں تو باہم آنکھوں سے اشارے کرنے لگیں کہ انی کا کسی پر

آتش پر دل آگیا - مگر ایک بڑھی سہیلی نے بڑھ کر کہا کہ انی

میں بتاؤں - وہ کنواں نہ تھا وہ تھا سے پیار کی چاہ تھی

دیکھ لینا صبح و شام ہی تھا رادلا راتھیں ملا چاہتا ہے -

نور کے تڑکے مہنہ رانی پیاری پیاری سہیلیوں کے ساتھ

چہنہ میں آنکھیں لیاں کر رہی تھی کہ اتنے میں چھیل بٹاؤ بھی

سانے سے آن موجود ہوا -

مہنہ - ارے ایم تو وہی جوان سیم غنیمت دبر غریب ہو یہی

پیارا پیارا کھڑا تو میں نے خواب میں دیکھا تھا -

چھیل - اتنی یہاں رہو یا خیر بڑاں یہ جو لطافت ہی یا چاہو خدا

یہ گردن ہی یا ذراہ نور - آہی یہ رانی ہے یا اور - چشم بد دور

نور اعلیٰ نور -

منم کہ دیدہ بیدار دوست کو دم بانا | چہ شکر گو میت کی کار ساز بندہ نواز

موسنا - صد شکر کہ آفتاب مقصود

از برج امید چہرہ نمود

الغرض عاشق و معشوق میں دور ہی دور سے میٹھی میٹھی باتیں

اور رفو کنایہ کی گھاتیں ہوتی تھیں کہ موسنا کی ساس برآمد ہوئی

موسنا موسنا کچھ خیر ہو - ناسخ بن ناسخ کلنگ کا ٹیکا لگا لگے گی -

سات پیرھیوں کا نام ڈبا لگے گی - یہ محل کے باہر ہے حجاب القندہ

نقاب آنا اور اٹھلانا!

موسنا - ہمیں ایک بات کی اجازت دیجیے کہ کل ہم دیوستان

جائیں مگر سہیلیاں سب ہمارے ساتھ ہوں -

ساس - اچھا آج منادی کرادو گی کہ کوئی مرد کل مگر کے باہر

نہ نکلے -

موسنا - تو میں جا چکی کیا کچھ ڈر پڑا ہے - یا شہر شہ ہے وہ جاتی

جوت ہے کہ کوئی نگاہ بد سے دیکھے تو آنکھیں نکال لون

ہماری تو یہ خواہش ہے کہ ہم جائیں اور دن ہاڑے بچ کھیت

جائیں -

ساس - اچھا بہتر - تم خود مختار ہو جو چاہے سو کرو -

دوسرے دن پچھلے پر سے موسنا نے زرد فوق البھر ساری

زیب تن کی اور سونہ نگہار بلا کا کھار کر کے جھم جھم کرتی دیہی کے

مندر گئیں - کم سن نو عمر نوخیز پیکر رشک تر سہیلیاں بھجوان

ارد گرد ہیں - اور چل کرتی چلی جاتی ہیں -

سیٹھ - بابو صاحب میری جو رو کو ایک چھو کر کی تلاش ہوئی بارہ برس کا آدمی لادو گے مگر ایسا نہ ہو کہ کام تو کرے کم اور کھائے بہت - کھائے سیر دست بارہ - اور کام میں نہ تھا چارہ - مگر بارہ برس کا بوجی -

بابو - (مسکراتے ہوئے) بھلا چھوڑ کر برس کے دو نہوں -

سیٹھانی - (چپک کر) اجی بابو صاحب میں مردے کوئی لادو - سیٹھ - بش لبش اب متی بولیو - یہ صد کے بد کے کیوں بولی پر اے مردے بولنا کیا بات ہے -

سیٹھانی - اجی بھلے مانس آدمی میں - دیکھو چارہ بچی نظر کر کے دیکھتا ہے -

سیٹھ - تو بابو صاحب ایسا ہو جو سیٹھانی کی کھندہ خدمت کرے اور بے کم -

بابو - اچھا جینک کوئی اور ملے - میں ہی نہ خدمت لیتا کروں اور دینے لینے کی کیا بات چیت ہے - تمہاری چیز ہماری - ہماری چیز تمہاری -

سیٹھ - نہیں نہیں آپ جا رہی ہم بھلا خود تلاش کریں گے جی - سیٹھانی - اجی تکلیف تو ہوگی - رہا بابو جی تکلیف نہ تو کبھی کبھی آدمی کو سکھا جایا کرو -

سیٹھ - (گال بھلا کر) جہاں بار کھدیا کہ پر اے مردے سے نہ بول بکتی جاؤتی ہو - بش اب نہ بات کرنا کھدیا ہو - یہ سکھائے گا آدمی کو - کیا میرے کو سکھاؤنا نہیں آتا -

سیٹھانی - بابو جی کب تک آدمی لادو گے -

بابو - سیٹھ دکان پر جا لین تو ابھی لادوں -

سیٹھ - ہم آج دکان ہی نہ کھولو نگا جی - تم پرانی استری سے کیوں باتیں کرتے ہو گے جی -

بابو - اجی سیٹھ جی تمہاری جو رو بڑی ہسیا (ہوشیار) ہیں - سیٹھ - (غصہ میں) ہاں ہاں شنو بابو صاحب میں بھی بڑا ہسیا ہوں لے آپ ادھر کھڑے ہو جیے -

سیٹھانی - بابو جی صاحب اس وقت کے بچے ہونگے -

سیٹھ - (آنکھیں نکال کر) اسے میرے پاس تو ایک چھوڑ دو دو ٹھہری رکھی ہے - تو بابو صاحب سے کیوں پوچھتی ہے - بابو - سیٹھ جی تمہاری عورت تم سے چالانک ہے -

سیٹھ - نسان کھاطر (خاطر) رہو ہم اس سے بھی چالانک ہے - سیٹھانی - اجی بابو جی تمہاری طرف کیا سب ایسے ہی گوسے ہوتے ہیں -

سیٹھ - (بگڑ کر) پھر بولی - اری تو بولی - تیرے کو گوسے کالے سے کیا مطلب ہو رہی - بابو جی تم بیان نہ آیا کرو دکان پر آیا کرو - سیٹھانی - اے واہ اچھے آئے - کوئی بھلے مانس آئے تو دکان دین -

سیٹھ - ارے اسنے ناک میں دم کر دیو رہے (گدا لگا کر) لے اور لے گی -

پھر بچاری سیٹھانی نے رونا شروع کر دیا - ہاں یہ بات ٹوٹ جائیں اور نگورے کی ٹانگ بھی ٹوٹے - جب دیکھو مواد انتا کل کیا کرتا ہو کسی چنیل سے پالا پڑا ہوتا تو چاند گنجی کر دیتی جب دونوں میں کھم کھم تھا ہونے لگا تو بابو جی کی بن آئی بڑی ہمدردی سے بچ بچاؤ کرنے لگے اب سینے کہ سیٹھ کے تو ہاتھ پکڑ لئے اور سیٹھانی کو اشارہ کیا تو لگی دھم دھم کوٹنے اور جب سیٹھ کا دار ہوتا تھا تو حضرت بڑے ہی ہمدردی سے میر نہیں بلکہ سیٹھانی کو چھپا لیتے تھے - آخر کار بابو جی آدمی کی تلاش میں گئے اور میان بوی پھر ایک ہو گئے -

ہی ہو اٹھتی جوانی - پہننے اور مٹنے کے دن - کھانے پیچھے -  
دن تم ایسے قصائی کے پائے پڑی - سکھ پنے میں بھی نہیں دیکھ  
روٹی کا نہ کپڑے کا - سیت میت کا بھڑا -

سیٹھ - ناک چھو چھی کا ہے کھاتر خاطر ہی لاکھ کی کالی کالی کالی  
نہ بڑو ادوٹکا - اس گورے گورے مکھڑے پر کالی کالی کیل کھو  
(خوب) جھلکے گی -

سیٹھانی - چڑھی جائے رہا دمڑی نہ جائے کیل بھی ہوا  
لاکھ کی - اچھا تم اپنا گنہارہنے دو - ہمیں ایک آدمی نوکر  
رکھ دو - یہ گورے گورے ہاتھ یہ پاری پاری بہیمان روز  
ٹہل کرنے میں کالی نہ ہو جائیگی - ہمیں ایک آدمی رکھ دو  
میں صدقے اچی سمین تو کوئی چھپن ٹکے کا صرت نہیں ہو خامو  
رانی بنی بیٹھی رہو گی -

سیٹھ - شاستر میں لکھو ہے کہ گرت (گرمہت) کو کام کاج  
کرنا اچھا ہو وہ بے کاج بیٹھے تو بڑی باتان کا کھیاں لخیال  
جاتا ہے -

سیٹھانی - اچی بھتین تو یہی سوچتی ہے - نامہ مردوسے پر  
کبھی نظر بھی کی ہو تو تمہاری ہی آنکھیں بھوپین -

راوی - دونوں - دائیں بائیں دونوں - واہی سیٹھانی کیا  
قسم کھائی - سیٹھ بیچارے کی آنکھیں کیا مفت کی پڑی  
پائی ہیں -

سیٹھ - اچھا آج ہی کوئی کھنڈ مار (خندنگار) کی تلاش کرتا ہوں  
اتنے میں ایک بابو صاحب تشریف لائے یہ بڑے ہی  
ریا نکلے - آئے تو تھے سیٹھ سے حساب کرنے انکی پری ہم  
بیوی کو جو دیکھا تو روٹ ہو گئے - اب سیٹھ جی سے بات ہی نہیں  
کرتے سیٹھانی سے سر کا لگا یا -

نہ نہ ہی ہے یا کوہ قات کی ہری ہی - گل رخسار کی وہ رعنائی  
نہ کلاب پانی پانی ہو جائے - دست سیمین وہ حسائی کہ  
باقوت احمر ہیرا کھائے - آنکھیں وہ شوخ کہ الامان یہ عورت  
ہے یا برق درمان - یا بلاے بیدرمان - یہ ابرو ہے  
یا فتنہ دوران - بلا کی ادا ستم کا ناز - ایک ایک اشارہ سروٹہ  
یہ بیا چہ انداز - زاہد سالہ کو مرید بنائے مدگ جان میں نشتر  
لگائے - میان بیوی میں خوب گھل گھل کر بیٹھی بیٹھی باتیں  
ہونے لگیں -

سیٹھ - پیاری آج تمہارا چہرہ ادا اس کیوں ہو بھل مطلب  
کی بات بولو تو تم کو کھوش (خوش) کر دوں -

سیٹھانی - (تنگ کر) اچی تم کو میری کیا پڑی ہو - میں تو  
دل ہی دل میں کڑھا کرتی ہوں - آج یہ کیا جاتی دنیا دیکھی کہ  
اتنا پوچھا یہ کدھر سے چاند نکلا ہے -

راوی - اری داہری سیٹھانی - اللہ اللہ یہ خوش بانی  
بلا کی شوخ و چالاک - غضب کی مہیاک شین وقفات سے  
دوست چالاک و جہت -

سیٹھ - اچھا تو کچھ کو ہو (کو) تو میرے سے - میرے کو تمہارا  
بڑو پیار ہو -

سیٹھانی - اے آگ لگے تیرے اسے پیار کو مٹے نگوڑی کندہ  
واہیان تک پھوٹا - ٹڈیان - ہنسلی - چڑیان پنہ رستی ہیں گئے  
پاتے سے گوندنی کی طرح لری رستی ہیں - میان گوڑی کیل تک ناک  
میں نہیں - ناک چھو چھی یہ لاکھوں کھاتے ہو کس دن کے لیے  
جب دیکھو گاڑھے کی لنگوٹی باندھے ہیں - یہ دھالی تلے کا چڑھا  
جو تا کیا جانے انکے دادا کے وقت کا ہی یا لکڑ دادا نے مولیا تھا  
یہ گانٹھ گانٹھ کے توڑے کس دن کے لیے رکھے ہو میری یہ جوانی

(سیٹھ کے کان میں) آپکے بیان روکا ہوا ہے جیسے منہ پھونکے  
لکڑیاں لیتے جائیے گا  
سیٹھ نے نفیست کو خوب ٹھونکا اُس شخص کے بیان تو رکا ہوا  
وہاں سے رہا چلا تا چیتھا غل چاتا آیا اور کہتا ہی کہ منہ پھونکو  
چکر اور لکڑی لیتے چلو۔

بابو۔ اب تو بڑا اگدھا ہے بے۔

نفیست۔ واہ بابو بڑے تو سیٹھ مین اُسے اُتر کر آپ۔  
بابو۔ جا اب ایسی بات ہو تو شکر بابتا آتا اور غب کھلکھلاتا۔

سیٹھانی۔ اے غضب۔ لو آگ لگ گئی۔ اے نفیست  
جلدی دکان بچا۔ کہ گھر میں آگ لگ گئی۔

نفیست۔ اجی مجھے رونی تو کھلا دو ہسے میں تو رہنا تا نا  
میان نفیست دکان پر جانے ہی خوب کھلکھلائے۔ ابو مومہ  
ااااا۔ تم تمہ کو شکر کھاؤ۔ محلہ بھر کو شکر بانیئے اور دکان کھٹن  
سے جو نکلے اُسے شکر کھلائے۔

سیٹھ۔ کیا ہو؟ کیا کوئی اور روکا ہوا۔

نفیست۔ گھر میں آگ لگ گئی ہو۔ سیٹھانی گھر کے باہر منہ کھولے  
کھڑی مریٹ رہی ہو۔ سیٹھانی ایسے گھر سے کہ ہی کو دکان پر چھوڑ دیتے  
گھر گئے اور بابو صاحب نے موقع غنیمت جان کر ہی نفل میں دہائی اور  
مع نفیست کے چلے آگ بجھانے وہاں پہنچے تو ہی کو بھی آگ میں  
بھسم کر دیا اور باغ سو کے باغ پیسے بھی نہ دیے۔

پارسیوں کا دربار تاشا

ادھر عروس عدل نے پرند فکین سے رخ انور کی جھلک دکھائی  
اور لیلایا شب زلف غنیمت کھولے بھی آئی ادھر شاہنشاہ تخت  
رہ نور دی خدیو مصر کو چہ گزری فلک سر و ملک نہاد میان آزاد کو  
تاشے کی دھن سمائی پھر کیا تھا وندہ اسبھالا اور دُبل چال

نفیست۔ اچھا مردہ اُٹھ جائے تو ددلی۔ تو لاؤ ادھر سے اس  
بڑھیا کو بھی گدھیا میں پھینکتا ہی جاؤں اور انکو بھی لے آؤں  
جب میں کھانے میں دیر نہو۔ اچھا جانا ہوں۔ دکان پر پہنچ کر  
اپنی بانسری بجائی اور چپکے سے اشارہ کیا کہ بیان آؤ سیٹھ جی  
قریب آئے تو کہا کان پاس لائیے اور کھسک آئیے آپ کی  
بڑھیا ڈھلک گئیں۔ سیٹھ نے سر پٹیا شروع کیا اور بیان نفیست  
پر ایک دو تہرہ ایسا لگا لگا کہ اُنکے پتھر گز گئے بابو بیچ بچاؤ کرنے  
آئے تو اُن پر بھی دو ایک پڑ گئیں۔

بابو۔ ارے جو کون (ہیو تون) یہ کون چھپانے کی بات تھی کہ  
تو نے کان میں چپکے سے کہا اُنکی ان گز گئیں اور تو چپکے سے  
کہتا ہے جاگدھے روئے سر پٹیتے کیوں نہ آیا۔

سیٹھانی۔ ارے نفیست جا دو ذکر کہ اکہ تھائے گھر میں  
روکا ہوا دوڑتا جا۔

نفیست۔ ابو مومہ۔ ااااا۔ اتھو دلی کھلاؤ۔ اجی مجھ بڑی  
بھوک لگی ہو۔ پہلے تو جانول نہ تھے غرہ۔ پھر بڑھیا ڈھلک گئی  
فاتہ۔ اب روکا ہوا ہو۔ اسی بات پر کھاتا کھلا دو۔

سیٹھانی۔ ارے مومے میں تو زچا خانہ میں ہوں۔ اُنکو بلا لاؤ  
آج وہی منہ پھونکیں۔ لکڑیاں لیتا آنا۔

میان نفیست روئے سر پٹیتے غل چاتے اُسو بہاتے دکان پر  
پہنچے۔ ہاے ہاے ارے یہ کیا ہوا۔ اے دوڑو ہاے  
اُن اُن۔ اے آسمان چھٹ پڑا۔ ارے۔ اوہ اوہ سیٹھ جی بھی  
لگے سر پٹیتے کہ کیا جانے کیا واقعہ ہوا۔

بابو۔ ارے بتا تو ہوا کیا۔ آخر کوئی مر گیا ہے۔

نفیست۔ اجی بابو جی پہلے روٹو۔ خوب روٹو۔ ہاے ہاے  
اے اُن یا خدا (اہل جلسہ کی طرف مخاطب ہو کر) تم بھی روٹو



بابو جی سسر پڑھتے چلے جاتے تھے کہ اتنے میں دیکھتے کیا ہو گیا ایک آدمی بانسری جاتا چلا آتا ہے۔ بے توکون ہے۔ ہم کون میں ہم آدمی نہیں آدمی۔ ا۔ آدمی نہیں تو کیا جانو۔ جو نور نہیں تو کیا آدمی ہوں۔ آپ اپنا مطلب کہیں۔ اے چل نوکری کر۔ ہاں ہاں اچھا چل کر۔ اہو ہو ہو کس کے بیان۔ ایک سیٹھ ہیں۔ ناسیان وہ مجھ مار گیا بھلا سیٹھانی بھی ہیں۔ ہاں ہیں۔ اچھا چلو رہا صبح کو کھاؤنگا۔ نوکری کھاؤنگا۔ دوپہر کو کھاؤنگا۔ تیسرے پر کو کھاؤنگا۔ شام کو کھاؤنگا۔ اور شام سے لمبی تانوں کا تو صبح کی خبر لاؤنگا۔ اور جو کچھ کھلی تو سیٹھ یا سیٹھانی کھانا دیا ہیں۔ اچھا چلو تو ہاں تک چلتا ہوں مگر کھانا بہت سا کھاؤنگا۔ ہزار خلی بابو صاحب اُسکو لے چلے۔ رادہ میں کوئی اٹھارہ دفعہ ہی چلا۔ باسے خدا خدا کر کے ہو چکے۔ بابو۔ تو سیٹھ جی آدمی لے آئے۔

سیٹھ۔ کام اچھا کرے گا۔

آدمی۔ ہاں بہت کھاؤنگا دس دفعہ کھاؤنگا۔

سیٹھانی۔ ارے کچھ کام کاج بھی کرے گا یا دن بھر منہ ہی چلاتا جائے گا موئے۔

آدمی۔ دس دفعہ کھاؤنگا۔

سیٹھانی۔ اب میں کہیں چپت نہ جاؤں بڑھ کر۔

سیٹھ۔ اے تو پھر بولی۔ عورت جات ادھپت کی بات چیت

سیٹھانی۔ اچی تو کیا یہ تمہارا کوئی قبلہ گا ہے۔

انفرض وہ جھٹ سے نوکر ہو گیا۔ مگر برابر ہی کتا گیا کہ دن میں اٹھارہ بار کھاؤنگا۔

سیٹھ۔ ہم اپنی دکان نہ جانا ہوں۔ سیٹھانی جو کہیں نہ چکے

کان میں کہ جانا۔

یہ کہہ کر سیٹھ جی تو دکان پر گئے اور بابو صاحب سے حساب مننے لگا۔

سیٹھ۔ (بھی کھو کر) آپ پر باغ سو میں جی۔

بابو جی۔ ارے! باغ سو! یہ ڈھالی سو کے باغ سو ہو گئے۔

سیٹھ۔ اور سو وہیں چڑھا۔

سیٹھانی۔ آدمی اور آدمی۔ اسے تیرا نام کیا ہو۔

آدمی۔ فضیلت۔ اچی جکھو روٹی دو۔ بھوک لگی ہے۔

سیٹھانی۔ مرے آگ لگے تیرے پیٹ کو۔ جا سیٹھ جی سے

دکان پر جا کر چیکے سے کدے کہ مہر میں چا دل نہیں ہر باکان

میں کسنا الگ بٹلا کر۔

فضیلت۔ اچی روٹی تو دیدو۔ بڑی بھوک لگی ہے۔

سیٹھانی۔ اوئی دور ہونگے۔ چانول تو میں نہیں کھا گیا کیا انکا

فضیلت نے دکان پر جا کر اور ناشائے سے بنا کر سیٹھ کو

علیحدہ بلایا اب سیٹھ جی جون جون آگے رٹے آتے ہیں میان

فضیلت پیچھے ہٹتے جاتے ہیں آخر مکان میں غل چا کر کہا کہ

چا دل نہیں ہیں۔

سیٹھ۔ دت گدھا۔ اسے گل ال (کیون چایا۔ ہاں سے بیان

چانول نہیں اور تو سب کے سامنے چور (زور سے کہتا ہے۔

بابو۔ دیکھو فضیلت جواب سیٹھانی جی بھیجیں تو کتنے فالت بین لہنا

جس میں کوئی اور نہ فٹے۔ کھردار۔ کان میں کہو۔ کان میں۔

سیٹھانی۔ اے فضیلت کہ آیا۔ جا اب اسے کدے کہ تھا کہ

ان ابھی ابھی مر گئیں۔ جلدی جا دوڑتا ہوا۔ ہاں پری ساں

بیجاری اٹھ گئی۔ ارے جلدی جانا۔

فضیلت۔ اچی مجھے کھانا تو دیدو۔ جلدی دو بڑی بھوک لگی ہے

سیٹھانی۔ بھاڑ میں جاے تیرا پیٹ مے۔ ارے مودہ

کھر میں پڑا ہے اور تو کھانا مانگتا ہے۔ اُن کی تو مان مر گئی اور کھو۔

پیٹ کی پڑی ہے۔

گول گپے مصالح کے سردار۔ گنڈیریاں لو پوڑے کی۔ گلاب ٹیٹن  
اب جس دکان پر جاتے ہیں اور جو سودا چکاتے ہیں سب کے سر  
چکرائے کہ این یہ کیا اسرار ہوئے ہی سیر ترائے ہی سیر چارے۔ ایک  
خواجے واسے سے پوچھا یہ کیا ہے۔ بابا جی یہ ریوڑین ہیں اور یہ ۹۹  
میں کے تدرین۔ اور یہ ۹۹ دال موٹ ہو اور یہ پکھا جا۔ ابو پو  
کھا جاتا کھا جا۔ ایک کھا جا کھگئے پھر دوسرا اڑایا۔ اس طرح خوب  
مٹھائی ٹونگی اور کچھ کھائی کچھ بانڈھی پوٹ وہاں سے ماری نوٹ تو  
بابا جی کے پاس۔

بابا۔ کیوں کچھ کچھ شکر اٹھایا۔

چیل۔ ہو بھ۔ کھی کیا کرو گے کھا جا کھا جا۔ پکھوتیان کرو  
مٹھائی کچھو۔

بابا۔ اس نگری کا کیا نام ہے۔

چیل۔ بابا جی میں تو مٹھائی کھانے سے کام ہے۔ اندھیر نگری  
چوہٹ راجا کے سیر بھاجی کے سیر کھا جا۔

بابا۔ ہاں! نیچہ یہ نگری رہنے کے لائق نہیں۔ چلو بھاگ چلیں۔  
چیل۔ واہ تم جاؤ میں تو مٹھائی پھوڑ کر نہ جاؤنگا۔

پروردہ پڑ گیا اٹھا تو اندھیر نگری کے چوہٹ راجا برآمد ہوئے۔ واہ  
بھی واہ اچھے راجا ہیں تو اندھیر نگری کیوں نہو۔ راجہ صاحب شرابی  
مد گئے۔ چوہٹ راجہ گریے۔ بھنگریے۔ چاندو باز اپنی نشے میں چوہ  
سیمہ مست و مخمور کرسی پر بیٹھے ہیں۔ مگر گئے پڑتے ہیں اتنے میں  
ایک فریادی آیا۔

وزیر۔ جہان پناہ ایک فریادی آیا ہے۔

راجا۔ تمہارا دادی آیا ہے۔

وزیر۔ نہیں جہان پناہ ایک فریادی آیا ہے۔

راجا۔ اچھا۔ ہوں۔ تو پانچ بلاؤ۔

وہ سبزہ باغ خواب آرام  
جاگی مرغ سحر کے غل سے  
یعنی وہ بکاؤلی گل اندام  
اٹھی نکلتی سی فرش گل سے

بکاؤلی کا خواب ناز سے بیدار ہونا اور عرض لطیف پر منہ دھونا  
پھول کا ہوا بتانا اور گلچیں کا نیا گل کھلانا۔ بکاؤلی کا جھنجھلا نا  
سنبھل سے تازیانہ دنگانا۔ نشاد کو سولی پر چڑھانا۔ ان سب  
باتوں کو اس خوش اسلوبی اور لطیف سے ادا کیا کہ تماشائی خوش  
کرنے لگے اور پارسیوں ہی کا دم بھرنے لگے اب بکاؤلی بھین بکھر  
گلچیں کی تماشائیں چلیں اور حضرت کو دھونڈو کالا جبہ دون  
میں ملاقات ہوئی اس وقت کا لطف قابل دید تھا پہلے وہ تہ  
کی نگاہ پھر پیار اور چاہ۔ پہلے وہ یکھی جیتوں۔ پھر عشق گلچیں  
گلچیں۔

بولی وہ پری بصد قائل  
وہ شکر لب اس میا خستہ یں سے بول رہی تھی کہ معلوم ہوتا تھا  
ہوں سے قند کھول۔ ہی عی۔  
تاج الملوک بیچارہ سرگردان و آوارہ نے۔

کی عرض رضا ہو جو خوشی ہو  
عاشق کی سزا جو بوجھتی ہو  
مشکین زلفوں سے ٹکین کسود  
کائے ناگون سے جگمگ سوا  
تلاوار سے قتل ہو جو شہنشاہ  
ابرو کے اشائے سے گرد و چوہ

انقصہ ساری داستان کو اس طرح ضم کیا کہ حاضرین عجب حیرت کئے  
اسکے بعد اندھیر نگری کی نسل چھتری۔ ایک رنگے سیار بابا جی  
گیرے پڑے پہنے ایک موٹے تانے چیلے کو ساتھ لیے بھجن گاتے  
کھنجر ٹری بجاتے ایک نئی بستی میں وارد ہوئے۔

بابا جی۔ بچہ جاو کچھ وزن تل لکڑی لاؤ۔ رول بکاؤ۔ خود بھی کھاؤ  
بکھو بھی کھاؤ۔ اور دنڈاؤ۔

چیل۔ چلا بازار میں ہو پنے تو دو کالین جی ہو میں۔ کرا بے تل کے لٹو

کھٹ کھٹ کرتے بے بے ڈگ بھرتے ٹھنڈی ہو اکھاتے سیر  
دریا کے مزے اڑاتے بچتر نزل میں دھم سے آن کوئے - دریا کی  
روانی - بذلہ سخن کی نکتہ رانی - گیموں کی گھر گھر اسٹ - معشوقین کی  
اچلا اسٹ - تماش بینوں کے ڈٹاؤ اور مفیکروں کے جٹاؤ دیکھ کر  
میان آزار دیشہ خطی ہو گئے - ایک جگہ بیٹھے کی تو اٹھوں نے  
تسمیحائی تھی سوچے چلو اسوقت دریا میں کھڑی لگائیں بالاعلاج ہرینا  
چڑھاؤ کاٹیں - کپڑے دپڑے اتارنے ہی کو تھے کہ کھنٹی کھنٹی کھنٹی کھنٹی  
اے بھلے کو دریا میں کود نہیں پڑتا - در نہ غضب ہی ہو جاتا  
جھٹ تنگ تو بڑا چڑھا کر آپ بھی ایک لڑی پر جا ڈٹے - سامنے  
نرنگار اور پر ہار پردہ پڑا ہے یہ ہلا - وہ اٹھا - دیکھتے کیا ہیں کہ ایک تاجدار  
پڑیا جاہ زین الملوک کج کلاہ تخت ہمایوں تخت پر بیٹھا انکھیں بالک ہا  
اوپر چتر سعادت اثر اور تاج کلل زیب سراپے نور ہر شہزادہ  
سانی مقام تاج الملوک گلغام پر جوشاہ گیتی بناہ کی نظر بڑی تو چشم زدن  
میں آنکھ کی مینائی غائب - یا مظهر العجائب - ۵

قمر لب شہ ہوئی خموشی	کی نور بھر سے چشم پوشی
زی آنکھ جوشہ نے رونمائی	چشمک سے نہ بھائیوں کو بھائی
کھر کھر یہی ذکر تھا یہی شور	خارج ہوا نور دیدہ کور

کوئی نسخہ نور لایا کوئی سرمہ طور لایا - مگر آنکھوں میں آجالا  
نہ آیا نہ آیا - معلوم ہوتا تھا کہ جیسے بیج مچ کوئی اندھا ہی بیٹھا زبان  
عناں سے پکار رہا ہے کہ آنکھوں والے بابا انکھیاں بڑی نعمت میں  
تھے میں ایک کمال فرید الدہر دنیا فوس کے دادا کا ہمعصر آیا اور  
سنے خوب سوچ ساچ کر بتایا کہ - ۵

بے باغ بکاؤلی میں اک گل | بلکوں سے اسی پہ مار چکل  
یہ سنتے ہی چار خوش پوش خوش رو خوش ادا شہزادے بادشاہ  
سے نصرت ہوئے اور بوسے گل کی طرح مین وطن سے شگل کھڑن

چلے - چلتے چلتے راہ میں حسن اتفاق سے زین الملوک کے چاڑا انکھیں  
ہوئیں بوجھا کدھر کی سیدھیاں ہیں کسی لشکری نے ساری  
داستان کہ سنائی اور تاج الملوک کو گل بکاؤلی کی دھن ہمسائی  
پوہ پڑا اور جب حجاب مرتفع ہوا - تو دیکھتے کیا ہیں کردہ چار دن  
شہزادے بیٹھے شمش دینج کر رہے ہیں اور دہر بیسوا اگر دہر پر  
چڑھا رہی ہے - کھلتے کھلتے اُن تک کو بازی میں جیت لیا  
تاج الملوک بھی گرتے پڑتے کہیں وہاں ہو پئے اور اٹھوں نے دہر چھپکے  
چھپڑا دیے تب تو وہ چکرائی کہ میان میں تو مرشد تھی تم دلی نکلے پھر  
پردہ پڑا اور اٹھا تو تاج الملوک کے سر پر نفنا - ایک دیو  
سر فلک کشیدہ کھڑا فرار ہا دیو تو ایسا بنا یا تھا کہ باؤ مدھی کے  
بنگالی صورت دیکھتے ہی آنکھیں بند کر لیتے - الغرض دیو کو اٹھوں نے  
ایسا چیتے یا رہا یا کہ وہ بھی اُنکا دم بھرنے لگا - پھر پردہ پڑا اب کی  
کچھ اور ہی ٹھاٹھ نظر آتے ہیں وہ اٹھا جل جلا نہ تیری بذلہ نوازی  
کے صدفے - کیا گلزار پر بہار دکھایا - یہ بکاؤلی کا چستان نفا  
ہو باغ کیا ہو بیج باغ وہاں ہے - الا مدھ لکھڑا اٹھوں نے  
چپکے سے پھول توڑا اور - ۵

گل لے کے چلا یا باغ برکت	چوری سے چلا چراغ برکت
--------------------------	-----------------------

اک دن ہی دیکھتے کیا ہیں کہ - ۵

بارہ دری ایک سونے کی ہو	دہ خواب کہ بکاؤلی ہو
گول اُسکے ستون ساعدور	چلمن قرگان چشم مخور
یردہ جو حجاب سا اٹھا یا	آرام میں اُس پری کو پایا

شوق جرایا کہ اُس مست نشہ خواب ناز کو جگائے مگر بھر - ۵

سوچا کہ یہ زلف کف میں لینی	ہو سانپ کے نغہ میں اٹھلی دینی
----------------------------	-------------------------------

ادھر کچھین تو جیب و دامن کو گل مقصود سے بھر کر چین سے  
بوسے گل کی طرح چل کھڑا ہوا ادھر سے

بیاسانی بیا اوجان جشمید	بدہ جامی و آتش دہ غور شید
کہ دارم از تنائے دل ریش خیال سیر مکتب خانہ در پیش	
<p>واہ کیا پری بزم مکتب خانہ ہی۔ مدرسہ کیا عیش و طرب کا کاشانہ ہی، مفضل پر یزادن دلبری میں بے بدل استاد۔ تم ایجاد بلا سے جان دامن و فراہ۔ میان جی شمس بازغہ کے عوض بدرنیر کا سبق نیٹے مین اور کھڑے بلا میں لیتے مین۔ کج ادائی میں شہرہ آفاق دلربائی کے فن میں طاق۔ مولوی صاحب کی ریش محض تابانات شریہ لڑا کون پر شرط اپ شراب تمجیان جاتے مین اور وہ اخوان حضرت کو بناتے مین۔ اتنے مین سامنے جو نظر بڑی تو ایک بت غنیہ مین سیم غیب سے آنکھ بڑی۔ گیسو سیلہ اقدار جہین مطلع انھر نسیم گلشن دلربائی۔ نسیم زلف آشنائی پر انشان جہین ناز سراپا انداز خوش وضع خوش قد۔ قامت دلجو۔ زلف عنبر بارچین ابرو تبع جو ہر دار۔ قیامت کبریٰ سے دوش بردوش۔ غارت گرد</p>	
<p>رہن ہوش مصحف رخ سجدہ گاہ آتش پرستان ابرو سے کج قبلہ کفر گزریان۔ روکش خوبان فرنگ۔ زکریا محمود صبا سے گلریگ۔ رنگین ادا۔ وہ بانکی ادا دیکھی جتوں وہ نہر بھری نگاہ وہ جو بن کہ محفل بھر بھر گئی۔ یہ پیاری صورت اور چہل بدنی گھومنے ہی کے لائق تھی۔ گورا گورا اکھڑا ایسا جیسے چاند۔ بلکہ جو دھوپ کا چاند بھی اسکے مقابل میں ماند۔ بال بکھرے ہوئے بانکی ٹوپی سر بردھرے تھے۔ عجب عجب و غور جسے ممکن تھی اسکی کم سنی اسکے ارٹھ پنے کے دن۔ ایسی نزاکت اور مصباح ستم ڈھائی تھی۔ ۵</p>	
سرتا قدمش کرشمہ و ناز انگڑہ بدوش زلف چون شمع	ہم مرکز حسن دہم سر انداز او بے خبر و نظارہ گر مست
مجنون لبشس بدر نشانی	پروردہ بہ آب زندگانی
<p>میان آزاد آب جانے حسن پرست آدمی زند شاہ باز صورت دیکھتے ہی اس گل چین نزاکت پر ہزار جان سے عاشق ہو گئے لوگوں سے پوچھا کہ کیوں حضرت یہ پری چہرہ غور شید قاصم جہین شیرین ادا۔ دختر گل رخسار۔ نازک اندام و طرار کون بت عیار ہی این! اجمی واہ حضرت آپ کو یہی نہیں معلوم۔ بسنت کی خبر ہی نہیں اگر میان یہیلی مجنون کی نقل ہوتی ہی محفل بھر عقل سے ہاتھ دھوتی تھے۔ اُسو ہو ہو اب سمجھا۔ اُسیلی پر تو ایک مجنون کی طبیعت مائل تھی کہ اس پیاری یلی کے تیز نگاہ سے ساری محفل گھائل ہی یہ میان جی یلی کے پدر بزرگوار مین اور مکتب مین لوندے بڑھارے مین۔ ۵</p>	
بر مکتب میر و طفل پر یزاد اگر باشد معلم خود فلاطون	مبارک باد مرگ نوباستاد بازدک روز خوار گشت مجنون
<p>اُس مکتب خانہ عشق کا شانہ مین مجنون بھی درس لینے آیا اس طفل سیم بدن غنیہ دہان۔ سرتا بقدم آنت جان پر جو طلبہ کی نظر بڑی تو۔ ۵</p>	
نظفان ہر طرف برخواست فریاد بگفت استادش اے محبوبہ ناز کہ یاران آتشی در مکتب افتاد کہ بسم اللہ زبسم اللہ کن آغاز ہر پیش اوالف چون ال خمشد میان عشقا زانش علم شد	
<p>اب سنیے کہ میان جی نے اور سب لڑکوں کو توجہی دیدی اور خود بھی سرگشت کو جلدیہ گزلیلی مجنون دونوں دہن رہے یلی کی نظر دوس سرگلشن رعنائی پر بڑی اور مجنون کی آنکھ جو اس بحر طافت و خود نمائی سے لڑی۔ جوان طائر نے بت سراپا ناز کو پایا اور منم ہی چہرہ کو امر و نگہ دارنے والہ و شید ابنا یا معلوت مین دونوں نے بون سے قد گھوسے اور باہم بون ہنسے ہوئے۔</p>	

راوی۔ یہ پہلی پہلی باتیں یہ بنے نکاپن۔

فریادی۔ حضور کل دیوار گر پڑی میرا لڑکا دب کر مر گیا۔

راجا۔ ہاں دیوار مر گیا۔ لکڑا دب گیا دیوار کو سولی دیدو۔

وزیر۔ جہاں پناہ۔ دیوار گر پڑی اور اسکا لڑکا مر گیا۔

راجا۔ ہاں ہاں جہاں پناہ گر پڑا اور دیوار پر لکڑا مر گیا اچھا

لکڑے کو بھانسی دیدو۔

وزیر۔ نہیں خداوند لڑکا دب کر مر گیا۔

راجا۔ مہار کو سولی دیدو۔

مہار۔ پیرو مرشد میں بے تصور ہوں۔ یہ مزدور کی شرارت ہی

راجا۔ مزدور کو سولی دیدو۔

مزدور۔ میں نے کیا کیا سقے کا قصور تھا۔

راجا۔ اچھا جاؤ سقے کو سولی دیدو۔

سقمہ۔ حضور میری کیا خطا۔ آپ کا کوتوال جو آیا تو اسے ڈر کے

پانی زیادہ گر گیا۔

راجا۔ کوتوال کو سولی دیدو۔

راوی۔ واہ رے چوہٹ راجا۔ تحقیقات کسی کی نکو جو ہوئے

بھانسی دیدو۔ بھانسی پر کوتوال صاحب چڑھائے گئے تو چوہدار

نے عرض کیا کہ پیرو مرشد۔ بھانسی کا منہ بڑا ہوا اور کوتوال دہلا پھلا

راجا۔ اچھا تو کسی موٹے آدمی کو پکڑ کر بھانسی دے دو۔

موٹا اس اندھیر نگری بھر میں بابا جی کا چیلہ تھا دھڑے گئے

ہاے غضب بھی ہم نے کیا کیا کہ بھانسی پر چڑھائے جائیں گے

واہ تم سب میں موٹے ہو چورنگ کیے جاؤ گے۔ اسے تو یارو

یہ بھی کوئی جرم ہے کہ موٹا تازہ ہوں اتنے میں بابا جی بھی حسرت خاق

سلنے نکلے دیکھا کہ چیلہ اندھا ہے۔

بابا۔ کیوں بچہ کیا کہا تھا کہ یہ اندھیر نگری چھوڑ دو۔ نہ مانا آخر

دہی آگے آیا۔

چیلہ۔ بابا جی بچاؤ۔ میری طرف سے بھانسی پر چڑھ جاؤ۔

بابا۔ ارے آج اچھا دن ہے جو بھانسی پر چڑھے وہ سیدھا

سُرگ لوگ کو جائے میں بھانسی پر جاتا ہوں۔

چیلہ۔ نہیں میں جاتا ہوں۔

اتنے میں راجہ بھی گرتے پڑتے آنکھ۔

راجا۔ وزیر بھانسی نہیں ہوئی۔

وزیر۔ خداوند گرو اور چیلے لڑے ہیں کہ میں بھانسی چڑھوں

وہ کہتا ہے میں بھانسی چڑھوں۔ آج بڑا تیرہ کا دن ہے جو بھانسی

چڑھے وہ سیکھ میں جائے۔

راجا۔ ہاں تو چل میں بھانسی پر فوج چڑھ جاؤں۔

بچے چوہٹ راجا کھٹ کھٹ کرتے بھانسی پر چڑھ گئے۔

### بیسی محبوں

بیاساتی بیاسان تماشا ہنار درپردہ تاکو میکشی ہا

بیاساتی بیاسان مریت بدہ جائے کہ خواہم شد شہید

بیاساتی بیاسان عین جادو بدست ساغرے چشم آہو

بیاساتی بیاسان ابراحسان بساغرکن و از خون رقیبان

سرت گردم بجائے ساز شادم

کہ رنگین قصہ آمد بیاد م

ہمارے آوارہ و آزادہ۔ سرسبز اوداہ۔ میان آزاد خانہ برابر

شب کو تاب کی برق و شاد رفتار سانڈنی پر سوار ہو کر گئے

کی طرح اڑتے تو لب جو بیا چتر منزل کے ایوان عمارت گاہیں عین

لینے لگے۔ دونوں ہاتھوں سے دعائیں مانگ رہے ہیں کہ اسی

کہیں جلد گھنٹی بجے اور نقل سجے۔ اتنے میں پردہ زندگار بندھا تو

انہیں کھل گئیں۔



بھلا اب یہ مجنون کیونکر زندہ رہ سکتا ہے مقدم توڑا اور دیکھا دون  
سے کھنڈ توڑا۔ شہید خنجر نازا ایسے ہوتے ہیں۔ ۵

نسبت پرلے دم داندہ ہتی ہا افس مرغ ہر جا کہ رودستان

### چیمکویان

آج میان آزاد سرزمین لمبی تانے پڑے خزانے سے رہیں  
بھٹیاریں - (بانوں ہلا کر) اٹھیے اٹھیے۔ اٹھو بھی راج تو جیسے  
گھڑے پیچ کر سوئے ہوا کو وہ آٹھ کا گرجا۔ ایواہ میان  
انگڑائیوں پر انگڑائیوں سے رہے ہیں مگر اٹھنے کا نام نہیں لیتے  
اجی میان مسافر شانہ ہلا کر، ایواہ میان مسافر آپ تو کہتے تھے کہ  
ایک دن تاشانہ دیکھیں تو کھانا نہ مضم ہو۔ یہ آج بد پر بنیان  
کیسی لے اٹھو بھی بہت خخرے نہ بگھارو۔ ای ہوش کی دوا کر  
مردوے۔ اولی۔

چاندو باز۔ ای بی تو کم کیا پڑی ہو سے نہیں دیتیں کیا جانے  
کس مچ میں پڑے ہیں۔ ترنگی آدمی تو ہی ہیں مگر پیچ کنا کیسا  
دعادت بسلانی ہو۔ اُن فوہ۔ کچھ ٹھکانا ہی۔ دوسرا اتنا گھوڑے  
تو بانکان ہو جائے انکا کھانا ہی نہیں۔ کوئی خاکی ہو تا کوئی  
ناری۔ یہ سیما ہی ہے۔ اور جو جگہ نا ہی منظور ہو تو آفتاب کی  
ٹوٹی سے ذرا سا پانی کان میں چھوڑ دو دیکھو کیسے کلبا کر اٹھ  
بیٹھتے ہیں۔

بھٹیاری نے جلو سے منہ پر قطرہ انسانی شروع کی۔  
دس ہی پانچ بوندیں پٹ پٹ گری تھیں کہ میان آزاد ہائیں!  
ہائیں! ہائیں! ہائیں! کرتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔  
آزاد۔ واہ خوب اچھی دل لگی نکالی ہو کیسی مٹھی نیند سو رہا  
تھا کہ واہ جی واہ خواب میں وہ بری جہم صورتیں نظر آتی تھیں کہ  
بس کچھ بوجھ نہیں۔

بھٹیاری سداہوا۔ نو نقدیرہ اودھارا تو پری جہم آنکھوں کے  
سامنے ہے۔

آزاد۔ کون؟ آپ نہ!

بھٹیاری۔ اسے آج حضور کی سواری چہر منزل نہیں گئی  
وہ دیکھو سانڈا بلبلارہی ہے۔

آزاد۔ اسے آج تو اتوار ہے۔ بی بی۔ آج بھٹیاریاں  
کل سمجھا جائیگا۔

چاندو باز۔ کیوں میان جٹاؤ تو خوب ہوتے ہوئے بھی کل  
ہمیں بھی ساندنی پر بٹھالینا۔

بھٹیاری۔ میں داری میان مجھے کٹھ لے دینا۔

آزاد۔ اسے یا ریس ہی تو افسوس ہو کہ آدمی تھوڑے ہی آتے  
میں جو سب کے سب ملکر حلین تو خوب ہی نقشے جہنم اور وہ  
دل لگیان ہوں کہ آدمی لوٹے لوٹے فرش ہو جائیں۔

چاندو باز۔ سنیہ بندہ نواز رات کا وقت۔ نو بجے شروع ہو  
بارڈ جو فٹم ایک بجے گھر ہوئے۔ محلہ بھر میں آگ دھوڑے سلگائے  
حقہ بھرے تو اجمائے گھٹنا بھر گڑاڑائے۔ پلنگ پر جائے تو نیند  
اُچاٹ کروٹیں پر کردٹن سے تب کہیں جا رہتے تھے اکھ لگ  
پھر فرمایے جو بھلے انس جا رہے تڑکے سوئے وہ دیر تک ٹھنے  
کا نام لے گا بھلا بھیجے دن یوں گیا رات دون گئی۔ اب

انسان چاندو کب ہے۔ داستان کب سنے۔ توام کب بنائے  
پنیک کے مزے کب اڑائے بھی کون جائے۔ مفت میں مٹی  
پلید نر اس سے فائدہ کیا کلا بولتا لگے تماشے سے اچھا ہوتا  
ہوگا۔ اجی بس بیٹھے بھی مسرت وہ شک شک کہتی ہیں  
(جنیالال لونگی) (واٹھ بے چاندو پیہ نشہ چڑھ جاتا ہو جو وہاں  
جائے تو اس سے رچھو دے ہی کا تاشانہ دیکھے وہ چینی دی

<p>ییلی ۱۰ سرست ناز آن بت بدست میرود خود میکند خرام و خود از دست میرود</p>	<p>معلت شہمی و دہری آموست من آدمی چنین خرد قد و دین و حال</p>	<p>جفا و ناز و فتان بیکری آموست بندہ ام گر این شہوہ از بری آموست</p>
<p>مجنون ۱۱ دستے دہم بہ یادکہ بدست میرود دستے بدل نم کہ دل از دست میرود</p>	<p>لطف یہ کہ یلی کے والد بزرگوار دروہ زن عیار و دون کلے پرکھڑے چکے چکے سب سُن ہے تھے۔ ہر یہ کیا آسان پھٹ پڑا یلی اور مجنون</p>	<p>عاشق و عاشق کو داغ ہجران نصیب ہوا۔ پھر پردہ پڑا</p>
<p>ییلی ۱۲ سبزہ دامن نسرین ترا بندہ شوم ابتداے خط مشکین ترا بندہ شوم</p>	<p>صحر او کوہ درہ من خستہ و ضعیف اے خضر زنجستہ درہ بہ ہمت</p>	<p>پردہ کھڑکڑایا۔ تو سامنے ایک نق و نق جنگل نظر آیا سبحان اللہ چھتر منزل میں پیچ جگ جنگل۔ وہی پل وہی بوئے۔ وہی پاؤں</p>
<p>حرف ناقصن و تکین ترا بندہ شوم اللہ اللہ کہ این قاعدہ آموست کیست استاد تو ایما کر آفوست</p>	<p>چھتر منزل میں پیچ جگ جنگل۔ وہی پل وہی بوئے۔ وہی پاؤں وہی دشت وہی اوسون۔ اور ادھر مجنون اور مجنون۔ سر پر خاک اُڑاتے</p>	<p>چھتر منزل میں پیچ جگ جنگل۔ وہی پل وہی بوئے۔ وہی پاؤں وہی دشت وہی اوسون۔ اور ادھر مجنون اور مجنون۔ سر پر خاک اُڑاتے</p>
<p>مجنون ۱۳ صد شہ علیہ جنون ریخت با شفته سرا زد پیچہ مرقان کہ بخون جگر</p>	<p>چھتر منزل میں پیچ جگ جنگل۔ وہی پل وہی بوئے۔ وہی پاؤں وہی دشت وہی اوسون۔ اور ادھر مجنون اور مجنون۔ سر پر خاک اُڑاتے</p>	<p>چھتر منزل میں پیچ جگ جنگل۔ وہی پل وہی بوئے۔ وہی پاؤں وہی دشت وہی اوسون۔ اور ادھر مجنون اور مجنون۔ سر پر خاک اُڑاتے</p>
<p>یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک ماگ دیرینہ روز نے ییلی کے باپ سے کہا چھا کہ سنا یا۔</p>	<p>چھتر منزل میں پیچ جگ جنگل۔ وہی پل وہی بوئے۔ وہی پاؤں وہی دشت وہی اوسون۔ اور ادھر مجنون اور مجنون۔ سر پر خاک اُڑاتے</p>	<p>چھتر منزل میں پیچ جگ جنگل۔ وہی پل وہی بوئے۔ وہی پاؤں وہی دشت وہی اوسون۔ اور ادھر مجنون اور مجنون۔ سر پر خاک اُڑاتے</p>
<p>ضعیفہ۔ ییلی۔ پیاری ییلی میری آنکھوں کی پتلی اب اور ہی ص مین مین مجنون پر انکا۔ کہتے کلیجہ بڑتا ہے اور اسے شرم کے تڑپ جاتی ہوں۔ ییلی کہ اب رو کیے مجنون سے اسکا دل منہ</p>	<p>چھتر منزل میں پیچ جگ جنگل۔ وہی پل وہی بوئے۔ وہی پاؤں وہی دشت وہی اوسون۔ اور ادھر مجنون اور مجنون۔ سر پر خاک اُڑاتے</p>	<p>چھتر منزل میں پیچ جگ جنگل۔ وہی پل وہی بوئے۔ وہی پاؤں وہی دشت وہی اوسون۔ اور ادھر مجنون اور مجنون۔ سر پر خاک اُڑاتے</p>
<p>رہ لفظ مین نکلتا۔</p>	<p>چھتر منزل میں پیچ جگ جنگل۔ وہی پل وہی بوئے۔ وہی پاؤں وہی دشت وہی اوسون۔ اور ادھر مجنون اور مجنون۔ سر پر خاک اُڑاتے</p>	<p>چھتر منزل میں پیچ جگ جنگل۔ وہی پل وہی بوئے۔ وہی پاؤں وہی دشت وہی اوسون۔ اور ادھر مجنون اور مجنون۔ سر پر خاک اُڑاتے</p>
<p>مسیحا علی۔ دت نابکار میری ییلی اور لای خواہ رو پوش عصمت کش ابھی نام خدا کس نے۔ عاشقی و عاشقی کی باتیں رفو کشا یہ کی گھاتیں کیا جانے۔ تو تہمت تراشتی ہو اور جھک مارتی ہو۔</p>	<p>چھتر منزل میں پیچ جگ جنگل۔ وہی پل وہی بوئے۔ وہی پاؤں وہی دشت وہی اوسون۔ اور ادھر مجنون اور مجنون۔ سر پر خاک اُڑاتے</p>	<p>چھتر منزل میں پیچ جگ جنگل۔ وہی پل وہی بوئے۔ وہی پاؤں وہی دشت وہی اوسون۔ اور ادھر مجنون اور مجنون۔ سر پر خاک اُڑاتے</p>
<p>الغرض وہ ماگ دیرینہ ایک روز انکو ساتھ یلگی تو دیکھتے کیا مین کہ ییلی اور مجنون گلے مل کر مٹھی مٹھی باتیں کرتے مین ییلی کا سر مجنون کے کاندھے پر اور مجنون کا ہاتھ ییلی کے دست خانی میں</p>	<p>چھتر منزل میں پیچ جگ جنگل۔ وہی پل وہی بوئے۔ وہی پاؤں وہی دشت وہی اوسون۔ اور ادھر مجنون اور مجنون۔ سر پر خاک اُڑاتے</p>	<p>چھتر منزل میں پیچ جگ جنگل۔ وہی پل وہی بوئے۔ وہی پاؤں وہی دشت وہی اوسون۔ اور ادھر مجنون اور مجنون۔ سر پر خاک اُڑاتے</p>
<p>اور مجنون کہہ رہے کہ عمر بھر تو رہے ہوں کھڑے کی بلایں بیا کر برزینے کہ نشان کف پا تو بدو</p>	<p>چھتر منزل میں پیچ جگ جنگل۔ وہی پل وہی بوئے۔ وہی پاؤں وہی دشت وہی اوسون۔ اور ادھر مجنون اور مجنون۔ سر پر خاک اُڑاتے</p>	<p>چھتر منزل میں پیچ جگ جنگل۔ وہی پل وہی بوئے۔ وہی پاؤں وہی دشت وہی اوسون۔ اور ادھر مجنون اور مجنون۔ سر پر خاک اُڑاتے</p>
<p>وہ فرط محبت سے بولیں</p>	<p>چھتر منزل میں پیچ جگ جنگل۔ وہی پل وہی بوئے۔ وہی پاؤں وہی دشت وہی اوسون۔ اور ادھر مجنون اور مجنون۔ سر پر خاک اُڑاتے</p>	<p>چھتر منزل میں پیچ جگ جنگل۔ وہی پل وہی بوئے۔ وہی پاؤں وہی دشت وہی اوسون۔ اور ادھر مجنون اور مجنون۔ سر پر خاک اُڑاتے</p>
<p>دست جنون گزشتہ بویہ نیم آخر کار دونوں کا وصال ہوا اگر فرط مسرت سے ییلی نے ملتے ہی ابری جدائی کی اور ملک عدم کی راہ لی عشق صادق اسے کھٹے پٹا</p>	<p>چھتر منزل میں پیچ جگ جنگل۔ وہی پل وہی بوئے۔ وہی پاؤں وہی دشت وہی اوسون۔ اور ادھر مجنون اور مجنون۔ سر پر خاک اُڑاتے</p>	<p>چھتر منزل میں پیچ جگ جنگل۔ وہی پل وہی بوئے۔ وہی پاؤں وہی دشت وہی اوسون۔ اور ادھر مجنون اور مجنون۔ سر پر خاک اُڑاتے</p>

ہے تو کسی روز چاند پینے آئے ہی لگی دیکھ لینگے۔

آزاد۔ جی منہ دھو رکھیے۔ یہ مداری لال کی اندر سجائیں ہے کہ چاند نو تو آواز ہی نہ نکلے اسے نادان یہ سب تربیت یافتہ لوگ نہیں سمجھتے گاؤ دی ہی رہے۔ اچھا ابھی اب انکو صلاح دینگے کہ شہر میں بھی دو ایک دن کے لیے چلیں۔ وہاں تو آؤ گے۔

چاندو باز۔ مچھون پرتاؤ دیکر انشا اللہ تعالیٰ ضرور خیال کیجئے کہ کجا چھتر منزل اور کجا لگریان۔ دونا کے ہر سرے چلتے چلتے پانوں سوچ جائیں تین دن تک کھٹیا سے اٹھنا مشکل ہو آئی تو یہ کیوں جی سناڑن کھٹوے آتے ہیں اور سچ جج کی پر بیان آن کر گور گور کھڑا دکھائی ہیں بھی چاہے ادھر کی دنیا ادھر ہو جائے۔ اچھا اب کل ضرور ڈھین گے۔ اگر یہ تیر تو نہیں ہو کہ کوئی باہر جا ایسا نہو جا کر گھٹے تک قید میں پڑے رہیں۔ بلا سے ہم باہر جیٹو اڑائیں گے ہمیں کسی کا کیا اجارہ ہو اندر سجھا تو دیکھنے کو بے اختیار جی جاتا ہے کس تلو کا مچھوڑ کر جاؤ گا۔

بھٹیاریں۔ واہ تو شہر میں ہم کیونکر جائیں گے اتنی دور بھلا اچھا آزاد کی ساندنی پرانے ساتھ ہی سوار ہو لینگے۔ مزے سے دل لگی دیکھ کر دو بجے تک سر امین آجائیں گے۔ پیدل جانا کٹھن ہو۔

بلیس بیمار

بیا ساقی کہ خلوت خانہ ما سور گشت از جانا ما بیا ساقی کہ شوق صحبت یار دلم را بھو من بردشت از کا

بدہ جائے کہ چون چشم کشاید نگاہم بر جمال دوست آید

ہمارے جوان مرد و جوان نور و میان آزاد فرخ نادر میں ٹکٹ بانٹ زرق برق کپڑے ڈانت۔ ساندنی بر کاٹھی کس کس عطر و عنبر میں بس کر لی بھٹیاری کو پیچھے بٹھائے اونٹنی کو چمکائے

یہ جاوہ جا۔ شہر بھر میں دھوم ہے ہر سمت ہجوم ہے۔ چہے چہے کو معلوم ہے۔

شہر امشب رسیدہ طرفہ جمعے	شرر پروانا ہر گرد شمعے
مقلد پیشہ با طرز دانداز	مشعبد سیر تان بنغمہ ساز
بعلم قص و تقلید استادان	داد خاطر عشرت نزا دان
بفن نویشتن استاد ہریک	گئے مرد و گئے زن گاہ فہلک
گئے سناسیان مو پریشان	گئے اسلامیان اہل ایمان
گئے رنگ زن نوزادہ برود	ہرست دایہ گریان زادہ او
زہر قوسے کہ خواہی جلوہ سنا	بہر رنگے کہ کوئی جلوہ بازند

اہو ہو ہو۔ آج تو محفل جگمگاتی ہے۔ آنکھ چھکی جاتی ہے۔ ہر دیوار پرستان کا لطف دکھاتی ہو۔ باد غنیرہ سے باغ نعیم کی پٹ آتی ہے سانے پر وہ زرد گون اور اُپر نقش و نگار بو قلمون۔ دامن کوہ عین لالہ زار سراپا ہزار قلعہ کوہ پر سپہ زر نگاری والا اعتبار ایک نعم ہی پر وہ میں سے زفر نہ سحر آئینہ اور نعمہ فسوں انگیز سامعہ افروز ہوا اور دل سامعین رنگین طبع مصروف آہ جگر سوز ہوا۔ ہر سمت شور و تحسین بلند تھا۔ ہر فرد بشر آرزو مند تھا کہ کہیں گھونگھٹ کا طلسم ٹوٹے چاندن چھوٹے نازک آوازی اور جادو طرازی کے دیتی ہو کہ یہاں پر سے دلی بھی کسں ہو۔ نام خدا اڑھنے کے دن ہیں یہ

بیا جانان کہ من از خویش رقم	ز خود چندین بیابان ہمیش رقم
ستیندم سخن خوبیت رقم از کا	چہ خواہی کرد با من وقت دیدار

خدا خدا کر کے وہ کافر بردہ اٹھا۔ تو سے

منظر بڑا اک بت پر می دیش نرالی سچ دھج غنی ادا کا جو عمر دیکھو تو دین برس کی بہ قدرت غضب خدا کا

زہرہ کا کیا زہرہ کہ تاب جہاں لائے نہ انور کو شوق دیدار چرائے تو پہلے تلو بار آب کو تر سے نہ دھوائے۔

آزاد۔ جی بجا ہے۔ سوجھی تو خوب۔ چشم بد دور۔ دور کی کوڑی لاتے ہو۔

بھٹیارن۔ ہان ہان۔ اچھے آزاد چہ تو ہم بھی روز جلا کوں آزاد۔ کتنی سادی ہو۔ یہ تو بنگلیا گئے ہیں۔ رہا تھاری قفل بھی دیگ چاٹ گئی اُنکو کیا پڑی ہو بھلا۔ کہ مہی سے انگرہ کھنگرہ لے کر کوسوں اتنی دور آئیں چلتے چلتے اندھی روگ آجائے اور بیان آن کر آپ کو مفت تماشے دکھائیں چیری اور دو دو دہی بے ٹھکانے بات کہتی ہو جسکا سر نہ پیر۔ ایسے آنکھوں کے اندھے گانٹھ کے پورے اللہ کے بندے کہیں اور رہتے ہونگے ایسی تو خوبصورت بھی نہیں ہو۔

چاندو باز۔ اچھا تو تھاری خاطر ہی سہی تم بھی کیا یاد کرو گے بھلا۔ ایک دن، ہم بھی چوٹی گلا میں گے چار اُسے کا خون ہی سہی کمان تماشہ ہوتا کمان ہے گول دروازے میں نہ۔

آزاد۔ ہن گول دروازہ نہ لہا جھانک چھتر منزل میں بیان دمن قدم پر ہے۔

چاندو باز۔ ہونٹ تو بندہ جا چکا دمن قدم کی ایک ہی کہی۔ ہان تم کو البتہ پاس ہی بندہ وہاں کی سراسے نکلے اور کھٹ سے داخل بیان ساٹ بجے سے چلنا شروع کریں تو دمن بجے پوچھیں اُدھا تماشہ ہو چکا ہو مفت میں اُتو بنیں اور جو کہیں نہا کے زور کیا تو خود تماشہ بن گئے۔ کبھی کرایہ پر کریں تو آٹھ آنے آئے اُدھا آٹھ ہی آنے جانے کے ایک روپیہ ہوا اور جو تین گھنٹے بھی روک لی تو دو روپیہ آئے اور ٹھونک دیے مفلسی میں آٹا گایلا۔ تین بجے گھر پوچھیں تو جچ چلے کہ اب تک میان تھے کمان ناما صاحب ہم غامیں گے اور میان اتنی عمر تماشے ہی دیکھتے دیکھتے گزری ہے اب تین دس پڑھ برس کے ہوئے گریا رُنا ہے کہ سہری پری پر بلا کا نکھاری جو شوقین

اور وہ دے مارا چاروں شانے بہت۔ میان اُنٹھا سنگو کے مزے نہ اُڑائے۔ بکری پر تنے بیٹھے ہیں۔ چھینک پڑی اور کھٹ سے پھندنے دار ٹوپی الگ۔ آچھیں۔ وہ پوچھی ڈگڈگ بج رہی ہے بندر یا تھرک رہی ہے۔ تلخ بھلاڑی دھنک دھنکا۔ بچی کوئی بیدھا ہی موجود ہان جائے ہم تو بچائینگے۔ اور میان لوگ آئیں کمان سے خلقت تباہ مستہ کسی میں دم کمان اور جب سے افیم سو نہ روپے سیر ہوئی تب سے تو اور بھی خلق خدا کا دالہ نکلیا اور رہا سہا یہ یہ چاندو کی ٹھیکریوں نے ماریستان اس کر دیا جائے تو دامن کس گھر سے لائے۔ سیدانی تو میان کا چوہا چوہا جسے دیکھو سیر پائے پلو۔ گرنٹ کا نام نہو۔ اور بھی صاف تو یوں ہو کہ ہم دگ مفت کے تماشہ دیکھنے والوں میں ہیں میلا ہو گیا تو کوئی چھوٹے ہی نہیں پاتا ایک بندہ درگاہ میں کہ سارن بھڑیش باغ کے میلا بچوٹے۔ بھی املیون میں جھول رہے ہیں کبھی بندروں کی سیر دیکھو ہے میں۔ بہت بڑھکر حاتم کی قبر پر مات ماری تو ایک گندے کے پوندے یہ۔ ایک گندہ اور بڑھایا اور بی ساق کی دکان پر دم لگایا چلیے باج بچھ پیسے میں میلا ہو گیا۔ بھلا یہ بات بیان کمان جھٹ نوشی کی پیسے سے قطعی ممانعت ہو گئی۔ نادری حکم ہے کہ دھواں کوئی نہ اُڑائے۔ زمین تو ہم سوچے تھے کہ چاندو کا سامان سب لیتے چلیں گے اور مزے سے کسی کوئے میں بیٹے ہمے اُڑاتے جائیں گے سہیں کسی باپ کا کیا اجارا۔ بندے کو خدا نے فعل کا اختیار کر دیا پھر اپنی اپنی سب بگست نین گے لگت تو کرادجیے ممانت اور چنڈو کی دکان دیکھئے لھول اور دمن دن پہلے ڈھونڈھو را پڑا ہے کہ فلان تاریخ کو سرنام سے بڑے بڑے کھیل اور بڑے بڑے تماشے ہونگے لگت نہ ادد۔ کر دم دم کر دم دم بھر دیکھئے جو لکھنؤ بھر نوٹ پڑے تو اپنا نام بدل ڈالوں۔

<p>بلبل بیمار - کس بستے پر۔          پیر نابالغ - بیاہونگا۔ ضرور بیاہونگا۔          بلبل بیمار - شرط جو اندری ہی ہو۔          پیر نابالغ -</p>	<p>مبغیہ کرگنا شروع کیا (پیا کے آؤں کی بھی بریان درو جوڑاٹیا          لاگ رہی) بلبل بیمار نے جو یہ آواز سنی تو بغیر سو کر دروازے          کی سلاخوں کے پاس سے تاک جانا تک کرنے لگی۔ ادھر          بڑی بلبلے لٹک رہی۔</p>
<p>کوہ کی اپنے اب تیار ہے   تیرا حافظ جناب باری ہے</p>	<p>عصمت پنپے پنپے آر رہے کیا ہے یہ طرفان</p>
<p>بلبل بیمار - (انگلیاں ٹٹکا کر) اپنے دور۔</p>	<p>پنپے عاشق اور مشوق نے میں چپے ہوا نادان</p>
<p>اُس بت غبرین سو۔ قوس ابرو کی اس حاضر جوابی اور بڑے          میان کی بقراری دیتیابی پر محفل عشقش کرتی تھی۔</p>	<p>عصمت منہ کالا ہو تیرا پنپے کیا بکتا ہے بدنام          بڑھا ہوا سوپ گیا ہے یہ دخت گلفام</p>
<p>بلبل بیمار کی نیکی جیون اور پیاری ادا بردل لوٹ پوٹ تھا          کلیمے پر چوٹ تھی۔ کس ناز و اداسے تھک تھک اور چپک چپک کر          پیر فرقت کو دندان شکن جواب دیتی تھی کہ واہ جی واہ عنفوان شباب          اور آتے آتے ابھی جوانی اور خوش الحانی نازک آوازی اور زبان          درازی نے ستم ڈھایا جیسا کیا۔ ستم بپا کرنے اور آفت ڈھانے          والی تھی ساری خدائی سے زالی تھی۔ بڑھے میان نے بڑھی          خزانٹ ماما عصمت کو بلایا اور کہا کہ تو عصمت ہم تو کچھ دن          کے لئے باہر جاتے ہیں مگر بار بار پیاری بلبل بیمار کو سوپ          چلے پنپے غلام حبشی کو طلب کیا اور کہا خبردار چوکس رہنا عصما          پیری تمام کر لے لی۔</p>	<p>عاشق - کیا تڑپ کر رہی ہو بڑھی تجھ کو اس سے کیا کام          پنپے - ارے میان تلف لگا ہی۔ اور قلفا - تلف کا بھی باپ۔          عصمت - ہی ہو اس بڑھے نے میرا بھی اعتبار نہ کیا۔ تو عصمت جو          اس فیاض جوان عنان کو گھر میں داخل نہ کر دوں نفل لگا کاٹھی رہے          یہ کہکڑی عصمت نے دوسو کی پتلی سیدھی کی اور پھوٹے کے          دروازے سے عاشق زار کھٹ سے بلبل بیمار سے ہلکا رہا ہوا۔          عصمت - ارے جوانی میں میں بھی آنت کی پرکا تھی مجھے بھی          عالم تھا۔ اتنے میں پیر نو سالہ سفر سے واپس آئے۔ دروازے کو دیکھا تو          اینٹوں کی آنکھ کی طرح بند۔ میان پنپے کہیں اتفاق سے شراب لینے          باہر گئے تھے انکی انکی چار آنکھیں ہوئیں۔          پیر - پنپے پنپے ارے کجبت گھر بار کس پر چھوڑ گیا تھا۔          پنپے - بلبل بیمار کے عاشق زار پر۔          پیر - ہائیں بلبل بیمار کا عاشق زار تو میں ہوں۔ کیا اور بھی          پیدا ہوا۔          پنپے - ہونہ۔ اب چاروں میں میں لینا کہ لڑکا پیدا ہوا۔          پیر - (سر پٹ کر) آف - ہاے ستم - ہاے ستم۔          گھر میں گھسے تو بلبل بیمار اور عاشق زار بیٹھے رنگ ریاں مارتے</p>



فروزان شمع باحسن گلو سوز  
پر پروانہ لیش صبح نوروز  
بر دلش طرہ پر صبح و تاب ست  
سیہ مستی ز جام آفتاب ست

اُس بت شکر لب اور دہر سیم غنیمت کا بلبل ہیا نام ہے۔ اور  
واقعی اُسکی ریلی آنکھ نرگس ہیا رسانی زندان سے آٹام ہو جس میں  
چار دہ سالہ کو اُسکا دادا بھیا کا ماما ایک پیر فرقت کے سپرد کر گیا  
جس نے قیا نوس کے باب کو گودیوں کھلایا تھا اور بابا آدم کو بون  
سکھایا تھا تو بھی ہم تو سفر کر چلے۔ ایک مینے میں جیتے بھو سے تو  
فہوا لہرادر نہ تم جانو اور یہ پر نرزد۔ فی امان اللہ یہ کہہ کر اُس پر نرزد  
باربد نرزد پری چہرہ کے جدا مجد تو سدھا ہے۔ اور ایک جینا  
بات کرتے گزر گیا اُنھوں نے آنے کا نام نہ لیا۔ اُدھر بڑھے میا  
کو یہ بڑھ بھس ہو کہ اُس برق دم پری جھم تدر کو ہمارا دلور بائی  
جدت تیغ رعنائی کے ساتھ بیاہ رہے۔ ۷

پیر یکہ دم ز عشق زند غنیمت ست  
از شاخ کہنہ میوہ نور غنیمت ست

واہ بھی بڑھے میان۔ واہ میان لال خان۔ بڑھوئی وقت  
ان سفید بالوں میں کالک لگاؤ گے۔ کمر بہتر جگہ سے خم۔ مگر نیم  
ماشا اشد منہ بخت رنگ فنی۔ خاصے ہونے۔ کاون پر گردون  
بھریاں آنکھیں اندھا کنوان کا نکھو کو نکھ کے ٹھیا ٹکیتے ہوئے دریا  
نوبے پھسان کے پھسل پڑے۔ دانت بتیسون چوہے کے بل میں  
اور خیال گدگدایا کہ اس پری پیکر کو عقد میں لائیں اور بوی بنائیں  
نقدہ دل کھلے۔ ایک دن کمر و کس کمر سفر کی تیاریاں کر دیں۔

پیر ناباغ۔ ادبت عیار۔ ترک ستمگار۔ نیکی گلغزار۔ پیاری بین ہیار  
بن اس چاند سے کھڑے پرواری۔ میری جان میری پیاری۔ وہ تو  
جنگ تک آتے ہی رہے اور ہم مناتے ہی ہے۔ آج ہم سوچے کوئی  
اخذ اترس کے بائے پڑوگی تو میری روح پیردہ ہوگا اس سے کس  
نبتان کو اپنے چاند سے چہرے سے منور کر دو کیا۔ ہم اپنی پلانی

کھوڑی پرنی نئی پکیا جائے نوشتہ بنائے ٹوٹ پر سوار ہو کر ٹھہریں  
کرتے آہیں تم سولہ سنگار کے گردن بند ہڑائے بیٹھی رہو۔

بلبل ہیار (مسکرا کر) ایواہ میان (واہ میان کا ڈونگر ابریں گیا)  
پیر ناباغ۔ ادھر ساون بھادون کے چھائے ہوں۔ ادھر ہم میں  
تم میں پیگ بڑھیں۔ دونوں بھوے پڑھیں۔ بانس گڑے ہوں  
امریوں میں بھوے پڑے ہوں۔ بوی ملا رگائیں میان بغلیں بجائیں  
بلبل ہیار بغلیں نہیں میان تالیاں بجائیں۔ امریوں میں بور جائیں  
پیر ناباغ۔ اشرفی رقمہ کھلاؤں۔ پھولوں کی سیج پر سلاؤں۔

بلبل ہیار۔ ایواہ ری چاہ۔ بس اتنے ہی کے لئے بیاہ۔  
پیر ناباغ۔ تمھارے دم کے لیے گرمی کی فصل میں خشکانہ دہر خاندہ ہو  
اور سردی کے دنوں میں شراب ناب اور کرما گرم نرگسی کباب ہو  
بلبل ہیار۔ یہ ٹھنڈی گرمیاں!۔

پیر ناباغ۔ رات کو کہا نیان سناؤں۔ فرائشی تھمتے لگاؤں۔  
بلبل ہیار۔ یہ سوکھے ٹھمتے۔

پیر ناباغ۔ رات کو ہم مال کی کوٹھری میں تم متابی پر سوار ہو۔  
بلبل ہیار۔ (گردن نیوٹھرا کر) پھر آگے کیا۔

پیر ناباغ۔ کہا ان میری جان۔

بلبل ہیار۔ (دقہہ لگا کر) ایواہ جی میان۔

پیر ناباغ۔ میں نہاں عاشقی ہوں۔

بلبل ہیار۔ اگر غل بے غر۔

پیر ناباغ۔ میں شمع محض عشق ہوں۔

بلبل ہیار۔ مگر چراغ سحری۔

پیر ناباغ۔ میں آفتاب سپر سرور ہوں۔

بلبل ہیار۔ مگر آفتاب لب بام۔

پیر ناباغ۔ ابتر عشق چرا یا سوچا یا۔

شاعر غرامین اور اطالک درست نہیں۔ بھلا صف شکن تو اس کا غز پر لکھ دیجیے۔

خوجی۔ چلیے صاحب وہ ہم گو کہے گھامڑ کاودی سہی۔ آپ تو اپنے وقت کے افلاطون ہیں نہ بس چٹی ہوئی۔

نواب۔ چھٹی ڈوٹی کے بھروسے نہ رہیے گا چھٹی نہیں ہوئی ایک بھلے انس کو آپ نے دس آدمیوں کے سامنے ذلیل کیا آپ کو ہم ذلیل کر نیگے۔ غفور قلم و دوات کا غز خوجی کو دو۔ لکھیے قبلہ۔ صف شکن کا لفظ لکھیے۔

مصاحب۔ نہیں حضور یہ فقرہ لکھو ایسے کہ سوت ہوش و حواس درست نہیں۔

خوجی۔ نے یوں لکھا (اسوقت حوش و حواس درست نہیں) مصاحب۔ (مہنس کر) واہ واہ۔ کیا بیانت ہو حوش کو کا

حطی اور حواس کو آپ ہاے ہوز سے لکھتے ہیں۔ یہ دیکھ بیجے نہ۔ نواب۔ اے لعنت خدا۔ اور بڑھ بڑھ کر باتیں بناؤ گے۔ پھر کسی کو

تو کو گے بچہ۔ اے میان ہوش و حواس نہیں لکھ سکتے۔ اے پھکار شرا لے تو نو گے؟

میر صاحب۔ وہ شرا چکے۔ شرم چہ کتی ست کہ پیش مردان ملت شرم تو انھوں نے بھون کھائی ہے۔ تب تو شرا لے نہیں جب

بڑی بڑی محفلوں سے کا لے گئے۔ خوجی۔ حضور کے مزاج میں انصاف تو ضرور ہو لیکن برب کعبہ

اسوقت حضور نے میری گردن کندھ چری سے ریتی ملے ملے اتنا تو سمجھیے کہ اگر ہوش و حواس ٹھکانے ہوتے تو بیش یا افتادہ الفاظ

کے اعلیٰ میں بھلا کیوں غلطی کرتا۔ شاعر میں۔ شاعر میں۔ مولوی میں۔ منشی میں۔ مگر جب ہوش بھی ہوں ہاے صف شکن کا پتا نہ لے

اور ہم ما پختیان اڑائیں۔

نواب۔ واہ خوجی واہ۔ سہوت طبیعت تمھاری تنگ حلالی دیکھ کر خوش ہو گئی۔ شاہ باش۔ کوئی ہی؟

مصاحبین۔ کوئی ہی۔ حاضر ہو جلد۔ چلا۔ پیرو۔ پیرو مرشد دست بستہ کیا حکم ہے۔

نواب۔ داروغہ سے کہو کہ ہاے رفیق خواجہ صاحب کو وہ عبا رومال اڑھا دین جو پریمون خرید تھا۔ لو خوجی یہ ہم نے انعام دیا۔

واہ بھی واہ۔ گا ہے بہ سلائے برنجند دگا ہے جو شامے خلعت منہ کمان تو خوجی پر وہ عتاب تھا کمان اب انعام پایا۔ داروغہ

طشت میں رومال لا کر خوجی کو اڑھا دیا خوجی نے استادہ ہو کر سنا دفعہ سلام کیا اور کہا کہ واہ حضور کیا ریاست ہے۔ اب خدا کو واہ ہو کہ

سہوت تہ دل سے دعا نکلتی ہو کہ بیان آزاد مع صف شکن علی شا کے کھٹ سے آجائیں اور حضور اللہ دل کو اہی دیتا ہو کہ آیا ہی

چاہتے ہیں بس صبح شام آئے داخل۔ نواب۔ تمھارے منھ میں گئی شکر۔

مسیتا بیگ۔ حضور ٹھائی کا اقرار کر لیں۔ خوجی۔ اور سنیے یہ بندہ شکم گڑسنہ چشم فرب بولا۔ بے ٹھائی کی

وہ جلسے اڑتین وہ جشن ہوں کہ واہ جی واہ۔ مہینوں طلبے برتھاپ پڑے اور دور دور سے طائفے آئیں۔ صف شکن کا آنا کوئی ایسی

ویسی بات ہے۔ گیدی کہیں کا۔ نواب۔ انشاء اللہ۔ پھر میں اپنے دل کا ارمان نکالوں وہ

دھما چڑھ کر پچے کہ واہ جی واہ۔ مسیتا بیگ۔ (میر صاحب کے کان میں چپکے سے) نقل عیش بہ

از عیش۔ آنا جانا ملنا ملنا معلوم۔ گرد اللہ آزاد بھی بلا کا جوان ہو وہ جھانسا دیا کہ نواب بھی ساری عمر بھولیں گے یہ سائنسی تو بھی

اُسے بیجی۔ اُسے پونے دام سیدھے کیے صف شکن کی دم میں ندا

اُسوقت اُنھوں نے تو یہ کہی کہ اب اس میں شادی کرے تو میری

لوا بصاحب اور رفقا کی چہ میگوئی ان

اب ادھر نواب کے بیان کا حال سنئے کہ وہ ان کیا ہوتا تھا جب  
کئی دن گذر گئے تو خوشامخوردن نے جنگ پر چڑھایا کہ یہ وہ فرد دیکھا  
ہم نہ کہتے تھے کہ میان آزاد خانہ برباد کا ٹھکانا کیا حضور نے نہانا  
آخر ش ساندنی کی ساندنی گئی اور رنج کا رخ ہوا۔

خوجی۔ اور بیوقوف کے بیوقوف بنے۔

میر صاحب۔ اور انعام و زوارا جو دیا اٹھاتے ہیں سیک  
گنتی ہی نہیں۔

غفور۔ ہجور اب وہ پھرتے خیر نہیں آتے۔ دو تین سو کی  
ساندنی پر پانی پھر گیا۔

خوجی۔ ہونہ یہ دو ہی تین سو لیے پھرتے ہیں۔ اسیان وہ  
ساندنی ہلاکی دھاوا کرتی ہوئی ہو۔ ریل کی دم میں باندھ دو دیکھو چنڈی  
نیک برابر چم چم کرتی چلی جاتی ہی یا نہیں۔ ہندوستان سے ملک میں  
وہی ایک تو نظر آتی نہیں۔ کیا دم خم بھی میں دو ایک دفعہ  
سوار ہوا۔ واللہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ ہوا پر جا رہا ہوں وہ ٹھک  
ٹھک جال کہ اہو ہو ہو۔ سواری اور اونٹ بھی گھوڑا بالکی ہاتھی  
سب اُسکے مقابل میں گرد ہیں۔ اور بھی سچ پوچھو تو میان صفتن  
سے اُسکے کھونے کا زیادہ رنج ہوا۔

میر صاحب۔ واہ خواجہ صاحب آپ بھی واللہ کیا بے تکی باتیں  
کرتے ہیں۔ کجا بیزبان جانور۔ کجا ہاے صفت شکن سلاہہ تھا  
پاجی اور بھلے مانس کا مقابلہ کیا اس وہ اشرن حیوانات ہو  
ایسی ایسی ہزار ہا ساندنیان سکی ایک لات پر شار کھنے لگے  
ساندنی کے کھونے کا زیادہ رنج ہوا۔

نواب۔ اتنے بڑے نوبت ہوئے مگر گو کہ ہے ہے جو بات کریں

بے ٹھکانے ساندنی ٹکے کا جانور۔ گئی گئی اب اُسکا روٹا کیا۔ ہا  
رنج تو یہ ہو کہ میان صفت شکن اب ہاتھ نہ آنے کے میرا ہی دل جانتا ہو  
کہ کلیجے پر کیسی چوٹ لگی ہے بھی اس سے تو مجھے ہی موت آجاتی  
تو سمجھتا بڑا خوش نصیب ہوں۔ افسوس۔

مصاحب۔ حضور صبر کیجیے۔ م صبر تلخ ست لیکن بر شیرین دارد  
آتش کہ گئے ہیں۔ بڑے نواب صاحب مر گئے تو حضور نے کیا کر لیا  
چچا حضور کو چھوڑ کر چل بے تو حضور نے کیا کر لیا دادا جان ساری  
شردت سے منھ موڑ کر داغ جدائی سے گئے حضور نے کیا کر لیا  
اب صبر کیجیے۔ صبر کیجیے۔

نواب۔ میان بات یہ ہو کہ باپ دادا تو سب ہی کے مرا کرتے ہیں  
مگر صفت شکن سے وفادار جانور کا ایک دم بھی جدا ہونا کھلتا ہی  
نہ کہ کابک سے اڑ جانا۔ خیر خدا اُنکو بخشے ہو وقت دل ہو کہ اختیار  
اُٹا اچلا آتا ہے۔

خوجی۔ یہ کیا بک دیا کہ۔ صبر تلخ ست لیکن بر شیرین دارد  
آتش کہ گئے ہیں۔ واہ ری معلومات۔ اے حضرت یہ سعدی کا  
شعر شریحی کا کلام ہے۔

نواب۔ کیا خرافات بک رہا ہو۔ یہ شعر شاعری کی تحقیقات کا  
بھلا کون موقع ہو وہ سعدی نہیں رودکی کہ گئے کسی پھر اس سے  
واسطہ معلوم ہے کہ آپ بڑے شاعر کی دم ہیں۔ عجب نامعقول  
آرمی ہو بھی۔

مصاحب۔ اور خداوند یہ انہیں سخت عیب ہو کسی نے بات کی  
اور اُنھوں نے چٹ کاٹ دی۔ یوں نہیں دون ہو وں نہیں یوں  
ہو۔ آم نہیں املی ہو۔ پوچھیے ہم تو اپنے آقا کی تسلی کے لیے تشنی  
امیر باتیں کر رہے ہیں کہ صبر کیجیے۔ یہ ٹیوٹے پر چڑھے بیٹھے ہیں  
کہ آتش نہیں سعدی کا کلام ہے حسین لوگ سمجھیں کہ آپ بھی بڑے

کا بنا کر خاؤ تھا۔

میان - ہم نے چھکڑا کر ڈانٹیک کر رکھا ہے۔ اسباب سبب لگا ہوا  
سب سامان لیس ہی تمہاری جدائی میں بگھڑا نہیں۔ جب جی بگھڑائے  
تو گرجی کو بلالینا دو گھڑی دل بدلانا۔ میں نے مال لیا اور لیا ہوا  
اب کی پورا رہ میں۔

شکر بی - سچھ گھڑی جاؤ اور تو سے لے کر آؤ رہا مجھ نہ بھول جانا  
نہیں میں بیان کر رہ کر گھڑ کر جاؤنگی۔ تھان سر پر اٹھاؤنگی۔ یہی  
تمہاری دو گھڑی کی جدائی ہی شاق ہے جلدی آنا۔ میں واری  
جلدی سے آجنا کسی کے کلیانے سے کیا لے گا بھلا اچھا اب ٹھنڈ  
ٹھنڈے تاروں کی بچھاؤ میں جاؤ۔

میان بخارام توجہ برد سے چھکڑے پر دکر سدھا لے ادھر انکے  
گرد جی نے میدان جو خالی پایا تو ان موجود ہوئے اور لگے اختلاط  
کی باتیں عشق کی گھاتیں کرنے۔ شکر بی ایک طرار عورت۔ تاڑ گئی  
کہ گرجی کی نیت ڈالوان ڈول ہے۔

گرجی - بخارام تو چلے گئے۔ ہم روز آئیں گے اور ٹھٹی ٹھٹی باتیں  
اچھی اچھی کہانیاں تم کو سنائیں گے۔ شکر بی واہ وا تم نے کتنی پیاری  
صورت پائی ہے۔ دیکھو۔ میں مددے۔ ندی کھرد اتو دیکھو  
(چٹکی بجا کر) ادھر ادھر۔ پیاری ادھر دیکھو۔ اس جہن کے واری  
کیا کامنی ہے چھب ادا سب میں برقی دے۔

شکر بی - ہم آپکا مطلب آپ کی چٹون ہی سے تاڑ گئے۔ رہا  
ایک بات مان لو تو ہم تمہاری بات مان لین۔ یہ وقت تو ہوا  
کھاؤ کل آٹھ بجے آؤ تو خوش روزہ سنائیں خوب گائیں بجا لیں  
میدان خالی ہے۔

گرجی جو پورے گروتے کھل گئے کھل آٹھ بجے اور دم سے  
یہاں آن کو دے۔ پیاری شکر بی اور ہم اچانک سیاہ

بھٹیا سہی۔ چلے آپ کی جوتی کی نوک سے۔ ہم جیا ہی سی۔  
آپ اپنی ماکو چھپر پر رکھیے۔ عورت کوئی اور ہی ہوگی۔ بندی  
سوام دہو سار کو کھڑے کھڑے کھڑے پر سے اتاروں۔ کیا جھانے  
لینے آئے ہیں جس میں اتر پڑوں اور آپ مرے سے جم جائیں مگر  
دھور رکھیے ہم نے کچی گولیاں نہیں کھلی ہیں۔

چاندو باز - بیوی تو سی جا آپ کے ہاتھ بالوں نہ ٹوٹے۔ سر نہ پھوٹے  
انرض بعد خرابی بصرہ میان آزاد داخل منزل مقصود ہوئے  
تو دیکھتے کیا ہیں کہ محفل جی جائی مثل نوعوی سچی سچائی اتنے میں  
ایک پلیسی نے آن کر کہا کہ (صاحبان مجلس) علاؤ الدین اولیائے  
ناور چراغ کا ذکر آج ختم ہوا۔ اب شکر بی کی کہانی باقی ہے۔ جسطرح  
آپ لوگوں نے آج آسرا دیا اسی طرح ہمیں اُمید ہے کہ کل بھی  
آیے گا۔

میان آزاد - ارے! ایک داستان کی داستان ختم ہو گئی اور  
ہم نادر آج مزہ ہی کر کر رہ گئے۔ کہیں بی بھٹیا سہی سے نوک جھونک  
ہوئی کہیں بالوں میں خاک تیل ڈالا کیے۔ کہیں ڈاڑھی میں حانا  
باندھا واٹھ بڑا ہی فسوس ہوا۔

اتنے میں شکر بی کی کہانی شروع ہوئی۔ پہلے ایک بخارام  
آئے۔ واہ میان تبدیل چشم بدور کیا قطع مبارک ہے۔ لال لال  
پگیا پر لٹو۔ صورت دیکھی اور نہی آئی اور حضرت کی بھڑندی ادا دیکھی  
ستم ڈھائی تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ سفر کی تیاریاں میں دساہ مال  
لینے جاتے ہیں۔ اس کے بعد ایک نگار شوخ و طرار چلتی ہوئی آئی موت  
سے چلبلا بن رہا ہے۔ رگ رگ میں شوخی۔ بوٹی بوٹی بھڑک  
رہی ہے۔ کبھی دھوٹی کو سنوارنا کبھی بالوں پر ہاتھ پھیرنا کبھی آنکھیں  
لڑانا کبھی مشکنا کبھی اٹھلانا۔ ابھی یہ کھڑی تھیں۔ دم کے دم میں  
ٹپ کر وہ ہنسنے لگی۔ اُن کی شوخی جو طرفہ کشاؤ تھا۔ غصہ

میر صاحب - (آہستہ سے) کیون جی یہ ہمارے رئیس بھی کتنے بھولے ہیں۔ بیڑے سے صوف شکن ہوئے اور صوف شکن سے اب صوف شکن علی شاہ بنے (ہا ہا ہا) لاجل دلا قوتہ داندزا گادی ہی ہاں مسیتا بیک - اجی خدا کرے ایسا ہی بنا رہے مگر یہ یار خجی کا عباسی رومال آنکھوں میں کھٹکتا ہے۔ یہ مددک بگڑی بات کو ایسا بنایتا ہے کہ کچھ پوچھیے نہیں۔

میر صاحب - ہاں مگر آزاد اُنکے بھی جیائے اُنکے کان اُنھوں ہی نے کاٹے۔ اور بھئی آدمی بھی پر کالہ آتش ہے۔ پڑھا لکھا عالم قاضی - شاعر نثار - پھر کشتی پٹے میں طاق -

نواب - اب زنان خانہ میں جاتے ہیں ہم - رخصت -

### شکونی کی نقل

ہمارے رسیا یا رہے میان آزاد کے کان میں جھنک پڑی کہ پونے نو کا عمل ہے۔ اسے توبہ - آج ہم نئے آؤ ہی بنے۔ بی بھٹیاری ایک سیلانی لگی للکارنے - اجی بس چلو میان جاؤ بھی - آپ بھی کہیں گے کہ ہم آدمی ہیں کنگھی چوٹی ہی سے مہلت نہیں ملتی جب دیکھو ڈھانڈھا بندھا ہی بیٹیاں جاتی جاتی ہیں ادنیٰ گورڈی بیسوائیں بھی اتنا سنگار نہ کرتی ہونگی - بے اب کمر کسو چلو گے یا ٹھلے بازی ہی کیا کر گئے۔

چاندو باز - ای بی آخر ش جوان جان ہوا - آرائش سرود ستار شوق پر ہٹو ہیں - تم بھی توبے بال سنو اسے گھر سے قدم نہیں نکالیں۔

بھٹیاری - آپ بھی پنک سے چونکے - آج جسکی کم پٹی بھی کیا نو ایک چھینٹا اور نہ اڑاؤ - ہمارے تو سنگار نکھار کے دن ہی ہیں میان - اُسا کیا دیتے ہو۔

میان آزاد نے لب جھپ فوق البھرٹک کرٹے ڈٹے

بی بھٹیاری کو پیچھے بٹھا کر ادنیٰ کو کروڑا دیا۔ راہ میں بی صاحب رنگ لائیں ہی ہو اس موٹی سواری پر خدا کی سنوارا مہر سنوارے ہچکولوں کے ناک میں دم آگیا۔ میان آزاد ایک ٹھٹھول آدمی۔ ایک ایرٹکا اشارہ جو بتاتے ہیں تو ساندنی اور بھی تیز ہوئی۔ تب تو اک بھجوا بھگنیں - ای مردے کچھ خیر ہے۔ واہ اچھی دل لگی مقرر کی ہے مجھے بھی کوئی اور سمجھے ہو۔ واہ میں لاکھوں ساندنی کے بس سیدھی طرح چلنا ہو تو چلو نہیں میں جینتی ہوں۔ پیٹ کا پانی تک ہل گیا ایسی سواری کو آگ لگے۔ میان آزاد نے ذرا لگام کو کھینچا تو ساندنی بلبلانے لگی۔ بی بھٹیاری تو سمجھیں کہ اب جان گئی گزری۔ دیکھو یہ چھپر چھاڑ بیان کسی کو گوارا نہیں ہمیں اتاری دو بس چچ بی ہزار نعمت کھائی۔ لو اور سنو ذرا سے ہچکولے میں منہ کے بھل آ رہوں تو چکنا چور ہی ہو جاؤں۔ تم ساندن کو اسکا کیا ڈر ہو روکو۔ روکو۔ روکو ہاے میرے اند میں کس بلا میں نہیں گئی میان اپنے خدا سے خوف کرو۔ بس ہمیں اتار ہی دو۔ ساندنی کیا ٹکڑا جوڑی ہے۔ اتنے میں حسن اتفاق سے ساندنی ایک درخت کا سنا دیکھ کر ایسی بھڑکی کہ چپک کر دھنل قدم پیچھے ہٹ گئی۔

میان آزاد تو روان پڑی جائے ہی تھے وہ تو لوہو پیچھے لکائی گئی بی بی صاحبکے ماتھے لٹی۔ ساندنی کا بچکنا تھا کہ وہ بھی ساتھ ہی دھم سے زمین پر اررر دھون۔ خدا کی مار اس موے مودی پر۔ وہ تو کو خیر سے کٹی سڑک نہ تھی نہیں تو سخت میں ہڈی پسلی چور چور ہو جاتی۔

چاندو باز - شابش ہو تیری مان کو ٹھننی بھی کھائی مگر وہی تیور دی خود دم میں۔ دوسری حیا دار ہوئی تو لاکھ برس تک سواری ہونے کا نام نہ لیتی۔ سواری کیا جنازہ روان ہے۔ مگر جھاڑ پھونک پھر موجود جیالی بلا دور۔



شکری۔ مجھے شکری کہتے ہیں۔

بادشاہ۔ شکری ادا کیا بیٹا نام ہے اور کیوں نہ بات کرتے وقت بہن سے قند گھوتی ہے۔ اپنے وقت کی شیریں ہے۔ اچھاری پکڑ یہ تو بتاؤ صبح صبح یہ بقراری اور آہ وزاری کیوں ہے کیا کسی انگے بچھے کورنی ہے۔ میرے کلیجے پر سناپ لوٹنے لگا۔

شکری۔ اہی حضور کیا کہوں آپ کے وزیر کی مجھ پر طبعیت آئی ہے۔ وہ وزیر میں فقیر۔ میری عزت اب آپ ہی کے ہاتھ ہے۔ بادشاہ۔ اودہ تو بہ کتنی بڑی بات ہے وزیر کو ابھی بیڑیل کیے دیتا ہوں تو کہاں میرے ساتھ بیاہ کرے۔ مزے سے راج کرنا میں اب والدہ شیدا ہو گیا۔

شکری۔ اہی واہ تم بادشاہ میں داد خواہ۔ تم راجا میں چڑا کہیں گزی میں زربفت کا پیوند لگاؤ۔ تمھارے یہاں ایک ایک پیش خدمت مجھ سے اچھی ہوگی۔ میں ہوں کس میں۔

بادشاہ۔ کوئی میرے دل سے پوچھے۔ یہ بگس غمزہ زن۔ یہ زلف پر شکن۔ اہو ہو ہو۔ بلا سے جان ہے۔ اب تاناں لے کہ۔ شکری۔ بس بس۔ اچھا۔ تو اتنا کہنا اس گھڑی آپ بھی ملین آج تو میں سبساں لیس کر رکھوں۔ کل آپ گیا رہنے آئیں بس شکری اور بادشاہ سلامت گھل گھل کر باتیں کریں گے۔

بادشاہ اور وزیر اور کوتوال اور گروہی بنشاش گئے کہ پالہ مار لیا کل ڈیشن گئے ادھر آٹھ بجے ادھر گروہی برآمد تھے مائے خوشی کے محلے میں پھولے نہیں ساتے۔ شکری کے سراپا کی جو تعریف کرنے پر آئے تو پل بانڈھ دیے شکری اپنے دل میں سوچتی تھی کہ یہ گھانس تو نہیں کھا گیا ہے۔ مویا یہ تو نہ جیسے نفاذ یہ سن دسال۔ یہ صورت کالاکھ اور میرا عاشق بنا ہے۔ اس سے کو تو ایسی چلی پر سے بھی نہ قرباں کر دے واہ سے گرو۔ تیرا سبباں اس جالے یہ گرہستون میں آنے کے

لالی نہیں رہا۔ رہ جاتے اماند نہ مجلسا ہو تو شکری نہیں۔ کیا منے مزے سے مچتی باتیں بنا رہے ہیں اور خبری نہیں کہ انکے بھی بابا بایا چاہتے ہیں۔ اب گروہی چٹنگ زنی کرنے لگے۔ شکری ٹال ٹال جاتی تھی کبھی شرماتی تھی۔ کبھی شکری تھی کہ واہ سے گرو۔ کیا بڑھس ہے گروہی بڑے مزے پلٹھا مائے اکڑے ہوئے بیٹھے تھے کہ اتنے میں کسی نے دروازہ کھڑکھڑایا۔ این ایہ کون آیا۔ اسے باپ کے باپ یہ ہوں۔ کو تو ال۔ اُٹ سے غضب اب جان بچی نظر نہیں آتی شکری ذرا ہلکہ کہیں پلاؤ۔ یہ کیوں! یہ کیوں!۔ آپ عاشق جو تھے ہیں۔ بات ترے گرو کی دم میں مندا۔ رہ تو دیکھ تیری بوٹی بوٹی نہ چلیوں کو دون تو شکری نہیں ایہ اب کیا کردوں شکری۔ شکری کہاں چلی کہاں۔ کہیں دروازہ نہ کھول دینا میں تو باتوں ہی تک کا گنہگار تھا۔ شکری نے گروہی کی کھوپڑی پر جھلا کر دو تین بیٹیں زناٹے سے لگا لیں۔ اور ایک بورسے کے بیچے تھا کر دروازہ کھول دیا۔

کو تو ال۔ شکری آج شام کو اس کو کی خبر لڑکا اور قید کر دنگا۔ تم میری معشوق ہو اس مودی کی ایسی تھی قبر میں باؤن ٹکائے بیٹھا ہے اور یہ عشق چرایا۔ تمھارے لائق تو ہم میں پیاری آؤ ادھر بیٹھو۔ واہ کیا حال ہے۔ کیا ماستا نہ چل ہے۔

یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ وزیر بھی آن موجود۔ دھم دھم۔ دھم دھم دروازہ کھولوا جی شکری دروازہ کھول دو۔ کو تو ال کے اوسان خطا کہ غضب ہی ہوا اور زیرِ علم آگئے۔ اب میرا کہیں ٹھکانا نہیں۔ اتنی خیر خداوند اچا بیو۔ ملے کیا بسے پھنسے۔ دیکھو بالیکا تو راج کا خیال گدگدایکا اور بوٹی بوٹی نوح کھایکا شکری قہ جاکو شکری بوٹی سے تیرا جنازہ نکلتے یہ تو کو تو ال کرتا ہے میں تو گئی فریاد کرنے آپ بھی پر بھی گئے اب خیا زہ اٹھاؤ گے بھلے مانسون کی بہو بیٹوں سے یہ بیٹی

بری مجھ۔ خوب منے سے کہے گی۔ آج کسی اچھے کی صورت دیکھ کر اٹھتے تھے گرجی مہاراج جو اس لائق تھے کہ وہ ہی سے ڈنڈا کرے خوش خوش گھر چلے کر محل محل کر بھر کر دیکھتے جاتے تھے اور اشاروں سے بتاتے تھے کہ ہم اب مفتوں ہو گئے۔ شکریٰ بجا کر منہ پھیر لیتی تھیں۔ مگر اس جانے ہی میں وہ جون تھا کہ گرجی ریشہ خلی میں جاتے تھے جب خدا کر کے گرجی سدھارے تو غلگرنی ایک جگہ کھڑی ہو کر دھارن مارا کر روتے لیکن ادھر کہیں کو تو ال شہر برآمد ہوئے۔ اس بت گلغدار کا رفسا زبان اور چلی کر اور نرگس بیار دیکھ کر ہزار جان سے عاشق ہو گئے کو تو ال۔ ای بری پیکر تو رشک فر۔ جوان و طر حدار شیخ و عیار ہے مگر سر بازار در رہی ہی۔ کیا کسی نے ستایا ہی۔ یا کسی پر دل آیا ہی تیرے رنے سے اسوت میرا کلچہ پھٹتا ہے۔ از براے خدا بتا تو یہ بات کیا ہے۔

شکریٰ میان میں کیا بتاؤں۔ اسوت کلچہ پر چوٹ لگی ہو کہتے شرم آئی ہی میرے گرجی مجھ کو جانے لگے آپ فریاد کرنے لگی ہو کو تو ال۔ گرد اور تجھ ترکھے۔ ایسی ایسی تیری ایسا ٹھیک بناؤں کہ چھٹی کا دودھ یاد آجائے۔ ساری جو کر بیان بھول جائیں میری عملداری میں اور یہ اندھیر تجھ ہی بری کے لائق ہم میں یادہ شیطاں واہ کیا رنگیں طبع شیخ مزاج معشوق ہی اسوت دیکھو اتوجی خوش ہو گیا۔ ۵

تشنہ تو ہمیشہ در فزون باد | رویت ہمہ سال لالہ گون باد  
اس حسن کے قربان اس رخ کے صدمے جلو تھامے مکان جنین۔  
شکریٰ۔ اچھا کیا مضائقہ۔ آئیے مگر ایک بات مانو تو میں ہونڈیا ہو جاؤں آج تو رنہ پر ہواؤں کل نونہے ملین گے اور گھل گھل کر باتیں کر رہے عورت مرد رانی تو کیا کر گیا قاضی۔

کو تو ال۔ مگر ادھر دیکھو۔ ڈرتے ڈرتے ایک عرض ہو۔ شکریٰ۔ ای تو اس میں ڈر کا ہے کا۔ کہ تو دنیا کا کل نونہے آؤ بس سمجھ جاؤ۔

کو تو ال صاحب خوش خوش چلے ادھر شکریٰ نے پھنزارا رونا شروع کیا جس اتفاق سے کہیں وزیر ریاست اُٹھتے اٹھتے این ایہ کون رو رہا ہی۔ بھی۔ مگر آواز ہی کسی چلی کی۔ اہو ہو ہو کیا جانسی صورت ہی چاند بھی دیکھے تو بلا میں سے عورت کیا برکات آتش ہی کیون چل ناکس نے دکھ دیا جو ڈھین بیا کر رو رہی ہو۔ میں اسی ستر کا وزیر ہوں جس نابکار نے ستایا اُس سے کھڑے کھڑے سمجھ لوں اور میں تو تیری صورت پر دیوانہ ہو گیا جو حکم ہے جالاؤں

شکریٰ۔ اے تھوڑا کر عرض ہو کہ اپنے کو تو ال کو سمجھا دودھ چھڑی نگاہ ڈالتا ہے اب آپ کے سوا کس سے کہوں۔

وزیر۔ میرا کو تو ال اور ایسا بد اعمال کیا مجال۔ ابھی اُس عین کو قتل کا حکم دیا تو وزیر تیری اٹھتی جوانی اور یہ بھین تو اس لائق ہو کہ وزیروں کے محل میں رہے میں تو تیرا درم ناخویدہ غلام ہوں جو حکم دیجیے جالاؤں شاسے کی دیر ہو مگر۔

شکریٰ۔ ہاں ہاں میں سمجھی۔ زہے نصیب۔ یہ تو مگر کیا معنی۔ اس وقت تو اب آپ جائیں کل دس بجے میرے مکان پر آئیں۔

وزیر۔ (دست بستہ) ذرا خوب بن چن کر بیٹھا۔ ہاں خواہ کھر کر کے اب ہم جلتے ہیں۔

یہ حضرت بھی دفان تھے تو سنیے کہ بادشاہ سلامت شریف لائے ہاں ہاں تو کون ہی عورت یا پری۔ آج تیرے تیرے خدائے اچھی صورت دکھائی۔ یہ کوہ قاف آئی ہی بابرستان سے عورت تھارہ نام کیا چلی

مچایا کھڑے پھارو۔ گھڑوں کو لٹکا رو۔ واہ اچھی گلی ہوئی  
چلے اڑھائی کوس۔ اسی جھڑاب چلتے چلتے جلین یا کین اڑنے لگیں  
کیا ریل گاڑی مگر کی ہے۔ بھاسے کی گاڑی تو یوں ہی جا لگی۔ چا  
اُڑ پڑے ابھی سیرا ہے۔ میان اچھا اچھا باتن دیکھ بنانا۔ چلو تیز  
بائیٹ بائیٹ باسے خدا خدا کر کے پونچے اور ڈٹ گئے لیلیٰ مجنون  
کی داستان شروع ہوئی۔ آج تو پارسیوں نے محفل کو راجھوڑا  
مجنون کا بن بن جنگل جنگل ٹھوکرین کھانا جوش جنون میں ہر در دیوار  
سے لیلیٰ کو بلانا۔ دن کو گریہ وزاری۔ شب کو اختر شاری چلا چلا کر  
رونا اور اشک گلگون سے ہر دم گل رضا کو دھونا ایسا ثابت کیا  
کہ حاضرین جلسہ بھرک گئے۔ کبھی کسی شجر ارفع سے چمٹ کر چارا  
لیلیٰ لیلیٰ کبھی سب جو بار اشجار و سب زار کا عکس دیکھ کر غل چایا  
لیلیٰ لیلیٰ۔ یا بون میں کانٹے چھجے مگر آت تک نہ کیا۔ بدن گلابا تا  
تھا لیکن زبان پر لفظ فریاد نہیں آتا تھا یوں نام کو مجنون بن جانا  
تو سب ہی جانتے ہیں مگر یہی ادا وہی بقراری دہی عشق معادق  
ظاہر کرنا کا سہ دارد۔ ادھر لیلیٰ بھی ترپ رہی تھی آخر کار جذب  
دل نے رنگ اتر دکھایا اور عاشق و معشوق کو باہم ملایا موت  
لیلیٰ نے وہ ستم دکھایا کہ الامان۔ اتنے میں مجنون نے اُنکھ کھولی  
معشوق پری بیکر کو ہکنا۔ پایا دیکھتے ہی دم توڑا۔ اور لیلیٰ بھی ساتھ ہی  
چھری بھونک کر جل بسی۔

اس مقام پر حاضرین جلسہ کا دل بھرا آیا اور بعض رقیق قلب  
آدمی دھار بن مارا کر رونے لگے۔ محفل سکتے کی حالت میں تھا  
بس شہر غموشان معلوم ہوتا تھا جسے دیکھو مائے رنج کے بات  
نہیں بھڑکتی۔ آنسو ڈبڈبائے۔ کلیجہ دھک دھک کرنے لگا۔  
انفرض پارسیوں نے سہو جہرقت اور عبرت ظاہر کی کہ طلب  
ایک قسم کی مجلس کروکھایا اور حاضرین کو زار زار دولا یا سب

گردن ہی رہی تھی کہ ہونو ہو اور باہم ہی گھٹکھٹکے چپکے ہوتی تھی کہ  
آج تو غضب دکھایا اتنے دن سے تماشا دکھایا مگر نہ حسرت بھی نہ ہنسی  
تھی جو اس وقت ہوئی واہ واہ واہ۔ خصوصاً لیلیٰ کا مجنون کی لاش پر  
رونا اور صبر مان کنا کہ ہسے دل کی دل ہی میں رہی مراد ایک  
نہ برائی۔ داغ جدائی نصیب ہوا۔ مردمہ بھر سہا۔ ایسے سخت  
میان آزاد کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرتے تھے اور روگرد  
کے حضار عابسہ و مال سے اپنے اپنے اشک پوچھتے تھے اور بعض تو  
بھوٹ بھوٹ کر روتے تھے۔ اس درجہ مجھوڑے کہ دو تین بدترین آدمیوں  
کے عین موت جبکہ لیلیٰ نہایت حسرت میں حیر کے صدیوں کو رو رہی تھی  
ہنس مینے پر محفل بھر تہ کی نگاہ سے دیکھنے لگی۔ جب پہلا تانا خانہ ہو  
تو چو طرف سے واہ واہ۔ سبحان اللہ۔ بارک اللہ۔ صل وعل! ہو رہا  
کا غلغلہ بلند تھا۔

میان آزاد مگر گشتی کے عادی۔ ڈھائی گھنٹے جم کر بیٹھا پڑا تو گھبرا  
اٹھے سوچے کہ چلو محفل بھر میں گھوم آئیں دیکھیں تو لوگوں کا کیا حال ہے  
اب بیٹھے کہ میں سنٹ درجہ دوم میں ادھر بیٹھے ۱۵ سنٹ ادھر بیٹھے  
پھر چھٹک کر درجہ سوم میں ہو ہے۔ وہاں چھ میلو لیان کین اور چو  
درجہ میں کھٹ سے موجود کئی آدمیوں کا مکالمہ سنا۔

ایک۔ یار اُن کے پاس سامان تو خراب لیس ہے۔  
دوسرا۔ واہ کیا کمنا زرق برق پوشا کین اور لطف یہ کہ سب  
سچی جھک جھک کر رہی ہیں۔ اور پرے تو ایسے دیکھنے سننے  
بس یہ یقین ہوتا ہے کہ بارہ دری کا چھا لگ ہی یا پری خانہ ہے  
جنگل کا سامان دکھایا تو وہی بیل بوٹے۔ وہی دوب۔ وہی بیل  
وہی جھاڑیاں۔ وہی باڑیاں سو ہی کسار۔ وہی لالہ ناز  
بس بالکل سندر بن معلوم ہوتا ہے۔

تیسرا۔ اور سبز پری کی تعریف ہی نہ کی۔

مخارام - لعنت ہو تجھے - مروک - ڈوب کر چلے بھرتانی میں تھو  
تیری اوقات پر چپٹ لگا کر اے بھکار (دھول جا کر) اوٹھکار -  
شکر بی - مودی جتنی خورے - شرم نہیں آتی - دیکھو یا کدو  
عورتیں ایسی ہوتی ہیں -

مخارام - تم نے کو تو ال سے کیوں نہ فریادی -  
شکر بی - بس چپ بھی رہیے نہ موالسا بھی چپا نکلا (مندوق  
کھو کر) یہ آپ کے کو تو ال صاحب ہیں - یہ اپنے ہی ڈوسے  
ڈالتے تھے - یہ کیا حرکت تھی تھری ہو -

مخارام - کیوں بے نالائق - جاؤں وزیر سے کدو -  
شکر بی - واہ وزیر ان کے بھی گرو گھٹال ہیں (مندوق  
کی طرف اشارہ کر کے) یہ وزیر بیٹھے ہیں - او لعنت - دیکھو  
حیا پروری اسے کہتے ہیں -

مخارام - سلام صاحب سلام - چلو بھرتانی میں ڈوب  
مجا کرتے ہو - تم نے جہان پناہ سے ان سب کی کیوں  
نہ فریادی -

شکر بی - ہونٹو وہ بھی اسی پتیلی کے چٹے بٹے ہیں (کرسی ہٹا کر  
مجا عرض کر دیا شاہ سلامت یہ چھپے بٹے ہیں - واہ حضور -  
مخارام - ارے ستم! بادشاہ وقت اور یہ حال! -

شکر بی - کیوں جہان پناہ میں نے انعام کا کام کیا یا نہیں  
واہ رنی شکر بی -

کیا شرم ہے - جل اٹھ مندوق میں بیٹھا اور چپ چاپ بیٹھو -  
یہ کہہ کر شکر بی نے دروازہ کھولا تو وزیر برآمد ہوئے -

وزیر - پیاری قسم کو جو کل رات کو آنکھ بھی جھپکی ہو - کو تو ال مروک  
کو تو آج ہی مروتوں کرتا ہوں - مگر قسم دو کہ آج سے تم ہماری ہو  
میں تو تیری ایک ایک ادب پر عاشق ہوں - اب ادھر ادھر  
ناجی کمان بھرتی ہو - آؤ ادھر آؤ -

اتنے میں کسی نے دروازہ کھڑکھڑایا کون ایہ کون نا بکار آیا -  
چپ جہان پناہ ہیں - اسے استم ہی پناہ ہو گیا - میں کمان جاؤ  
شکر بی بچائے واسطے خدا کے کہیں چھپائے - اُف - اُن میں  
اس مندوق میں گھس جاتا ہوں تو بلائے - دروازہ کھولا تو جہان پناہ  
برآمد ہوئے شکر بی چاند میں داغ ہی ترے کھڑے میں داغ نہیں آفتاب

میں یہ چمک کمان - تو بادشاہوں ہی کے لائق ہو یہ او کوئی کمان  
سے لائے - یہ بوٹی بوٹی کوئی یونگر بھڑکائے تجھے کیا دیکھا کہ خدا  
کی قدرت مجسم نظر آئی - جل جلالہ - اجمی حضور میں آپ کے لائق

کمان - آپ بادشاہ ہم غریب آدمی - این! کسی نے دم دھمایا  
کون شخص ہو - ہوت کمان سے یہ کجنت آیا - اسے! ہٹو تو  
ہٹو تو بی - یہ تو میرا میان ہو خوب مال لائے ہوں گے - او شکر بی

او شکر بی - میری عزت اب تیرے ہاتھ ہی گدسی کی لڑ میں انکو بھی  
چھپایا - دروازہ کھولا تو مخارام دن سے داخل -  
شکر بی - آئے آئے میان آئے - سب خیر و عافیت -

مخارام - کئی آنکھ کے اندھے گانٹھ کے پوڑھے ملگے اونے  
پوڑے بچا اور دام کھڑے کیے اور بیان تو سب خیریت ہو  
گردی تو اچھے ہیں -

شکر بی - آگ لگے موے گردو - کچ پڑے سپر وہ تو کسی مدھی  
کھات میں تھے (بول اٹھا کر) بیجیہ درشن کیجئے -

نہ ہر زن زن سرت دنہ ہر مرد مرد  
خدا بیخ انگشت یکسان نہ کرد

دوسرے روز میان آزاد نے ساندنی کی دم میں مندا بلاندا  
اور کریم کی گاڑی پر لڑکے چلے تا شاد کیجئے - کوچیان کو چیل  
گھوڑ یوں کو کرڈا دو - پتھوڑی دیر کے بعد پھر وہی فعل غبارا

اچھا بلی کی شکل بھی گوری ہے۔

اتنے میں ہمدرد شاہ ظفر کا حال شروع ہوا۔ واہ وا واہ۔  
یہ اس سے بڑھ کر ہے۔ ہمیں اور ہی لطف ہو بھی۔ ہاے دہلی کی  
تباهی کو اس طرح بیان کیا کہ لوگ چوٹ چوٹ کر رونے لگے۔  
برخاست ہوا۔

تھانہ دار

ادھر دھوم دھڑکے سے خاتون شب کی سواری آئی۔ وہ  
چراغوں نے پروانہ تقریر کی خوشخبری بانی۔ ادھر قبلہ کے رخ  
سے جھومتی ہوئی گھنیری گھٹا چھائی۔ موریلوں کی سرلی جھنکار اور  
پیپہوں کی پکار نے گھاکی کیفیت بڑھائی۔ اتنے میں بجلی تڑپی  
اور بادل گر بنے لگے اسے ادا کیا بوت کی شنائی ہو۔ غضب  
ہی ہو گیا۔ اب تماشو ماشا فیہ صلاح ہے۔ یہ بھیجے وہ ٹپٹا  
بونہ بن گئے لیکن میان آزاد جھجھکا کر کہنے لگے۔

کیا برتاؤ یوں برس کبخت اکوہ سے لیکے دُوب جائیں دخت

بار سے ایک دفعہ ہی ہوا نے وہ زور باندھا کہ بادلوں کو ادھر ہی  
ادھر اڑائے نیکی۔ مطلع صاف۔ اہو ہو ہو۔ اب تو بلی شب پر بلا کا  
کھار ہے۔ غضب کا سنگار ہے۔

مستاب شبے جو وصل معمور	بروز کشیدہ پردہ نور
در راہری جو دور میان	در پردہ دری جو مہربینان
ابر وے افق گرہ کشادہ	افلاک صلاے نور داہ
از خوش طرب زمانہ سیراب	بالغ نظر ز میں ز مستاب

اللہ تعالیٰ کی لیلۃ الہرات ہے۔ بلکہ وہ بھی بات ہی چاندنی  
سینہ عارفان حق پرست کی طرح صاف۔ پر تو ماہ اوقات تاقات  
پردہ دار عاشقان ہی۔ مضمون اقامتینا السار پرینتہ الکو اکب  
چہرہ دیدار سے عیان ہے۔ شب عشق میں پردہ ہو۔ تجا

محبوب چار گنا سالہ۔ ہاے صوفی صافی طینت۔ ریاض جنوں کے  
زیب و زینت میان آزاد بی بھٹیاری کے ساتھ اکے پر سوار ہو  
ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کھاتے خوش گیان اڑاتے چلے۔ راہ میں ایک  
فقیر نے پیچھا کیا۔ جوڑی سلامت میان بیوی کی جوڑی سلامت ان  
گورے گورے ہاتھوں سے ایک پیسہ دواپے سائیں کو۔

چاندو باز۔ بٹین میان بیوی نہیں۔ بہن بھائی ہیں۔

فقیر۔ بھائی بہن کی جوڑی برقرار۔ مان کا کلیہ ٹھنڈا رہے۔  
میان آزاد بہت ہی جیسے۔ بی بھٹیاری خوب کھلکھلا کر سنس  
پڑیں لو اب تو ہاے میان ہوے اور میان سے بھائی جان۔ اب  
کمرے کی سندھین۔ بو دو دونوں میں کون پسند ہے۔ میان آزاد ابھی  
سٹرائے۔ لا حول ولاقوہ۔ بھی آج سے تھائے ساتھ آئے تو  
تھارا ہی بھائی۔ خیر قہقہے لگاتے اور اکا اڑاتے دن سے دن  
محفل پران سم کا جو بن ہو کہیں ولیان گلزار کہیں پری رُفان  
شوخ و عیار۔ کچا کچھ آدمی بھرے ہیں۔ اور شہر بھر ٹوٹ پڑا ہوتے  
میں نقل شروع ہوئی۔

ایک سیٹھ جی دستار گلزار سر پر بجائے۔ دھوتی کی لانگ لٹکا  
مجھدر کی صورت بنائے۔ دانتوں میں مٹی لگائے ٹکتے ہوے  
آئے اور ساتھ ساتھ انکی نیلی نیلی اسیلی جھیل جھیل بیوی عجب زو  
در بانی سے آئیں وہ بھین وہ باگپن۔ وہ کھار وہ سنگار کناہد  
صد سالہ بھی دیکھے تو کلیجے پر چوٹ کھائے۔ ہزار جان سے  
عاشق ہو جائے۔

بھجھو کا روپ سج و سج تہ آفت چلبلاہٹ ہے  
جھکڑ انور کا کھڑا غضب اسکی سجاوٹ ہے  
خبر لیجیو یہ کس کے بانوں کی انکھیل اٹھ ہے  
کہ ہر ٹھوکر جسکی دل میں مٹتی گدگد اٹھ ہے



چمرو۔ اہی واہ۔ اندر بھاکی ایسی تھی وہ لوگ کیا جانیں یہ چمکتی دکتی پوشاکیں۔ یہ روشنی یہ حسن و جمال یہ سبز و سرخ کی غریبوانی انکو نصیب کمان داب بھی گزری اور شرتی کو ملاتے ہیں۔

قبر۔ ہاں۔ اور نہیں تو کیا۔ اہی یہ سیکردون قلعین کرنے ہیں ایک اندر بھاکیسی۔ لیلی مجھون کا قصہ چمیل بٹاؤ اور مہنارانی کی داستان۔ سات پروین کا مٹاشا گل بکاؤلی شکر بنی کی چٹک ٹک میان نصیحت کا مسخرہ بن۔ صد ہا تماشے یاد ہیں اور سب چوٹی کے یہاں سے چٹک کر میان آزاد درجہ اول میں آئے۔

رئیس۔ ان لوگوں کو کمال حاصل ہے۔

مصاحب۔ ہاں پرورد شد یہ دیکھے بڑے بلا کے نقال ہیں۔ رئیس۔ بلا کے۔ اہی یوں کہو کہ نور کی طبیعت پائی ہے۔

مصاحب۔ بجاہی خداوند۔ یہ دیکھے گلے کتنے نورانی ہیں اور مانگ پر تو حضور یہ دیکھیے وہ جون ہے کہ واہ جی واہ حضور یہ دیکھیے غفل بھڑاسی کو غور کرتی ہے۔

خانصاحب۔ ہاں واللہ سچ کیے گا کتنی پیاری ادائیں ہیں۔ رئیس۔ دو ایک کی آواز بھی بہت اچھی ہے۔

مصاحب۔ ہاں خداوند۔ یہ دیکھیے بہت اچھی ہی روشنی بہت ہی اچھی۔

رئیس۔ روشنی تو ہے ہی۔ میں آواز کو کہتا ہوں۔

مصاحب۔ بجاہی حضور والا۔ آواز میں بھی نورانی ہیں۔ کوئی کیا گائے گا۔ اور گائے گا بھی تو یہ گلا کمان سے لایگا۔ یہ خدا داد بات ہی حضور کی قدر دانی پر ان لوگوں کو بڑا ہر دمہ حضور نے بڑی جوہر شناسی کی یہ دیکھیے سب مدح ہیں۔

صاحب بہادر۔ دل لیلی بھائی تھی۔ پسند کیا۔

میم صاحب۔ اویس بہت پسند رکھو کہ اویس کو سمجھاتا

جو تھا۔ کون! حضرت! اللہ ہی جو کہیں لکھنؤ میں چڑھیں بھی تعلیم پائے تو پھر آفت ہی دھائے۔ یہ نورانی گلا۔ یہ ٹیپٹار کو از یہ سن و سال یہ حسن و جمال۔ واللہ لاکھوں لوٹ بجائے لاکھوں ہر رئیس کے بیان سے بٹوا آئے اور جہان جائے کھنا کھن اشراف پائے اور جو مشاطہ سنو اسے تو پھر دیکھیے جون دو نا ہو جائے تیسرا۔ اچھا جی ہاں کیا خوب بات کہی ہے۔ جو کہیں دو مینے بھی بیان تک جائیں تو پھر واللہ کلین دار با جامہ نہ پہنا دیا ہو تو لکھنؤ نہیں۔ اسیلیں پانچے اٹھائے جاتی ہوں اور سبز پری جھوم جھوم کر آتی ہوں اور حاضرین جلسہ کا رہے ہوں کہ خدا کر کہو بجائے کہیں کلائی میں مونی نہ آجائے۔ بھی لکھنؤ پھر لکھنؤ ہی ہوتی لے گا تو کمان تک۔

دوسرا۔ پھر بھی انکے ساتھ میں نہ سنے بڑا جید مسخرہ بولس پورا بھانڈ ہے بیان۔

ایک طرف تو یہ باقیں ہوتی تھیں۔ اب درجہ سوم میں جو گئے تو دوسری چاند بوزار شمسو اور میان چمرو اور قبر بیٹے چنگو لیان کر رہے تھے۔ چمرو۔ اہی دھوباہی دھوباہی۔ کچھ ہیں نہیں۔

شمسو۔ ہاں ٹن ٹن کی آواز تو آتی ہے۔ باقی غیر صلاح۔

قبر۔ اہی تم دونوں تو چانڈو کی پینک میں ادنگ رہے تھے نہ نقل دیکھی نہ کچھ اور گئے گا بیان نے بھلا قسم تو کھاؤ کہ لیلی مجھون کا سارا قصہ دیکھا آٹھیں تو آپ کی بندھنیں آج سو جھا کیا خاک تم نے تو کچھ دیکھا ہی نہیں مزے تو ہم لوٹتے تھے ہوت اس سر سے اس سر سے تک کرم بچا تھا سب سب دھارین مارا کرید رہے تھے آپ گھٹا بھر کے بعد آٹھ کھولی تو بتا اٹھے کہ دھوباہی دھوباہی ذرا آنکھیں کھول کر دیکھو تو۔

شمسو۔ کیا پارگی اندر بھاسے بڑھ کر ہے۔

نہ چلے تو کمردن کہ وہ اس وقت نہ آدینگے۔ ہاہم تو جانتے ہیں  
چلے ہی چلے دو دو کو باتیں کیجیے گا اور پھر یہیں آجائے گا۔  
آزاد۔ ارے ہاں ہاں تم تو تھانہ دار کے مزاج سے واقف  
ہو گے بھلا گالی تو نہیں دے بیٹھتے ہیں۔

کانسٹبل۔ (دانت کے تلے انگلی دبا کر) ناہین گالی دینا کیا  
کچھ ہنسی ٹھٹھا ہی آپ نشان کھاطر میں (نشان خاطر)

الغرض اس قیل وقال کے بعد میان آزاد اور بی بھٹیاری اور  
کانسٹبل تھانہ پر چلے۔ راہ میں ایک آدمی اکڑتا ہوا جاتا تھا۔

میان آزاد دست آدمی اسکا اینڈنا دیکھ کر آگ ہو گئے قریب جا کر  
ایک دھٹکا جودیتے ہیں تو کوئی پانس رہ کھنیاں کھائیں اور بازار  
بھرنے والیاں بیائیں۔ بی بھٹیاری نے حضرت کے ڈنڈوں پر  
اور تھوڑی دور چلے تھے کہ ایک شخص چا دی بھٹے جڑی بوٹی اُسپر

پھیلانے بیٹھا گپ اڑا رہا تھا کہ اس بوٹی سے انٹی برس کا بڑھا  
جوان ہو جائے۔ اس جڑ کے استعمال سے بال سفید نہ بنے بیائیں یہ

جو تیس دن ہمارا تھا ایک ایک تو بڑے تو بڑے عمر بھر نہ ستائے میان آزاد  
اسکی طرف جھک پڑے کہ کونھی کھلاڑی یہ کیا کر رہی خانہ بھیل کر

بیٹھے ہو۔ آج صبح سے کتنے کوٹھے بھلنے کتنے نقل کے ٹونڈے  
گاتھ کے پوتھوں کو غیٹا دیا کس کس کو مونڈا ادا دسوجھی خوب

بہت سے بیوقوف اُٹوبنے ہوئے کو سلاجیت بھی ہے۔ ہا ہا ہا۔  
وہ ایک کالیان مار گیا کہ یہ بڑے حضرت ہیں۔ کان میں

چپکے سے کہا کہ اُستاد جانتے تو ہو پھر یہ سب کے سامنے بھلائی  
جو کرنا کیسا بیان ۶۔

روٹی تو کھا کھائے کسی طور چھندر

میان آزاد نے آہستہ سے اُٹھی کھوڑی سہلا دی اور چل کھڑے  
ہوئے تو ایک تلی جا رہا تھا۔ پوچھا کیوں میان تلی کتنا دن ہوگا

جانے کیا جوڑیاں نوٹی ہیں یا پاؤں کی منھری گھس جائے گی  
میں تو مرد ہوں تو باتک ساندلی کی کھچ لگائی ہوتی اسنے ذری  
تھانہ تک نہیں جایا جاتا دوا یہ دھا چو کر دی تو روز ہی رہتی ہے  
کل آکے دیکھ لینا کیا تاؤ مارا جاتا ہے۔

آزاد۔ بھلا تما شا چھوڑ دوں۔ یہ پری چہرہ نازنین یہ کلفام  
میں جین پھر کہاں سے نظر آئے گی۔

بھٹیاری۔ اویان ادھی کے روغن میں تودہ روپ نکل  
آتا ہے کہ آدمی سجدہ کرنے لگے۔ اچھا تم کو سہا ہی میں یہ

رنگ دروغن نہ دکھا دین تو آدمی نہیں۔  
آزاد۔ اچھا چلو چلیں مگر چلو تم بھی ساتھ چلو راستے میں دو گھڑی

دل لگی ہی ہوگی۔ ہاں خوب یاد آیا تھانہ دار سے اور مجھے تو  
لاگ ڈانت ہو اُس دن سچ چل گئی تھی نہ کہ میں ایسا نہو کہ وہ

کو توالی کے چوڑے پر بیٹھ کر فرعون بے سامان بن جائیں اور  
ایک ادھ اوکھی سٹائیں تو پھر میں لے ہی پڑو گاتا سمجھو لینا

میں آدمی بات سننے کا روادار نہیں۔ ساندلی لے یا ہنم میں  
جائے اُسکی پر دا نہیں مگر کوئی اینڈنا میڈا فقرہ سنایا اور میں نے

کری کے پیچھے چٹا۔ میں آدمی مرقی ہوں اور پھر کیوں سننے لگا  
سبب کیا۔ چور نہیں کہ کو توال سے ڈرون جاری نہیں کہ

پیائے کی صورت دیکھ کر جان نکلے۔ دوڑ کا خوف ہو نہ جانش  
نہیں کہ نہ پھپھلاؤں۔ مرہل نہیں کہ دو باتیں سہ جاؤں کوئی

بولو اور ادھر بندے نے خنجر تولا۔ ہاہم نہیں یا وہ نہیں۔  
بھٹیاری۔ تم کو تو نفھان (نفقان) ہی میں دیوانی تو ہو

نہیں وہ پچا رہ تو ایک ہنس مکھ آدمی ہے۔ رنگیلا جوان  
لڑائی کیوں ہونے لگی۔

کانسٹبل۔ چلے یا نہ چلے مگر میں تو دیر ہوئی ہے چلے تو بھا

چکا چوندی نہ لگ جائے بھلا کس طرح اکٹھو کو  
لسان برق بتیا بانہ اسکی اچھلا ہٹ ہے

بہار باغ رعنائی - افشان چین در بانی - تیز و گرم غیر شکستہ دل  
کے لیے مویائی - پیاری مائی -

میان - پیاری اسوقت تو رنگ فاق اور کلیہ شوق ہو گیا - اب  
جان پر بن آئی ہے - ملک الموت کی دہائی ہو - ہاے میرا یہ سن  
سال اور موت کا خیال - کیا بڑا دھڑکا ہی کس منہ سے کٹی تھی -  
بیوی - (رونی ہوئی) اچی کچھ کو تو یہ اجرا کیا ہی - خاصے جیتے  
جائگتے بٹے کٹے بنے کھڑے ہو - مرنا کیسا - ہو کیا - ہاے میرا  
تو کلیہ بھٹ گیا -

میان - جس سوداگر کا میں کجست ذکر ہوں اسکی بیگم نے بلا کر کہا  
کہ وہ چل بے اور کہہ گئے ہیں کہ سیٹھ کو میرے پاس بھیج دینا  
سو اب میں جاتا ہوں - رخصت - ہاے تیری محبت کا بانی بیٹ  
میں چلبلا رہا ہے - آؤ پیار کر میں یہ آخری پیار ہے - اب وہاں  
ملین گے -

بیوی - ارے میں تو کہیں کی نہ رہی - ہاے اسوقت آنکھوں  
میں اندھیرا چھا گیا - مجھے چھوڑ کر کہاں جاؤ گے کس کو سو پنے  
جاتے ہو (گلے چپٹ کر) اب گلے کس کو کھاؤ گی - اے میرا  
سو ہاگ سوگ سے بد گیا - رنڈا پاؤ کیمنائست میں بدلتھا  
جتنی ہنسی نہ تھی اتنی اب روؤ گی -

میان - آؤ پھر گلے مل جائیں ارے اب پیار کون کرے گا  
یہ آخری ملاقات پیاری آخری ملاقات ہے - تمہارا پیارا  
اب تم سے جدا ہوتا ہے کہاں سماعت کرنا - یہ دم واپس ہی  
خوب نظر بھر کر دیکھ لو - بس پھر وہاں دیکھنا نصیب ہوگا -  
بیوی نے دھارون دھاروننا شروع کیا - چکیان کئے لگیں

سر پر خاک اڑائی - چڑیاں چٹ چٹ توڑ ڈالیں - کوکو کوکو  
رانڈ بیوہ کی صورت دیکھو - ہاے جیتے جی مرئی - ہی چھی کوئی  
آئی ہوئی - ہاے میں جیانا مری - دمری - اب اڑیاں رگڑ  
رگڑ کر مرو گی -

میان - واہ واہ - تو جب میں مرد نکاتب رو دنیا - ابھی تو  
سامنے کھڑا ہوں اور تو کہتی ہے کہ میں رانڈ ہو گئی - میں  
سنڈا بنا ہوا ہوں تو رانڈ کیونکر ہو گئی -

یہ نقل اتنی ہو چکی تھی کہ میان آزاد کو ایک سپاہی نے  
بلا یا اور کہا چلیے تمہارے صاحب نے بلایا ہے -

میان آزاد مزے سے بیٹھے ہوتے تھا شاید دیکھتے تھے -  
سیٹھ جی کی دستار گلزار اور زرد چہرہ شوخ و تمکار - سیٹھانی کی جوانی اور  
خوش بیانی چلبلاؤں اور بچپن دیکھ کر عرش عرش کرتے تھے کہ دفعہ  
عین کڑیاں میں غلہ لگا سارا مرہ کر کر اہو گیا - برتنہ اڑنے  
آن کر کہا کہ آپ کو تمہارے صاحب نے اسوقت بلایا ہے چلیے  
ذرا جلدی اٹھیے -

آزاد - کون تمہارے دار ہے تمہارے واسطہ - کوئی دھم  
بھی ہو یا یوں ہی بلایا ہو - چلو چلو ایسے بہت بلایا کرتے ہیں ہیں بھی  
کوئی ایسا ویسا مقرر کیا ہے - کیا دل لگی ہے - جاؤ بلاؤ  
اُنسے کہیے کہ آپ کو خود میان آزاد نے یاد کیا ہے ابھی  
حاضر ہو -

بھٹیاری - ہون ہون لے بس بیٹھے رہو - بہت اُچھڑ پنا  
بھی نہیں اچھا ہوتا - واہ کہنے لگے ہم نہ جائیں گے دینیہ (دھم)  
مخت میں بیٹھے بٹھالے لڑنا بھگڑنا - بڑے وہ بنے میری اللہ  
نہیں تو کیا - آخرش ساندنی کی رپٹ لکھوائی ہے کہ نہیں  
پھر اب دوڑو دوڑو گے نہیں تو بنے گی کیونکر اور وہاں تک

آزاد۔ بس الگ کسی کی بیوی سے ہاتھ ملانا کیا دل لگی ہو۔  
ذرا سنبھل بیٹھیے گا ہٹ کر۔

تھانہ دار۔ حضرت آپکو بیوی مبارک ہوں لے مجھے اس  
رشتے کا حال کیا معلوم تھا بھلا یہ عقدہ تو اب کھلا کہ عقدہ ہو گیا۔  
ہو۔ مبارک مبارک۔ چین کیجیے۔ آج ہماری بائیں آنکھ  
پھر کٹی تھی۔

میان آزاد سمجھ گئے کہ یہ بڑے ضعیف الاعتقاد ہیں۔ بوے  
حق۔ حق۔ حق۔ اسد باقی والکل فانی۔

اسکو جو میان آزاد نے لہرا لہرا کر بے آواز بلند پڑھا اور قرأت  
کے ساتھ ادا کیا تو تھانہ دار کے ہوش اڑ گئے پڑھے لکھے بھی  
واجبی ہی واجب تھے ننگے پھر تھرا گئے۔

تھانہ دار۔ (ہاتھ جوڑ کر) یا شاہ اجنہ۔ اگر کوئی خطا فرم ہوئی  
ہو تو توتو۔ وہ تو تو تو ہی کرتے رہے میان آزاد نے کوک کر  
کہا کہ السعید من وعظ لغیرہ۔

تھانہ دار صاحب نے کانپتے کانپتے کہا کہ جو حکم۔ بی بھٹیاری  
بولیں کہ ساندنی کا بچی ہوس سے منگوا دو تھانہ دار نے فوراً  
حکم دیا کہ ابھی ساندنی لاؤ۔

کھٹ سے ساندنی آن موجود ہوئی۔ میان آزاد سوار ہو  
اور پیچھے بی بھٹیاری مزے سے بیٹھیں۔

بھٹیاری۔ میان تمہارا بایان قدم ہے۔ اخہ۔ تم تو ادنی  
کیا بلا ہو۔ ہم تو مان گئے۔ ایمان کی قسم آج سے مان گئے۔  
وہ ڈانٹ بتائی کہ تھانہ بھر تھرا اٹھا۔

آزاد۔ (کڑک کر) القب۔ صندوق العمل۔ ابدال  
علی الخیر کف اعلہ۔

بھٹیاری۔ ذرا سنبھلے ہوے کہیں ساندنی پر سے دھکیل

نہ دون مجھے بھی کوئی ڈروک سمجھے ہو مجھ سے ذری شیخی کی نیلیے گا  
یہ خرے کسی اور ہی سے بھاریے۔

آزاد۔ بائیں تم ہم سے نہیں ڈرتا۔  
بھٹیاری۔ یا وحشت۔

آزاد۔ ہم شاہ اجنہ ہیں۔  
بھٹیاری۔ ہم تمہارا بھی کان کاٹے گا۔

دونوں نے مکر فوب قہقہے لگائے۔

آزاد۔ لے آج تو تم دس آدمیوں کے سامنے ہیں اپنا  
میان بنا چکی ہو۔ مگر نہ جانا۔

بھٹیاری۔ پھر تمہاری تہمت۔ ایسی قبول صورت بتی ہو میں کوئی  
دکھلا دو بھلا۔ مگر ہمیں غرض کیا۔ ہمارے میان آپ موجود ہیں جی

اتنے میں سرا ہوئے گئے۔ رز تو میان آزاد سویرے نکلا  
نور کے ترے گروم بلکہ پھلے سے اٹھتے تھے آج کچھ ایسے گھوٹے

بیچکر سونے کہ دنیا و مافیہا کی خبر نہیں۔ بی بھٹیاری جھٹ پٹ  
صبح صبح اٹھنے کی عادی گروٹ گئے دس کا عمل ہی ابھی ختم

ہی لے رہے ہیں۔ دونوں خواب خرگوش میں ہیں۔ دونوں کی  
چار پائیوں پر دھوپ پھیلی ہوئی ہے۔ خرخر خرخر۔ خٹ خٹ

اڑواہ یہ وزن ہی نرالا ہے۔ ابھی خٹ خٹ اور خرخر نکالی ہے  
کیون نہیں۔ ساندنی پائی ہے یا بائیں۔

بی بھٹیاری کھلی جاتی ہیں کہ میان آزاد ہم پر فریفتہ ہو گئے  
اب نکاح ہوا ہی چاہتا ہے۔ جب سے یہ خط ہوا تب سے وہ بھی

خرے بگھارے لگیں۔ جالی تو ہیں مگر مگر کیے پڑی ہیں ہلکتی  
تک نہیں۔

اتنے میں میان چاندو باز آئے۔ آتے ہی پکارا میان آزاد  
میان آزاد۔ بی بھٹیاری بی بھٹیاری۔ صدے برخواست

تیلی جو بیچے پھر کے دیکھتا ہوتا اسکے اوسان خطا ہو گئے چپکا چلدا  
یہ دست قدم آگے بڑھے تھے کہ غل غباڑے کی آواز آئی ایک  
حلوائی گاہک سے تکرار کر رہا تھا۔

حلوائی - کھالی بیچیا ناہین بکت ہی مہری دکان پر کس کس  
وے دیئی بھلا۔

گاہک - اے مین کہتا ہوں کہین ایک گدانا دون  
آزاد - گدنا تو پیچھے دبیجے گامین ایک گدنا آپ کی گدی پر  
نہ جمان کہین۔

گاہک - آپ کون ہین کہین بیدھا تو نہیں ہوا ہوں۔  
آزاد - ان ہاتھ پاؤں پر یہ طیش - بھلا ہیں بیچارے کو جو تم  
ملکارتے ہو تو ایسی وجہ۔

بھٹیاری - ای تو مر دے تو کوئی خدائی نو جدار ہے۔ ادلی  
نسی کے پٹے مین تم کون باؤن ڈالنے والے - میرا تو ناک مین  
دم آگیا - سکو سمجھاتے سمجھاتے تھک گئی مل اُسے نہ مانا نہ مانا۔

آزاد - وہ تو کو طہیا نہیں مین گھسن پٹی بتاتا۔  
کانسٹبل - بیباؤ بڑے راکا بس کا دکھی - جہان دیکھو اڑ پڑت مین  
بیان سے چلے تو بی بھٹیاری نے ہاتھ مین ہاتھ دیا اور کسا

جواب کسی سے تم بھڑے تو فون خچر زرداؤنگی - غورٹی دیر  
مین تھانہ پر ہو پئے۔  
کانسٹبل - اے آیا وہ کھڑے مین۔

تھانہ دار - اور یہ زمانہ ساتھ کیسا - اخا ہلی اللہ رکھی مین۔  
مین تو اس جلیلی مست چال ہی سے سمجھو کیا تھا کہ بی چکو مین - آؤ نہ۔  
کوئی ہے کچھ بیٹھنے کو دو اٹھین - بیج کنا تھاری چال سے

کیسا پہچان لیا۔  
آزاد - دا بھلی داہ - دائہ دہ کی کوڑی لائے اور اپنے

اپنوں کو سب ہی پہچان لیتے مین۔

تھانہ دار - یہ کون بولا - ہادی حسن - کون ہو بھی۔

بی بھٹیاری نے دیکھا کہ اب بات بڑھے گی - اور رفت مین  
ٹھائیں ٹھائیں ہوگی - آزاد مست آدمی - تھانہ دار کو حکومت کا  
غزہ - یہ ایک کہینکے تو بیان آزاد دس سٹائیں گے عورت ملی جالا لگ  
بگڑی ہوئی بات یوں بنائی

چک کر تھانہ دار کی طرف چلی۔

بھٹیاری - اے بس چلو دیکھ لیا - منہ دیکھے کی محبت ہو یہ  
گھر کی تھانہ داری اور تین دن سے موئی ساندنی نہ ملی - تم سے  
تو بڑی بڑی امیدیں تھیں (آزاد کی طرف مخاطب ہو کر) آؤ  
مولانا صاحب آؤ ادھر آن کر بیٹھے (تھانہ دار کی طرف مخاطب

ہو کر) اے زوری ہٹو جگہ دو - آخر بیٹھیں کہاں زمین پر۔  
میان آزاد نے مونہ دھا اپنی طرف کھینٹا اندر ٹک گئے۔  
تھانہ دار - کہو جی وہ ساندنی تمھاری ہونے۔

آزاد - تم کی تقریر کا اینجاں جواب نہیں دیا کرتے - آپ کیسے  
مین کوئی جہر کٹا نہیں ہوں۔  
تھانہ دار - کیا!

بھٹیاری - (سر پٹ کر) ہاے میرے اللہ مین کیا کردن یہ تو  
جہان جاتے مین دنگا جاتے مین - مجھ اجڑی ہوئی کو ان کے  
پچھن کیا معلوم تھے بھلا۔

تھانہ دار - کیا کچھ ان سے تعلق ہے - بیج کنا تھین قسم ہے اپنے  
شیخ سدو کی۔  
بھٹیاری - تو تھین معلوم ہی نہیں - اے واہ اچھی تھانہ داری

کرتے ہو مین تو ان کے گھر پر گئی ہوں نہ۔  
تھانہ دار - لانا ہاتھ۔



ڈوب نہیں مرتے جا کر جلو بھربانی میں - پھیری منہ پر لٹی تو  
کیا کرے گا کوئی - دوسرا ہوتا تو منہا تھم جاتا -

چاندو باز۔ کیوں رڑوائی ہوئے بھلا مفت میں۔ ہمیں کیا معلوم تھا کہ یہاں نکاح کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔

اتنے میں میان آزاد حمام گئے۔ تو چاندو باز اور بی بھٹیاری  
میں بولن باتیں کرنے لگیں۔

چاند ڈوباز۔ آخر کھو تو یہ بات کیا ہے۔ واللہ تمھارا بیان قلم  
لے پھانسا تو بڑے مڈھ کو۔ کیا بیچ مچ نکاح پر راضی ہی ہو گئے  
جانے نہ دینا۔ ایسا نہ نہ کھل جائے۔ بھی قسم خدا کی عورت کیا  
ابس کی گانٹھ ہے تو۔

بھٹیاری۔ مگر تم بھی کتنے بے شعور (شعور) ہو اُسکے سامنے  
آپ نے گدگدانا شروع کیا۔ اب وہ کھٹکے نہ کھٹکے بھٹیاری  
بھی جو بات ہو دنیا سے انوکھی بلینڈی سا قد بڑھایا مگر تمیز  
چھو نہیں گئی۔

چاندرو باز۔ اب تم سے جھگڑے کون۔ مین کیا کچھ علم غیب  
تھوڑا ہی رہا سون مگر کئی کرو۔

بھٹیاری۔ ہاں کئی بوڑھی ہونی چاہیے۔ کسی اچھے دیکھنے والے سے  
 صلاح لو۔ وہ کون دیکھ میں جبکہ گھوڑے کی جوڑی پر نکلتے  
 ہیں آج ہی گھروسے میں ابھی۔

چاندو باز۔ اجی وکیلین کی نہ پوچھو۔ وکیل تو تین سو ساڑھین  
کسی کے پاس رہیں گے۔

بھٹیاری۔ ہنین واہ۔ ہوٹو۔ کسی بوڑھے دیس کے یہاں تو  
ہم نہ جائیں گے! اسی مکہ علیہ السلام میں بھی صلح دے۔

یہ نہیں کہ غور سے گود لکھا اور دودھک بتائی۔

چاندو باز۔ اچھا آج تو ارہے شام کو میان آزاد سے کہنا کہ

ہمیں اپنی بہن کے یہاں جانا ہو۔ بس ہم بھانجک کے اُس طرف  
دبکے کھڑے رہیں گے۔ تم آنا ہم تم جلد سب معاملہ جھگڑا دینگے۔  
کیون جو نہ عقل کی بات۔

**بھٹیاری۔** (تہمتہ لگا کر) اچھا۔ اچھا۔ اچھا۔ اچھا۔ امومہ ہو کیا سوچی ہے  
ادھر عامل روز نے بجر غلامات کا راستہ لیا اور نہ انور نے جلیباب  
خفا سے رخ افروز نکالا ادھر بی بھٹیاری نے میان آزاد پر نقرہ  
جست کیا۔

بھٹیاری۔ ہمیں تو آج ہمیں کے بان نیو تاہی۔ کوئی کچی دو گھوڑی  
میں آ جاؤنگی سو اب ہمیں جانے دو۔ تمھاری سالی نے بڑے  
پیارے بلایا ہر۔

آزاد۔ ذرا سلی کی صورت میں بھی تو دکھا دو۔ ایسا بھی کیا پرہ  
ہے کہ تو ہم بھی ساتھ ساتھ نہ چلے چلیں۔ تھک جاؤ گی تو گو دین  
اٹھاؤنگا۔

بھٹیاری - بس رہنے دیجئے۔ یہ دل لگی نہ کر رکھے۔ گود کسی اور کو ٹھائے۔

یہ کہکشی بھٹیاری-تک کر کو ہٹری مین گیسٹن اور رسولہ سنگار

کر کے نکلیں تو میان آزاد بھڑک گئے اُسوقت اُن پر ظلم تھا جو

پیشا پڑتا تھا۔ بیٹیاں حمی ہوئیں۔ گوری گوری ناک مین کالی کالی

نونگ پیاسے پیارے کھڑے یزید بن عمر بو۔ ہاتھوں میں کڑے

یا نون میں چھرت - جگر محمد کرتی ہوئی حلیں میان جاند و باز تون

مین منظر کھڑے ہی تھے جب سے ہاتھ میں ہاتھ لے کر چلے۔

جانڈلو باز۔ ذرا اُنکے سامنے چمک چمک کر باقی بن کرنا۔ یہ نہیں

جہنم لگو

بھٹیاری۔ مجھے اور آپ سکھائیں۔ جتنا بھی کچھ سکھانے سے تہذیب

میری تو بونی بونی یون ہی بھر کا کرتی سی۔ نہ کہ ایسی جگہا۔ آپ حسین تو

یہ آج ہی کیا میان۔ خدا ہی خیر کرے۔ اُنوہ بھلا کچھ ٹھکانا ہے  
دس کا عمل اور ابھی تک کھٹیا ہی پر پڑے ہیں کل شب کو تماش  
بھی نہ تھا۔ پھر یہ کیا کیا کیے۔ درخت کی طرف نظر پڑی تو ساندنی  
بندھی ہوئی۔ اہو ہو ہو۔ یہ بی ساندنی اُنکین شکر ہے جیسا  
خوش خوش سو رہے ہیں۔ ارے بھئی آزاد موت ارے میان  
آزاد۔ ارے میان کیا سانپ سو گھ گیا۔ یہ ماجرا کیا ہو (ہاتھ ہلا کر)  
اُٹھے اُٹھے۔ آخر کب تک فتن کا صیغہ گردائے گا ہاں اللہ  
کھلے کھلے تو بیٹھ شاہنشاہ میرے شیر۔

آزاد۔ (انگڑائی لے کر) اون۔ اوون۔ اوون۔  
اُن کیا صبح ہوئی ہے۔

چاندو باز۔ صبح گئی کھیلنے۔ آٹھ تو کھو تو ترکے کا باب ہو  
یا صبح ہو۔ اب کوئی دم کے دم میں بالہ کی توپ دغا جا رہی ہو  
دن سے۔ دیکھنا آج دن بھر سستی نہ رہے تو کتنا۔ وہ تو جہاں  
ذرا جبر کر کے انسان اٹھا اور بس ہاتھ پاؤں لٹٹے  
لگے۔ اب ایک کام کر دوسرے مٹاؤ۔

آزاد۔ کیا بک بک لگائی ہے۔ سونے نہیں دیتا۔

چاندو باز۔ اچھا۔ ابھی سونے سے پرٹ نہیں بھرا آجکا۔ تو یہ  
کیسے کوئی برس ڈوبرس سوئے گا۔ ایسی میند بھی کیا میند نہ ہوئی رنگ ہو  
نی بھٹیاری چپکے چپکے سب سن رہی ہیں۔ مگر اٹھتی نہیں  
اتنے میں میان چاندو باز نے اُنکی طرف بھی نظر نہایت سے

دیکھا۔ اور غواپے چار پائی کی پٹی پر جا بیٹھے اُسے اٹھ اللہ  
کی بندی۔ ایسا سونا بھی کیا۔ بکھرے ہوئے بال جو زمین  
پر لٹک رہے تھے اُنکو اٹھا کر حضرت نے چار پائی پر رکھا  
ہاتھ سو گھٹا تو وہ بوسے خوش کہ دماغ مغرب ہو گیا اور میریان  
آزادی اُنکھ کھل گئی۔ اور جاگے تو پہلے ہی سے تھے۔

چاندو باز۔ (گدگد کر) اٹھو میری جان کی قسم وہ ہنسی آئی  
وہ مسکرائی۔

آزاد۔ اوگستاخ یہ کیا حرکت تھی۔ الگ ہٹ کر بیٹھو۔ ہمارے  
سانے اور یہ بے ادبی۔

چاندو باز۔ اونچا اونچا۔ ہڑے وارث علی خان بن بیٹھے۔  
بھائی آخر تم کو بھی تو جگا یا تھا۔ اب اُنکو جگانا شروع کیا تو  
تینکے کیوں ہو بھلا۔ ہم تو سیدھے سادھے بھوے بھائے صاف  
طینت آدمی ہیں۔

آزاد۔ اس صفائی پر شیطان کی ٹھکانا رہیں تو شانہ کپڑا کر  
جگا یا یہ معلوم ہوا کہ چار پائی کو جوڑی جڑھی یا بھونچال آگیا  
اور انھیں گدگد کر جگانے ہیں۔ کیوں بچہ۔

یہ سن کر بی بھٹیاری جاگی تو تھی ہیں کھلکھلا کر ہنس پڑیں اور  
ہٹ مردوس۔ یہ پلنگ پر اُن کر بیٹھ جانا کیا معنی مجھے بھی کوئی  
وہ مقرر کیا ہے۔ چاندو باز نے پیش کھا کر کہا۔ واہ وا۔ پلنگ  
پلنگ کی اچھی کئی۔ رہیں جھوڑوں میں اور خواب دیکھیں  
محلون کا۔ کبھی با ماراج پلنگ دیکھا تھا کتنے لگین پلنگ  
ایتری قدرت۔ میان مجھ سے یہ جلی کئی باتیں نہ کچھ گادی  
وہ ہم جھوڑوں ہی میں رہتے سہی اور بھراب تو ہم ایک  
بھلے مانس کے گھر پر پڑنے والے ہیں۔ کیوں میان آزاد۔  
ہے نہ یہ بات دیکھو مگر نہ جانا۔

آزاد۔ (مسکرا کر) واہ مگر نے کی ایک ہی کئی نیکی اور  
پوچھ پوچھ۔ بچ کھیت۔ ایسی بات ہو بھلا۔ جو کہا وہ نہ کریں  
قول جہان کے ساتھ ہی۔

بھٹیاری۔ ہاں اور کیا۔ قول مردان جان دارو تھیں  
شرم نہیں آئی کہ اس ناعرم نے ہاتھ لگا یا اور تم مگر دیکھا کیسے

کم لکین ہی۔

بھٹیاری۔ کیا خوب شیریں لکین دونوں۔ تو یہ کیسے ٹھٹھی

ہوں۔ واہ اچھی کڑوی تعریف ہی۔

ٹھٹھول۔ اللہ ری شوقی۔ اُن ری بھین۔ بلا کا نکھار ہو

تقریر میں جادو ہی مادہ ہے۔

اتنے میں میان چاندو باز برآمد ہوئے۔

وکیل۔ (گھر اگر کون۔ باہر ٹھہرے سوقت۔ لاول ولاقوہ

بھٹیاری۔ میرے بھائی مین گئے۔ آپ در درائے دیتے ہیں۔

جوان۔ آئیے آئیے۔ آپ کی ہمیشہ جان تو اللہ بلاے

بے درمان ہیں۔

چاندو باز۔ حضور عرض کروں یہ بی اللہ رکھی بھٹیاری ہیں۔

آج دور دور تک اُنکا نام روشن ہے۔

جوان۔ اور آپکا اور آپ کے باپ کا نام بھی انھوں نے

خوب روشن کیا۔

چاندو باز۔ بندہ نواز سرا میں ایک خوش رو جوان کرارے

پہلوان زندہ دل صبح نفس روشنفیر بزرگوار کے ہیں۔ وہ

انکے اوپر جان دیتے ہیں اور یہ اُپنرمی ہیں۔ کئی آدمیوں کے

سامنے وہ قبول چکے ہیں کہ انکے ساتھ نکاح کریں گے مگر آدمی ہیں

تلون مزاج ایسا منو کہ انکار کر جائیں۔

بھٹیاری۔ حضور مجھ غریبی سے کوئی چھین ٹکے تو آگولنے

نہیں ہیں رہا اتنا ثواب کیجیے کہ کوئی تدبیر تیار نہ کیجیے جس میں وہ

شکستہ میں جکڑ جائیں اور سرکار کے ذریعہ سے نکاح کرنا ہی پڑے

اب اکیلے رہتے رہتے ہی گھبراتا ہے۔

ٹھٹھول۔ اگر نکاح ہی کرنے کا شوق چڑایا ہو تو ہم کیا برسے

ہیں میں مدد دے ہمیں سے نہ نکاح پڑھالو۔

جوان۔ اچھا تم نہیں ہم سہی۔

اجباب۔ ایک تم پر کیا فرض ہو جی بیان سب جھنڈو تلے

کے شہدے چھٹے ہوئے مجھ میں تم جو پسند کرو اسی کے

ساتھ نکاح ہو جائے یوں سہی۔ ہاں جوانو۔ ذرا گھر کر اور راکڑ کر

بھیٹا تو ہاں لے اب چھپے۔ خدا کرے ہمیں پر نظر پڑے۔

وکیل۔ اچھا کل آؤ تو ہم وہ ترکیب بتائیں کہ تم بھی یاد کرو۔

یہ بتاؤ کہ تمھارے بیان کہاں ہیں۔

بھٹیاری۔ خدا گنج پونے۔

وکیل۔ اوہ تو پھر کیا مشکل ہو۔ کل تم اُنسے کو کہ چڑھے چاندو

بیاہ ہو جائے جو زمانے تو ناش داغ دو۔

بھٹیاری۔ (جھک کر سلام کیا) اگر بندی لے کبھی سرکار دربار

کی شکل (شکل) آگ تو دیکھی نہیں۔ آپ دکالت کیجیے گا۔

جوان۔ ہاں ہاں جی۔ ہمیں منت ہی کیا ہو۔ مگر جانتی ہو یہ

وکیل تو روپیہ کے آشنا ہیں۔

بھٹیاری۔ واہ روپیہ بیان اللہ کا نام ہی۔ ہم میں چاہے سچ لو۔

وکیل۔ اچھا تم کل آؤ پہلے دیکھو تو وہ کہتے کیا ہیں۔

بیان آزاد کی یاری اللہ رکھی بھٹیاری بیٹھے بیٹھے اکتائیں نام خدا

خوش سلیقہ تھیں۔ کچھ دیہات تو تھیں نہیں کہ دفعۃً فتنہ کی طرح اٹھ

کھڑی ہو تین طبیعت کو تو کلفت ہو گئی تھی لیکن مصرع ناموزون

کی طرح سکتے تین رہ گئیں۔ جب بکلی بڑھی تو لکھنویوں سے میان

چاندو باز کی طرح دیکھا اور خیم فسون بردار سے اشارہ کیا کہ اب

بوریا بدهنا اٹھائیے اور سر میں بستر تھائیے وہ ایک خراش

آٹھوں کا ٹھکیت چھوٹے ہی تار کے کہ بی اللہ رکھی زلف مٹا

فرخار کی طرح پریشان ہیں تو یوں منمنائے۔

چاندو باز۔ اے حضور ذری گھڑی کو کلیں دیے گا دیکھے تو کوئی ہے

جو میری باتوں اور میری آنکھوں پر نہ عاشق ہو جائیں تو اشد رکھی  
نہیں۔ بات تو اٹھین کرنے نہ دوں کچھ ایسا کر دکھ بھی نکاح پر  
رضا مند ہوں تو اُسے اور آزاد سے ذری جوتی چلے۔

اتنے میں وکیل کے مکان پر پہنچے۔ اہو ہو ہو۔ مکان کیا  
بہشت برین ہی۔ بلخ نعیم ہی۔ دہ فرخ بخش نگلے۔ کہ روح خوش ہو جا  
پائل جائے تو آدمی بن جائے باغیہ دلکشائیں تخت پہچے میں اور  
اُپڑناٹ اور اُسپر دری اور اُسپر فید چاندنی جیسے گلے کا پر اور  
اُسپر یاران بذلہ بیچ بیٹھے رنگ ریان سارے ہیں۔ اعل بغل  
کر سیان اُسپر بھی احباب جن طبع رنگین مزان۔  
خدا متنگار۔ (وکیل سے) گریب (غریب) پرورد ایک عورت  
آئی ہے کہتی ہے کچھ کہنا ہے۔

احباب۔ کون کون کیا۔ کون آیا ہے بھی۔ اسے میان  
عورت کیسی جوان کچھ یا بیر زال۔

خدا متنگار۔ اب جو رہ تو دیکھنے سے معلوم ہو۔ مل ابھی ہے جوان  
وکیل۔ کہو صبح کو آئے۔ ہوت نہین۔ آخر ہی کون۔  
احباب۔ واہ دادا۔ صبح کی ایک ہی کہی۔ اجی بلا بھی بھی  
ہمارے سر کی قسم ہلاؤ ذرا واسطے خدا کے۔ کہو ٹوپی تمھارے  
قدموں پر رکھ دین۔

بی بھٹیاری پھر دن کو چھ چھ کرتی ہوئی عجب مستانہ چال سے  
اٹھلاتی بوٹی بوٹی پھر کاتی ناز و انداز سے قدم دھرتی ہوئی چان چان  
ایمن جسے دیکھا پھر تک گیا کوئی چال پر عاشق ہوا کوئی ناز و انداز  
بہر مرنے لگا۔ کسی کو پیاری پیاری صورت دیکھ کر بلبل تصویر  
کی طرح سکتا ہو گیا۔ لطف یہ کہ خلیے کی محبت۔

یاران سربل جمع۔ سب رنگیلے۔ عاشق تن سید دلی مزاج  
ٹھٹھول۔ سگریٹے دل۔ مہذب غمہ دے ایسے ہی ہو کر تہیں

نواب۔ ا وکیل سے، یا حضرت آداب عرض ہی۔ اجی قبلہ تسلیم  
با اینصہ تہذیب یہ شاہد پرستی۔ گروا اُداپ کے مذاق پر صا دی  
خلکی قسم حسینان روزگار دھونڈ ڈھونڈ نکالی۔

منشی۔ کچھ صورت سے تو بڑے مہذب معلوم ہوتے تھے لیکن  
ایک ہی مرشد نکلیے۔

شمیم۔ میان عالم جوانی ہاست لیکن چیز خوب ہی۔ خوش دود خوش  
خوش سلیقہ خوش تمیز۔

وکیل۔ بھی اب ہم کچھ نہ کہیں گے اور کہیں کیا جھاگتی قسم لو  
جوانی صورت بھی دیکھی ہو۔ بی صاحب آپ کس کے پاس آئی  
ہیں کمان سے آنا ہوا۔

بھٹیاری۔ الٹی خیر ایسی اجیرن ہو گئی۔

جوان۔ اے نہین۔ اے لودا۔ تم اور اجیرن۔ ۵

گر بر سر چشم من نشینی | نازت بہ کشم کہ ناز زینی

بیٹھے اور تخت بر آئیے۔ مزاج شریف۔ میں اور میرا خدا  
رعب حسن۔ سے بات کرنا دھڑکی۔

بھٹیاری۔ بان بنائیے ہم تو سید سے سادے ہیں صاحب۔  
جوان۔ ہاے تر۔ اس بھولے پن کے مدتے۔ آپ بھولی  
ہیں بجا ہے۔

وکیل۔ وا اشد بڑی مغز معلوم ہوتی ہیں۔ عورت ہی یا پڑش  
کی پری ہے۔

احباب (مقیمہ لگا کر) رتبھے۔ رتبھے۔ رتبھے۔ رتبھے۔  
حضرت رتبھے۔ بولی اب دوبارہ ہیں۔

بھٹیاری۔ حضور ہم یہ دوبارہ اور تین کانے تو جانتے نہین  
ہمارا مطلب نکل جائے تو آپ سب علیوں کا منہ میٹھا کر دیگے۔

احباب۔ آپ کی باتیں ہی کیا کم شیرین ہیں اور حسن ہی کیا

جوان	دکھایا صنعت زور اپنا جب مکان سے چلے مثال نبض و مین رہ گئے جہان سے چلے
ٹھٹھول	ہوئے عشق سے ہے شہر بھر میں اب شہرہ قلم کی طرح جدھر ہم چلے زبان سے چلے
دکیل	انیس بار علائق یہ اور بارگشاہ وہ بوجھ اٹھا کہ جو اس شہت آستان سے چلے
داروغہ	نہ تھا جو کو ہے مین اپنا قیام مد نظر تو میرے بعد میری خاک بھی اڑا کے چلے
احباب	شہم حسین کی - سہوت دل مسوس کر رہ گئے کیا پیاری صورت پائی ہو - شان کبریا ہو - سہم تو سب کے سب شہید ناز مرغ بسمل ہو رہے مین (ہاتھ جوڑ کر) از برائے خدا اتنا تو اقرار کرتی جاؤ کہ کل حذر رہا ہوگی - ہاتھ پر ہاتھ مارو - بھٹیاری - ہو میرے دل کا تو عجب حال ہو - یہ کیا جادو کر دیا بھلے السو - بس رخصت -
احباب	یہ بھی کوئی مہنی ہو کہ نصرت کا لیکے نام سنو بار بیٹھے بیٹھے مین تم رلا چلیں
دکیل	آنکھوں آنکھوں مین لے کین وہ دل کانون کانون مین خبر نہ ہوئی
اتنے مین بی بھٹیاری چک کرانا برق کنتی ہوئی چل کھڑی ہو مین - میان چاندو باز سایہ کی طرح ساتھ ساتھ مین - ادھر وہ نظر سے اوجھل ہو مین ادھر باران بدلتے سنج ٹھنڈی سانسین بھرنے لگے عورت ہو یا چھلاوا - جادو کر دیا - سحر کر دیا - ٹونا کر دیا - والہد مشوق تو بہت دیکھے گریہ آئے دارو -	
بسیار خوبان دیدہ ام لیکن تو خیرے دیکری	
خیرنی اندر کھی میان چاندو باز کوئے کر سرائین ہو چنیں - راہ	

مین وہ تو اپنے حسن و جمال اور کبک درمی سی چال اور نگین خند  
خال اور پیاری پیاری بول چال کی تعریف کرتی جاتی ہیں  
کیون سب کے سب ہماری اوپر ٹوٹ گئے نہ - میان یہ تو نفیر کی  
دعا ہے کہ جس مغل میں جا کر بیٹھ جاؤں وہیں کٹاؤ ہوئے گے  
راہ مین سیکڑوں شریف زائے آوازے کستے ہیں - ہنر ازل  
عاشق مزاج ٹھنڈی سانسین بھرتے ہیں - کوئی کہتا ہے خدا کو  
پچائے کوئی کہتا ہے الہی اس کھڑے کے صدر سے اس چھبک واری  
اس سج کے قربان - اس ناز کے شاعر قسم جو اٹھا کہ کسی کو  
دیکھتی بھی ہوں اور جو کہیں کسی سے آنکھ رو دکائی تو کلیجہ پکڑ کر رکھ گیا  
بی اندر کھی تو اپنے حسن پر اترا تھی تھین - ادھر میان چاندو باز  
اپنی ہی سنا تے تھے سچ کتنا کیسے دکیل کے پاس لے گیا  
صحبت کتنی اچھی ہے - میری جان کی قسم نہ کہوئی - ہم تو ہوا خدا  
مین - دونوں مین غوب جج چلی - ہوتے ہوئے میان آہ ادا  
سے سرائین دوچار ہوئے -

بھٹیاری - اللہ خدا آپ جاگ رہے ہیں - آج کیا ہو - جلیک  
تک نہ جھپکی جی - یہ کسی یاد نے نیندا چاٹ کر دی - ۶ - دل میری  
طرف نظر کین اور بے آثار تو کچھ بڑے مین -

آزاد - مان جلاؤ - جلاؤ - دو دو بجے تک ہو اٹھاؤ اور ہم نے کمر  
بایتن بناؤ - اور غراؤ چلے بس دیکو کیا - یہ چلے بازبان رہنے دیجے  
مین ایک گھاگ ہوں مجھ سے اڑ کر کمان جاؤ گی جلاؤ تم ڈال  
تو مین بات بات - بندہ پُرانا سیار ہو -

بھٹیاری - احوالہ - یہ بدگمانی - تو میرا پٹ پٹی - سینے اب  
انکے ماے کوئی بھائی مین کو کچھ بھڑے - آخر ہم نے کیا کیا وہاں  
گئے تو شہر کی بھٹیاریاں جمع - خوب ڈھولکین کچن جیل پیل  
رہی دھماکے کی جی ابکی تم کوئی بے چلین گے -

مین وہ تو اپنے سن دجال اور کبک دری سی چال اور رگس بند  
خال اور پیاری پیاری بول چال کی تعریف کرتی جاتی مین  
کیون سب کے سب ہماری ادایہ نوٹ گئے نہ - میان یہ تو فیکر کی  
دعا ہے کہ جس محل مین جا کر بیٹھ جاؤں وہ مین کٹاؤ ہوئے گئے  
راہ مین سیکڑوں شریف رائے آوازے کستے مین - سہرا رزن  
عاشق مزاج ٹھنڈی سانسین بھرتے مین - کوئی کہتا ہے خدا کو  
پچائے کوئی کہتا ہے اکی اس کھڑے کے صدر سے اس چھبے واری  
اس سچ کے قربان - ہر ناز کے شمار قسم جو آئے اٹھا کر کسے کو  
دیکھتی بھی ہوں اور جو کین کسی سے آنکھوں کی تو کلیجہ کا پڑھ گیا  
بی اندر کھی تو اپنے سن پر اترا لی تھیں - ادھر میان چاندو باز  
اپنی ہی سناتے تھے سچ کننا کیسے دکیل کے پاس لے گیا  
صحبت کتنی اچھی ہے - میری جان کی قسم نہ کوئی - ہم تو سو خدا  
مین - دونوں مین خوب سنج چلی - ہوتے ہوتے میان آزاد  
سے سرائین دوچار ہوئے -

بھٹیاری - اللہ اندا آب جاگ رہے مین - آج کیا ہو - چوک  
مک نہ چھلکی جی - یہ سکی یاد نے نیندا چاٹ کر دی - دل میری  
طرف نظر کین اور انار تو کچھ بڑے مین -

آزاد - مان جلاؤ جلاؤ - دو دو بجے تک ہو اٹھاؤ اور ہم کے کمر  
بایتن بناؤ - اور غراؤ چلے بس دیکو دیا - یہ چلے بازبان رہے دیکو  
مین ایک گھاگ ہوں مجھ سے اڑ کر کمان جاؤ گی بعد اتم ڈال  
تو مین بات بات - بندہ پرا ناسیار ہو -

بھٹیاری - او واہ - یہ بد گانی - تو مین پٹ پٹی - سینے اب  
انکے مائے کوئی بھائی مین کو کچھ دے - آخر ہم نے کیا کیا وہاں  
گئے تو شہر کی بھٹیاریاں سنج - خوب دھوکین کین جیل چل  
رہی دھاکوڑی جی ابکی تم کوئی سے چلین گئے -



دکان کب کی بڑھ گئی تھی ۸ بجے سے چاند خانے میں جانے کا حکم نہیں۔ کوئی بیدھا ہو جا سوت چاند ویچے گاتے بھونک رہے ہیں۔ سناٹا بازار بازار بھر میں پڑا ہوا ہے۔ چڑیاں جنگل تک سوئی پڑی ہیں۔ چوکیدار غریبوں کے کھیت بچارہ ہیں باغبان گوندنی کے کھٹکے کو کھٹکھا رہے ہیں۔ اب کوئی دم میں چلیاں چلیں گی۔

بھٹیاری۔ (تالیان بجا کر) ادا دی کیا ادھی رات دھلگئی باتوں باتوں میں یہ بھی نہ معلوم ہوا کہ رات کدھر گئی۔ بے اتو بندی رخصت ہوتی ہے۔

یاران سرپل۔ ادا وہ۔ یہ اندھیری رات۔ آدمی نہ آدم ذات (زاد) بھوکریں کھاتی اس اندھیاری میں کمان جاؤ گی۔ ساتھ میں ایک مرد دوسو بھی عورت سے بدتر۔ کیا پدی کیا پدی کا شور با آج رات ہمیں نہ تیر کیجیے۔ فجر کو اپنے جل دینا۔ ہم تمہارے ہی بھلے کے لئے کتے ہیں۔ نہیں تو ہم بوجادین۔

چاندو باز۔ جی ہاں گود میں اٹھا لیجئے نہ۔

جب حسن ہی تو عشق کا ہونا ضرور ہے  
آنکھوں کی کچھ خطا ہی نہ دل کا قصور ہے

یہ چہرہ کیا پری کا نگڑا ہے۔ داند کیا گور اکھر ہے۔

بھٹیاری۔ اب خوش گیلیاں تو ہو چکیں۔ آنکھیں بند ہوئی جاتی ہیں نیند نے بوکھلا دیا بس اب رخصت حضور بھولے گائیں۔ اتنی دیر مزی سے باتیں کی ہیں۔ یاد رکھیے گا نوڈی کو۔

یاران سرپل۔ وہ ہنستے آئے یہاں سے ہمیں رلا کے چلے  
نہ بیٹھے آپ مگر درد دل اٹھا کے چلے

وکیل۔ دکھا کے چاند سا کھرٹا پھیلا بازلفون میں  
دورنگی ہکوزمانے کی وہ دکھا کے چلے

بھٹیاری۔ میں تو جانوں کوئی بارہ بجے ہو گئے اٹھل سے کئی ہوں چاندو باز۔ میں بھی کہوں یہ جانیوں یہ جانیان کیلن آرہی ہیں۔ اگر تالیان الگ بدن کا کچھ نکال رہی ہیں۔ ہڈیاں جدا جڑ مر ہو رہی ہیں۔ اب تو میں ٹھس ہو گیا۔ نشے کا دخت ٹل گیا۔ کجست حلوائیوں کی دکان میں بھی بڑھ گئی ہونگی۔ بالائی سے بھی گئے۔ آج بے موت مرے صبح صبح میان آزاد کی منحوس صورت دیکھی تھی جب تک ان دھڑوں کو ہو پئے۔ بے پیر و مرشد اگر پروا لگی ہو تو رخصت ہوں۔ اب تو چاندو کی لو لگی ہے۔ مگر۔

بھٹیاری۔ اگر گرتو کھو چھپرے۔ یہ میان آزاد کا نام کیسا لیا۔ ہوش کی دو اکمر دوسے۔ قدرت خدا کی۔ ابکی کما تو کما اب لسی اینڈی منڈی سنائی تو مجھ سے بڑا کوئی نہیں۔ دست پناہ سے پکر کر زبان کھینچ لوں گی۔ جلو ہٹو ایسی باتیں ایک کھ بیان میں بھائیں خدا جھوٹ نہ بلالے تو آئیے میں سویرے اپنا ہی منہ دیکھا ہو گا ناحق بن ناحق کسی پر چھدا رکھنا اچھا نہیں۔

چاندو باز۔ کیوں مفت میں چھپرے دن سے بیزار ہوئی جاتی ہو یہاں خود ستر ہوں کرم ہو گئے۔

بوی خطا معاف کر دین نشے میں ہوں۔

شیشے میں موی موی من نشہ میں نشے میں ہوں

سے دکیل صاحب۔ اب ٹھیک ٹھیک دخت (دخت) بتا دیئے یہ تو ہندی کی خدی نکالا ہی کوئی۔ یہاں اپنا قتل ہوا جاتا ہو ایک آدھ چھینٹا اڑا میں تو جی میں جی آئے بے پے نشہ چڑھ گیا۔

یاران سرپل۔ قدرت۔ اسے میان قدرت۔ دیکھو دکان میں بڑھو گئی ہوں۔ تو انکو چاندو میں پلوادین۔ زرادو گھر ہی بی اندر رکھی سے محبت گرامیں۔

قدرت۔ جانے کو کیسے میں جاؤں ایک نہیں میں دفعتہ

مارنے لگے۔ جانو۔ انکی ہڈیاں منہ کی ہین سے کے پٹ ڈالا  
چاندو باز کمر دیا رکھانے کی نشانی دے تو کیا بولے (میرے بھی  
تو دو ایک پڑکین جی) ہوت تو سب کے سب درجہ گرد کر سورہے  
ترکے بی بیٹھاری اور چاندو باز وکیل کے گھر پہنچے ساری داستان  
سنائی اور میان چاندو باز نے اور بھی حاشیہ چڑھایا وکیل تو  
بی بیٹھاری پر ریچھ ہی گئے تھے نور امروہ غرضی تیار کیا۔

اللہ رکھی۔ مدعیہ ساکن سرائے میندو خان۔ بنام میان آزاد  
خانہ بر باد و لدنا معلوم ساکن دشت آباد۔ اللہ بھی مدعیہ سبیل  
عرض کرتی ہے۔

۱۔ یہ کہ مدعا علیہ جو شکل صورت سے بھلا انسان معلوم ہوتا ہے اسے  
اس مینے مین کئی بار مدعیہ سے شادی کرینکا اقرار کیا بھی کہاتم  
پد مئی ہو۔ کبھی کما رشک نگار ر مئی ہو۔ کبھی مستانہ چال پر بھجا  
کبھی لال لال گوئے گوئے کا لون کی تعریف کی کبھی پیاری بنایا  
۲۔ یہ کہ مدعا علیہ کے وعدے پر مدعیہ نے ایک رئیس سے جنگو  
اُسکے ساتھ بیاہ کرنے کا شوق چرایا قصاصات انکار کر دیا تو وجہ کیا  
اس خوش روجوان کا حسن گلو سوز دل میں کھپ گیا تھا۔  
۳۔ یہ کہ رئیس سے انکار کرنے میں اُسکا دو ہزار سات سو تیس روپے  
۱۲ آئے باج بانی کا نقصان ہوا۔

لہذا داد خواہ ہو کہ مدعا علیہ قرق کر لیا جائے اور مدعیہ کے ساتھ  
بیاہ دیا جاوے اور زر مذکور مع سود حساب ہے فی مدعیہ مع  
ہر جہ مدعیہ کو دلایا جاوے۔

میں کہ نام میرا عرضی دعویٰ میں درج ہو اقرار کرتی ہوں کہ  
بیان دعویٰ میرے علم و یقین میں صحیح اور درست ہو اور جمل  
اسکا یہ ہے کہ شوہر مستقل دلایا جائے۔

میان آزاد تو سر امین موحین سے رہے ہیں اور بی اللہ بھی

اس فاکر میں ہیں کہ انکے ساتھ بیاہ رہے۔ اب سبچ شام ناش و غامی  
چاہتی ہی در کچری جگاہی چاہتی ہی میان چاندو باز اور بھی ہشہ  
سے رہے ہیں۔ وکیل اور انکے احباب بذلہ سنج گوویا شکوہ ہوا  
آیا انھوں نے بی اللہ رکھی کو وہ پٹی بڑھائی کہ مکمل نکلیں۔ اب  
فکر یہ کہ میان آزاد قرق ہو جائیں۔ (بھی قرقی ہی انکو یہ حال معلوم  
نہیں کروان کیا ہند باپک رہی ہی۔ یہ تو بیان کا حال ہوا۔

اب نواب نامدار کے دربار دربار کا کچا چٹھائیں۔ ایک دن  
نواب صاحب زنان خانے میں بیٹھے بیگم صاحب سے بیٹھی تھی  
بایتن کر رہے تھے۔

بیگم۔ ایہاں۔ آزاد کس کھوہ میں دھنس گیا۔ میں جانوں  
کوئی دؤ مینے سے کم ہوئے ہوئے جس دن سدا بہار کی لڑکی  
کل جن کی منسل بڑھائی گئی تھی اُسی دن لد پھند کر گیا تھا۔  
میں کھڑکی سے جھانک رہی تھی۔

سدا بہار۔ اوروہ چپیت ہوا۔ موا جو۔

بیگم۔ بسن عین باتوں پر تو میں جھلا اٹھتی ہوں پھر کتنی ہی چھوٹی  
بیگم مجھ سے نکلی رہتی ہیں۔ تیری باتوں سے میرا جی جلتا ہی۔

نواب۔ تو کئی کون مرنی ہو جھلا۔ چاہے اودھ کی دنیا اور دھر ہو جائے  
میرا آزاد میان صف شکن علی شاہ کو لا ہی بھڑکے گا۔ ہم جانتے ہیں علمی  
بحث ہو رہی ہی۔ اور پھر تم جانو علم تو وہ سمندر ہی جسکا اور نہ چھوڑ  
بیگم۔ (تمہہ لگا کر) علمی بحث ہو رہی ہوگی۔ کیون صاحب  
میان صف شکن علی شاہ علم بھی جانتے ہیں (پھر تمہہ) میں کہتی ہوں  
آخر اللہ نے تم کو کچھ رتی ماشہ توہ عقل بھی دی ہی۔ موا بیڑ۔ ذری سا  
جنور کا کن کے تین دانوں میں پیٹ بھر جائے اُس کو آپ بوڑھے  
حافظ سے بھی زیادہ علم والا سمجھتے ہیں (پھر تمہہ) میرے بیکے کے پڑوس  
ایک سڑی سودائی دن رات دہی تباہی بکا کرتا ہی سکی اور تنھاری

آزاد - ہاں ضرور اور میان چاندو باز کیا کیلئے۔

بھٹیاری - کون یہ ادگھا کیے۔ اُنکھیں بند کر دین زمین دوز  
یکرے وہ کرس جس چل چل - دھم - وہ گر پڑے۔ اوی لنت خدا  
انتالی بدن جاتے ہو جو پھر اپنے اپنے میں نہیں رہتے۔ خیر جی یہ کھڑ  
تو ہوا ہی کرے گا۔ اب یہ بتاؤ کہ نکاح کا کون دن قرار پایا ہے  
ہم آٹھ سب کہ آئے کہ میان آزاد کے گھر پڑیں گے۔ پھر  
جھٹ پٹ نکاح پڑھواو۔ بکھیرا جائے یہ روز روز کی فکر کیسی  
گردن میں ہاتھ ڈال کر (اچھے آزاد۔ ابکی چڑھے چاند نکاح ہوگا  
صبح شام کیون لگاتے ہو۔ فوجا نے (خدا جلے) ہاتھی چھوٹے  
کھوڑا چھوٹے۔

آزاد - تم یہ کتنی کیا ہو۔ کیا سچ مچ تم سب کہ ہی آئین غضب  
ہی کیا۔ واہ کہیں ایسا کرنا بھی نہیں۔ میں دل لگی کرتا تھا خدا  
کی قسم فقط دل لگی تھی۔ میں بر دیسی آدمی۔ شادی میاہ کے  
کیا معنی۔ اور پھر بھٹیاری کے گھر پڑوں۔ مانا کہ تم ہو پری جھم گھر  
پھر بھٹیاری ہی تو۔ اپنی وضع کے خلاف ہی۔ جا گردن کے لیے سزا  
میں آن کر کے بیان سے بلا ساتھ جائیں۔

بھٹیاری - (چک کر جو بچ سنبھال مردوس۔ اور نیچے گام  
بلا میں جیسرے شہر کی گاہ پڑتی ہو۔ بے تکا بن بھی تو کتنا۔  
دوسرا کتا تو خون خرابا کر ڈالتی مگر کیا گردن قول ہار چکی ہوں۔  
برادری بھر میں کلنگ کاٹکا لگے گا۔ انگلیاں اٹھیں گی۔ ہلاکی  
بھی آئی۔ تمھارے منھ سے میری ایڑی گوری ہو چاہے ملاو۔  
آئے وہاں بڑے مخا دین بنکے۔

آزاد - تو بی صاحب سُنیے۔ اس خیال خام سے درگزر  
تم کو میں دیکھتا ہوں نکلے کا ہر ہوئیں کیسی شادی کس کا کیا  
نہاں کا نکاح معقول۔

بھٹیاری - معقول معقول کیا تو ہی نامعقول کل ہی تو نہیں  
داغتی ہوں۔ توسی جویا نہ بچاؤں۔ کیا نکلے جاتے ہیں اقرار  
کر کے مگر جانا غامبی کا گھر ہے۔ دیکھو یہ بی بی سب بھول جاؤ  
اویا (انگلیاں مٹا کر) ذری مھرے ہوے۔ میان میں  
جو اپنی دلی پرانی تو بڑا گھر ہی دکھاؤنگی کسی اور بھروسے پر  
نہ بھولنا مجھ سے بُرا کوئی نہیں۔

آزاد - تو بہ۔ خدا کی پناہ۔ میں اب تک سمجھتا تھا کہ میں ہی بڑا  
مقرر ہوں مگر اس عورت نے میرے بھی کان کاٹے بھلاؤ  
ساری چکر پڑی۔ ہاری مانتی ہی نہ جیتی۔ خداوند اکسین بڑکا جلدی  
ستم ہو تو میں دوسری کو بھڑی لون۔

بھٹیاری - (ناک پر انگلی رکھ کر) روئے روئے ہست  
چھو کر ہی ہوے ہوتے تو کسی جھلے انس کا گھر بتا۔ واہ  
مردوس۔ بھلا مجال پری ہی۔ کہ کوئی بھٹیاری نکائے۔

آزاد - تو سارے شہر بھر میں آپ کی حکومت ہو کچھ۔

بھٹیاری - بی بی ہی۔ بی بی ہی۔ دیکھو لہنا نہ۔ کیا ہنسی اٹھا ہو۔ کل  
برسون ملک آئے دال کا بھاؤ معلوم ہو جائیگا۔

آزاد - چلیے آپ کی بلا سے۔

چاندو باز۔ بلاؤ لا کے بھروسے بھی نہ رہیے گا۔ اُلتی آنتیں گلے  
پڑیں گی۔ دوجا گردن تا تھا بچے گی۔

آزاد - ذری آپ چپکے بیٹھے رہیے گا۔ تو کون بولنے والا ہی  
بے مکر کرے جوتی خورے۔ یہ تو ناز میں کامنی ہے۔ تمھاری  
مفت میں شارت ہی آجائے گی۔

چاندو باز۔ میرے منھ نہ لگیے گا۔ ہاں آنا کہہ دیا ہو۔

میان آزاد نے اٹھ کر دو چار چائے شربت دیے۔ بی بھٹیاری  
نے بیچ بچاؤ کر دیا۔ ہاتھ ہی ڈوئیں موے کے۔ کیا نہ پا کر پٹ جیت

آن سچہ کہ شیرینی عالم باوست	چشم میگون لبندان دل خرم باوست
گرچہ شیرین نہان باوشماندو	اوسیدمان زبان ست کہ خاتم باوست
میان آزاد نعرہ حق سرہ بلند کہنے ہی کو تھے کہ لکھن ستمین اور غیظین	طفک ذہ سالہ آفت کے پرکالہ نے ایرانوں کے لب و دھیرین ان
اشعار سحر بار کواد کیا اور میان آزاد کو ٹاڈا یا	
اسے نسیم سحر آرا لکھ باریکاست	منزل آن سہ عاشق کش دیا رکجا ست
اسپر میان آزاد کی پیاری بی اللہ کھی بھٹیای بھی انا ابرق کتی	ہوئی آمین اور یون گائین - ۵
شب تاریک ورہ دادلی مین پیش	آتش طرد کجا موعد دیا رکجا ست
ہاے عارت باللہ دلی حق آگاہ میان آزاد دریش شغریخت پناہ	ترے سے کہ اٹھے - ۵
دلہ زمو موعد صحبت زندان گرفت	باز تر سا بچہ و خانہ شمار رکجا ست
سب کے آخرین میان چاندو باز بھی منمائے - انھوں نے دیکھا	کہ سب بلبل ہزار داستان کی طرح ہوت چک رہی مین ایک
ہم ہی پھٹی رہے جاتے مین کچھ بات نہیں مومل کے شیدون مین	داخل ہو گئے اور بولے تو کیا بولے ۵
گر بیا بد ملک موت کہ جانم برد	بے دوسرہ چھٹیہ کشتی بیح مین ایم
اب میان آزاد چکرائے کہ خداوندیہ اسرار کیا ہی - ان بزرگ نے	اگر حضرت خواجہ حافظ طاب ثراہ کا کلام معجز نظام پڑھا تو مقام استعجاب
نہیں - گہری اللہ رکھی اور حافظ شیراز کا شعر اس آب و تاب سے	پڑھیں اور شین فان درست - نعرے اور بندش پست یہیت
حتی کہ یا اللعوب یہ کیا بول بھی ہو اور طرہ یہ کہ ذری ساوند ۱۰	بھی جھوم جھوم کر - ۶ - ۱۰ نسیم سحر آرا لکھ باریکاست پڑھ رہا ہو
اور میان چاندو باز جنکو تھک اور چاندو اور سبوار گرفت اور	چھٹیے کے سوا دنیا و مافیہا کی خبر ہی نہیں - یہ بھی مصروف
خوجی بجا رہے کو حلال فوری بنا دیا -	
خوجی - حضور اب مین ایمان نہ رہو گا - کیا بوقت کی شنائی	سب کے سب بجانے لگے کہ تو بہی بھلی افسوس صفت کن علی
کسی کو بھی خیال نہیں -	
اتنے مین نواب صاحب پانگ پر دراز ہوئے اور رفقا مین	سے کوئی چاندو خانہ پہونچا کوئی اقیم گھونے لگا -
زند سا غر خوش - فتنہ ہمدوش - ستم کیا - میان آزاد سر مین	کھٹیا کی پائی پر مزے سے بیٹھے سرور کے ساتھ بلبل شاخسار
معجز طرازی حضرت لسان الغیب خواجہ حافظ شیرازی جلال بیستہ	کی یہ غزل بچن داودی لہلہ کر پڑھ رہے تھے اور اس سرست
صہبا سے عرفان کے کلام سحر نظام پر احسن دم جا کہ رہے تھے ۵	اگرچہ بادہ فرج بخش دباو لکھ بڑ
در آستین مرتع پیا نہ مینان کن	کہ محو چشم صراحی پیا نہ خون ریز
عراق و فارس گرفتی بہ شعر خوش حافظ	بیا کہ نوبت بغداد وقت تبریز ست
مقطع پر میان آزاد لوٹ گئے اور مین حالت وجدان مین غفلہ	بزرگ اللہ بلند کرنے لگے - اور چار پائی سے دمن دمن اگل چھپن
بار بار یہی شعر شیرین اور کلام مین زبان پر لائے کہ ۵	
عراق و فارس گرفتی بہ شعر خوش حافظ	بیا کہ نوبت بغداد وقت تبریز ست
اتنے مین کیا دیکھتے مین کہ ایک بزرگ حلقہ پوشان بہشت کی طرح	جامہ سبز در برابر شملہ بقدر علم بر سر سامنے آن کھڑے ہوئے
چہرے سے نور الہی برستا ہو - ریش مبارک یک مشت دودا	میان آزاد اور اس بزرگ قدسی نہاد کی چار آنکھیں جو ہو مین
تو اس بزرگ موصوف نے بون فرمایا ۵	

باتین ایک سی ہیں۔

سدا بہار۔ نامیوی (دانت کے تلے انگلی دبا کر) اوئی کوئی  
ایسا کہتا ہوں سو دانی نگوٹے کو اپنے سے صدقے کر دوں۔ واہ وا۔

نواب۔ تم سمجھی نہیں سدا بہار۔ ابھی تو اٹھڑنے ہی کے دن ہیں  
ذات۔ خذکی قسم مجھے انکی ہی باتیں تو بھاتی ہیں۔ یہ کسی کا سبھا

ہے اور دو تین برس۔ پھر یہ شوخی اور جھلکا پن کہاں۔ یہ  
جب جھڑکتی یا ٹھڑکتی ہیں تو جی خوش ہو جاتا ہے۔

سدا بہار۔ ہاں ہاں پھر جوانی تو باولی ہوتی ہی ہے۔

بیگم۔ اچھا سدا بہار سے کہو کہ اُسکو اپنے بڑھاپے کی قسم جو چھوٹ  
ہوے۔ بھلا کیوں سدا بہار۔ بیڑ بڑھے لکھے بھی ہوا کرتے ہیں  
منہ دیکھی نہ کہنا اشد لگتی کہنا۔

سدا بہار۔ بڑھاپا! موقوف۔ بڑھاپا کیسا۔ بیوی بس یہ باتیں  
تو ابھی نہیں لگتی مہین۔ مین بوڑھی کا ہے سے ہو گئی۔ برانانا  
تو کون آپسے ابھی ٹانھی ہوں۔

اتنے مین غفور خدمتگار نے پکارا۔ فرخندہ۔ فرخندہ۔ ای  
بوافر خندہ سرکار سے کہو کہ بیچوان بھرا رکھا ہے۔ یہاں  
بھی بچوں یا بچے مین رکھوں۔ حضور باہر نہ آئیں گے کیا۔  
نواب۔ وہ چاندی والی چھوٹی گڑ گڑی بیگم صاحب کے  
واسطے بھراؤ کل لبوان سے تنبا کو آیا ہے۔ وہی بھراؤ اور  
بیچوان باہر لگا دو ہم ابھی آئے۔

یہ کہہ کر نواب نامدار بیگم صاحب کے ہنسی ہنسی مین آہستہ سے  
ایک چٹکی لے کر مسکراتے ہوئے باہر تشریف لینگے اور چالی مولی مٹا  
رفقاہ نے جاتے ہی سرفقہ تعلیم کے لیے کھڑے ہو گئے۔ آواجاہلاتا  
ہوں حضور۔ کورنٹ ہی پیر و مرشد تسلیمات عرض کرتا ہوں خداوند  
بجرا عرض ہی حضور والا۔ جو طرف سے آداب تسلیمات کے چھڑے چلنے لگے

خوجی۔ اُت اسوقت ملک الموت سے سامنا ہوا۔ ایسا دھچکا  
لگا کہ کھجے بیٹھا جاتا ہی اور بے اختیار رونا آتا ہی۔ بات تیرے گندی چوکی  
نواب۔ کیوں خیر باشد۔

خوجی۔ پیر و مرشد اسوقت پھر خانے کی طرف گیا تھا وہاں۔

نواب۔ اُت (دھم سے گر پڑا)

مصاحبین۔ یا علی۔

نواب۔ بھی دل بقرار ہی طبیعت بے لطف ہو گئی۔ خوجی کیا  
تم کو تو ہماری تشفی کرنا چاہیے تھی کہ اُسے خود ہی روتے ہو۔ جسمین  
ہم اسے ہاتھ پاؤں اور بھی پھیل جائیں۔ اب شاہ جی سے ملو  
دھونا چاہیے۔ ہم جانتے ہیں کہ انکا وصال ہو گیا۔ انا اللہ وانا الیہ  
راجعون۔

رفقا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

خوجی۔ (مینک سے چونک کر) اسی بات پر پھر کچھ مٹھائی نہیں  
کھلو اتے منگو او تو کوئی کی دکان کی مٹھائی۔

نواب۔ کوئی ہے۔ اس مردک کی گردن تو پائنا۔ ہم تو اپنی قسموں کو  
رو رہے ہیں یہ مٹھائی مانگتا ہے بے تکانک حرام۔

خوجی۔ دیکھئے دیکھیے پھر میری گردن کندھ پری سے ریتی جاتی  
ہے مین مٹھائی کچھ کھانے کے واسطے تھوڑا ہی منگو آتا ہوں مین  
تو اس لیے منگو آتا ہوں کہ فاتحہ پڑھوں۔

نواب۔ شاہ باش جی خوش ہو گیا۔ خوجی مجھے معاف کرنا  
بے اختیار نکورام کا لفظ نکل گیا تم بڑے۔

مصاحب۔ حلال غور۔ حلال خور ہو۔

اس پر وہ فریادیں قہقہہ پڑا کہ نواب صاحب لوٹنے لگے۔ اور بیگم صاحب  
نے گھر سے لونڈی کو بھیجا کہ دیکھنا تو یہ کیا ہنسی ہو رہی ہے۔

نواب۔ بھی کیا آدمی ہوو اللہ روتے کو ہنسنا اسی کا نام ہے

آزاد۔ ابھی نکاح کی امید آپ کو ہے۔ واللہ کتنی خوش عقیدہ ہو  
سچ ہے دنیا بے امید قائم۔

بھٹیاری۔ یہ خوش چرا بننا شد معقول۔ کیا آپ کل بھی جائیں گے  
اس میں تو چڑھونگی عدالت واہ کہہ کہہ کر جانا کیا ہنسی بھٹکا ہے  
مجھے بھی کوئی ایسی دلیسی سمجھے ہو۔ مجھ سے بُری کوئی نہیں۔

آزاد۔ آخہ۔ یہ خرم دہم۔ یہ دعویٰ واہ لی واہ۔ عدالت اچھا  
کیا ناش کیجیے گا۔

بھٹیاری۔ کیوں کیا کچھ شک بھی ہے۔ کریں گے اور بیچ کھیت کیے گئے  
ہم کیا کسی کے دیل میں۔ یہ کبھی تیری باتیں وہاں ایک نہ چلیگی  
دیکھئے گا مرے۔ کیل ایسا دیا نہیں ہی معلوم ہوگی قدرانیت  
(عافیت)

چاندو باز۔ (دلی ہی پر ہاتھ پھیر کر) اور واہ کو دیکھ رکھے برومند  
دلانی کیا جیسے اٹھادی۔ پرانی دلائی کے آپ کون نیلے واسے  
تھے ہی ثبوت ہانی ہی اور میں تو وہ تقریر کر رہا کہ آپ کے ہوش  
اُڑ جائیں ایسے گواہی نہ دیکھے ہوئے۔

آزاد۔ اچھا تو میان جھگڑا کا ہے۔ یہ سوتق سے ناش کریں نہ  
اور آپ کو ہی دین تو چشم ماروشن۔

چاندو باز۔ کیا چشم ماروشن۔ یا چشم ماروشن کیا ایک ہی  
آنکھ ہے۔

آزاد۔ اب ایسا منو کہ میں دونوں پھوڑوں۔

چاندو باز۔ ذری میرے منہ نہ لگے گا۔ ہاں میں نے عرض کر دیا  
میں پھر نہ ہی دنگا۔

بھٹیاری۔ (جھڑک کر) چل بہت بڑا آیا وہاں سے گدا دینے والا  
ایسا ہی ہوتا تو نہ جانے کیا کرتا۔ گدا دینگے۔ ابھی میں جپٹ جاؤں  
تو بچنی کھا بائے گدا دینگے۔ اور پٹ چکا ہی تہہ بڑا جیسا ہے

خیر میان چاندو باز تو اپنے گھر سدھا سے اور بنی اللہ رکھی پھر کھٹ  
یہ بیورو میں۔ میان آزاد کے پیٹ میں چوہے چھوٹے دل ہی دلیں  
سوچنے لگے کہ کیوں جی جو کہیں بیچ مچ اُسے ناش داغی نہ ہو  
ہنسی ہوگی دیکس کا نام لیا ہو۔ ایسا منو کوئی دیکس چنگ پر چڑھ جائے  
انکی دو گھڑی کی دل لگی ہو اپنا کام تمام ہو جائے۔ ہی سوتق میں  
میان آزاد سو رہے۔

شوخی مدہوش منہ مدوش۔ ستم ایجاد۔ جان آزاد بنی اللہ رکھی بھٹیاری

جا کی مرغ سحر کے غل سے  
اچھی نکست سی فرش گل سے

میدان نشہ بازی کے یکہ تازہ بی بھٹیاری کے ہمارے میان چاندو باز  
گر مت لیے۔ نہ سے پھندے سامنے ہو جو د۔

چاندو باز۔ لگی بھی کیا بُری ہوتی ہے۔ جو کھ کمان تو اٹھو اٹھ بیٹے  
مک بلنگری پروراز رہتی ہیں۔ راحت افزا پھولوں کی نکھیا  
جھلا کرتی تھی۔ خبر کو چاندنی نان دیجاتی تھی نہ دھوپ سے گوارا نہ  
کھڑا کھلا نہ جائے اگر پھر بھی چھن چھن لے شاعر آئی جی تھی کل  
جی کرتی جاتی تھی۔ بنی اللہ رکھی میں کہ سہری ہی پرنگزایان لے رہی  
میں کبھی ادھر لڑٹ بدلی کبھی ادھر نہ جھک کر ہو میں ملجا لباس  
اور پیر عطر فتنہ کی بو باس کو سون بھنی بھنی مہک سے دماغ مغز  
ہوا جاتا ہے۔ زلف چلیا کیا مشک اذوقی یا نخلیہ وغیرہ تھی۔ یا آج  
دیکھئے تو سویرے سویرے منہ اندھیرے آنکھیں کتہ۔ اسی بھلی  
ہوئی ہیں۔ کچھ بے بال چہرے کی بلا میں لے بہ میں۔

آزاد۔ (جادو کھڑے اٹھا کر) جھوٹے پرخلائی! شیطان کی کھچکا  
بلنگری! یہ نہیں کہتے ہو کہ ٹوٹی چھوٹی لھاٹ۔ اور وہ رات افرا  
اور گل شہو کمان میں۔ اپنے ہاتھ سے تو بوی نکھیا جھلی میں کہنے لگے  
مشک اذوق ہے۔ اور نخلیہ مغز بڑا۔ ات ترے خوشامخو سے کی



عجیب سے ایک روپیہ کمال دیا کھن سے بی اللہ رکھی سمجھیں کہ سوت  
میان آزاد حاتم کی قبر پر لات مار رہے ہیں فرطِ شغفی سے چمک کر  
اُس کے بڑھپن اور ہاتھ ایک عجیب اداسے دلریا سے بڑھا کر کہا  
اور زمین۔ ۹۔

آزاد۔ تھکے سے جان حاضر ہے۔

چاندرو باز۔ سب زبانی داخلہ خالی خونی باتیں۔ اور بیوی کو  
یہ خبر ہی نہیں کہ دُلّائی انعام میں دیدی گئی۔ میان ہی کی جوتی  
میان ہی کا سر۔ ہوتو اُٹھی چلی ہیں مانگے۔ پڑی کی خبر ہی نہیں  
بہرو پیے کو کیا جھٹ سے دُلّائی اُٹھادی یہ ہوا کہ بی جٹیاری کو  
بھی اودی اٹلس کا پانچا نمہ نہ ادا۔ پڑنے کی چوڑی گوت لگی ہو  
یہ نہ ہوا کہ چاندی کے چھڑے ہوا تھے کہ سر ابھر میں جھماچم کی آواز  
گوشتی یہ ہوا کہ کسی دن ہکو دوچار روپیے دے داتے کہ بھئی  
اتنے دن ساندنی کی رکھوالی کی ہی۔ جاو میان بس تم کو بھی دیکھو  
کون کے یار ہو۔ چڑی جائے دمڑی نہ جائے۔

بھٹیاری۔ (ہنستی ہوتی) او دادری تیری ہاک۔ کمین گری تو  
نہیں چڑھ گئی۔ خدا چندیا کے بے کز و اڈال۔ نہ لوکھا ہی رہا  
یہ چڑی اور دمڑی کا کون موقع تھا۔

آزاد۔ انکی نہ کہو یہ جوتی خورے ہیں چنے کا انھیں ذرہ نہیں جوتے  
کھانے کا انھیں خوف نہیں۔ کالی کھانے کا انھیں لحاظ نہیں  
خاصے پاک مہاک چھتے ہوئے ٹرے میں مردک کو کہتے ہیں  
شرم نہیں آئی کہ ساندنی کی رکھوالی کی۔ ابھی رکھوالی کی۔ وہ تو کیسے  
قسمتوں سے لگائی ورنہ ہم تو ہاتھ ہی دھو چکے تھے۔ اور اوپر  
باتیں بناتا ہے شرمائے نہ شرمائے دے۔

بھٹیاری۔ چلو یہ باتیں تو ساری عمر نہ ختم ہونگی اب کہو کچھ  
کی کب تیار یاں ہیں۔

خوش الحان اور شغول غوغائی ہو گئے۔ ایک نظر غلط انداز سے  
انھوں نے سب کو اکٹھا کر دیکھا اگر کچھ حیرت میں غوطے کھا رہے  
ہیں کہ اسی میں یہ خواب تو نہیں دیکھ رہا ہوں۔ آخر یہ ماجرا کیا کہ  
اس بھٹیاری کو قصائی کلام سے کیا سروکار اور یہ سبز پوش کون  
بزرگوار ہیں جنگے پر ایسے نورانی اور صفات والا نورانی آشکارا  
ہیں واللہ قدیموں نے لاہوت پر بھی یہ تاشانہ دیکھا ہوگا جو ہم  
میان مشاہدہ کر رہے ہیں۔ خدا کرے کسی طرح یہ بھید ہم پر کھل جائے  
واللہ اسوات تو پیٹ میں چوبے چھوٹے ہوتے ہیں کمین یہ سب  
تھنڈی ٹھنڈی ہوا انکے میں تو ہم بی اللہ رکھی کی خوشامد کرین کر واسطے  
نہ اس کے کچھ حال میں ہی تو بتاوا انھوں نے غور کر کے دیکھا تو معلوم ہوا  
کہ وہ بزرگوار جنگے سیارہ ہیں اور بی اللہ رکھی کی طرف دیکھ کر  
مسکرا رہے ہیں ایک نعم ہی اسنے حق حق میں با۔ کہا اور بھٹ سے  
زمین پر گر کر اب تو با علی لکھرمیان آزاد چھپے اور انکو ٹپٹے اٹھایا۔  
یہ حضرت یہی آنا کہنا تھا کہ وہ بزرگ انھیں کھو لکھ کر لائے اور  
جان آزاد کو بھک کر سلام کیا۔ اور مالا حضور یہ انعام ہوا سچ کیے گا  
ایسے جڑ پیے کہ کیسے ہوئے کمین کیسا روپ بھرا۔ نوٹس نے کہا اور  
بے بسی بڑی بولا بی اللہ رکھی مسکرا کر لوہین دم نے بھی کیا جلد تک  
انرا دیا یاں جان دو باز موچہ میں ہر تاو دیکر فرما نے لگے کہ کیوں بھی  
ہیں عمرانی میں بھی اپنے چاند کو نہ چھوڑا۔ میان آزاد اس درجہ خفیف  
ہوئے کہ کوئی اثر اجالت کے سیکر دن گھرے اپر پڑ گئے۔ ایسے  
خوش ہوئے کہ بکھیا کر بی اللہ رکھی کی فوق ابھرنے لگا ہوا انعام میں  
بہت دیدی بی صاحب نے دیکھا تو دُلّائی انکی گہم شاش بناتش کہ  
آزاد سے پھر چھڑ چھاڑ شرم کی۔ بہرو پیے نے دُلّائی ابھک کر  
کیا اور با ہوا نوٹس نے دیکھا کہ میں ہی رہا جاتا ہوں بڑھ کر  
میان آزاد کا دامن بڑھا نہیں کچھ بھی نہیں لا حضور میان آزاد نے

بڑھ دے۔ انہی کسی طرح بچھا بچھا کر لے کر اپنے میں ملحق ہونے لگا۔

چھپرہ خان سے چلی جائے اس کے چھپرہ خان اور تو جسرت ہی سہی چاندو باز بولے کہ حضرت آپ کون ہیں اور یہ ساتھ ساتھ آواز کتنے ہوئے آپ کیوں آتے ہیں۔ یا آگے بڑھیے یا پیچھے چلیے کسی بھلے مانس کو سنا نا کیا معنی۔ ہر بی اندر رکھی نے چاندو باز کے کان میں چپکے سے یوں کہنا شروع کیا۔ سنو تو بھلا۔ یہ بھی تو شکل صورت سے بھلے مانس معلوم ہوتے ہیں۔ ہمیں انہی کچھ کہنا ہی پس یا تو انہیں اپنے بیان سے چلو۔ یا انکے بیان چلو۔ ہاں تو یہ کیسے اب آپ اپنی رچ بچ گئیں۔ اچھا ہمارا برج ہی کیا ہے۔ ہم تو حکم کے بندے ہیں بیوی جو کہ منظور۔ مگر جلتی تو وکیل کے پاس تھیں۔ کمان عرضی دینے کی فکر میں تھیں کمان اس شری سو دانی سے بال پر ملا کی فکر ہوئی سچ ہی مشوقوں کے مزاج کا ٹھکانا ہی کیا تو آخر یہ تو بتا دو کہ اس سے کون کیا۔ کہنا اور سننا کیا معنی ہی کہو کہ انکو آپ سے کچھ کہنا ہے۔

چاندو باز۔ یا حضرت ذری اور گل ملی میں آئیے گا۔ آپ سے کچھ کہنا ہے۔

عاشق تن۔ دادہ کی اور پوچھ پوچھ۔ چلیے اس گلی میں۔ مگر انکو یہاں بیچ سڑک پر اکیلے اگمان چھوڑ جائیے گا۔ انہیں بھی ساتھ لیتے چلیے بی تم بھی چلی چلو۔

عاشق تن اور چاندو باز اور وہ تینوں گلی میں گئے تو دیکھا کہ اس گلی کے اندر ایک اور گلی ہو سہیں دھسنے۔ اس کے اندر ایک گلی تھی سہیں گئے۔ کیسے عھنور کیا حکم ہو۔ اچھی انکو آپ کچھ مشورہ کرنا ہے ہاں۔ رہے نصیب رہے نصیب اس وقت تو ہمنے منہ مانگی مراد پانی دل کی آرزو برائی۔ یہ اور ہمیں ہلا میں آج اپنی

قسمت پر ناز ہے۔ کیسے بی صاحب جو حکم۔ ای تو اس گلیا رے میں کیا کون۔ کوئی آئے کوئی جائے۔ کھڑے کھڑے کہیں باقی میں کرتی ہیں ہمیں اپنے گھرے چلو تو غیر۔ کیا مضائقہ (مضائقہ) چلیے یہ دادہ کی اور پوچھ پوچھ۔ چاندو باز سوچے کہ دوسرا گل بھلا چاہتا ہے پوچھا کہ میان تمہارا مکان میان سے کتنی دور ہے جو کالے کو سون ہو تو میں لپک کے کبھی کرایہ کر لوں۔ انہی اتنی دور چلا نہ جائے گا عورت ذات اور نازک اور دھوپ اب زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ انکو تو مائے نزاکت کے چھری ہی کا سنبھا لنا دھیر ہو گیا ہے۔ اتنی دور جائے گا کون۔ آدھی رات۔ نامناسب دور نہیں۔ پس کوئی دن قدم۔ آئیے ایک لمحہ میں پہنچتے ہیں۔ چلیے تو عاشق تن نے چھری سے لی اور خدمتگار کی طرح چھری لگا کر ساتھ ساتھ چلنے لگے چاندو باز نے دیکھا کہ اچھا گا دزی ملا۔ اپنا بوجھ بھی اُن پر لادا اور خود بھی چھری کے سایہ میں ریس بنے ہوئے چلنے لگے کالیوین سے نکلے سڑک پر آئے۔ سڑک سے بائیں کو مڑے۔ اُسے میں گئے چڑھائی اُترے پھر بازار ملا۔ چلیے کھٹ سے عاشق تن مکان پر پہنچے۔ صحن میں جو کون پر صاف ستھرا فرش بچا ہی باکر بیٹھے۔ خدمتگار بیکھا بھلنے لگا۔

عاشق تن	وہ آئے گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
	کبھی ہم انکو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں
چاندو باز	عاشق بلبل میں اثر ہے تو نفس میں آتش
	بوسے گل بھاند کے دیوار گلستان آئی

عاشق تن۔ جب ہم چھپے ہوئے گرگے بدعاش تھے تب ایک بھی عشق پری پیکر نظر نہ آیا۔ اب جو تو بہ کی تو یہ سودا میں دیکھنے میں آتی ہیں

یوں تو لے ابریا بھی ہمیں ملتا ہے تو ہر کسے ہی جھنگلی ہے سیاہی تیری

<p>آزاد۔ رکھا شور ہو رو کی سدا سے پیدا تدکشی آج وہ سرودن میں کرتے جاتا اوشہ حسن سے عشق میں مرنے کیلئے لڑکے ہوتے ہیں نفیر کی دعا سے پیدا</p>	<p>دوم میں رستا باندھوں۔ دس بجے تک تو بیوی دھوپ میں پڑی رہتی ہتین سہری اور پھوپوں کی پنکھیا کی ایک ہی کمی۔ چاندو باز۔ جی ہاں آپ جلے پھوپے بھورے۔ فریاد کیجئے فریاد آزاد کسی شکایت۔ کسا شکوہ۔ ۶۔ تقدیر سے گلہ ہی بتوں سے گلین</p>
<p>اتنے میں بی اللہ رکھی ایک ہری ہری نازک سی چھری لگائے چاندو باز کو ساق لپے ہوئے چمچ چم کرتی چلیں۔ بازار میں جھڑ جاتی تھیں۔ یاران سر پہل آواز سے کہتے تھے۔ جسے دیکھو مصروف نظارہ بازی ہو مگر وہ غور حسن سے کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتیں۔ چاندو باز ہنچو دوت دبک کرتے جاتے ہیں۔ ذری ہٹ جانا سامنے سے۔ ابن اداہ میان۔ کیا چھلکا آتا ہو۔ ہٹ جاؤ بین کو یا وحشت آخر کیا ہو کیا۔ کچھ معلوم تو ہو۔ افادہ۔ یہ کہنے یہ انکی آمد آمد تھی۔ کیون نہیں۔ تو صاحب ہٹ گئے بس۔ گرواہ سے زمانے اب بچے مانسون نے بس یہ شیوہ اختیار کیا ہو کیا ایک کو ساتھ لیا کئی کے وارث بنے۔ بازار بھر میں غل مچاتے چلے جاتے ہیں۔ اولا حول دلاقوہ۔</p>	<p>میں نہ فریادی بتوں کا ہون خدا کے سامنے آشنا کا کیا گلہ نا آشنا کے سامنے</p>
<p>عاشق تن۔ اس وقت تو بازار بھر مرغ بسمل کی طرح تڑپا ہوا بی اللہ رکھی اور میان چاندو باز آگے آگے پودے جا رہے ہیں اور میان عاشق تن بدھکتے بڑھکتے پیچھے آ رہے ہیں طبع موزن کا دریا ہو کہ آمد آتا ہو۔ شعر پر شعر بڑھ رہی ہیں تک سے مطلب نہیں کبھی دیوان ناسخ کا مطلع بڑھ دیا۔ کبھی غم خیام کی رباعی بک دی کبھی مایقیا یاد کرنے لگے۔ کبھی خالق باری کے شعر درد زبان ہیں ۶۔ چیل ہو در گوش کن گفتار من۔ اور سمجھاتے بھی جاتے ہیں کہ اس ذرا سے مصرعے میں۔ ہو در گوش کن گفتار من ۱۰ برائے بیت ہو۔</p>	<p>اللہ رکھی۔ او تو اس عتاب جی سے مطلب کیا جب سرکار کا پیادہ ایک تباہ میان کی آنکھیں کھل جائیگی یہ کہ کہہ کر کر جانا۔ واہ کیا ہنسی چاندو باز۔ جلو بھرا ب دن چڑھتا جاتا ہو۔ وہاں ہو تین نہ بھی لنگھی جوئی میں تھیں گھنٹوں لگیں گے۔ اور وہ سرکاری درباری آدمی ٹھہرے یک انار دھند بھار۔ ایک انگور دھند نور۔ مقدمہ دے صبح شام ڈٹے رہتے ہیں۔ جب دیکھو گھیاں ٹم ٹم فٹن جوڑی گاڑی گھوڑے ہاتھی بالکی۔ ا کے باؤفس میا نے دروازے پر موجود۔ آزاد۔ بس چپ نہ ہو رہے بکتے جاؤ نہ۔ آج سر در خوب گٹھے میں معلوم ہوتا ہے۔</p>
<p>چاندو باز۔ اسی میان بی اللہ رکھی کی بدولت روز ہی سرور گٹھے رہتے ہیں میان آپ اپنی کیے۔ کہ ہر دم کچے کھڑے ہی کی چڑھی رہتی ہے اب دیکھیے نشہ ہرن ہوا چاہتا ہو۔ انشا اللہ بی اللہ رکھی نے کوٹھڑی میں جا کر سنگا کر کیا اور کھر کر چلیں تو میان آزاد کی آنکھ پڑ ہی لگی۔ ہائے حسن بھی کیا بری چیز ہے۔ چار آنکھیں ہوئیں تو دونوں مسکرا دیے۔ میان چاندو باز کن آنکھوں سے دیکھ ہی رہے تھے بولے کہ ۵</p>	<p>انکو دیکھا تو یہ ہنس دیتے ہیں آنکھ چھپتی ہی نہیں یاری کی</p>
<p>چاندو باز نے دیکھا کہ یہ اچھے بگڑے دل لے ساتھ جو ہوا تو بھیا ہی نہیں بھڑتے۔ اور مٹھ جو کھولا تو دیوان کے دیوان</p>	<p>ہنسے مچھلی ہنسے ۶۔ وہ لب پہ آئی ہنسی دیکھو مسکراتے ہو</p>

عاشق تن - ہم بتائیں - ناش تو داندو - ہر جہ ملاو ہر جہ ہی  
کیا ہی باقی باہ کسی کے اختیار میں نہیں ادھر تم مقدمہ جیتیں ادھر  
ہم ہرات لے کر آئے اور تم کو سکھیاں پر بٹھا کرے چلے -  
اقتدر کھٹی - تو جوتم بھی دکیل کے بیان تک چلے جاؤ -  
عاشق تن - ہاں - ہاں - ہاں - جلو - جلو - جلو -

عاشق تن اور میان چاندو باز اور بنی اندر کھی چلین دکیل  
کے بیان -

میان آزاد ایک دن خواب خرگوش سے بیدار ہوئے تو سوچے  
کہ وہ اندراہ سے ہم - بھگتری بھی تو کمان تک - آزادی کا کجا و اندر  
آئے تھے تماشہ دیکھنے لیکن خود ہی تماشہ نگئے پہلے تو وہ فکر  
ہوئی تھی کہ ساندنی شتر غم سے کرتی ہوئی سدھارین - راہ ہر  
انٹی کے سننے والے - اور اسکی کاٹھی اپنے ہی اوپر کسی پڑتی پھر  
یہ گانچ پڑی نہ باہ کا تول ہاے - اگر کھو کھلی تو پشمانہ ہاتھ میں  
برات نکل گئی خود بدلتی ٹی شرک پر پتا پوچھتے چلے جاتے ہیں  
اور جو کسین نواب کے آدمی جھوٹیں تو پھر خدائی بھون اپنا ٹھکانا  
نہ رہے چور کے چور بنیں اور انوکے انوکے بنائے جائیں اور وہ  
یہ کہ کسی کے منہ دکھانے کے لائق نہ ہیں - کوئی کمان تک  
بدنامیوں کا نوکر اٹھائے - اس آزادی نے تو کلنگ کا ٹنگا  
لگایا - آبرو پر پانی بھر گیا - عزت خاک میں مل گئی - ابھی دیکھیے  
کیا کیا ہوتا ہے - کس کس کی ناز برداریاں کرنی پڑتی ہیں کس کس  
آگے سری ٹیک کی نوبت آتی ہے - کمان کمان ٹھوکرین کھاتے ہیں  
کیسی کسی زکین باتے ہیں سلجھی ہوئی بات ہم نے الجھائی دل کا  
دل دکھایا اور دروغ کا دروغ پایا - جب دیکھو تلوے کھجلا کرتے  
ہیں - دنیا بھر کا راستہ ناپتے پھرتے ہیں - اس جنون  
کے صدقے جس نے ہمیں دشت دکھلایا فلک بے مہر

نے کبھی نگہ نہ فرمائی - کوئی دم چین لینے ہی نہ دیا اگر پہلے کاٹا -  
جھٹتا ہی پھر کھین بھول ہاتھ اتارنا ہی خدا کو اسی میں کچھ غریب کی بہتری  
منظور ہوگی - ۵

درد ہر کسے بگ کھڈاری نرسید  
تا بریش از روانہ خاستے نرسید  
در شانہ نگر کہ تا بعد شاخ نہ شد  
دستش بہر زلف نگاہ سے نرسید

دفعہ سر امین نل چا - لینا - لینا - لینا - یہ گڑبڑا کر کوٹھڑی کے  
باہر نکلتے ہیں تو - ۴ - کچھ اور ہی گل کھلا ہوا ہی بنا ساندنی نے بی  
وسی تو رتا زکر عینکیدی ہوا سر ابرہ میں اچکتی پھرتی ہو کر حقیقت  
حال حضرت نہ سمجھے کہ ایک ٹھٹھوں نے دل لگی دل لگی میں رسی کو  
چاقو سے کاٹ ڈالا اور جس میں نیکی دل جاو بھاگ کھڑی - ساندنی  
پہلے تو ایک مسافر کے ٹوکی طوف جھکی اور اسکو اسے پشگون کے  
بوکھلادیا مسافر بچا رہ ایک لگائے ہوئے کھٹا کھٹ ہاتھ صاف  
کر رہا ہی مار کھین کھپا بخون سے اسنے بڑے جانور مانتے ہیں  
پھر جو دہان سے طرارہ بھرا تو دوتین بیلون کا کچھوڑی نکال ڈالا  
گاڑیاں ہائیں ہائیں ہائیں کر رہا ہے لیکن اس آئین ہائیں  
شائیں سے بھلا اونٹ سمجھا کئے ہیں - میان سے بلا کی  
طرح جھپٹی تو ایک کھار پیٹ میں آ گیا - ہم سے منہ کے  
بھل زمین پر مٹی کے بھوے بھالے کھلونے سب چکنا چور  
پھر دم دبائے ہوئے دقتد بھری تو دو چار اکون کو گرا دیا کسی کی  
کمانی توڑی - کسی کے انجنہر الگ - سر امین چو طر فہ غل چا ہوا  
ہے - منو والا اپنا سر پٹیا ہو - گاڑیاں کھڑا در رہا ہے کھار  
ادھر مرا ہو گیا - چاندو باز تو بڑا دکھاتے پھرتے ہیں - ہنسوتا  
آدمی فقرے بد فقرے جست کر رہے ہیں - تھان ہی تھان  
واہ ری او منٹی کیا کنا ہے دے بڑھو کرات چبا جا ایک دکھو  
چاندو باز ساندنی کو پکڑنے دوڑتے ہیں تو یار نوگ دور ہی

مگر اپنا عشق بھی دنیا سے بڑا لاہی جسکو دل دیا اُسکو دیا۔ بختہ منور  
جہون ہوں۔ جان جائے۔ مال جائے۔ عزت جائے۔ بدنام ہوں۔  
ستم سہوں۔ یہ سب گوارا ہے میں تو ہزار جان سے عاشق زار ہوں  
کہ تو اپنی میں کو پریشان کو جلتا بلاتا اگلا اٹھالوں ہمارا عشق خام  
ہنیں جان کا دینا بیان باہن ہاتھ کا کرتب سمجھتے ہیں۔ ۵  
تو عاشقانِ مسلم ندیرہ جائے کہ تیغ بر سر خود بندہ دار و پیش نہ

چاندو باز۔ اب انکا مطلب سنئے۔ یہ پیچاری بھی کوئی اٹھاہ  
اُنس برس کی ہوئی۔ نے ابھی کل نوید ہوئی ہیں مگر ملاکی شوخ  
طبیعت اور پخیل اور بات ایسی تارنی ہیں کہ بکافق جو حسن جمال پر  
تو آپ ہی۔ سمجھے ہیں۔ اب سنئے کہ اُنکے بیان بیان سے اچھا لگے  
اور شاید کچھ بگاڑ بھی کیا تھا نیز غرض کہ بھاگ کے حیدر آباد دکن  
گئے وہاں کسی کو گھر میں ڈال لیا۔ اب یہ اکیلی ہیں۔ انکا جی بھڑا ہوا  
اور پھر آپ جلنے یہ شباب جسں عشق ہو کہ بیاہ کریں۔ ادھر  
ادھر ہیں اور یہ دونوں لکڑو شرور گھرو جان دھونڈھتے تھے  
کہ حسن اتفاق سے سرزمین ایک حبیبہ راجمان آیا ابھی سینے پھلتی ہیں  
بھٹیاری۔ ہاں گلے ٹھلے کے جوان ہیں اور میان آنکھیں تو ایسی  
ریلی دیکھیں نہ سین میں کیا کمون تم سے بس دیکھنے سے تعلق ہو  
چاندو باز۔ اے تو بھی کو اب کہنے دو۔ تم تو بات کاٹے دیتی ہو  
ہاں تو حضرت میں کیا کہتا تھا۔ ہاں اُنکی انکی جا را آنکھیں مومیں تو  
اوجھوہ ادھر یہ دونوں کھائل ہو گئے۔ پہلے تو آنکھوں ہی آنکھوں  
بایتیں ہو اکیں چکر کھل کے سات کہدیا کہ ہم تم کو یاہیں گے مگر پھر  
کر گئے۔ رہا ایک بات یہ تو جو کہ جب اُنکو دیکھ لیتے ہیں تو ٹھنڈی  
سانسین بھرتے ہیں اور اُن اُن کرنے لگتے ہیں۔ اب انکا  
قصہ ہے کہ اپنا لاش جڑ دین۔

عاشق تن۔ اچھی اُنکو بھاڑ میں جھونکو۔ جو بیاہ ہی کرنا ہو تو ہم سے

نکاح پڑھوانو اُنکو دعوت بناؤ۔ واہ چاہے تھا اُنہیں عاشق ہونا  
اُنے تم ہی عاشق ہوئی جاتی ہو۔ ہمارے ساتھ عقد کر لو وہ دونوں  
کے دونوں مزے سے۔ ہیں۔ پھر وہ بوی کیا مرضی ہو۔  
اندھ رکھی۔ پیچ کمون۔ تم مردوں کا ہمیں اعتبار نہ مری بچہ نہیں  
رہا اب جی نہیں چاہتا کہ کسی سے دل ملائیں اور محنت کا  
(مفت کا دکھ لیں۔

عاشق تن۔ تم نے ابھی ہمیں بچا نا ہی نہیں۔ پانچون اُنکیا  
برا بر نہیں ہوتیں۔ بھلا ہمیں بھی آزما دیکھیے۔ ہم شریف زارے  
ہیں بوی۔

اندھ رکھی۔ پیچ کمون۔ لوگ ایرے غیرے تو ہمیں ساری خللی  
یہی سمجھتی ہو کہ اندھ رکھی بڑی خوش نصیب ہیں۔ گریبان میں کس سے  
کمون دل کا حال کوئی کیا جائے اُنھوں نے چمک دکھائی ہیں  
مرنے لگے۔ اب مجھ سے سنو مجھ سے بڑھ کر کوئی بد قسمت ہی نہیں  
اس سن میں میان ندارد۔ اُٹھی جوانی اور یہ صرانی کمان ماری  
باری پھروں۔ دن رات اسی سوچ میں رہتی ہوں کہ کوئی  
بھلے مانس ملین تو نکاح پڑھوانوں سو میان اپنے سوچ سمجھ لو  
اور مجھے قول دو

عاشق تن۔ قول مردان جان دارد۔

چاندو باز۔ یہ دیکھیے عرضی دعویٰ ہے۔

عاشق تن۔ ارے یہ کس پاگل نے کھی ہو جی۔ یہ کہیں ایسا  
ہو سکتا ہے بھلا۔ سرکار یہ نہیں کر سکتی ہو کہ آزاد کو غواہ مخواہ تھیں  
دوا ہی دے۔ ہاں اتنا ہو سکتا ہو کہ ہرجہ دوا دے سوا سکا  
بھی نبوت مشکل ہو ذرا۔

بھٹیاری۔ اچھی ہوگا بھی مسود (مسودہ) بھاڑ ڈالو۔ اب  
میان آزاد سے مطلب ہی کیا را۔

کھڑی تھی پہلے کوئی تجویز تو کر لیجیے ورنہ عدالت میں جان بچانے کا  
خالد جی کا گھر تو ہے نہیں۔

عاشق تن۔ اب بتا ہی دوں۔ بندہ سمجھے صاحب۔ بندو گاہ  
کہیں گے کہ ہم سے مہینوں سو بات چیت سچ میں میان آزاد کو دیکھو  
ہم مٹھ تاک کر رہ گئے۔ واٹھو وہ جواب دوں کہ آپ بھی خوش ہو جائیں  
وکیل۔ راہ تو پھر کیا پوچھنا ہی۔ ہم آپ کو دریا کنا یا بنا دینگے پھر آپ  
فراتے بھرنے لگیے گا۔ گردو ایک گواہ تو ٹھہرا لیجیے جس ایک روپیہ  
لگنے۔ یہی ہم اٹھیں پڑھا دینگے۔

چاندو باز۔ ایک گواہ تو یہی بیٹھا ہوا ہوں۔ فراتے باز  
خیر اب بات کو طول کون سے بنی اللہ کی سیدھی کچہری پہنچیں  
جس پیر کے نیچے جا کر مٹھیں وہاں وہ جانا کہ الامان۔ جدھر تڑپا  
کنا ڈکرو دیا۔ کچہری بھر کے آدمی ٹوٹے پڑتے ہیں۔ میان چاندو باز  
عظیم مخدانی تھک کر گرڈا رہے ہیں۔ اور وارث علی خان بنے بیٹھے  
ہیں جاؤ بھی اپنا کام کرو۔ آخر میان کیا سیلا ہو بھی راہ اچھی دل لگی  
نکالی۔ کیا بھیر یا دھسان خلقت ہو!

ایک۔ جی بھیر یا دھسان خلقت ہو۔ آپ لائے ہی ایسی ہیں۔  
دوسرا۔ اچھا ہم کھڑے ہیں۔ آپ کا کچھ جبار دی۔ راہ اچھے آئے۔  
میسرا۔ آپ کوئی خدائی فوجدار ہیں۔  
چوتھا۔ بھائی ذری ہنس بول میں۔ آخر مڑنا تو ہے ہی۔

خیر جب ایک بجا تو بنی اللہ کی نازداد اسے اٹھلاتی دوپا چڑھاتی  
چھڑوں کو چھم چھم کرتی ہوئی چلین عرضی نے چاندو باز ایک ہاتھ میں تھکے  
میں دوسرے میں چھتری خدشہ لگا رہے پہلے جاتے ہیں اب سینے کہ  
کچہری کے دروازوں پر یا ران سر پہلے تھکے کے ٹھٹھو لگائے کھڑے ہیں  
چاندو باز تو برآمدے میں ٹھٹھک رہے۔ اب بنی اللہ کی کو کوئی  
بتا تا نہیں کوئی کمان لیجاتی ہو۔ ایک کہتا ہے دہنے اچھا جاؤ

دوسرا کہتا ہے نہیں نہیں بامیں بامیں۔ میسر ابولا میان کیوں  
بھکاتے ہو یہ چاری کو دیکھو وہ سانسے کرا ہے۔

الغرض بنی صاحب چلتی ہوئی منصر می میں پہنچیں بعضی عمر  
دیا منصر صاحب پرانے رسیا۔ خوب گھورا کیے۔ خیر اسے پرہ  
لیا اور یہ چل کھڑی ہوئی۔

دوسرے دن نذر کے ٹرکے میان آزا چھپر کھٹ پر لیٹے تھے  
لہر لہر کر رہیں حالت وجد میں پڑھ رہے تھے کہ

شگفتہ شد گل حرا و گشت لب لبست | صلاے سر خوشی او عاشقان بادہ  
بیار بادہ کہ در بار گاہ استغنا | چہ باستان چہ سلطان چہ موشا و چہ

اتنے میں عدالت کے مذکور نے سمن لا دیا اور بنی اللہ کی  
سکرانے لگیں۔  
مذکورے۔ سمن آیا ہے۔

آزاد۔ شب صحبت غنیمت دان و داد خوش ملی بستان  
کہ متاب لالہ فرزندت و طرفہ لالہ زائے خوش

مذکورے۔ حضور سمن آیا ہے گانے کو تو دن بھر بڑا ہے لیجیے  
رستخط تو رد دیجیے۔

آزاد۔ بغفلت عمر شد حافظ بیا با ما بہ میخانہ  
کہ شنگر لان سرستت بیا موزند کاے خوش

مذکورے۔ اچھا صاحب شعری پڑھا کیجیے گا یا میری بھی سنیں گے۔  
آزاد۔ کیا ہے کہتے ہو۔

مذکورے۔ جی اور نہیں تو کس سے کہتے ہیں۔ یہ لیجیے آپ کے  
نام سمن آیا ہے۔

آزاد۔ (سمن لے کر) یہیں کیسا بھی۔ ذرا پڑھیں تو۔

آزا کا کہ بنی اللہ کی نے تم پر نالاش کی ہی لہذا حکم ہوتا ہے کہ حاضر عدالت  
ہو اسے راہ واواہ۔ یہ سچ مچ نالاش ہی جڑو دی۔



روتے روتے چمکیاں بندھ گئیں دکیل سنائے میں کہ انہی یہ کیا  
اسرار ہی اُس دن تو کھلکھلا کر سنستی تھی آج اٹھ اٹھ اُسوروتی ہو  
یا تو ادائے دلربا میں لاکھ انداز تھے کبھی سیاہی زلف چلیبا کی  
جھلک دکھائی کبھی دُر دندان کی چمک دکھائی مسکرا مسکرا کرتی  
کرنا ناز و انداز سے قدم دھرتا۔ آج بیقراری اور اشکباری اور  
گریہ وزاری ہے۔ انکی آنکھوں میں آنسو ڈب ڈبائے لاکھ ضبط  
کیا مگر دامن تر ہی ہو گیا۔

وان جھوٹ موٹ تم نے بنا دیکھتے غش کیا  
ہم سچ مچ ایسے روئے کہ بان چست غش کیا

میان چاندو باز تو کل کار روئی سے واقف تھے یا نہ تھے  
کے در دل کو وہی خوب سمجھے اور دکیل کی پریشانی دیکھ کر بے کہ  
حضرت یہ بڑی پاکباز عفت کوش حیا پرور عورت ہیں۔  
بھٹیاری سچی وہ تو میری دوا (وضع) کے دیتی ہے۔ اُف۔  
چاندو باز۔ انکی ظاہری وضع پر نہ جائے گا یہ واقعی بڑی وضع دار  
ہیں۔ جیسی گلخوار باغ و بہار طر مدار میں دسی ہی خدا کی قسم وضع دار  
ہیں گو سر تا قدم نور ہے۔ پرستان کی حوریں پہلی رنگین مزاج ہمار  
طبع رنگین ادا نازک آواز فصیح نکتہ برد از جُست و طرار۔ عالم فریب  
تم گارگر میرا خدا اور میں کہ بڑی راہ چلتے آج تک نہیں دیکھا۔ ان کی  
پاکدامنی کی قسم کھانی چاہیے خیرات فرمائیے کہ مقدمہ کی کیا صورت کیا  
عاشق تن۔ جی ہاں پرور مرشد۔ کوئی فکر معقول بتائیے گزیر دوستی  
تو یہ شادی نہیں کر سکتیں۔ ہاں۔ ہر جے کا ثبوت ہو تو بیشک لجا  
بھر ہرج ہی کیا ہی۔ بھاگتے بھوت کی قلوٹی ہی سہی۔ کچھ تو ہے ہی نگلی  
چاندو باز میں انکے دشمن آپ بھی کتنے چھوڑ ہیں۔ وہ۔

دکیل۔ اچھا تو یہ بتائیے کہ وہ رئیس کمان سے آئیں گے  
جو عدالت میں بیدھڑک کہہ گزیرین کہ ہم سے اور ان سے باہ کی

تا بیان بجا دیتے ہیں وہ اور بھی دکھلا گئی ملکی بلتوں اچھلے بے  
جو طرف سے یاران سربل نے خوب ہی دق کیا تو بیک کر اُس سے  
ایک ذات شریف کو دانتوں سے دبا کر اٹھالیا اور بھینکا دم  
ہائے کچھ نہکل گیا۔ گرے تو یہ دم زخموں سے خون کے شرٹے بنے  
لگے اور عالی موالی سب نفرد ہو گئے۔ ساری بھیر کالی کی طرح  
بھٹ گئی تب تو چاندو باز لپکے کہ ککیل لون۔ وہ نام پوچھتی ہی  
بائے جب خوب ہی شل ہو گئی تو انکے ہاتھ آئی۔ انھوں نے  
چمکار کر باندھ دیا کچھ بھی جھاڑ پونچھ کر ٹھکڑا ہوا۔ میل بھی کمنار  
بھوسے کی طرف جھکے مگر ٹوکی بڑی نوبت ہی۔

اُدھر کا تو یہ حال تھا اب اُدھر کا ذکر سنئے کہ میان چاندو باز اور  
عاشق تن اور بی اللہ بھی ملکو دکیل کے بیان گئیں۔ لیکن  
بڑی دیر تک تینوں کے تینوں باہر ہی ٹاپا کیے۔ یہ رئیس آئے  
وہ امیر آئے۔ کبھی کوئی مہاجن آیا کبھی کسی بیوہ باری نے اپنا مقدمہ  
سنایا خیر صبر کے بول انھوں نے بار بایا۔ دکیل جو دیکھتے ہیں تو  
آج وہ رنگ دروغ ہی نہیں۔ وہ جو بن ہی نہیں۔ وہ مسکرانا  
وہ بجانا سب بھولی ہوئی ہیں۔ کیوں خیر باشد۔ آخر باج کیا ہی بی۔  
آج چہرہ اتنا آداس کیوں ہی۔ خدا ہی فکر کرے۔ ہماری جان کی قسم  
سچ سچ بتا دو مقدمہ تو کیا جہنم میں یہ دہی دن میں ہو گیا کیا کمان  
وہ چمک دمک تھی۔ کمان یہ حال۔ کمان وہ شگفتگی تھی کمان  
ملاں۔ کمان وہ جوش جوانی۔ کمان یہ سراپگی دریشانی۔ کمان  
وہ رخ انور غیرت ماہ۔ کمان لب پر نغان داہ۔ کمان وہ چھبے ہیں  
کمان یہ رخ و سخن۔ زلف برشکن کا دھبچ و تاب نہیں۔ چہرہ پردہ آہ  
تاب نہیں۔ آہی یکسی ہو بندھی کہ حسن کا چراغ ہی گل ہو گیا نہ شوقی  
مستی کا قل ہو گیا۔ اتنے میں بی اللہ بھی کا دل بھرا اور پٹ پٹ  
آنسو گرنے لگے۔ خوب بھوت بھوٹ کر دین آنسو کا تار بندھ گیا

اتنے میں چاندی باز نے غل مچا کر شروع کیا کہ دوڑ دوڑ کر چور ہو گیا  
چور چور چور۔ میان آزاد نے ادھر چاندی باز پر شراب سے  
کوڑا بھینکا اور ادھر سائٹی کو جو ایک ایڑ لگاتے ہیں تو چھین چھین  
چھین چھین یہ ہونچ وہ ہونچ۔ شہر سے باہر ہوئے تو میان آزاد  
کی روح فرخناک ہو گئی۔ بیچ کا سہانا وقت صبا ناٹھ نسیم غنیمت  
طرف چین غانیہ بار بہرمت باغ و بہار۔ سائٹی اٹھ گیا لیکن  
کرتی جاتی ہیں۔ سوچے کہ اللہ اللہ آج بعد مدت روح نے غذا پائی  
اور میدان کی صورت نظر آئی چلو بڑے نفع سے جان بچا سکتے  
چھوٹے میان آزاد سرائی سرگزشت سوچتے چلے جاتے تھے کہ  
راہ میں دوسرا فرما ہوں باتیں کرنے لگے۔

ایک۔ ارے میان آجکل لکھنؤ میں ایک نیا گل بھلا ہے  
کسی ذات شریف نے گزروں روپیہ کے جعلی اسٹامپ بنائے  
اور اندھن تک میں جا کر کوٹے کیے۔ سنا کابل میں دو جلیے  
گرفتار ہوئے مشکین کس کی گئیں اور ریل پر بند کر کے میان پھینک دیے  
مگر سیان اللہ جانتا ہے کیا جعل کیا۔ جو جبر بھی فرق معلوم ہو تو چھین  
منڈوا ڈالو۔ سنا کئی برس سے بیچا گئے۔ کوئی ڈیڑھ سو دو سو برس  
سے بیچتے تھے اور کچھ چوری چھپے نہیں۔ حکم کھلا۔ اور نیچے ایک  
میان حسین بخش میں مصور اور نوٹ گرانٹ کی تصویر کھینچتے ہیں  
بھی اس پیٹ میں آگئے۔ کھیا لال نامے ایک جلیا ہے  
وہ بھی دھرا گیا اور اس کے چلے جا پڑ بھی پھنسے ہیں۔

دوسرا۔ واہ دنیا میں بھی کیسے کیسے کائے پڑے ہیں ایسوں  
کے تو ہاتھ کٹوا ڈالے۔

ایک۔ واہ وا۔ کیا قدر دانی کی ہو کہنے لگے ہاتھ قلم کروا ڈالے  
یہ نہ کہہ کر بھائی ویدے۔ واللہ ہے کہ انھوں نے تو وہ کام کیا کہ  
ہاتھ جوڑے۔ جاگیر میں لے۔ کاسے کردہ ست بردار کاسے کردہ ست

واللہ کاسے کردہ ست۔ اس سو بھو بھو گئے مدتے۔

میان آزاد کو پہلے مسافر کے مبالغہ اور تعریف پر بے اختیار  
ہنسی آئی اور سوچے کہ ایسے ہی ذات شریف تو بات کا منکر ہوتا ہے  
میں۔ کیا بھیسے جلیوں کو کابل تک پہنچا دیا۔ اور ہندوستان کے  
اسٹامپ لندن میں بکوائے۔ واہ ری عقل ابھی جی۔ انھوں نے  
اُسے پوچھا کہ کیوں جی کیا کروں کے اسٹامپ بیچے یہ بھی کلاں کیا  
ہو واللہ۔ وہ دونوں سمجھے کہ یہ کوئی پولیس افسر ہیں اور بھیس بدل کر  
سائٹی پر سوار ہو چلے ہیں توہ لینے۔ ایسا ہو کہ میں ہلکھی گرفتار  
کر لیں کوئی کہے کہ (ایم پی شہرست) تو پھر بیڑ صوبہ ہی تھے  
صاف مگر جاؤ۔ انگریزی ہو دل لگی نہیں ہو کہ بیچ میدان میں پھرے  
ہو کر سرکار دربار کی باتیں کرنے لگے۔ اس سے بالکل انکار ہی  
کرنا اچھا۔

آزاد۔ کیوں صاحب کتنے کے جعلی اسٹامپ بیچے۔

مسافر۔ جی۔

آزاد۔ آپ ابھی کہتے نہ تھے کہ جعلی اسٹامپ بیچنے والے  
دھرے گئے ہیں۔

مسافر۔ کون؟ ہم نہیں تو۔

آزاد۔ اہی آپ باتیں نہیں کر رہے تھے کہ اسٹامپ کسے بنائے  
اور ڈیڑھ سو دو سو برس سے بیچتے چلے آئے مگر اب پڑے گئے  
کیری پتوں کی آڑ میں کب تک چھپے گی۔

مسافر۔ (کا پتے ہوئے) حضور ہم کو تو کچھ معلوم نہیں۔

آزاد۔ (ڈانٹ کر) ابھی بتاؤ سوزنیں ہم تم کو بڑا گھر دکھائے گا  
اور بیڑی پہنائے گا۔ تم بدعاش۔ ابھی بتا۔

میان آزاد تو انکی جوتوں سے تاڑ گئے کہ دونوں کے دونوں  
چوڑا ہیں۔ ماسے ڈر کے اسٹامپ کا لفظ زبان پر نہیں لاتے

چاندو باز۔ کیوں میان مذکور کی اگر ہم نہ جائیں تو کیا ہو۔  
مذکور کی۔ جی کچھ بھی نہیں وارنٹ آنے سے رہا ایک طرف  
ڈگری ہو جائے گی۔

آزاد۔ اور جو رہدوش ہو جائیں۔

مذکور کی۔ تو ہو کیا۔ وارنٹ جاری ہو۔ بس دیوانی کے  
مذکورین کی حراست میں آئیں۔ مزید دو پیر اسی ساتھ  
مذکور کی نے دستخط کرائے اور بی افسر کھی کوٹھیر۔ آج تو ہاتھ  
گراڑا ایک چہرہ شاہی لاؤ۔ او تو ابھی سوت نہ کیا س کوری سے  
اٹھم بٹھا جیتین توانا دم نام دین سخت سخت میں کون دے بھلا۔  
اجی تم جیتی داخل ہو بی بی۔ ہاراک اعلیٰ مارو۔ اچھا کلاؤ  
وٹے جاؤ۔ اچھا۔

میان آزاد کے بیت میں چہ چھوٹے کہ بڑی بیٹھب ہوئی  
شہر نہ تو مرنے میں۔ جب چاہیں گے میوی ٹوٹا کر بیت ہو جائیں گے  
لیکن جو کہیں جہانہ ہوا تو کس کے گھر سے دینگے یہ بڑی میڑھی کھر ہے  
ا ہو ہو ہو۔ خوب یاد آیا۔ نواب کی ساندنی کے کور سے کریں گے  
بوا رہ میں۔ ع۔ انیم اندر عاشق بالائے غم ہاے دگر لیکن بی  
اندھی ہشاش بشاش چوہڑہ جگہ لگیں اور اس پاس کی بھٹیاریں  
جلا جلا کر کہنے لگیں۔ اتو چاندی جڑھتے تو کھی کے چرخ جلا لیں گے  
نہ کہا کہ مہو میٹھا ترنگے گلگلے کھلا میں گے۔ دوسری نے کہا اندر کے  
جیتو تو نہ کھلاؤ گی تو نکاح والے دن ڈھولک کون بجائے گا۔

میان آزاد وحش اندے جب سے سن پایا تب سے اُن کے ہوش  
بیمیرا ہوئے۔ آزادی کا نشہ مرن ہو گیا سوچے اب کریں کیا جائے  
ماذن نہ پاسے رفیق۔ بھاگ کھڑے ہوں تو مذکورین کی حرا  
ت میں آئیں نواب صاحب کے مصاحب حسد کے ماسے خوب ہی  
کا کا اڑائیں۔ ٹٹے رہیں تو میان واسے قہقہے لگائیں کچھ کرتے

دھرتے بن ہی نہیں پڑتی۔ یار نہ دگار۔ ع۔ نہانہ ہر جگہ  
یا علی مردے۔ ع۔ یا علی مشکل کشا مشکل کشائی کیجیے بیک  
وقفہ انہیں خیال آیا کہ لوسوچ کا ہے کاہی۔ چپکے سے چلتا ہند  
گرو۔ کوئی کہان ڈھونڈتا پھر کاٹھور نہ نکھانا۔ یہ سوچتے ہی  
انکا چہرہ بشاش ہو گیا۔ ادھر بھٹیاری کی آنکھوں کی ادھر جھپاک  
سے کانٹھی کس بقیہ سنبھال ڈنڈا سے یہ جاو جا۔ نا کے تک تو  
انکو کسی نے نہ ٹوکا۔ مگر جب آ کے سے کوئی کوئی بھر کے پٹے  
پر باہر نکل گئے تو میان چاندو باز سے چار آنکھیں ہوئیں۔  
ارے! غضب ہی ہو گیا اب دھریے گئے۔

چاندو باز۔ ایڑے بھائی کدھر کی تیاریاں میں۔ یہ جان جا  
ہنسی ٹھٹھا نہیں ہو بندہ پرہیزگاری کسی اور محل کھڑے تھے۔  
مگر تھیں انھوں نے بھاگنے کیا سمجھ کر دیا بھئی۔ یا آنکھوں میں  
خاک جھوک کر چلے آئے بس اتر پڑو۔ آؤ ذری حقہ پولی و  
دم تو لگاؤ۔

آزاد۔ اس دم میں ہم نہ آئیں گے۔ یہ فقرے کسی گنوار کیجے  
آپ اپنا حقہ رہتے دین بس اب ہم خوب پی چکے ناکون م  
کر دیا بد معاشوں نے۔ چلے تھے تھمدہ دائرہ کرانے۔ اب جو جاری  
چھا خوبھی پاؤ تو آزاد نہیں۔ بات تیرے کی کس مزے سے  
کہتے ہیں کہ حقہ پیے جاؤ۔ ایسے ہی تو بڑے ہمدرد ہیں۔ اپنی  
ہمدردی نہ کر رکھیے۔

چاندو باز۔ نیکی کا زمانہ ہی نہیں۔ ہنسنے تو کہا تھے دن لانا  
رہی ہے۔ آؤ بھی تو وضع تکریم خاطر مدار کریں اب خدا جانے  
کب ملنا ہو۔

آزاد۔ خدا نہ کرے کہ تم ایسے منحوس بے ایمانوں کی صورت  
پھر کبھی خواب میں بھی نظر آئے۔

آزاد پھر چلے مگر افسردہ اور بزمردہ چلتے چلتے خدا خدا کر کے  
نواب کے منہ کے قریب پہنچے۔ جب کوئی دو ڈھائی گوس شہر گیا  
تو ایک کنوئین پر پانی بیا کہ اتنے میں ایک بھڑی اٹھلا۔ ساعت  
پچارین ساعت۔ سنگن پچارین۔

بھڑری۔ (پوچھی سنبھال کر ہتھاری نواب صاحب کے بیان  
بڑی تلاش مٹی جی۔ تم گائب کمان ہو گئے تھے اونٹ لے کے  
اب میں جا کے کونگا کر میں نے پرشن دیکھا تو نکلا کہ آجاؤ آزاد  
باقی کوئس کے اندر ہی اندر میں جب تم ٹپ دینی ہو بیچ جاؤ گے  
تو پھر ہماری چڑھتی کمان ہوگی۔ تم کو بھی آدھون آدھون بٹا دیں گے  
مگر بھانڈا نہ پھوڑنا چڑھ باجی ہے۔ جو تم راضی ہو جاؤ تو جائی ہی  
آزاد۔ وائٹ کیا سو بھی جی۔ منظور ہے بس اب تم جاؤ۔ ہم بھی تم  
کے دم میں ہو بیچتے ہیں۔

بھڑری نے پشتک بغل میں داب کر راہ لی اور نواب کے  
یہاں دھر دھکے۔

خوجی۔ اچی جاؤ بھی ہتھاری ایک بات بھی ٹھیک نہ نکلا اب  
کو کچھ حکم لگاتے ہو۔

نواب۔ برسوں ہمارا نام تم نے کھا یا ہو برسوں۔ ایک دن  
میں برسوں برسوں۔ اب اس وقت کچھ پرشن درشن بھی دیکھو گے  
یا بایں ہی بناؤ گے چکنی جیری۔ ہم کو تو مسلمان بھائی ہتھاری دم  
سے کافر کہنے لگے اور تم ذرا محنت کر کے کوئی اچھا سا حکم  
نہیں لگاتے۔

بھڑری۔ وہ حکم لگاؤں کہ بت ہی نہ پڑے۔

خوجی۔ اچی جاؤ بھی دیکھ لیا۔ بس زبانی داخلہ ڈینگے ہو غام  
کہیں کسی روز میں قرولی نہ بھونک دون۔ سو اسے بے پر کی  
اڑانے کے بات سیکھی ہی نہیں۔ مرد آدمی سال بھر میں ایک دفعہ تو

بیچ بولا کر د۔

مصاحب۔ واہ بیچ بولتے تو تھلنی کے کتے کی طرح بھول نہ جاتے۔  
نواب۔ یہ کیا داہیات گفتگو ہے۔

بھڑری۔ ناہیں ہم سے اسے ہنسی ہوتی ہے۔ یہ ہمیں کہتے ہیں  
ہم انہیں۔ اب آپ کوئی بھول من میں لین۔

نواب۔ یہ ڈھکوسلے میں اچھے زمین معلوم ہوتے۔ میں مث  
صاف بتا دو کہ میان آزاد کب تک آویں گے۔

بھڑری۔ (کچھ بڑبڑا کر) پانی کے پاس میں۔

مصاحب۔ واہ آسون بیکھا گم گم برسے۔ واہ استاد پانی کے  
پاس ایک ہی کمی۔ لڑکی نہ لڑکا۔ دونوں طرح اپنی ہی جیت۔

بھڑری۔ یہاں سے کوئی تین گوس کے اندر ہی اندر میں جو  
نہوں تو ناک کٹا ڈالوں۔

خوجی۔ آؤ اُن ناک ناک بدتے ہیں وہ منرون کی راہ ہیں سٹنی  
کے کورٹے کیے ہونگے۔ پگھڑے اڑا رہے ہونگے آپ تین گوس  
یہ پھرتے ہیں۔

رفقا۔ حضور یہ بھڑری بڑا فیلیا ہو۔ آپ تو پوچھتے ہیں کہ میان آزاد  
کب آئیں گے وہ کتابی کہ تین گوس کے اندر ہی اندر میں واہ سے  
جھپ جھاپے۔ سواے جھوٹ۔ سولے جھوٹ۔

بھڑری۔ تو بتاتے بتاتے بتائیں گے۔ یا ایک دم سے بتا دیں جیون  
پچارین جی تو۔ نے ناک ناک کون بدتا ہے۔ کات ہی ڈنگا۔ ناک کے  
کے پاس گوندنی والی خیمہ میں میان آجاؤ بیٹھے ہونگے جاؤ دیکھو  
پوچھی جلا دون ناک کٹا ڈالوں جو جھوٹ نکلے۔

نواب۔ چائیک سوار کو بلواؤ اور حکم دو کہ ابھی سرنگ گھڑی پر  
سربٹ جائے اور دیکھے میان آزاد میں یا نہیں۔ ہوں تو اس  
بھڑری کا آج گھر بھر دن۔ بس آج سے اسکا عقیدہ ہی ہو جائوں۔

اُوں کو ذرا دق کریں۔ جیسے ہی اُنھوں نے ایک ڈانٹ بتائی اور اُنکے اوسان خطا ہوئے۔ ایک تو کبٹ پھیم کی طرف جھاگا دوسرا کھڑکڑاتا ہوا پورب کے سُرُخ۔ اُنھوں نے سانڈنی کو ذرا تیز کیا تو وہ بھی دوڑنے لگے۔ اس وحشت کے قربان۔

میان آزاد چلے جاتے تھے تو راہ میں دو چار مسافر ایک پیر کے سایہ میں بیٹھے حقہ پی رہے تھے یوں گفتگو کرنے لگے۔

جوان۔ کوئی تدبیر ایسی بتائیے کہ نوں لگے۔ آج کل کے دن بڑے ہی بُرے ہیں۔ اب دوپہر یا کسی باغ میں منائے چلکر۔ پیر مرد۔ نوں لگنے کی سہل ترکیب یہ ہے کہ پیاز کی گٹھی باس رکھے جتنی تو چلے گی وہ سب اُس ٹھٹی میں جذب ہوتی چلی جائے گی۔ یادو چار کچے آم توڑ لیا اور ایک کنکری ٹاک کی یا ذرا سی شکوٹا لکڑی اور ایک آبجورہ بانی ملا کر پی جاؤ۔ گرا آمون کو پہلے بھون لینا جب خوب پیلے ہوں تو گودا نکال کر چھلکا پھینک دو اس سے سہل شکا ہی نہیں۔

جوان۔ اور جو کہیں اس وقت برف نہ لجاے تو بانی میں ڈال کر غٹ غٹ پچھاؤں کلیجہ تک ٹھنڈا ہو جائے۔

پیر مرد۔ کہیں ایسا غضب بھی نہ کرنا۔ نئے صاحبزائے ہی رہے بانی میں تو برف ڈالنی ہی نہ چاہیے۔ برف کے پانی میں آبجورہ رکھ دیا جب خوب ٹھنڈا ہو جائے تو آبجورے کا پانی پیے ورنہ مفرقہ جوان۔ واہ لاکھون آدمی پیتے ہیں۔

پیر مرد۔ اہی لاکھون آدمی جھک مارتے ہیں۔ لاکھون چوریان بھی تو کرتے ہیں بس دیکھ لیا کہ لاکھون آدمی ایسا کرتے ہیں۔ پھر اس سے مطلب۔ صدہا آدمیوں کو ہم نے دیکھا ہے کہ گڑھیاؤں اور تالابوں کا پانی سفر میں پیتے ہیں آپ پیجیے گا۔ ہزاروں آدمی دھوپ میں کوسوں چلکر کھڑے کھڑے تین چار لوٹے پانی کی بجائے ہیں مگر یہ

کچھ اچھی بات تھوڑی ہی ہے۔

میان آزاد کا ایک دلکش باغ کی روح افزا بہار دیکھ کر کچی لہجہ یا کہ ذرا ملک جائیں۔ سانڈنی پر سے دھم سے کوئے ایک وحشت کے قریب اُسکو باندھا اور زین پوش اتار کر ایک صاف تھمرے مقام پر۔ پیر کے سایہ میں بچھا کر ٹھک ہے تو کیا سنتے ہیں کہ ایک کانوں میں دوا آدمی بیٹھے ہوئے باہم مزے مزے سے یوں گفتگو کر رہے ہیں۔

ہندو۔ ارے بیان کچھ اور بھی سنا۔

مسلمان۔ اب سونے دو بجی۔ آخر منزل تو کرنی کچھ دل لگی ہو۔ بک بک بک لگائی ہے یہ سنو وہ سنو۔ یہاں آج مارے گریں گے پھر بگڑے ہوئے ہیں۔

ہندو۔ اچھی وہ بات سناؤں کہ نیند خواب میں بھی نظر نہ آئے یاد ہو گا کہ اُس بوڑھے کھوسٹ نے ایک جوان طناز شوخ سراپا ناز کو بیاہا تھا نہ اور خود جا کر دوسرے شہر میں بسے تھے وہ انشاؤں ہوئے اور انکی موی نے سر میں کچھ دکائیں سی بنوا کر رہنا اور مسافروں کو بسنا تا شرع کیا۔ میان آزاد نامے ایک بھلے انس اُپڑا یہ تو ہوئے کہ روز اپنے ساتھ سانڈنی پر بٹھا کر تاشہ دکھانے لے جاتے تھے۔ ایک دن ایسے رتھے کہ اُسکے ساتھ بیاہ کر لیا اقرار کر لیا۔ اور پھر مگر گئے اب اُسے نالاش جڑ دی تو وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے یہ دیکھیے یہ لیٹے ہوئے ہیں۔

مسلمان۔ ہو نہ کہنے لگے بھلے نالاش بھلے نالاش ہوتے تو چھوڑ بھی دیتے۔ اچھی مزے سے کھاج پڑھواتے۔ اور اُسکی جمع جھانک دھکا بول دیتے۔

میان آزاد کے بدن کے رینگٹے کھڑے ہو گئے کہ یہاں بھی ہمارا بچانے والے موجود ہیں۔ جب ٹھنڈا وقت ہوا تو میان

میان آزاد نے ترے خط کھینچ ڈالا۔

آج قلم کی باہچیں کھلی جاتی ہیں۔ دماغ فلک لافلاک پر پھینک  
تختہ گل بن گیا۔ اور کیوں نہ ہو۔ میان صفت شکن علی شاہ حق کا گہ  
قدس سرہ الشریف کی سواری آتی ہے۔

ساتی نور بادہ برافروز بام ما | مطرب بگو کہ کار جہان شاد بکام  
چندان بود کہ شمع و ناز سہی قدان | کا یہ جلوہ سر و صنوبر بخرام ما  
ای یاد اگر بگلشن احباب بگذری | ز نثار عرضہ دہ بر جانان پایہ ما

حضور کے ملک کی قسم ادھر تخت اشرفی ادھر نہ گری آسمان تک  
ہو آیا تب کہیں جانے کھینچ پایا۔ شاہ جی صاحب ہر روز ڈاڑھیں  
مار مار کرتے ہیں اور الحق مڑا الحق مڑا کیا کرتے ہیں کل میں  
عند التذکرہ لآلہ ذکر خیر حضور بہ سلک بیان پر دے تو آہ سر و خنجر  
فرمایا کہ بخداوند سے شفعے کہ رحیم ست و کریم ست و علیم ست و حکیم  
ست و حکیم ست و عظیم ست و سلیم ست و قدیم ست و شریف ست و لطیف  
ست و خیر ست و بصیر ست و کبیر ست و رؤف ست و غفور ست  
شکور ست و دود ست و ماخلق نمود ست و بود خالق آفاق قیوم  
اکون مرا بیچ از جو تو سر کار نمود ست دلی از خفت گشت شروع  
این ہمہ اقوال فرخند شنوے مردک نادان اندر دہشت آب ز فرم  
و مبدیہ یاد اللہ کی دم پر دم۔ خم اور خم۔ چم اور خم۔ امبو بھئی امبو

ہو عطر سماگ کا لگا کر مسرور | آرام محل رکھو اسم دل کا اور دور  
وہ طور دکھا جھکو کہ کل ہو معلوم | موسے کا عالم اور وہ ملعہ طور

سینے حضور پر نور۔ بندہ جان تارنے وہ کام کیا ہے کہ خلعت دے  
انعام و اکرام دے دیجیے۔ زرد و جاہر دیجیے۔ یا قوت اور جرات  
میرے اوپر سے صدفے دیجیے۔ اللہ اللہ یہ کاغذ یاں کیا کہ صفت شکن علی شاہ  
غازی کو سمجھا بھانا منو کرے آیا۔ بڑی بڑی ویلین چلاتے تھے  
پہلے فرمایا کہ ۶۔ درین بزم رہ نیست بگیا نہ را بنین نے چھوٹے ہی

جواب دیا کہ شاہ جی ۶۔ کہ پروا کی داو پر دانہ را بکھلکھلا کر منہ بند کر  
اور اشاسے سے بکلا لیا۔ روبرو کیا تو خدنگا سے کہا ۶۔ رمضان  
مکان می آیند بنین نے بڑھ کر عرض کیا کہ سپرد مرشد ۶۔ ناکسان  
پیش کسان می آیند بنین نے پیچھ کھٹوئی اور فرمایا کہ شاہ باش بر خردار  
نواب صاحب کی صحبت میں آپ بہت برق ہو گئے ہیں۔ انور  
کامل دوہنے تک مجھ سے روز بحث رہی۔ آخر کار فرمایا کہ تمہاری  
سرمغز سے یاد آئی میں فتور پڑتا ہے۔ میں نے قدم بے اور دست  
عرض کیا کہ آپ چلیے ورنہ میں زہر کھا کر مر جاؤنگا مجھے سمجھایا اور کہا  
دیکھو یہ زندگی بہین عطیہ یزدان ہی اسکو مفت میں راہیگان کرنا خلاف  
عقل و سعادت ہی۔ مگر خیر تمہاری خاطر سے چلتا ہوں لیکن وہ خوبی جو  
نواب صاحب کے مزاج میں ذیل میں آئے میری طبیعت نفور ہے۔  
میں ایک شرط سے چلتا ہوں کہ جسوقت میں وہاں ہو پوچھوں تو نواب  
صاحب کے سامنے غبی پر نہیں شکیں پڑیں عرض کیا میں نہیں بائیس فرمایا کہ  
قول و عرض کیا کہ قول جان کے ساتھ ہی۔ تب کہیں آئے۔ اب آپ  
لوگوں کو ٹھاٹھ سے بھیجیے تو دھوم دھام سے میان آزاد کو ساتھ لائیں  
اور اہل شہر انجی زیارت سے استفادہ اٹھائیں۔ میں بالکل چمک رہا ہوں  
لیکن حضور کا سایہ دامن مجھے کافی ہے۔ اے اب جلوس جلد  
بھیجیے تو شاہ جی صاحب تشریف لائیں۔

یہ خط لیکر چاک سوار روانہ ہوا۔

نواب کا کامل فن شہسوار شہید باور قنار کوران کے تے  
دبائے باگ اٹھائے آسن جائے میمنہ کا اشارہ کرتا کرتا برتا رکھا  
جار ہاتھا اور چٹا چٹ کوڑے جارہا تھا۔ ہیل گھوڑا۔ اور سر کوڑا  
تاب کمان بلا کی طرح جھپٹا بگولابن گیا۔ ہی معلوم تھا کہ دربار  
نہرین مارتا ہے۔ ہوا بھی مقابلہ کو آئے تو بجا پڑیں کھا کے ہلکی کوڑک  
نہ پائے کیوں نہیں۔ نواب صاحب کے گھوڑے خلعے کے گھوڑے پر پڑا



<p>نچتہ مکان کی طرح سے ہو فکد گور بھی انسان جان دیتا ہے آرام کے لیے رہتا ہی آدمی کا نشان اس جہان بنتی ہے قبر بعد فنا نام کے لیے ای خاک تیرہ خاطر همان نگاہ دار کین نور چشم باست کہ در بر گرفتہ</p>	<p>جاک بک سوار نے ہانکا منڈا سا بانہا اور سرنگ گھوٹے پر کاٹھی کس یہ جاوہ جاچا پس ہی قدم گئے ہونگے کہ گھوڑی بھڑکی اور عین تیری مین دوسرے ناکے کی راہ لی۔ جاک بک سوار بہت اکڑے بیٹھے تھے مگر روک نہ سکے۔ دھم سے منہ کے بھل سڑک پر گھوڑی</p>
<p>فق مغفرت کرے عجب آزاد مر د تھا</p>	<p>چمپیت -</p>
<p>میان آزاد نے جو یہ پڑھا کھلکھلا کر ہنس پڑے۔ یہ کیے یاد لوگوں نے قبر بھی بنوادی۔ واللہ کیا مقررے باز ہیں۔</p>	<p>خوجی - حضور گھوڑی نے نادر علی خان کو دے پکا اور کیا جانے کس طرف بھل گئی۔</p>
<p>ادھر جاک بک سوار نے شہزادہ ہوشکار سے بطنی کھائی اور ایک نوندے نے تانی بجائی مگر راہے شہسوار کو فرمکل گیا لیکن وہی حم</p>	<p>نواب - جاو خیر سمجھا جائیگا۔ تم شہزادہ ننگن کسواؤ اور دوڑ جاؤ۔ خوجی - پیر دم شہزادین تو بڑھا ہو گیا اور رہی سہی سکت انیم نے</p>
<p>دم گرد پیچھے بھڑی پہلے نواب کے صہیل مین گئے اور ایک خوش خرام تیر گام کیت پر کاٹھی کس سوار ہوتے ہی کرکڑا دیا ہوتا</p>	<p>لے لی۔ ننگن ہی بلا کا شہزادہ کین پھٹیک پھانک دے ہاتھ پاؤں ٹوٹے تو دین و دنیا دونوں سے جاؤں۔ آزاد خود بھی گئے اور ہم</p>
<p>بایتن کرتے جا رہے ہیں۔ چلتے چلتے گوندنی والی بغیر مین دھم سے جا کوئے دیکھا تو ساندنی پر کانگریز بھول جھاک رہی ہے اور اوٹنی</p>	<p>سب کو بھی بلا مین بتلا کر گئے حضور مجھے معاف کیجیے شہزادہ ہوتا ہی اور یہ ننگن برسوں سے بندھا ہی اور کاٹ کھاتا ہو تھیک چھاتا ہو</p>
<p>گردن جھکائے چو طرفہ تنک رہی ہی کارا میان آزاد۔ میان آزاد ہوت۔ اخاہ۔ آپ ہیں۔ آئیے ذرا انگلیہ تو ہو جیے بھانجہ معاف</p>	<p>دولتیاں بھاڑتا ہی۔ خدائی بھر کے عیب تو آئین کوٹ کوٹ کر بھرے مین میرا تو بھگرس ہی کل جائے گا۔</p>
<p>دونوں مین سے ایک تو ہوسم اللہ کیسے مزاج معلیٰ اجی ہاے مزاج کنی پوچھو۔ گھڑی مین ماشہ گھڑی مین توہ۔ ابھی شیطان انگلی</p>	<p>میان آزاد ذرا ادھر ادھر ٹھٹھنے لگے تو کیا دیکھتے ہیں کہ منہ تھوڑی دور پر ایک نچتہ مکان بنا ہے مختصر و موزن خوشنما اور</p>
<p>دکھائے تو دلی ہو رہیں وہاں دشت ٹیٹوالے تو دھماکے سے جبل پور ہوئیں۔ آپ کسے نواب کے یہاں تو غیرت ہی جی ہاں</p>	<p>دکشا۔ ارد گرد گلاب بھی ہیں۔ دوب بھی جو طرفہ جی ہوئی ہی۔ سڑک پر سُرخ بھی کٹی ہو۔ شوق چڑیا کہ دیکھیں تو یہ کیا ہو جب ہم تھے تب تو</p>
<p>خیر صلاح کے ڈھیر ہیں۔ مگر آپ کی راہ دیکھتے دیکھتے آنکھیں پھرا گیئیں اسے میان کچھ اور بھی سناؤں مٹیر کی قبر بنائی گئی ہے۔ سمجھے</p>	<p>بیان اسکا نام و نشان بھی نہ تھا حال میں بنا ہی خیراں خراں گھنڈی تھڈی ہوا کھاتے لکڑی ہلاتے ہوئے تو دیکھا کہ کسی کا مقبرہ سا ہے</p>
<p>صاحب یہ سانس دے ہی تو ہی واللہ لانا تو ہاتھ۔ یا بھاری ہی کسختی کوہنئے سناؤں گلچے اڑائے چلو ہر اب نواب یاد کیا ہو۔ این</p>	<p>اخاہ یہ کسی بڑے شخص کا مقبرہ ہے کتبہ پڑھا تو یہ لکھا تھا</p>
<p>اٹھیں ہاے آنے کی کہاں سے خبر ہو گئی تھی۔ اجی اب یہ ساری وستان راہ مین سنا دین گے۔ اچھا تو پہلے آپ ہمارا خطاب ک</p>	<p>شہ سے شد واز خواب عدم چشم کشویم   ویمیم کہ باقی ست شب تنہ غنودیم</p>
<p>باس لجا کین۔ لایکے ایک نہیں دسل۔</p>	<p>فرار بر لافا مقبول بارگاہ لم یزنی ولی حق آگاہ عارف باللہ حضرت</p>
<p></p>	<p>صف شکن علی شاہ بردا اللہ مضجعوہ وانا را اللہ برہانہ۔ نہ</p>

ہوتا ہی شوق القرمک توجنا ب رسالتاب نے کر دکھایا اور سہ راج  
بر اعتبار ہو تو سمندر بھانڈ بھانڈ گئے ہیں لیکن یہ ہمارے فرشتوں  
نے بھی نہیں سنا کہ مرہ میر از سر نو زندہ ہو جائے کیا لوٹ یوں گے  
پر پر رزے بھانڈ کر اٹھیں گے ہیں تو بہ کیجیے جو بیج ہو تو ڈال رہی  
منہ ڈالوں -

اتنے میں اندر چھوٹی بلیم کو خبر ہوئی - مبارک قدم نے  
کچا چھٹا کہ سنایا -

بلیم - ہمارے میان کا ایسا سست اتفاقا کوئی خدائی بھرنے تو  
ہو دے گا نہیں - لو پیسے کے برابر تو مو اٹیر اور خشاہد خدو  
نے اُبھارا بھار کر قبرہ بنوا دیا - میری باتن تو انھیں بری لگتی ہیں  
میں خواہی خواہی راز روز کتنا تک کہوں مجھے تو ڈر ہو کہ کوئی مجھ پر  
کچھ طوفان نہ باندھ دے - اسی سے میں چھپر خالی نہیں کرتی انکے  
پاس جوتا ہی چھوٹوں کا سہ دار -

مبارک قدم - بیوی بڑا مانو یا بھلا - بھین وہ راہن ہی نہیں  
معلوم کہ میان قابو میں آجائیں - ہم نے تو نیک قدم کے آبا کو  
شیئہ میں اتار لیا تھا رہا بھین تو بھرنی مونگ سمجھتے ہیں  
جھوٹے خشاہد یوں کی دھاڑ کی دھاڑ جت رہتی ہے - نوج ایسے  
کسی کے میان ہوں آپ توجان بوجھ کے انجان بنی جاتی ہیں -  
بلیم - تم نے تو مبارک قدم دھوپ میں یہ چونڈ اسفید کیا ہے - میری  
جوتی کی نوک کو کیا غرض پڑی ہوئی ہے - جب تو میں ان دباڑن  
کو بیوی جو کھڑے درازی کرتی توجانے کیا ہوتا - ایک دن ذری نہ بھلا کر ٹھٹی  
تھی تو جڑا و گلیل اگلے نے نہ بنوا دی نہ بنوا دی - تم اچھی بیڑھانی ہو -

ادھر تو بیوی اور نوڈی میں یہ سچ چل رہی تھی اُدھر سنیے  
کہ نواب قمر کا ب نے کل رنقا اور صاحبین اور حوالی حوالی کو  
بلا کر حکم دیا کہ اصطبل کے سب ترکی عربی تازی گھوڑے اور

فیل خانے کے دیونر ادستین کی دست باہتی اور نیز اور  
بکیمان اور خاص بردار اور جھنڈی بردار سپاہی جتنے ہماری سرکار  
میں ہیں سب سے کوئیس ہو رہیں اور شہر بھر کے امیرون اور  
رہمیون سے جلوس طلب کر لو اور سب کو جلاو نصف شکن علی شاہ کو  
ساتھ ہی لے آؤ مگر نظام ایسا ہو کہ نوگ دور و دریاک تعریف کریں

سب چیزیں اپنے اپنے قرینے سے - انگریزی باجا ضرور ہو  
خوجی - ای میر و مرشد انگریزی باجا تو آن کل دھو میں بھنگین  
تاک کی برات کے ساتھ ہوتا ہی اس میں کیا منت ہے - رہا جو عظم ہام  
چاہتے ہوں حضور تو عظام کو انسر مقرر کیجیے اور میر صاحب کو میری  
نیابت میں دیکھئے - پھر مرہ دیکھیے نظام کا -

میر صاحب - جی بجا ہے - میان بادشاہوں کی مصاحبین کیا  
کیسے ہیں اور آپ کے نائب ہوں -

نواب - اچھا تم دونوں مل جلکر نظام کرو -

پھر کیا تھا - اتنا اشارہ پانا تھا کہ گئے ہاتھوں سب بندوبست  
ہو گیا کیل کائنات سے درست چھوٹی بلیم کو ٹھے پر کھڑے کھڑے  
جلوس دیکھ رہی ہیں اور دل ہی دلیں ہنس رہی ہیں کہ نواب کے  
دماغ پر گرمی چڑھ گئی ہے - موت کوئی خوجی کو دیکھتا - دماغ ہی  
نہیں ملتے تھے اسکو ڈانٹ اسکو ڈپٹ کسی پر وصول جانی کسی کو  
چائنا رسید کیا - اسکو کپڑا لاؤ - اسکو گرفتار کرو - کبھی شعلی کو گایان  
دین کبھی پنشا خے واسے کو بے نقط سنائیں -

الغرض جد جہد اور اہتمام لینے کے بعد جلوس اس ترتیب سے  
چلا سب کے آگے نشان کا باہتی - ہری ہری بھول پڑی ہوئی مستک  
برسیندہ سے گل بوٹے بنے ہوئے ایک ڈٹا لکنا باہتی بھوم بھوم  
کر جا رہا ہے - اسکے بعد ہندوستانی باجا - گڑ جھنڈ - تر تر تر تر تر  
دھم دھم دھم دھم - اس کے بعد آرائش - بھونوں کے تخت جلیلی

<p>گھوڑے دیونزاد گھوڑے ہیں کہ باتیں -  انرض میان آزاد کا خط لے کر چابک سوار نواب کی خدمت میں حاضر ہوا۔  چابک سوار - مجرا عرض ہے -  نواب - سلام - کو بیٹا کہ بیٹی - جلدی سے بولو یہاں پیٹ میں چوہے چھوٹے ہوئے ہیں -  چابک سوار - حضور غلام نے راہ میں دم لیا ہو تو جربانہ دن بس گھوڑے کی پیٹھ پر آیا اور گرہ کر ڈالیا۔  خوجی - کتنے بے تکے ہو میان - سوال دیکو جواب دیکر کہیں گیت کی سنیں کھلیان کی - بجلا اپنی کار گزار ی جتائے گا یہ کون موقع خوجی آزاد کا یہ بتاؤ اے منیخت کے ڈبلے بی ہوئے جاتے ہیں -  چابک سوار - حضور گوندنی والی انبا کے پاس زین پوش بچھائے بیٹھے ہیں اور حضور کو یہ عرضی دی ہے -  نواب - لاؤ لاؤ لاؤ لاؤ لاؤ یعنی لاؤ کہیں لاؤ تو - کوئی ہے -  منشی صاحب کو آواز دینا -  منشی - تسلیمات عرض کرتا ہوں پر و مرشد -  منشی صاحب نے خط پڑھنا شروع کیا تو حاضرین جلسہ رنگ فق ہو گیا - ۶ - کا تو تو ہونین بدن میں -</p>	<p>یکایک ابر سے شیشے کے ہو گیتا تو اور نور سے فرخید جام نواب طلوع خوجی - خداوند جان بخشی ہو تو غلام کچھ عرض کرے -  نواب - جان بخشی کیسی - آج تودہ خوشی ہو کہ بادشاہ قیدین کو چھوڑ دیتے ہیں اور بیان تو ہسوت شادی مرگ کی نوبت ہوئی ہے قدیموں نے لاہوت پر وہ نہ دیکھا ہوگا جو ہم نے ان آنکھوں سے اس دارا غفور میں دیکھ ڈالا - ایسی خوشی کے دنت جان بخشی بھی کیسی بے تکی بات ہے - کہونا -  خوجی - پیرو مرشد - اور تو میان آزاد نے جو کچھ لکھا اس میں تیرے فرق نہیں گا غلام کا جو حال لکھا ہے وہ سب ڈھکوسلا ہی جو ذری بھی اصلیت ہو تو ہاتھ لٹاؤ دنون -  بھڈری - بس بیٹھے رہیے - تم پہلے ہی تو ناک کٹتے تھے - اب کاٹ لون جڑ سے ناک - جو غلام کا برش کیسا ٹھیک نکلا جو ہی سو مانو نشانے پر تیر - کھٹ دینی بیٹھ گیا -  نواب - ہاتھی گھوڑا جاگیر انعام اکرام خلعت جو کو دینگے گورزا میان آزاد کو آئے تودہ اور کین بھی رائل نے تو بیان کیا تھا کہ صفت شکن علی شاہ کے دشمن خدا غراستہ خدا غراستہ داخل خلد ہوے یہ میان آزاد کو کمان سے ملگے یحیرت ہی کیون پر صبا و اعدا علم یہ کیا امر ہے -  میر صاحب - خداوند نعمت لکھی کہ نہ حقیقت تک پہونچنا امر محال ہو - جناب باری کے نصر روز کا کنگرہ رفیع اسدر جبہ بلند ہر کاسکے لب بام تک کندا و ام کا پہونچنا دشوار ہے - از بس دشوار ہی ما عرفناک حق معرفتک - ما عبدناک حق عبادتک - ۷ -  ہے جھکو خون کی قسم اسے جذب محبت  اُس نور تجلی کی جھلک جھکو دکھائے</p>
<p>خیر دلا صبح سعادت و امید  فصل گل و باد باری و زید</p>	<p>از مدد شیر خدا سے دود  نہن و ذکا رقص جو طاؤس کرد  طائر اقبال بہ نشو و نما  سایہ فگن گشت لبان ہما</p>
<p>بوقت صبح ہریون نشہ شراب طلوع  کہ جیسے شرق سے کرتا ہو آفتاب طلوع</p>	<p>رفیق - قربان جاؤں حضور ہمیں تو کچھ دال میں کالا کالا معلوم</p>

اور کھنڈے گر آپ نہ آئے نہ آئے۔ حاسدون نے توجہ دی تھی کہ حضور وہ سائنس دان مٹی کے کرلبے ہوئے کیسے آزاد اور کمان کے صف شکن وہ پہنچے یہاں سے تلو منزل پر۔ مگر یا رہم تمہارا جذبہ کرتے تھے۔

میر صاحب۔ جی ہاں اور ہم بھی آپ ہی کی طرف سے روئے تھے۔ ہم اور خواجہ صاحب دونوں۔

آزاد۔ بھائی کچھ پوچھو نہیں۔ واللہ آسمان میں تھکلی لگائی تب کہیں انکی زیارت نصیب ہوئی خدا جانے کن کن جنگلوں میں جانے کا اتفاق ہوا اور وہاں کیا کیا افتادیں پڑیں۔

خوجی۔ جی اس میں کیا شک ہے حضرت۔ یہاں لوگوں نے وہ پین اڑائی تھیں کہ تو بہی بھلی کسی نے کہا بھانڈوں کے یہاں نوکری کرنی۔ کوئی طوفان باندھتا تھا کہ کسی بھکاری کے گھر پہنچے مگر سب بہتان۔ لوگ تھمتیں تراشتے تھے۔ لیکن اب سب نے منہ کی کھائی بات تیرے گیدی کی۔

خلاصہ یہ کہ خوجی اور میر صاحب اور رفقا اور صاحبین سب کے سب ملکر میان آزاد کو چیتے یا ربنا تے تھے مگر ہمارے آزاد کا کیا استاد۔ ان مردوں کی قزحک سے واقف تھے خوب سمجھے کہ اب نواب کے بیان جو ہمارا طوطی بولے گا اس سے یہ سب ہمارے یاد بنے ہیں۔ تھوڑی دیر تک خوب کھل کھل کر باتیں ہوئیں۔ تو میان آزاد نے کہا حضرت اب رات جاتی ہو یا آتی ہے چلیے نہ اس انتظار کا کیا ہے۔ اچھا بسم اللہ کیجیے۔ پنشا خے چڑھاؤ لائینسن جلاؤ گھوڑے چلاؤ۔ ہاتھی کے پرے جاؤ۔ باجا جاؤ۔ تاندن بڑھاؤ۔ قرینے سے لگاؤ۔ جب جلوس آراستہ ہوا تو میان آزاد ایک فیل فلک شکوہ پر جا ڈٹے۔ اور صف شکن علی شاہ کی کابک کو آگے رکھ دیا خوجی اور میر صاحب کو حکم دیا کہ خواصی میں بیٹھیں۔ این! راہ ہم

بھی کوئی چوڑے چار کپتے ہیں جو خواصی میں بیٹھیں گے۔ اب بھی خوب کہتے ہیں۔ لوگوں نے سمجھا یا کہ جی کچھ وہاں سے معلوم ہوئے ہوں بیٹھ نہیں لیتے خواصی میں۔ کیا مشینت میں بٹا لگے گا۔ یا شان کرکری ہوگی۔ غیر تو درویش برجان درویش دونوں کے دونوں بیچھے بیٹھے۔ یہ اور جلوس جدا۔ شہر میں تو پہلے ہی ہر تھا کہ نواب والا بہتر بڑے ٹھٹے سے آ رہا ہے۔ لاکھوں آدمی چوک میں تاشا دیکھنے کو ڈٹے ہوئے تھے جھتین بھٹی پڑتی تھیں۔ وہ بھڑکھڑکا کہ شان سے شانہ چھلتا تھا باجی آواز جو کانوں میں پڑی تھی تاشا جیستم در راہ غار ہوئے نشان کا باہتی جھنڈے کا پھر یہ آواز آتا تھا کیلیان کز اسٹانے آیا پھولوں کے تخت آگے تھے۔ انگریزی بابے نے کانوں کو سرور نازنیناں پریش کر رخ انور سے آنکھوں کو نور بخشا۔ جیسے ہی عین چوک میں میان آزاد کا ہاتھی پہنچا دیسے ہی دیدانی کے دو بند کوریو نے ڈانٹ کر کہا کہ ہاتھی روک ہے۔ آزاد کے نام وارنٹ آیا ہے ارے!۔ اوسان خطا ہو گئے۔ فیلبان نے جودیکھا کہ سرکاری دہی لال لال گیا باندھے کالی کالی وردی ڈانٹے۔ خاک کی تیلوں پہنے چیراس لگائے وارنٹ یہ ہاتھی روکے کھڑے ہیں تو اس کے ہوش پران ہو گئے اور ہاتھی کو جھڑکھنوں نے کہا ادھر ہی پھیر دیا۔ میان آزاد مع خوجی اور مع میر صاحب مع میان صف شکن علی شاہ اور مع فیلبان اور مع ہاتھی اور مع ہاتھی کی دُم مذکور یوں کے ساتھ ساتھ چلے جلوس ترتر۔ کوئی تخت یہ بھاگا جاتا ہے۔ کوئی جھنڈے سے بجا پرتا ہے گھوڑے تھان پر ہو چکے۔ تاندان اور باکیوں کو چھوڑ چھوڑ کر کمار اڑے پر ہو رہے۔ جلوس کا پتا نہیں۔ برات و رات سب غائب اب نئی سڑک کا پتا پوچھتے جاتے ہیں خوجی ابھی انیم کی بنک ہی میں میر صاحب چاند کے نشے میں غین۔ اچھی دل لگی ہوئی آئی ہے ہوا بندھی کہ ایک ہی جھونکے میں برات کا چراغ گل جلوس

<p>اُسکے بعد ہاتھیوں کی قطار چھوٹے چھوٹے سونڈ سے کھینچے جاتے ہیں۔ روشنی کا انتظام بھی جو کس تھا۔ پنشنائے اور لپٹائیں جھک جھک کر رہی تھیں۔ سولی اُگڑے تو اٹھا بیٹھے۔ رائی کاوانہ صاف نظر آئے۔ اس تھتے سے برات چلی۔ ارے تو یہ۔ برات کیسی جلوس جلا کہ میان صف شکن علی شاہ کو لائیں جلوس کا جانا چکر کھاتے شہر بھر کو دکھاتے ۵</p>	<p>کھلا ہی جاہتی ہے۔ کلیان چکنے کو ہی ہین کینگی اب مہکی اور اب مہکی جو ہی برنیا عالم ہے۔ موگر کا تختہ جو بن پر ہی گل لاکھلا ہوا سی رس منڈل وہ بنایا کہ جسے دیکھا ہی خوش ہو گیا۔ چاند و بازو سے سخت میں قلم توڑ دیے (امثالہ) کیا تعریف کی ہی دو چار تو پینک میں عین ہین۔ دنیا کی خبر ہی نہیں۔ دس پانچ اونڈے پرے ہوئے نمور سے دھوئین کے بقعے اڑا رہے ہیں۔ کوئی سبھی کا پتہ نہ آئیے ہو۔ چاند و بازو ادا سے پھیل رہا ہی ایک گھڑی چوڑی رہا ہی۔ گرسٹ شک۔ افیم۔ نگالی۔ تیل کی کپٹی۔ سب ہی کچھ ہے شکا کہ وہ سان بانڈھا کہ واہ جی واہ۔ ایک شکا ہی بند پھیتا۔ لے لکھنا کیسے آنکھو دبا لے نشانہ نگار ہی۔ دائیں کی آواز بس آیا ہی جاہتی ہی۔ ہر وہ چکر دیان بھرتے جاتے ہیں خرگوش وہ کان دبا لے لپکے آتے ہیں۔ اس کے بعد انگریزی باجا ساں سم دوسرے درست اُسکے بعد گھوڑے۔ کیت کا قہار۔ کچھ بزرگ۔ کزنک۔ تھرنگ۔ کیت سبزہ۔ دیلا۔ چھم چھم کرتے ہوئے جا رہے ہیں۔ دو دو آدمی تعینات گھوڑے دھن بنے ہوئے منھدی کارنگ رجاے پے جاتے۔ کزنارک فدا سی تھوٹی۔ جوڑی پیشانی۔ کوتیان بدل رہی ہیں۔ اس کے بعد چیر ارگن با جاعول کے غول۔ اُسکے بعد تان ففس۔ پاکی۔ ناکلی۔ سکھپال اس کے بعد چیر باجا اس کے بعد بیون کے تخت۔ نازنینا عربہ جو اور پری پکیران غیر موغون پرتھرک رہی ہیں۔ صد ہا تاشانی اُسکے شمع زسار کے پرانہ ہیں۔ اس کے بعد روشن چوکی والے سم ڈھال پٹا</p>
<p>آہستہ خرام بلکہ خرام۔ زیر قدرت ہزار جان سست شہنائی میں گانے بیفیکے بے تکی اڑاتے۔ اڑھائی چانول نکلاتے چلے گوندنی والی بنیا۔ راہ میں جو دیکھتا ہی پکیرن اتا ہی کہ واہ اچھی برات ہی۔ دو عا کا تیا ہی نہیں۔ برات کیا گورگ وھذا دھیم دھوم دھوم دھام سب کچھ۔ مگر نوشتہ ندارد۔ دوھاغا کب تمام شہر اور ستر کے گلی کوچوں۔ اور گلی کوچوں کے مکانون اور مکانوں کے در دیوار کے صدفے ہوئے جلوس عین گوندنی والی بنیا ہو گیا اب سینے کے میان آزاد اپنی ساندنی پر ہوا صف شکن علی شاہ کا بابک میں بٹھائے سڑک پر ڈٹے ہوئے تھے۔ ابن اصف شکن علی شاہ کہاں سے آگئے۔ اچھی کسی ایڑ بیڑ کو ادھر ادھر سے خرید لیا ہوگا۔ صاحب وہی صف شکن۔ ناظرین کو یاد ہوگا کہ میان آزاد نے اور ب بیڑوں کو تو اڑا دیا تھا کہ صف شکن علی شاہ کو چھپا رکھا تھا اب موقع پر انکو نکالا۔ غیر خوشی آتے ہی اُسے بغلیک ہوئے اور صاحب اگلے لے اور غفور خدنگار نے سلام کیا اور نقاد و صاحبین سے مصافحہ ہوا خوشی۔ مثل شہر پر کہ تلو میں بعد گھوڑے کے بھی دن ہوئے ہیں سو ہمارے تو آج دن ہوئے کہ آپ آئے اور شاہ جی کو لاسے خواب کے بیان سنا پڑا ہوا تھا۔ وہ چل چل ہی نہیں وہ دل لگی نہیں۔ صف شکن کے سوگ میں سب پروردنی چھائی تھی۔ ناب جھک جھک پڑتے تھے۔ کھٹ ہوا اور پچھا آزاد آئے دھم ہوا</p>	<p>مطرب خوش نوا گوتا زہ تبارہ نوبنو بادہ دکشا بجز تازہ بتازہ نوبنو باصنے چو بعتے خوش نشین بخلوتے بوسہ ستان بکام از و تازہ تازہ نوبنو</p>

میر صاحب - کتنا کس سے ہے۔ اے کس سے کتنا کچھ پیدا تو نہیں ہے۔ اور سینے لگا صاحب۔ اے کی یہ کیا تقریر ہو تجہ۔ اے ترے کیسا۔ اور آنے میں کیا ہم کچھ ناپر تھوڑا ہی ہیں نو آئے (دھم) دوسرا مذکور ہے۔ اٹھا یہ بوجھ اٹھا۔ لکڑی ہے۔ ایک ٹھرا ایک ٹوٹا رکھ نوڑے پر اور اگوا۔

میر صاحب نے پیچھے اتر کر دیکھا تو سرکاری پیادہ لال گیا جا وردی ڈانٹے کھڑا ہے۔ اوسان خطا ہو گئے لگے تھر تھر کانپنے چپ چپاتے تھالی بوٹا اٹھایا اور مجل جھلکے چلنے لگے۔ مذکور دونوں کے دونوں خواصی میں جا بیٹھے۔ اب فوجی اور میر صاحب دونوں مزدور بنے ہوئے درے پھندے گرتے پڑتے جانے لگے۔ فوجی - واہ ری قسمت - کمان تو فیصل نشین تھے کمان اب سر ہوئے بنے چلتے ہیں۔ واہ کیا زمانے کا نشیب و فراز ہے۔ کیوں جی میر صاحب ہم تو یاد آئی میں تھے۔ یہ تم کو کیا ہوا تھا تم کمان تھے۔ میر صاحب - جہاں حضور تھے وہیں بندہ بھی تھا۔ آپ بھی پنک میں تھے میں بھی پنک میں تھا۔ دونوں غین و امد با اللہ ثم با اللہ یہ آزاد چکا ہے گیا۔ یہ اُسی کی ساری کارستانی ہے۔

فوجی - خدا سمجھے ایسا شہر آدمی تو دیکھا ہی نہیں و امد ہے۔ آزاد - ذرا چونچ سنبھالے ہوئے نہیں اترتا ہوں پھراؤن کر دون مرمت -

فوجی - بھائی فیلبان ہوت - مگر خدا کا واسطہ اتنا تباہ دوزی کہ یہ ہوا کیا۔ یہ برات کہ ہر نوچکر ہوئی انشاے پشاے سب اب غلہ با جادو اجا سب تیرہ - نہ وہ رشتی نہ وہ گھر - فقط ہم اور ماہد و خروا امد طلسمات کا سامان نظر آتا ہے۔ یہ سب جادو کی کرامات ہے۔ چلتے چلتے تڑکا چوکیا تو فوجی بڑے دھیمی ہمارا تو بھڑی ہو گیا اب جو بھٹا اٹھا کر لے چلے اسکی بقا و نیست پر نعمت (بوجھ پھینک کر) اے

جسکا جی جا ہے اٹھائے مذکور یون نے بوجھ تڑسے اٹھالیا۔ اور ان دونوں کو بھی باہمی پر بٹھالیا۔ جب ذرا دن چڑھا تو ایک مذکور نے کہا بھی فیلبان سامنے باہمی روک لینا ہم ایک دو کو تے (غوطے) تو لگالین بھیاک سے بے نمائے جین نہیں۔

فیلبان - یہ کیوں - کیا کتنا گھسیٹی ہے۔ مذکور ہے - ہاں تم کو کیا تم تو جا ہے میں میں دن نہ نہاؤ - ہم تو جات باہر کر دیے جائیں۔

فیلبان - اچی تو ایسا نہانا بھی کیا۔ تالاب دیکھا اور گود پڑے گریہا ملی اور بچا نڈ پڑے۔ واہ نہانا بھی کچھ تفصیل کہ ٹلے ہی نہیں اچھے رہے۔ تم گنور دل ہی رہے۔

مذکور ہے - ہاں تھرے ترون (طرح) عید بکرید نہا میں تو گنور دل نہ رہیں۔

آزاد - فوجی کو یا رچے نہاؤ گے بھئی ایک غوطہ لگاؤ ہماری خاطر سے واسطے خدا کے۔

فوجی - یون ہی نہ زہر کی پڑیا دیدو۔ گلا گھونٹ ڈالو نہ۔ یہ دل لگی ہمیں پسند نہیں۔

میر صاحب خدا خدا کر کے کہیں شہر میں داخل ہوئے آزاد نے متحیر ہو کر کہا کہ این اتنا دن چڑھ گیا۔

اب سینے کہ سب سے پہلے تو میان چاندو بازی فحوس صورت نظر پڑی چاندو باز - بڑے بھائی سلام - کو خیر سلا چینگو پوٹے کچ سب اچھے یا کر درون تین مابین تب میرے امد نے تھائی سورت کھائی بھائی آنکھیں تم کو ڈھونڈتی تھیں - ترس گئے یا ترس گئے۔ اب کو بناؤ کی بھی کوئی صورت ہے۔ جا، اکھا ماتو ترس جیتی سے بچ جاؤ۔ بی امد رکھی نے یہ خط دیباہی چپکے سے پڑھ کر جواب لکھ دیا اب کمان لو اپنا خا کا اڑا امانت میں اپنے تین ہنسوانا اس سے فائدہ۔



وہی بوقت کی شنائی بجا رہے ہیں۔ اس جنگل میں آپ کو ہباگ کی دھن سنائی ہے۔

خوجی۔ پشائے چڑھاؤ۔ پشائے نہیں میں کچا پیا تو دو گنا نہیں جھپ سے چڑھانا تو پشائے۔ شاباش ہو بیٹا۔

میر صاحب تو جلعے جھپے ہی تھے خوجی نے جب کئی بار یہ ہانک لگائی کہ پشائے چڑھاؤ تو وہ جھلا اٹھے۔ ایک دفعہ ہی اُود دیکھا نہ تاؤ خوجی بچا سے کو دم سے ہاتھی پر سے نیچے ڈھکیل ہی تو دیا ررا دعون کون گرا۔ کون گرا۔ ذری نوہ تو لینا کون گرا کون ای حضرت

ٹوہ کیا لین آپ ہی تو ڈھکے۔ اے امین۔ ہاے ہاے وہ تو کیسے بڑی پہلی بیج گئی۔ نہیں شیطان نے تو قسم تک باقی نہیں رکھا تھا یا روزی دیکھنا تو ہمارا سزیا یا نہیں۔ واہ سے میرے گرنے بس یہی معلوم ہوا کہ کوئی ڈوہ کا ڈوہ ہاتھی گرا۔ اللہم حفظنا من کل البلیات مذکورہ جلیوس کل بلیا رہنے دو۔ ہوٹھ کلبلیا۔ وہ تو کو تیل ہٹا ناہن کلبلیا نکل جات۔ پھر یہن ستھنا اور چلے کلبلیاے۔ اڈھر او اٹھاؤ اٹھاؤ۔ اپنا بوجھ ایک مذکورہ لے خوجی پر لا دا۔

خوجی۔ ہائیں! کیا کوئی مزدور اقرار کیا ہی۔ یا سر بوجھیا بنایا ہے۔ شریف اور راجی کو نہیں ہچا پتا ہے اب اتارنا ہی بوجھ یا میں ناے میں بھینکوں۔ یا باب کا سر سمجھ کر بوجھ لا دو یا جانو ہم گرے ہیں او گیدی لا تا قری۔

میر صاحب۔ گدھے نہیں اور ہو کون۔ تم نے بوجھ اٹھایا ہی کون بڑا یا نکل ہی۔ جب بوجھ سر پر رکھ لیا تب جھکڑے میں غلغلہ سنا دیا اور سینے کا بوجھ سر پر رکھ لیا اور لگے گالیاں دینے۔ مزدور اکمین کا دوسرا مذکورہ۔ تین کو مہس ہے۔ ارے تین کو مہس۔ اترا ہاتھی آتے آتے ہی۔ کہ ہم ہو پنے پھر۔ ہائیں مٹھو میں ناہن بولت ہی تو تواسے ہم بکبت ہیں اور دن پھر۔ تین اس نہ منھیے۔

غائب۔ میان آزاد دل سے چھٹے خوجی اور میر صاحب خواصی میں بندھے میان صفت شکن علی شاہ جو رو جھا سہتے ہوئے اور فیلبان بری اور دھت کہتے تھے علی نئی سڑک کا تہ پوچھتے پشائے ہاتھ میں دو مذکورہ ساتھ میں۔ اب سینے کہ ہاتھی اک متا متا ہے

گویا خسار طوم اثر دہاتی صورت دیوار تھق ہتی سنسان بیابان۔ ہو کا عالم۔ پندرہ کمین پر نہیں مارتا تھا اتے میں ہاتھی جو گر جا تو جنگل بھر میں ہوک پڑ گئی اور خوجی اور میر صاحب ایک دفعہ ہی بیک سے چونک پڑے۔

خوجی۔ این پشائے چڑھاؤ۔ پشائے۔ اب یہ کیا اندھیر چایا ہی (آنکھیں ابھی نیم باز ہیں) اور سینے گا۔ ذری یوں ہی آنکھ جھپک گئی تو کی لرائی محنت ساری خاک میں ملا دی۔ اب میں اتر کر کوڑے جھکار دیکھا تب مایں گے۔ تو وجہ کیا باتوں کے آدمی کمین لا توں سے مانتے ہیں (کہتے کچھ ہیں منھ سے نکلتا کچھ ہی)۔

میر صاحب۔ ہائیں! ہائیں! ہائیں! اوفیلبان۔ یہ کہاں گلی میں آیا۔ یہ کیا آتش بازی سے بھڑکتا ہی ہاتھی۔ بڑھائے جلیو۔ میل میل۔ دھت۔ دھت (آنکھیں کھول کر) این! اے میان خوجی! کیس جھیل میدان میں آنکھلے۔ ذری خواب خرگوش سے جاگو۔ بھاگو بھاگو۔ آخر یہ ماجرا کیا ہی بھی میان ذری دیکھو تو آتھی خیر اللہم حفظنا من کل البلیات۔ یا اٹھ بجا یو۔

یا علی مشکلا مشکل کشائی کیجیے خوجی۔ (چونک کر) پشائے چڑھاؤ پشائے۔ اور یہ باجے دالوں کو کیا سانپ سونگھ گیا ہے۔ ذرا زور زور چھڑے جاؤ۔ اب تو ہباگ کا دنت ہی ہباگ کا۔

میر صاحب۔ آنکھیں تو کھویے روشنی کا چراغ گل ہو گیا۔ آپ کا اور میرا دونوں کا تل ہو گیا۔ باجے دالوں کی ڈرگت ہو گئی۔ آپ

اللہ رکھی۔ دور کی کوڑی لائے کیا ہوا پنا سر میٹھی نیند میں جگایا  
لے کے بڑے وہ بنے ہیں۔

چاند و باز۔ بڑے چھوٹے کے برتے پر نہ رہتے گادیکھ تو میں کیا  
لکھو لایا۔ آزاد نے تو اپنے ہاتھ ہی کاٹ دیے نواب کیا پوچھا ہے۔  
اب تو چڑھ بنی۔ آج کے دنوں دن دو گھنٹہ بنو میان بائے۔ بیاہ  
مبارک۔ ہمارے دو اڑاؤ جس طرح کیل صاحب نے پٹی پڑھائی  
تھی اسی طرح کل کارروائی بھگت گئی۔

اللہ رکھی چپن کر دی لکھا کہ نکاح کر لینگا ہجو یہ نہیں لکھا تو بھر کچھ  
بھی نہیں۔ جاؤ کیل کو خط دکھا دو۔ اور جو کہیں دی کر دو۔

قسمت کو دیکھ کر کمان لونی جاگند  
دوچار ہاتھ جب کہ لب باہر رو گیا

نواب پھول کے کیا ہو گئے تھے جیسے خاصہ ہاتھی کا پا بٹ  
ماسے خوشی کے ایسے بھوٹے کہ پیچ جاتے ہیں نہ سمائے۔ بند  
چٹ چٹ ٹوٹ گئے۔ اور کیوں نہ غصہ دل کھل گیا تھا۔ بڑے  
ٹھٹھے سے نیچے میں جھوم جھوم کر ٹپل رہے تھے۔ آنکھیں ہار چاڑھا کر  
دیکھتے جاتے ہیں کہ جلوس اب آیا اور اب آیا۔ کرٹک دھون کی  
آواز اب آئی اور اب آئی۔ نشان کے ہاتھی کا بھرہ اب سامنے اڑا  
اور اب اڑا اب اڑا۔ صفت شکن علی شاہ کی زیارت اب نصیب ہوئی  
اور اب نصیب ہوئی۔ ایک دفعہ ہی چوہدری بدو اس دوڑتا ہوا آیا  
چوہدری۔ خداوند لٹ گئے لٹ گئے لٹ گئے۔ ہاے لٹ گئے  
وہ دیکھو صاحب تھامے لٹ گئے۔

نواب۔ ہائین ہائین! یہ کوئی بہرہ پیا تو نہیں ہے۔ میان لٹ  
کیا گئے کچھ کو گئے بھی۔ یا لٹ گئے لٹ گئے ہی بکا کر گئے کہیں  
پاگل خانے سے تو نہیں بھاگ آیا ہے۔

چوہدری۔ خداوند برکت کو اٹھائی گردن نے بوٹ پانچ ہاتھی غائب

کی سیج پر سوو گئے سوئے کو خانہ۔ پنے کو برت آب صبح کو شراب  
شام کو کباب۔ چٹری اور دو دو۔ بھرت اب اس خط کا جواب تو  
لکھ دینا۔ نہیں میں اپنی جان دوں گی۔ اب جواب کے بدلے کہیں  
ٹکا سا جواب نہ دے بیٹھنا۔

میان آزاد کی پیاری بی اللہ رکھی بھٹیاری۔

میان آزاد پھر آپ جلیے عاشق تن آدمی۔ اور بی اللہ رکھی  
کی پیاری پیاری ادائیں تو دل میں کھپ ہی گئی تھیں۔ وہ چلا ہٹ  
وہ چلا ہٹ آنکھوں کے سلسلے بھر گئی۔ خط کو سر پر رکھا آنکھوں  
سے لگایا اور جواب میں لکھا مگر دوپٹی بائیں۔

مسند بیوی ہم جھٹلین میں کوئی اٹھائی گیرے نہیں میں تم بیڑی  
ہو تین تو خیر مضائقہ نہیں۔ مگر ٹھہرین بھٹیاری۔ بھلا بھر ہم سے  
کیونکر رہے۔ مانا کہ آشتوب دوران بلاے جسم و جان ہو لیکن  
شریف زادی تو نہیں۔ زرفیت میں زرفیت ہی کا بیوند لگتا ہے  
گاڑھے کا بیوند بے نکاہن ہے۔ اللہ اللہ آپ بھی اتنی ہونیں کہ  
ہاری چا متی بیوی نہیں اسے تیری قدرت شان خدا۔ مگر بیج  
کون جسوقت وہ زلف چلیا یاد آتی ہے کلچے پر سانپ لٹنے  
لگتا ہے۔ وہ چال۔ وہ بال۔ اچھا پھر اب کیا کہتی ہو۔ بیاہ کر دی  
تو خیر ہم بھی موجود ہیں۔ جب کو سہرا بندھے۔ بس اب خوش ہوئیں  
وہ ہنس دین۔ اس مسکراہٹ کے قربان۔ تو قول دیا اب  
بیاہ رہے چلو اس مقدمے کی بھینچٹ ہی سے بچے سہی۔ اب کوئی کہا  
کے بہوت تو نیند آ رہی ہے۔ آنکھیں جھکی پڑی ہیں۔ والسلام  
خانہ بر باد میان آزاد

چاند و باز نے جو یہ خط پایا تو ع۔ پتا ہوا اور پتے پہ آیا۔

چاند و باز۔ بی اللہ رکھی۔ ای بی اللہ رکھی۔ ای سو رہیں ای واہ  
دن دہائے خیر خیر لٹے لینے لگیں۔ دیکھو تو میں لایا کیا ہوں۔

میان آزاد نے خط لیا کھولا پڑھا۔		دیکھو میان چہرہ زرد۔ دل سرد۔ کپڑوں میں نوٹیں گدرد۔ رہ نورد۔	
بی انڈر کھی کا خط		عورت سے بدتر نام کا مرد۔ میں بت طائر مرایا انداز۔ سر مست غلبی	
صدقے آنکھوں کے تیرے ساتی		محو ناز۔ نازک آواز۔ گلزار۔ گلبدن۔ گلرخ گل رنگ۔ رنگین ادا	
ایسی ہی شراب مے دھوان دھار		شوخ و شنگ چست و طرار دم آزار۔ آتشیں رو۔ یاسمین بو	
اطراف حبش میں جو بنی ہو		میں آستوب دوران تو سست پیمان۔ ۵	
تیزی میں سیاہ مرتج سی ہو		نئی گویم کہ تو نامردی آزاد	
جس سے جھٹ چاندنی کرکھیت		بجان من بلا اور دی آزاد	
بادل آئے ہین عیش کے جھوم		ترا من ناخدا دالستہ بودم	
جس سے کہ سرور یاد آئے		زجورت جان من بربک رسیدہ	
گہری دلدار سے چھینی ہے		بردن کارم از دست رسیدہ	
میان مجرا عرض ہی۔ کیون جی اسی ننھ سے کہتے تھے کہ میان		نہ کافر ماجرا دالستہ بودم	
آزاد کی پیاری بی انڈر کھی بھٹیاری۔ کیون ہنر بندی کا قصہ۔		پاک پروردگار کی قسم جو ہمارے میان ہنر تو وہ پیاری پیاری	
آپ تو صفت کے بھیا سے دیکر سدھائے گرا پنا دل کرنا کرتا ہی		صورتین دیکھنے میں آئین کہ پرستان کو بھول جاؤ۔ دھارے کا	
ہی ہندو رائے کو کوئی کمان تک سمجھائے یہ کسی کے مان ہی کا نہیں		دھارا راجہ اندر کا اکھاڑا۔ جو ہوی وہی جھم۔ جو ہوی وہ جان عالم۔ مگر تم تو	
اٹھین کر تو توں تو اس درجہ کو پہنچا۔ ہاے یہ کیسا ازغیب کا پیڑا		وہی ہیر پھیر کے وحشت ہی کی لیتے ہو پہلے اتنے ہو تو کہ کوئی نازک	
خدا کے واسطے کا بکھڑا ہی۔ دیکھیں ابھی کیا کیا جھک جھوڑے		محبوب چار ڈھ سالہ تم پر مرے بیچ ہی۔ ۵	
جھیلنے اور کیسے کیسے پا پڑیلنے ہین۔ بن بیاہ کے تو میان یہ پل		غالب ان سیمین تنوں کے واسطے	
نڈھے نہ چڑھے گی۔ یہ عشق بھی حد بھر بڑا عارضہ ہی خدا جانے مجھے یہ ہوا کیا		جاہنے والا بھی اچھا چاہیے	
گھر گھاٹ نہ سوچا اور ساری آبر و کھاری کنوئیں میں ڈبائی۔ اور		خاتون جنت کی قسم جو کہیں ہم سے تم سے بیاہ رہے تو کسی	
کی دانتا کلکل اور ان تھائے چھلپون سے اور بھی میرا جی جلتا ہی		مرے سے کہے۔	
جو ہمارے ساتھ بیاہ رہے تو تمہارا نصیب جاگ اٹھے میان۔ من		اور پھر نطف یہ کہ جہان کہیں ہکو اپنے ساتھ لجا دو ہاں خدائی	
شوخ محبوب۔ تم مست و مجذوب۔ میں چندے آفتاب چندے		بھر بھاری ہی خوشامکرے اور نہیں تو کیا۔ اور کیون صاحب یہ	
مہتاب۔ تم خانہ بدوش خانان خراب۔ میں مہ بارہ۔ تو ہیچکارہ		دھاندلی کیسی۔ بھلا نہاد ہو کر اور صاف پاک ہو کر قرآن شریف پر ہاتھ	
میں بالغ و بہار تو دلفگار میں تم یار۔ تو خانہ برباد۔ میں فتنہ ہمدوش		دھر و کہ بیاہ کا وعدہ نہیں کیا تھا پھر فرمایے ہین گنجائش شکوہ منجی ہو	
تو خود فراموش۔ میں برق شر بار۔ تو زنبادہ گسار۔ وری اپنا منہ تو		یا نہو۔ کیون ناحق انصاف کا گلا گند پھری سے ریتے ہو چلو اب	
		ہنسی دل لگی تو ہو چکی کیسے اب وحشت دور ہوئی یا نہیں تم چلو	

<p>برید درید و شکست و بستی   ایلان را سر و سینہ و پا دوست شمشیر کے لیے برید اور خنجر کے لیے درید اور سینہ گزر کے لیے شکست اور پا کند کے لیے بہت اور دست بعض کو تفسیر جلی بھی کہتے ہیں اور مثال دون؟ لیجیے ۵</p>	<p>چھیل چھیل کے کھائے۔ ہم تو آج میان آزاد کے ساتھ کھانا کھائیں گے۔ اُستاد دیکھو کلیف نہ کرنا بس اپنے اور ہمارے برابر پکوانا۔ کوئی دوسیر کا قورمہ ہو۔ ایک تین پاؤ کی سیخ اور شامی کباب اور کوئی سیر بھر کا پلاؤ اور دھنیے کا دو پیاز اور کچھ پرائے اور نان پاؤ ہوں۔ بس زیادہ بکھیرے سے مطلب سنا بھی آزاد آج تھکے ہی ساتھ کھائیں گے۔ میان آزاد ایک کانپے بوسے کہ ہم سو قوت کھانا ہی نہ کھائیں گے سو بعضی کی شکایت ہی شام کو بنگلی اور دو ٹھکے کھالیں تو کھالیں در نہ غرہ۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ میان آزاد نے دیکھا کہ بلغ کے ایک گوش محل میں ایک دفترہ سالہ لعل کا دہ پتہ اڑھے پھر پہنے ہوئے ایک پیر مرد سے پوچھ رہی ہے کہ کیوں آبا صاحبان نشر کے کہتے ہیں۔ سکی کوئی مثال تو دیجیے۔ پیر مرد۔ لف کے معنی لیٹنا۔ اور نشر کے معنی بھیلانا یہ ایک کا نام ہے۔ مثال ۵</p>
<p>امین ہلاہل مذہب سے سویت شیا م رتنار جیت فرت جھک جھک پرت ہیہ جتوت اکبار</p> <p>ہاے قربان اس کتابائی کے۔ واہ واہ۔ واہ واہ۔ واہ واہ امین کے معنی آب حیات کے اُسکے لیسویت معنی مفید و رحبت لائے ہلاہل یعنی زہر۔ اسکے پئے شیا م۔ یعنی سیاہ اور مرت لائے رتنار یعنی بادہ احر۔ اُسکے واسطے جھک جھک پرت۔ اہو ہو ہو یہ معشوق کے آنکھ کی تعریف ہے۔ اب لف و نشر غیر مرتب کی مثال سنئے ۵</p>	<p>پسٹ کر چھلا کوئی چاندنی اپنی   کھلا یہ راز کہ اب راہ اسنے اپنی آزاد۔ افلط۔ افلط۔ افلط۔ لف و نشر کی یہ مثال ہی نہیں اور واللہ شعر بھی کتنا برجستہ پڑھا ہے ۵ چہ خوش گفت ست تلسی داس در ضوہ کالاجلا سیہ سفید ۵ اس پٹنے اور کھلنے نے شعر میں جان ڈال دی۔ لف و نشر کی دو قسمیں ہیں۔ مرتب اور غیر مرتب۔ مرتب کی مثال لیجیے۔ ۵</p>
<p>روئے پیٹے مرے ماتم میں وہ اتنا اقدر ہاتھ کی منھدی چھٹی آنکھ کا سر چھوٹا</p> <p>پہلے مصرعے میں روئے پہلے ہی پیٹے اسکے بعد رونے سے آنکھ کا سر چھوٹتا ہے۔ وہ مصرعہ ثانی میں دوسرے نمبر پر ہے۔ اور پٹنے میں ہاتھ کی منھدی چھٹی ہے وہ مصرعہ ثانی میں اول نمبر پر ہے۔ یا ۵</p>	<p>سر و گل شوق میں ترے قد و عارض کے سدا نالہ کرتے ہیں ہم قمری و لبس کی طرح</p>
<p>یاد میں اُس طرہ و رخسار کے ہاتھ سر پر مارتا ہوں صبح و شام</p> <p>مجھے صاحب۔ طرہ کے لیے شام اور رخسار کے لیے صبح ہی لیکن پھر بھار کے ساتھ۔ پیر مرد۔ شا باش تم تو اپنے وقت کے غنی ہو جائی۔ آزاد۔ آپ کی صاحبزادی نے جو میری پیاری بہن ہے۔ غنی کے بھی کان کاٹے۔ یہ سن و سال اور اس درجہ بد بعل انخیال پیر مرد۔ جہان آزاد را بیان آؤ۔</p>	<p>سر و کے لیے قمری۔ اور گل کے لیے لبیل۔ یہ اس پر فدا ہو کر شیدا۔ اور مثال سنئے۔ ۵ بروز نزوان پل ارجبند   بے شمشیر و خنجر بگرو کند</p>

بڑے نواب صاحب کو خدا بخشے جب کہ ابلی مبارک قدم صاحب  
ہی کہا۔ آپ نوڈی بناتے ہیں۔ سنتی ہو ما باجی۔ ذری سنو تو  
ہم نوڈی ہیں۔

ماما جی - بیٹا انھیں آنکھوں آصف دولہ (آصف الدولہ) کا زانہ  
 دیکھا۔ انھیں آنکھوں امجد علی شاہ کی غلدار دیکھی ان آنکھوں  
 جانے کیا کیا دیکھ ڈالا۔ بڑے بڑے شہزادوں نے ہمارا گود دھونو  
 سے بھری۔ ہمارا بھئی کوئی زمانہ تھا جسے بوقت گلابی بیشواڑ بہن کر  
 نکلتی تھی اچھے اچھوں کی آنکھیں پڑتی تھیں۔ جب ہماری یہ  
 بقداری ہے تو تم کس کیفیت کی مونی ہو۔

مبارک قدم۔ جی ہاں۔ درین چہ شک۔ شہ جو ہے کھا کے  
 بٹی حج کو چلی۔ ہم کوئی ایسے دیسے ہیں۔ آپ بڑی وہ بنی ہیں۔  
 بیگم۔ اے تو اس جھنجھٹ سے کیا مطلب (نواب کی طرف منحنی  
 ہو کر) جلد ہمیں تھلے میں کچھ مشورہ کرنا ہی۔

میان بیوی دونوں کے دونوں تخیلے میں گئے۔ کیا جانے چکے  
چمکے کیا باتیں ہو رہی تھیں۔ اب کہیں کل بات بھوٹے گی۔

میان آزاد جس دن شہر میں داخل ہوئے اس دن اتفاق سے تعطیل تھی۔ دوسرے دن بھر تعطیل۔ کچر یاں بند لیکن جس گلی کوچے بازار کپڑوں سے محل جاتے ہیں اُن گلیاں اُٹھتی ہیں لوگ

آپس میں پوچھتے ہیں کہ کیوں بھی یہ کہاں کے رئیس ہیں ایک  
 بولا راجہ ہیں کہیں کے دوسرے نے کہا کہ کوئی ٹھاکر ہیں اور سبوت  
 تو یہ رئیس ابن رئیس ابن رئیس بنے ہی تھے فیصل نشین خرم

میں دو شریف بیٹھے ہوئے اعلیٰ نسل جبراسی کیسی کو معلوم ہی نہیں  
میان کے نام وارنٹ جاری ہوا ہونڈ کو ریون نے حضرت کو  
ایک باغ میں اٹا ملا آپ اللہ کلمہ پڑھتی پر سے دم سے گود  
خوجی - میان فیلبان - بھی دڑی زہینہ لگا دینا -

فیلبان - کیا! زینہ! اچھے آئے اب آپ کے لیے زینہ بنو! دن ایسے تو خوبصورت بھی نہیں ہیں آپ۔

میر صاحب - ہونٹھ - زینہ دھونڈتے ہیں - پار نہ بندھواؤ  
 باطنی پر سے کو دنا کتنی بڑی بات ہے۔

یہ کمکر میر صاحب بہت ہی بزرگ آدمی کی طرف سے کوئی۔ تو اس بوکھلاہٹ میں کہ سر پیچے اور پائون اوپر اڑوک۔ روک۔ بہات تیرے فیلبان کی سیج ہوگا ریبان۔ شتر بان۔ کوہبان۔ فیلبان یہ جتنے بان ہیں سب شتر پر سب تنقہ۔ لاکھ نیچے مگر اوندھے ہی ہو گئے واہ ہمارا ہی کلمہ جانتا ہی۔ کھٹ سے بولا۔ وہ تو کیسے میں ہی

ایسا جیسا ہون کہ باتیں کرتا ہوں۔ ورنہ دوسرا تو پانی نہ مانگا سوچی  
 بہت کھل کھلا کر سنس پڑے ہات تیرے کی۔ منے جو زینہ مانگا تو یمن  
 لٹانے لگے۔ مگر جیجائی کی بلادور۔ دوسرا ہوتا تو گھنٹوں سینکھ کر تا  
 نکلے بھاؤ میں کچھ بھی نہیں۔ میان اُترتے ہو کہ میں دون دھکا۔

فوجی چاہے جان پھیکل کر بھی ہے اُترنے کو تھے کہ اتفاق سے  
 پہنچتی اٹھ کھڑا ہوا۔ یا علی۔ یا علی۔ یا علی۔ یا علی۔ خداوند خداوند امین گنگا  
 زندہ ہوں۔ گنگار۔ گنگار۔ تو رحیم و غفور ہے۔ تمہاری جبار ہے

محبت کا تری اسد و آریا ہون

چلنے نہ دیا بارگاہ نے۔

(نے) تاک لکھ چکے تھے کہ فیلیبان نے سچ مچ ڈھکیں ہی دیا۔  
دھرڑر دھم ارے او ظالم۔ فیلیبان کا ہی کو ستر ہو مدک اور جو میری  
بڑی پسلی ٹوٹ جاتی تو کھیر کیسی ہوتی۔

ہونٹ۔ ٹوٹ جاتی ٹوٹ جاتی۔ ہونٹوں کو بھروسے نہ رہے گا

ذری ہان میں نے جتا دیا ہے۔ اچھا تو بڑی پسلی ٹوٹی تو سمجھ لیتے۔  
اب پڑے تے ٹوٹ مارے۔ ہان بھی پھر ٹوٹ نہ مارے تو کنگ  
کیا بھلا یہاں کچھ کھانے دانے کو بھی ملتا ہے۔ جی ہان گھاس

پیارے بیٹی کی بھولی بھالی باتیں سن کر جی خوش ہو گیا۔ دروازہ کھڑی  
میان ہی آ بیٹھے۔ ۵

جوان من ازان حسن روز افزون کہ یوسف دانش آتم  
کہ عشق از پردہ خصمت بردن آرزو بخارا

میان یہ تو بھولی بھالی لڑکی ہے۔ اسکی بہن کو آپ نے نہیں دیکھا  
اسکین معشوق پن کی ساری باتیں خدا نے کوٹ کوٹ کر بھری تھیں  
اور ایسی خندہ پیشانی ہنس کچھ عورت تیر کی ہی نہیں لیکن بوری  
میان اس سے ناراض ہیں۔ دھڑسنے۔ اچی یہ تو تیرہ صدی ہے  
اور وہ ٹھہرے حضرت نوح کے دقت کے۔ اُن رے جوانی کی ٹنگ  
اور ہارے سے شباب کی تنگ ہیں زانے کی نادان لڑکیاں داند  
مچاتی ہیں اتان سر پر اٹھاتی ہیں۔ سسرال جانے کی خوشیاں  
سناتی ہیں ان بڑے میان کو دیکھیے کیا بڑھ بھس لگا کہ اٹھا رہے  
اپنی بڑی صاحبزادی کی شادی نہ کی۔ تب تو اس شوخ فتنہ ہمدش  
نے ایک دن اپنی ان سے کہا کہ اتان جان اب تو تم صان صان  
کھلواتی ہو۔ آخر میرا کیا اجارہ لوگی جو ایک مہینے کے اندر نہ سنائی  
کی آواز دروازے پر نہ آئی تو ہم میرے کی کئی کھا کر مر جائیگے۔  
خاتون جنت کی قسم بھر آپ کو اپنی صورت نہ دکھائیں گے پاس  
بڑوس کی عورتوں نے سمجھایا کہ بیوی اب یہ ماشاء اللہ سیانی  
ہوئیں کھینے کھانے کے دن ہیں۔ اب بیاہ نہوگا تو کیا جب سر  
ہانے لگے گا تب ہوگا۔ اسکی یہ کیفیت کہ چٹاخ پٹاخ بھولوں میں  
کسی کو منہ چڑھایا کسی کو بنایا۔ اُن سے تیری شرارت اللہ سے  
تیری شوخی۔ الغرض غمہ جگہ ایک اونچے گھر میں نسبت ٹھہری  
تو مان نے کہا۔

مان۔ بے بیٹی مبارک ہو۔ تیری شادی ٹھہر گئی۔

لڑکی۔ اماں ہمیں یقین نہیں آتا۔

مان۔ اولی بیٹا تمہارے ابا نے خود ٹھہرائی ہے۔

جب منگنی ہوگئی تو پھر مان نے کہا کہ۔

مان۔ بے بیٹی مبارک ہوا تو منگنی بھی ہوگئی۔

لڑکی۔ اماں جان مجھے تو ابھی ہرگز ہرگز یقین نہیں آتا۔

مان باپک جھٹ پٹ سا مان درست کیا اور مانچے بٹایا۔

مان۔ لودیا اب تو منگنی بھی مہینے۔

لڑکی۔ نا اماں مجھے یقین نہیں آتا۔

آٹھ دس دن کے بعد سا بچہ آئی چڑھاوا چڑھاوا۔

مان۔ لوبیٹی مبارک اب تو سا بچہ بھی ہو چکی۔

لڑکی۔ (شرما کر) اماں جان مجھے تو ابھی یقین نہیں آتا۔

دوسرے دن منہدی کی رسم ہوئی۔ دھن کے منہدی لگائی

گئی اور وہی جھوٹی جھاتی دھوا کو بھیجی گئی۔

مان۔ بے بیٹی۔ اب تو منہدی رچی۔ اب تو مبارک ہو۔

لڑکی۔ (لجاکر) اماں جان کہو تمہاری خاطر سے کہہ دوں تو رہے

مجھے تو ابھی یقین نہیں آتا۔

راوی۔ یقین کیونکر آوے۔ ۵

وعدہ وصل چون شود نزدیک

آتش شوق تیز تر گردد

اے صاحب دوسرے دن بڑے دھوم دھام سے

برات آئی دروازے پر دھما چو کڑی مچی ہوئی۔ ستر نین زدق برتا

پوشاک پہنے ہوئے چھاچھم کرتی اترنے لگیں۔ ادھر گالیوں کی بھج

ہوئی۔ ڈومنیوں نے تھرک تھرک کر گانا اور دست خانے سے

گہری گہری ندیا بتانا شروع کیا! ہر ناچ ہونے لگا مولوی صاحب

آئے نکاح پڑھا گیا دھوا اند آیا ریت رسم ہوئی وقت ختم

مان نے چپکے سے بیٹی کے کان میں کہا کہ۔



جہان آرا - حاضر ہوئی اباجان - ابھی آئی -

جیسے ہی جہان آرا نے باہر قدم رکھا اور میان آزاد سے چار اکھیں ہوئیں دیسے ہی نامحرم کو دیکھ کر دیوار سے ٹھٹھک ہی لیکن غیب از بھپ کی اداسے -

پیر مرد - آؤ آؤ - شریف زادے ہیں - آؤ بیٹا - اتنا نہیں سمجھتی کہ بھلا میں نامحرم کے آگے تم کو خدا واسطے کیوں بلاتا - کیا ستر برس بھار جھوٹا کیا ہوں -

جہان آرا - حاضر ہوئی (میان آزاد کو) آداب بجلاتی ہوں - آزاد - زندہ باش - جان برادر زندہ باش -

کچھ دیر تک آزاد نے خوب گھل گھل کر باتیں کیں اور دل میں سوچے کہ واہ ری لڑکی جیسا برادر - پاک نظر - اور بلا کی ذہین -

نازنین حسین دہشبین خلی بھری صفتیں امین کوٹ کوٹ کر بھری ہیں بھی تم کو یہ بجائے تو ہم اسکو خوب ہی پڑھائیں اور جو کمین پڑھ جائے تو واہ واہ ہندوستان بھر کا نام روشن کرے -

جہان آرا - اچھا ابا کوئی اور صنعت بناؤ -

آزاد - ہم سے بوجھو - بہن ہم تباہیں - جو بیچ یعنی اس طرح جو کہ بادی النظر میں وہ تعریف معلوم ہو مگر سمجھنے والا سمجھ جائے کہ بوجھ کر رہا ہے - ختم

ایک قطرہ بود پیش دہانت یم قلم  
وصف دہن سنگ ترا بیچ نہ گفتہ

ظاہر میں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا عشق کے دہن تنگ کی بڑی ہی تعریف کی کہ اُسکے منہ کے سامنے ایک قطرہ گویا یم قلم ہے - اتنا سامنہ - مگر درپردہ مطلب یہ کہ تیرا منہ سمندر کا تیلہ گاہ ہے جس کے مقابل میں یم قلم ایک قطرہ ہے -

پیر مرد - اگر آپ کو تکلیف نہ تو مشہور صنعتیں مع مثالوں کے

جہان آرا کو کھدتیجے تو یہ یاد کر لے -

آزاد - بس جو پیغم ضرور بالضرور چشم مارو شن دل ماشاد - جہان آرا - خانہ احسان آباد -

میان آزاد اس فکر میں تھے کہ اسی دم چپ سے ایک رسالہ کا رسالہ کھڈالوں - کیونکہ اُس پیاری لڑکی کی بھلی بھالی داد اُنکے دل میں کھپ گئی تھی بے اختیار جی چاہتا تھا کہ اپنی سگی بہن کی طرح اسکو پیار کر لیں پڑھائیں لکھائیں اور اچھے گھر بیاہیں - اتنے میں لونڈی نے آنکر کہا کہ میان کھانا پکا ہے چلے پیر مرنے میان آزاد سے کہا کہ آپ کو تو سوڑھنی کی شکایت ہے - آج کل کھن میں خراب بندہ اصرار نہ کرنے کا گراں نام کو کچھ ہی یا مونگ کی دال اور ٹھکا غریب خانہ ہی پر تنا دل فرمایے گا -

یہ کہہ کر وہ تو گھٹن گھس گئے اور اُنکی دختر وہ سالہ دوپٹہ سنبھال لی ہوئی پیچھے پیچھے اٹھکھیلیاں کرتی چلی میان آزاد نے اپنے دلیمن سوچا کہ واہ خدا جیسے چھنے - زبان سے اتنا ہی نہیں - ہمنے تو دل لگی دل لگی میں کہا تھا کہ ہوت سوڑھنی کی شکایت ہی یہ اگلے وقتوں کے لوگ بیچ بیچ ہی سمجھ بیٹھے - اور لطف یہ کہ شام کو بدحوہ بھی ہوئے تو کچھ ٹی اور دال مونگ واہ ری قیمت اب ہوت روزہ ہی شام کو بھی غزہ مرے بے موت -

میان آزاد اپنے دل میں یہ سوچ رہے تھے کہ سامنے ایک جوان طراز اکڑتے ہوئے آئے - علیک سلیک کے بعد وہ بھی کرسی پر جا ڈٹے این ایہ اجنی کون ہو بھی - ہو تو آدمی سنہ و سفید - اور سفید پوش - مگر یہ یہاں کہاں پہنچے -

جوان - آپ کا کہاں سے آنا ہوا -

آزاد - بندہ آسمان کے بیچے اور زمین کے اوپر ہوتا ہوں ایک خدمت سے یہاں باغ میں فروکش ہوا تو پیر مرد کی

آٹا یا ور کھجے گا۔

دوسرا۔ ابے ما۔ لایا وہاں سے جھوٹ بھر جھوٹ ہی آئے ناں  
اس زمانے میں جھوٹ ہی بیچ ہی۔ اک ذرا سے جھوٹ بونے میں  
دو سو چہرے شاہی آئے گئے ہوتے ہیں۔ ذرا زبان ہلا دی اور  
دو سو ہضم۔ دو سو کا خیال کیجئے۔ کتنی رقم کثیر ہی دل لگی نہیں ہی  
دو سو کیا کچھ تھوڑے ہوتے ہیں ہمیں کسی سے تم دو گندے ہی لادو  
دیکھو حلف اٹھا لیتے ہیں یا نہیں سو بھائی جو عقل سے کام لیتا ہمارا  
کہا ناؤ در نہ تم جانو تھا راکام جانے۔

آزاد۔ کیوں بھی جانو!۔ اور جو اقرار کر کے کر جائے تو کھری  
ہو عورت کی بارت کا اعتبار کیا۔ اس سے بہتر ہی کا انداز رکھی سے  
اسٹامپ کے کاغذ پر لکھواؤ۔

ایک۔ اچھا اچھا و افند کیا سوچی ہے۔

دوسرا۔ کیا میان۔ کیا کہتے ہو۔ اسٹامپ کیسا ہم کیا جانے  
کیا مشورہ کر رہے ہیں۔ آپ آئے وہاں سے۔ اسٹامپ  
پر لکھواؤ۔ ہم کیا کوئی چور ہیں۔

ایک۔ اچی وہ تھا سے ہی بھلے کے بے کہتے ہیں۔ تم تو  
سمجھتے ہی نہیں۔

دوسرا۔ (چپٹ لگا کر ہچک گوکھے نامعلوم ایسی باتیں کہیں  
راہ چلتوں سے کہہ دیا کرتے ہیں۔ آخر وہ آپ کے ہیں کون بھر بھلا ان سے  
راز دل بتانا حماقت ہی یا نہیں۔ مجھ کو بھی لیکر دھرواؤ گے معلوم  
ہوتا ہے۔ بس اب تم سے مشورہ کرے تو اس پر لعنت۔

آزاد دیکھتے سے جا کر دونوں مذکورین اور خوبی اور میر صاحب  
اور فیلیبان کو بلالائے تھے اور کہا تھا کہ ساری داستان سن  
رکھیے گواہی دینی ہوگی۔

خوبی۔ سننے کو تو سب سنا لیکن میان گواہی دواہی ہم نہ دینگے

اور جو زبردستی کرو گے تو تم کو دھروا ہی دینگے۔

میر صاحب۔ اچی ہم گواہی دینگے اور دنگے کی چوٹ۔  
فیلیبان۔ جو تادہ کہہ دینگے۔

میان آزاد مذکورین کی آنکھ بچا کر چلے یہ جاوہ جاسٹین پر  
داخل اور جھٹ سے ٹکٹ لیکر ریل کے ایک درجے میں بیٹھے جا رہے  
تھے کہ اتنے میں ایک بڑے سٹیشن پر ریل ٹھہری اور آپ کھٹ سے  
اتر پڑے رات کا سامان۔ جو طرفہ اندھیرا ٹھپ ٹھپ ٹوٹا ہوا تھا  
نہیں سو جھٹا۔ اٹھنے نے ریل سے اترتے ہی داند چھائی کہ کوئی قلی  
ہی۔ کوئی مزدور ہی۔ خدا کے فضل سے زمانہ بھر کو ٹھک کر گئے تھے  
پرٹے کی ٹھہری۔ چینی کی پیالی دو ڈھائی سو روپیہ کی پوٹی۔ سیوہ کا  
ٹوکر۔ بیگ۔ بچہ۔ بچھونا۔ الم غلم۔ کئی گدھوں کا بوجھ ان کے پاس  
تھا قلیوں کے سر پر لاد کر باہر نکلے۔ آئے حضور ہم گاڑی دین۔  
بیجیے یہ بالکی گاڑی آپ ہی امیرون کے لائق ہی۔ اچی یہ کمانی واہ  
یکہ کر بیجیے۔ ہوا کے موافق شکی یا بوجا تا ہو چھٹن چھٹن کرتا ہوا اچی  
ادھر آئے میان ہم کھی دین کمان چلیے گا کمان۔ کیا لوگے۔ کمان  
جائیے گا۔ سرا۔ سرا تو میان ایک چھوڑ دس دن مل ہیں۔ جو سب  
میں بڑی ہو گدھان سٹھری۔ اچھا ایک روپیہ ہوا۔ واہ پلے ٹھٹے  
۶ روڑ سے ٹھٹے کے ۳ روڑ پر راہ جسکے سولہ گندہ  
مانگتے ہو۔ ہم بائج آنے دینگے ہزار روپہ غرض ہو چلو نہیں نہ سی  
اچھا چلیے ہو پنا دین۔

میان آزاد نے اسباب کو کھی پر لادا۔ اور چل کھڑے ہو  
کھٹ سے سرا میں داخل۔ سر کے مٹلے اور بھتیار دن کے تھکندوں  
سے تو یہ خوب ہی واقف ہو چکے تھے ایک کو ٹھہری میں جاوٹے  
اور بچھونا بچھا کے خوب لالہ لرا کے باواز بلند گانا شروع کیا۔ ۵

بیا ساقی آن کو کہو رہشت عمیر ملا لنگ دران می مرشت

مان - بے بیٹی مبارک ہو ابو دوہا کے گھر چلیں -

لڑکی - (مسکرا کر) اما جان - ابھی یقین نہیں -

الغرض رات چلی - یہ گئی وہ گئی - دوسری صبح کو کھٹن اپنے میکے آئی -

مان - بے بیٹی مبارک ابو شادی ہو گئی -

لڑکی - (آنکھیں پٹی کر کے) اما جان بندگی - (بے دانتوں)

جی ہاں بندگی سمجھئے قبلہ وہ ایسی یقین -

آزاد - حضرت خدا انکے مکان کا پتا تو ہمیں بتائیے - واحد کیا

گر با گرم فقرے سنائے ہیں - وہ تو خدا کی قسم زیارت ہی کے قابل

ہو گئے ہاے یا ایسی ہی بیوی تو ہم بھی جانتے ہیں تو پھر سچ سچ

بتائیے کیا سچ سچ بیاہ پھر ہو ہی گیا -

جوان - اللہ ری بدگمانی - حضرت اسکو تو یقین ہو ہی گیا -

لیکن آپ کو اب تک یقین نہ آیا اللہ ری بدگمانی - اللہ ری بدگمانی

اجی بیاہ ہو گیا یا اب - ۶ - پس اندہ کا پیش خیمہ آیا + اور ۶ -

امید کے نخل نے دیا بار -

آزاد - سچ کہو اللہ وہ تو اس ہی لائق ہے کہ اُس کے قدم

دھو دھو کرے - کیون نہ کہے صاحب جب مان باپ باگل پنا

کون تو بیکو نہ کہے -

وہ جوان تو یہ داستان و حجب سنا کر اور میان آزاد کو والدہ و

شیدا بنا کر لیا ہوا یہاں کیا سنتے ہیں کہ دُ آدمی با ہم یہ باتیں

کر رہے ہیں -

ایک - بھئی آخر منہ بھلائے کیوں بیٹھے ہو - یا کیا منہ ایسا ہی

ہے ہاں عشرے کے دن تو پیدا ہی ہوئے تھے -

دوسرا - ہاں یا جسکو منہ دے بوائی وہ کیا جانے پیر پرانی

یہاں جان پرانی ہے - آپ عشرہ محرم لے پھرتے ہیں اجی

ہنے بی بی اللہ رکھی سے دو تنوڑ وہ پہننے بھر کے دھوے پر ہے

تھے سو پہلو آج کوئی دو برس ہونے آئے اب وہ کہتی ہیں کہ یا تو

ہمارا روپیہ دو یا ہمارے مقدے کے گواہ ہو جاؤ نہیں تو ہم

داغ دینکے اور جیل خانہ دکھائیں گے وہاں چکی بسنی ہوگی اور

سرک پر دروٹ پھلانا ہوگا - رام بھج - رام بھج - سو اب ہم

سوچتے ہیں کہ کہہ کرین تو کیا کرین مصیبت میں پڑ گئے بھائی -

گواہی دین تو کس برتے پر میان آزاد کی تو صورت ہی

آشنا نہیں اور نہ دین تو وہ نالش جڑے دیتی ہیں اور

یہاں دو سو کیا معنی پچاس روپیہ کا دینے والا بھی کوئی نظر

نہیں آتا - پس سوچ لیے ہیں کہ آج شام کو چھپ سے

چل کھڑے ہوں ریل کو خدا سلامت رکھے بھائوں تو

پتا بھی نہ ملے -

دوسرا - ارے میان وہ ترکیب بتاؤں حسین سانپ مرے

نہ لالچی ٹوٹے تم میان آزاد سے لجاؤ - اور اُنھیں کے مفید طلب

گواہی دو اور اللہ رکھتی سے بھی ملے رہو اور میرے دونوں ٹٹھے

کہتے ہوئے عدالت سے سفر خواراؤ تو کہیں نہیں کیا اور

پچہ تم ہو کس بھروسے پر چار چار گندے مین تو وہ گواہ ملتے ہیں جو

ترتے جھڑتا قرآن یا نکا اٹھالین اور جھوٹ کے پُل بانہو دین

آپ ہم کس مین ہکو کوئی دوسری روپیے نے قرآن اٹھوائے جو

جا ہے کھوائے آخر ہماری طرف سے کوئی دلیلی ہوگا یا ہوگا - پھر

واہی ہو خالص میان دو ٹوٹے مین دو تنوڑ - اللہ رکھی کی طرف سے

ضرر گواہی دو اور سچ کھیت گواہی دو - جھوٹ سچ سے واسطہ

سچ دہی حسین دو ٹوٹے بھئی یہ تو کلنگ ہی سین سچ بونا حرام ہے

اور جو کہتے نے کاٹا ہوتا سچ ہی بولیے -

ایک - حضرت سینے سچ پھر سچ ہے اور جھوٹ پھر جھوٹ ہی

دور چلے دور چلے ساتیا	اور چلے اور چلے ساتیا	آزاد۔ بارگ اللہ فروش گفنی بلکہ دُستِ	قدسی بر نصاحت و بلاغت
اتنے میں میان آزاد تو نہیں ہو گئے۔ بدہوش و سیرست ہوا کی خبر نہیں۔ ایک دفعہ ہی اٹھ کھڑے ہوئے۔ اُٹھتے ہی دھڑست گرے گرے تو پاب دست دگر دست بدست دگرے۔ ادھر شاہ جی تو اسی گھات میں آئے ہی تھے چپکاس سے کپڑے وپڑے باندھے جمع جھالی اور چلتا دھندا کیا۔ سین بھی ان کے ساتھ ساتھ ہی ہوئیں۔ میان آزاد رات بھر بیوش پڑے تھے سحر کا دُک دُک دُک اُنکی آنکھ کھلی تو حال تیدا۔ یکہ دہنا۔ نہ قدسی شاہ نہ وہ گوہر دُرج در بانی فقط میان آزاد اور اُنکی چاہ بانی۔ ۵		قدسی شاہ سمجھے کہ اب میان نیم راضی ہو گئے اشارہ سے اس جوان سرا پا انداز سرست مہربانے ناز کو بلایا اور وہ ایک اولے دریائے قدم دھرتی جھابھم کرتی میان آزاد کے چپکے پڑ پڑاپ موجود ہو گئی۔ اتنے میں بھکاری نے جو یہ حال دیکھا تو غلی کی طرح ہلکتی ہوئی آئی اور اس درجہ جی چلائی کہ الامان۔ ایواہ میان اٹھارہ اٹھارہ ستروں کو لیکر کھٹیا پر بیٹھتے ہیں۔ اور جو پانی کھٹیا ٹوٹ جائے تو کس کے ماتھے۔ ایسے بھی مسافر نہیں دیکھے ایک ماتھا اشد سے خود بخود سے آدمی میں دوسرے دس دس کو لے کر بیٹھے ہیں۔ بے چارے پانی خالی کجیے ہم ایسے کر ایستہ دگر چاہ بانی گوری کی بساط ہی کیا ہو۔ میان آزاد کی تو بھکاری کے نام سے روح تھرتی تھی چپکے سے چار پانی خالی کر دی اور پانی چھڑ کو کر دی بھوکہ مزے سے شاہ جی اور اس نو عروس سراپا ناز کو لے کر بیٹھے اور دور چلنے لگا۔	وہ کلید اپنے پیاسے ہاتھوں سے بھر بھر کے جام شراب ناب پلاتی جاتی تھی اور میان آزاد کے جسم میں گویا جان تازہ آتی جاتی تھی شاہ جی نے ایک جرعه لیا۔ اس خفیہ ہن نے ایک گھونٹ پیامیان آزاد نے مزہ چکھا اس طرح جام پر جام نڈھالیا جاتا تھا۔ اور درون کو شیر مادر کا مزہ آتا تھا۔ ۵
دور چلے دور چلے ساتیا	اور چلے اور چلے ساتیا	اور سہی۔ پھر دور چلا۔ اب کی گورے سکوت میں انگوڑی	شراب ہو یہ بھی سہی۔ پہلے اس سین نے چپکے لگائی پھر جھوٹی
ساتی ہوش باش کہ غم دیکھین	مطرب نگا ہمار میں رہ کہ میزنی	جھانی میان آزاد نے اُڑائی نیچی چائی میان قدسی شاہ کے	حصے میں آئی۔ ابھی دور کا قل نہیں ہوا ہوش باقی ہو۔
کیوں بچہ اور پیو گے اب پیو گے تو پھر جو گے بھی نہیں۔ ان کے			

<p>ابن واس مردار کو چھوڑا سو چھوڑا آب پتے ہوں تو تجھے ۵</p>	<p>میان آزاد بڑے فوق اور بوش شوق سے گاتے تھے کہ</p>
<p>نہ قاضی نہ مدرس نہ محتسب نہ فقیر مرا چہ سود کہ منع شراب خوارہ کنسم</p>	<p>ایک آواز آئی۔ بس زبانی داخلہ ہو یا اور کچھ بھی۔ اس کے بندہ درگاہ قائل نہیں ایسا کر دکھائیے تو جانیں۔ اگر شوق چڑایا ہو تو دون ایک</p>
<p>شاہ جی۔ ناچہ۔ توبہ کیسی۔ یاد رکھ توبہ توڑنے کے لیے اور قسم کھانے کے لیے ہی بار توبہ شکن ہی ساقی گلخدا توبہ شکن ہے۔ یہ مرزا توبہ شکن ہی۔ یہ رد بار توبہ شکن ہی۔ وہ جھوٹی ہوئی گھٹا آئی۔ وہ گھنگھری گھٹا چھائی۔ ۵</p>	<p>ساغر آب اندیشہ و بادہ جان پرور۔ گلگون اصرار غوانی بطن زندگانی کیلئے فتوح جو ہر روح۔ صبح کا سہانا سماں ہی میان آزاد نے جو یہ آواز سنی تو چوکتا ہو کر لگے ادھر ادھر کھینچنے کوئی بھی نہیں بھیجے کس گوشے سے آواز آئی۔ ہی کوئی طرار آدمی</p>
<p>توبہ نے کردم و آمد ہمار ساقی توبہ شکنم آرزو دست</p>	<p>افراط حبست۔ لب و لہجہ درست۔ معجز بیان طلیق اللسان لیل ہزار داستان ہوا تے میں ایک صاحب برآمد ہوئے۔ فاسی نینہ</p>
<p>یہ مکر شاہ جی نے جھولی میں سے سوف کی ولایتی میٹھی شراب مکائی۔ دھانی بوتل اور کہا کہ۔ ۵</p>	<p>شرابی کا زعفرانی پیریزن زیب تن کیے۔ مانگ نکالے پٹوں میں خنا کا تیل ڈالے آنکھوں میں سرمہ لگائے۔ ہاتھوں میں منہدی رجا</p>
<p>سبز بوتل میں لال لال شراب شاہ جی میکہ میں بیٹھے ہیں افیر ایمان کا خدا حافظ اس مسلمان کا خدا حافظ</p>	<p>ایک زن بیچ دسبرہ رنگ جو ان شہنشاہ کی طرف مخاطب ہو کر حضرت نے یوں فرمایا۔ ۵</p>
<p>آزاد۔ یا حضرت اینجاب نے تو قسم کھائی ہو کہ جب تک کوئی زن جو ان دہرہ جبین گلخسار نازنین اپنے دست خانی سے شراب آتش خواص نہ پلائے گی اور سیکڑوں تھیمیں نہ کھلائیگی کہ اگر یہ پیالہ غٹ غٹ کر کے نہ پی جائے تو ہمارا ہی ہونے تب تک ایک قطرہ نہ پیونگا۔ ۵</p>	<p>ای پیک پڑجستہ چہ نامے فدیت ملک ہرگز سیاہ چہرہ ندیدم باین ملک علیک سلیک کے بعد آزاد کے چہرے پھٹ پڑ گئے۔ بابا ہم شاہ جی ہیں قدسی شاہ ہمارا نام ہی۔ عشق تباں ہمارا خاص کام ہی اس وقت جو آپ نے ہمارے مرشد کامل حضرت حافظ شیراز زندہ ہونے</p>
<p>کردہ ام توبہ بدست صنم بادہ فروش کہ دگر سے نہ خورم بے رخ بزم آرائے</p>	<p>کا شعر بچن داؤدی پڑھا تو طبیعت مسرور ہو گئی اور دنیا و مافیہا کی فکر دور ہو گئی لیکن بابا کبھی بادہ آتش فشان کا جام نوشین روان</p>
<p>شاہ جی۔ اسپر بے جھٹ پٹے میں مصرعے لگائے تھے سینے گا ذری۔ ۵</p>	<p>بھی دیکھا تھا سچ کہنا معلوم ہوتا ہے چوری چھپے پیالے ہو۔ مگر فصل نیک میں محتسب کا ڈرنہ قاضی کا خوف۔ ۵</p>
<p>واغلا چون بطم خند درائی بخروش گیرم آن خود ہمہ نوش ستونیکین نوش کہ بیاد چمن خلد و می کوثر نوش کردہ ام توبہ بدست صنم بادہ فروش</p>	<p>زیادہ خور دن پنهان ملول شد حافظ بیا مانگ بر بط و می رازش آشکارا کنم آزاد۔ شراب توبہ درگاہ ترک کردی۔ کبھی توبہ کر چکا</p>
<p>کہ دگر می خودم بے رخ بزم آرائے</p>	

<p>ٹھہر تو جا! ٹھہر تو جا! ٹھہر تو جا!!!</p>	<p>تاواقف - ایک چور دن کے قبلہ گاہ ڈاکوؤں کے پشت پناہ ذات شریف کے جنگ پر چڑھ گیا تو اُسکو اڑھائی سو روپیہ نقد کھنا کھن گن دیے اب سینے کے تھک تو ہمارے پاس ہو گلاس کا ستیاناں ہو گیا جانے کہاں چل دیا میان آزاد کے ساتھ یا تھا جو کوئی اُسکو پکڑ لائے اُسکو ہم دو روپیہ انعام دینگے - لالہ کو جرنل صاحب اسکے بعد ایک تیسرا اشتہار پڑھا۔</p>
<p>آزاد نامے ایک عروض دان اور سخندان ہمارے باغ میں ٹکے تھے دو چار دن ہمارے ساتھ خوب بیٹھے ٹکڑے اڑائے آخر کار انکے دوست جو انکے ساتھ تھے کوئی باغ چھو روپیہ کے مینی کے پیاسے بھی سے بھاگے سو بھی آزاد جو یہ اشتہار پڑھو تو واسطے خدا کے وہ پیاسے اپنے دوست سے دلواد۔</p> <p>پیر مرد</p> <p>ابھی ایک اور بات ہے۔</p>	<p>موس لیا! موس لیا! موس لیا!!!</p> <p>ہات ترے چور کی دم میں موٹا سا سا باندھوں - نابکا چھوٹا روپیہ کامیودے کر جھانسا دیکر چل دیا آزاد نامے ایک صاحب کے ساتھ تھے صبح کو کافر ہو گیا - یہاں سے منزلوں دور ہو گیا اگر کوئی صاحب اکا پتا لگا میں تو بے فصل کے آم کھلاؤں -</p> <p>جمالی مالی</p> <p>یہ تینوں اشتہار پڑھ چکے تو ایک چوتھا اور نظر آیا</p>
<p>پھنسا دیا! پھنسا دیا! پھنسا دیا!!!</p> <p>ہم ایک برات میں ہاتھی سے کر گئے تھے - شامت اعمال سے ایک اشتہاری مجرم اُسی ہاتھی پر سوار ہوا - سرکاری مذکور یوں نے انگو گرفتار کر لیا اور یہاں لے آئے اب وہ تو خود چل دیے اور ہم کو مع ہاتھی اور ہاتھی کی دم کے فرق کرا گئے - یارو جو انکو پاؤں تولاؤ</p> <p>فیلبان</p> <p>ادھر میان آزاد تو اس جھنجھٹ میں پڑے تھے ادھر نواب کے یہاں کا حال سنئے کہ وہ کس مصیبت میں مبتلا تھے جب برات کٹ گئی تو لوگ رو رو کر یوں کہنے لگے - ۵</p>	<p>لینا! لینا! لینا!!!</p> <p>جائے نہ پائے - جائے نہ پائے - چور - چور - چور بلکہ سینہ زور دافع ہو کہ میان آزاد کے ایک دوست نے ہماری کوٹھی سے کئی روپیہ کا مال جاکو خرید اور وعدہ کیا کہ تڑکے دام بھیجینگے -</p>
<p>ہوا آزاد پر وارنٹ سرکار کچہری میں گئے ہو کر گرفتار</p>	<p>ہم تو سادے غریب کیسا جانیں اُس فرد کو کیونکہ چچا نہیں</p>
<p>غضب ہشیار تھے بیباک تھے وہ اڑل سے نام جب انکا ہوا آزاد وہ سوتے کس طرح محبس کی بیاد</p> <p>دوسرا گئے تھے ہو کے جس ہاتھی پر سوار امنات میں اُسے لکھوایا اکبار</p>	<p>سمجھے کہ شکل صورت سے بھلے مانس معلوم ہوتے ہیں جھوٹ کیا بولیں گے وہ تڑکے ے ے کے چل دیے تو آج تک آتے ہی ہیں اسی سے تو کسی کی ساکھ نہیں رہی - اگر کوئی بڑے گوار اُس بے ایمان کو گرفتار کر دین تو ہم دن گزاریشمی پرے سے کھین</p>
<p>امنات میں نہیں کے فرق ہو وہ تیسرا گئے خالی وہاں بھی نہ تھا</p> <p>امنات میں نہیں کے فرق ہو وہ ہر اک کو موس کو بھاگے مذلت</p>	<p>کلا تھ اینڈ ٹپکنی سوداگر</p> <p>پانچواں اشتہار بھی موجود۔</p>



شاہ یا چور دن کے پشت و پناہ اور ڈاکو دن کے قبلہ گاہ۔ لوگوں نے صلاح دی کہ جاؤ تھانہ پر رپٹ لکھو گرتے پڑتے چلے تھانہ پر۔ اثنائے راہ میں پٹناری کی دکان پر ایک شخص اخبار پڑھ رہا تھا۔ میان آزاد اپنا نام اس کی زبان سے سُن کر چونکا ہوا۔ میں ہمارا ذکر خیر اخبار میں کیسا۔ سنتے ہی ٹھٹھک رہے کیون قبلہ راہ اخبار ہم بھی پڑھ سکتے ہیں۔ جی ہاں جو پڑھے لکھے ہیں آپ تو پڑھ سکیں گے ورنہ خیر صلاح کے ڈھیر بیچے ملاحظہ فرمائیے۔ وہ تو گلفند آفتابی لے کر روف چکر ہوئے۔ یہ اخبار پڑھنے لگے۔

میان آزاد! میان آزاد! میان آزاد!!!

ٹوڑی جاہت کو کیوں سیٹا عبث کے جبک جھوٹے پھیلنے کو

دو گنا نہ پڑ جائے بنگلی ایسی تمہارے اٹھکھیل کھیلنے کو

نصیب جاگین گے میرے سہم تو میں بھی اک رت جگا روئی

ابھی تو آزاد سے ہمیں ہاں پڑے ہیں باپڑ سے بننے کو

پریتی کون کہے۔ ہماری مٹی سنو۔ سر میں ایک گور لگو رانا

لانا جوان خوبرو اگر کار کا کیا بلکہ جرم کیا۔ اور جتھے ہی سے نکاح کا

وعدہ کیا۔ ہم تو سیدھے سادھے ہیں۔ ہمیں اُسکے ہتھکڑے کیا

معلوم ہم بھی نکاح پر مجب ہے راضی ہو گئے۔ اور جب نکاح کے دن

قریب آئے تو موٹا مگر گیا ہم نے نالش داغدی تو بھاگ گیا سرکار نے

اُسکو کچھ دیا۔ پھر حبس ہو گیا۔ تو جو کوئی دھونڈھالے ہم سکے

ساتھ نکاح کر لیں گے۔ اصرار رکھی بھٹیاری

یہ اشتہار میان آزاد پڑھ ہی چکے تھے کہ دوسرا نظر سے گذرا

لوٹ لیا! لوٹ لیا! لوٹ لیا!!!

چل دیاتے کے جل میں مکارا ایسے شیطان پر خدا کی مار

دہائی ہی۔ دہائی ہی۔ وقت مشکل کشائی ہی بس بجان پر بنائی

میں بوڑھا مہاجن اگلے وقتوں کا ریزہ کچہری دربار عدالت سرکار سے

ساتھ یہ بھی ہو۔ ہوکا ہی تو کتنا۔ بوتل کی بوتل منہ سے لگالی اب  
خمیازہ کھینچا۔ بات تیرے کی۔ کیا مرے سے معشوق پری پیکر  
رشتک ترے پاس بیٹھے ہوئے غٹ غٹ اڑا رہے تھے گھڑی  
دھڑکی گھوم گئی نہ بات تیرے کی اب کو اُستاد صوبی نہ اڑی گی  
بھی ہماری خاطر سے ایک جام تو ہو۔ کو تو پٹی کے ہاتھ بھی چون  
بات تیرے کی رض مشہور ہو کہ انسان کچھ کھو کے سیکھتا ہے مگر تم  
کھو کے بھی نہ سیکھے یاد ہی ریل پہننے تمہارا بقیہ اڑا یا تھا اب جیتے  
مجھنی۔ رہی شاہ جی ہم ہیں۔ مگر ہاں تب اور وہ میں تھے  
اب او بھیس ہو۔ تب بھی چکا دیا تھا۔ ابھی بھی غپا دیا جو تم انسان ہو  
تو ہمارے بھردن میں نہ آتے تھے اب ہم جتائے دیتے ہیں خبردار  
مسافر کا اعتبار نہ کرنا اور سفر میں تو کسی پر بھروسہ رکھنا ہی نہیں  
دیکھو آخر ہم بے بس کے چلے نہ تھے عمر بھر سفر کیا مگر آدمی نہ بنے  
”دردیش مشیخت پناہ قدسی شاہ“  
یہ خط پڑھ کر میان آزاد پر گویا عرق خجالت کے سیکڑوں گھڑے  
پڑ گئے اور اتفاق وقت بی ہنسیا کھوارن بھی اُدھر سے چمکتی ہوئی  
گذرین۔

بیچے چور کے گھر چور بیٹھے ڈاکو کے بیان ڈاکہ پڑا۔ ٹھٹھکتے کی  
جیب کتری گئی۔ برے نیاریے نے فٹا کھایا۔ میان آزاد سب کو  
موس لائے تھے مگر میان بقیہ دتہ گھڑی دھڑکی۔ رو پیہ پیسا جمع  
جتھا سب غائب غلہ ہو گیا دھن کی کمانی کا ندو کے نامے میں  
گنوائی ساری چوری سر میں لٹائی اب مٹا کفن کو یا س نہیں  
کوڑی کوڑی کو محتاج۔

بہت کچھ غل غپاڑا مچایا۔ سراج کو سر پر اٹھایا۔ بھٹیاری کو  
دو چار جپتین لگا پین۔ بھٹیاری کو بے نقط سنائی۔ مگر ال نہ ملا  
نہ بلا شاہ جی روف چکر ہوئے مگر نام کیا تبرک کھا تھا قدسی شاہ۔